مضمون	صفحہ

تیسری جلد ترجمہ در المختار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام مین لَمَّا فرغ من حقوقِ اللّٰہِ العباداتِ والعقوباتِ شرع فی حقوقِ العبادِ المعاملاتِ
جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھی فراغت پائی تواب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہی بحرالرائق
مین ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہین ١ حقوق اللہ خالصہ ٢ حقوق العباد خالصہ ٣ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہے
٤ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین مگر حق العبد غالب ہی سواول حقوق اللہ مذکور ہوئی یعنے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن اور
انس کی خلقت سے یہی مقصود ہی اوسکے بعد معاملات شروع ہوئی اونمین ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اوسمین معنی عبادت کا شمول ہی اتنے تواس سے
معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحرالرائق کا قول ظاہر تر ہی چنانچہ فتح القدیر مین تصریح
ہے کہ ابتداء معاملات بیع سے نہین بلکہ لقطہ اور لقیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر مخفی ہی وَمُناسَبَتُہُ لِلوقفِ اِذَا لَۃُ
المِلکِ لکن لَا اِلیٰ مالکٍ وھُنَا الیہِ فکانا کبسیطٍ ومرکبٍ اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد ازالہ ملک
کے کسی مالک کیطرف ملک راجع نہین اور یہان یعنی بیع مین مالک کیطرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہوتی
ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کی مانند ہوئی م کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہی وجود مین مرکب پر لہذا تعلیم مین بھی مقدم ہوا
بیع کو مرکب کی مانند کہا اسواسطے کہ بیع فے الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تواوس سے ترکیب متحقق نہین ہوسکتی وَجُمِعَ لکونہ
باعتبارِ کلٍّ من البیعِ والمبیعِ والثمنِ انواعًا اربعۃً نافذٌ موقوفٌ فاسدٌ باطلٌ ومقایضۃٌ صرفٌ سلمٌ بیعٌ مطلقٌ ومرابحۃٌ تولیۃٌ
وضیعۃٌ مساومۃٌ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہرایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف
فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ م کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا ہرچند مصدر ہے اور مصدر
تثنیہ اور جمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہی تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا
مفید ملک ہی سنے الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ ہی وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی وہ فاسد ہی یا مفید ملک اصلا نہین
وہ باطل ہے اور مبیع یا عین ہی یا دین یہہ بھی چار احتمال سے خالی نہین یا بیع العین بالعین ہے وہ مقایضہ ہی یا بیع الدین بالدین ہے

وہ صرف ہی اور مراد دین سے بیان نقدین مین یعنے سونا چاندی یا بیع الدین بالعین ہے وہ سلم ہی یا بیع العین بالعین تو وہ بیع مطلق ہے
اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہے اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہے لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور بیان دین سے وہ مراد ہی جو نقد اور
نسیہ دونونکو شامل ہے اور بیع اعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہے یا ثمن اول کے برابر ہے
وہ تولیہ ہے یا ثمن اول سے کمتر ہے وہ وضیعہ ہی یا بیع اوس ثمن پر ہے جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوگیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہے
اور وجہ ثانی جمع بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنے مفعول لیجئے تو اب بیع کی مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع ذکر کرنا صحیح ہوگا ھی لغۃ مقابلۃ شیٔ بشیٔ
مالا او لا بدلیل وشروہ بثمن بخس بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو
بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بہائیون نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ھم کہتا ہے یہ کہ یوسف علیہ السلام آزاد تہے اور آزاد مال کا نہین
نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے
اور اصطلاح شرع مین بھی اسیطرح ہے اور اسیطرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت
لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتی ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو
مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بہائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درم کو بیچا تہا اور جسنے خریدا تہا اوسنے عزیز مصر کے ہاتہہ ۲۰ دینار کو بیچا
تہی کذا فی الطحطاوی وھو من الاضداد اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی یعنی خریدا اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا ہے تراسکے لفظ کی
انت ویستعمل متعدیا وبمن للتاکید او باللام یقال بعتک الشیٔ وبعت لک فھی زائدۃ قالہ ابن القطاع اور لفظ بیع کا متعدی
مستعمل ہوتا ہے دو مفعولونکے ساتہہ اور من کے ساتہہ تاکید کیواسطے یا لام کے ساتہہ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہین بعتک الشیٔ وبعت لک تو لام
زائد ہے ایسا کچہہ کہا ہے ابن قطاع نے وباع علیہ القاضی ای بلا رضاہ اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اوسکا مال بدون اوسکی
رضامندی کے بیچ لیا ھم کہتا ہے شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کے لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ
مفید ضرر اعتبار سے وشرعا مبادلۃ شیٔ مرغوب فیہ بمثلہ خرج غیر المرغوب کتراب ومیتۃ ودم اور شرع مین بیع عبارت
ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی
چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ھم کہتا ہے یہہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ وہ بھی مبادلہ ہی مرغوب
کا مرغوب سے اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا تعاطی طحطاوی نے
کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنے مال کو مال سے بدلنا برضامندی یہہ حقیقت ہی بیع کی اور منفعت کا عدم
خود مال ہی داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اوسکا رکہہ چہوڑنا حاجت کیوقت کیواسطے ممکن
اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیون کے تمول سے یا بعض آدمیون کے تمول سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعا اوسکی اباحت
انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین جیسے گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اوس سے
فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنے تمول اور اباحت نہون تو دونون سے ایک بھی ثابت نہوگا جیسے
خون کرنا اوسکو مال کہتی ہین نہ متقوم بولتے ہین علی وجہ مفید للخصوص ای بایجاب او تعاط مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر
ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی ھم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے
تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہوجاتا ہی اسواسطے کہ فقط ایجاب اوسمین بھی ہوتا ہے فخرج التبرع من الجانبین تو تبرع من الجانبین
یعنے باہم ایکدوسرے کو بلا عوض بطریق احسان کے دینا نکل گیا ھم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ تبرع

من الجانبین مبادلہ مین داخل تھے اور بوجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی سے ہر جانب سے تو اگر
شارح تبرع کو مبادلہ پر متفرع کرتا تو کچھہ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض بوجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلہ مین داخل تھا والہبة
بشرط العوض اور نکل گیا بوجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہو ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہین لیکن منتہا
انتہا کے بیع ہے وخرج بمفید ما لا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفة اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہین
بیع درہم کی درہم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہے اور اگر ایک درہم کا وزن دوسری سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہے بسبب
ربا کے نہ بسبب عدم فائدہ کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ان کا بیع جائز
ہے بسبب فائدہ کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضة احد الشریکین حصة دار بحصة الآخر صیرفیة اور صحیح نہین بدلنا اور مجرا کر لینا ایک
شریک کا گھر کے حصہ کو دوسرے شریک کے حصہ سے کذا فی الصیرفیة یعنے ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونونکے حصے برابر ہین سو انکا
مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین کچھہ فائدہ نہین ولا اجارة السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسری گھر کے
سکنی سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وہما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب
اور قبول ہے اور یہہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہے فتح القدیر مین ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے
ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہو قولی ہو یا فعلی
وشرطہ اہلیة المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقد مین تمیز اور وہ ولایت ہے جو
ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اور اوسکی اثر کو سمجھتا ہو تو
اوسکی بیع منعقد ہو اور شرط بیع کی تعدد متعاقدین ہو تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونونکا وکیل ہو اوسکی بیع منعقد نہو گی مگر باپ اور
قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا
نہین اور تمام اہل مجلس نے اوسکو سنا تو اوسکی تصدیق نہو گی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شروط بیع کی بحر الرائق مین چھتر شمار کی ہین جسکا
جی چاہے اوسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے بیع مین شرط یہہ ہو کہ مال متقوم شرعا مقدور التسلیم ہو فی الحال
یا فی المآل تو مال کی قید سے حر یعنے آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام
گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع مین یہہ شرط ہو کہ مملوک ہو بیع کیوقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا
علے المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اوسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہو بائع ثمن کا
مالک ہو جاتا ہو اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہو اور اگر بیع موقوف ہو گی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہو گی ہم کہتا ہو ثبوت ملک بیع کا حکم
اصلی ہو اور اوسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہو اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اوسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر
مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعایش والعالم اور جواز بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء
معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہو طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کیواسطے کہیت کا جوتنا پھر آدمیز
بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کہیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذاتہ
خود بالاستقلال کرتا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلے ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اوسکو بذات خود قدرت نہین تو ضرور ہوا کہ
اوسکی حاجات روا ہونے اسطرح پر کہ کچھہ خرید کرے اور کچھہ آپ کرے تو اگر بیع شرعا سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی اشئے

معلوم ہے کہ بازور دستی دوسرے سے چھین لینا یا سوال کرنا یا صبر کر کے مر جانا اور ہر امر ان میں خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع
کرنے میں بقاء ہے نفسین منجہ بین ہے اور وہ نوع واجبات ہے بطریق استلزام منقول ہے کذا فی النہر وصفتہ مباح مکروہ حرام واجب اور بیع کی
صفت یہ ہے کہ بعضی بیع مباح اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہے کہ بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر الوقوع ہے اور مکروہ وہ ہے جو اذان
جمعہ کے وقت ہوا اور حرام بیع فاسد ہے اور اسکو فسخ کرنا بر تابعوں حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونیکا
خوف ہو عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے اموال کے تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الظہیریہ وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس
اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہے ہم کہتا ہے قرآن میں ارشاد ہوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی اللہ نے بیع کو
حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بکثرت ثابت ہے اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی عن
بیان ہے اور قیاس سے یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ یہاں مقیس اور مقیس علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع
امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فالایجاب ہو ما یذکر اولا من کلام احد المتعاقدین والقبول
ما یذکر ثانیا من الاخر سواء کان بعت او اشتریت سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ قبول اوسکا
نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہے اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر
مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول ہے اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر
بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہے اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ لغت میں ایجاب بمعنی اثبات ہے مطلقا اور یہاں
اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضای اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو
اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جاوے الدال علی التراضی قید بہ اقتداء بالآیۃ وبیانا للبیع الشرعی ولذا لم یلزم
بیع المکرہ والا انعقد لم ینعقد مع الهزل لعدم الرضاء بحکمہ معہ هذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو باہم کی رضامندی
پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کردینے کیواسطے لہذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی
اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت
کرنے ہم کہتا ہے بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علے الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونو جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل
نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی اور قران مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمایا الا ان تکون
تجارۃ عن تراض منکم شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہے فضولی کی بیع کی مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں مصرح
ہے کہ وہ فاسد موقوف ہے رضامندی پر اور منار اور اوسکی شرح میں مصرح ہے کہ ہزل یعنے خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے
کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہے تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی
غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ویرد علی التعریفین ما فی التاتارخانیۃ لو خرجا معا صح البیع اور ایجاب اور قبول دونوں کی
تعریف پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلیں تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی قبلیت
اور قبول کی بعدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں مسلم نہیں لکن فی القہستانی لو کانا معا لم ینعقد کما قالوا فی السلام لیکن
قہستانی میں ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی چنانچہ فقہا نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اوسکا جواب ساتھ ہی
ہوں تو جواب ادا نہوگا اعادہ اوسکا لازم ہے یہ شارح نے استدراک کر کے تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن فتاوی عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ
کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب مبطل للاول الا فی عتق وطلاق علے مال

وسیجیئ فی الصلح اور تعریف اول یعنے ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہی کہ مکرر لانا ایجاب کا ایجاب اول کا مبطل ہے مگر
عتق اور طلاق بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا ھ تکرار ایجاب کیصورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہی کہ بائع نے
کہاکہ مین نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر بولاکہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہاکہ مین نے قبول کیا تو یہہ قبول ایجاب ثانی کیطرف
راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سی مولے نے کہاکہ تو آزاد ہے ہزار درم پر پھر بولاکہ تو آزاد ہی دو سو دینار پر
سو غلام نے کہاکہ مین نے قبول کیا تو اوسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین تکرار عقد مذکور ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور
اسیطرح نظم آیندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی
اور اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اول سے مراد یہہ ہی کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بنسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہیں کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی
گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَفی المنظومۃِ المحبیۃِ ؎ وکُلُّ عقدٍ بعدَ عقدٍ جُدِّدا ٭ فَاَبطِلِ الثانی لانہ سُدیٰ ٭ فالصلحُ بعدَ الصلحِ
اَضحیٰ باطِلا ٭ کذا النکاحُ ماعدیٰ مسائِلا ٭ منہا الشراءُ بعدَ الشراءِ صُحّحوا ٭ کذا الکفالۃُ علیٰ ماصرّحوا ٭ اِذِ المرادُ مِنہُ فی المحقّقِ ٭
منہا اذا زیادۃُ التوثّقِ ٭ اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ
ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہے اسیطرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہی یعنی دوسری نکاح سی مہر مسمی لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل
نہین ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کو علمانے صحیح کہا ہی اسیطرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین بموجب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ عقد محقق مین
اسوقت یعنی درصورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہی یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سی یا اصیل سی اور پہلی قیمت پر دوبارہ عقد بیع سی
زیادتی وثوق مقصود ہے لہذا باطل نہین وھُمَا عبارۃٌ عن کلِّ لفظینِ یُنبئانِ عن معنی التملّکِ والتملیکِ ماضیینِ کبعتُ واشتریتُ
او حالینِ کمضارعینِ لم یقترنا بسوفَ والسینِ کابیعُکَ فیقولُ اشتریہ او احدُھما ماضٍ والآخرُ حالٌ اور ایجاب اور قبول عبارت ہے
اُن دو لفظون سی جو غیر کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونو لفظین ماضی کی ہون چنانچہ بعتُ واشتریتُ یعنی مین نے
بیچا اور مین نے مول لیا یا دونون لفظین حال کی ہون جیسی لغت عرب مین دو لفظ مضارع کے جن سی سوف اور سین متصل نہین چنانچہ ابیعُکَ یعنے
مین تیرے ہاتھ بیچتا ہون تو مشتری کہے اشتریہ یعنی مین اوسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرط نیت ایجاب فی الحال کے
کذا فی المنح ھ شرح زیلعی مین ہے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اوس لفظ سی جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ مین نے بیچا اور خرید کیا
یا مین راضی ہوا یا اسکو لے بعوض اتنے کے اور برہان مین ہے یا بائع نے کہاکہ کہا اس کھانے کو بعوض درم کے پھر مخاطب نے طعام مذکور کہا یا
تو بیع تمام ہوگی اور کھانا اوسکا حلال ہے اور اگر بائع نے کہاکہ مین نے یہہ گھر یا یہہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو یہہ بیع بالاجماع
صحیح ہی اور حاشیہ سری الدین مین ہے بائع نے کہاکہ جب تو مجکو اوسکی قیمت دیے تو مین نے اوسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اوسی مجلس مین قیمت ادا
کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہاکہ وہ تیرے واسطے ہی اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہاکہ مجکو پسند
آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق مین ہی تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور
تملک حاصل ہون گے حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ اونمین معنی معتبر نہین اونمین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کیواسطے
صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہین اور جبکہ بائع نے ایجاب مین مخاطب کیطرف خطاب کیا تو قبول مین خطاب کرنا شرط نہین تو اگر بائع نے یون کہاکہ مین نے اسکو
تیرے ہاتھ اتنے پر بیچا اور مشتری نے کہا مین نے قبول کیا اور یون نہ کہاکہ مین نے تجھہ سی قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ھ لکن لا یحتاج
الاولُ الی نیّۃٍ بخلافِ الثانی فان نوی بہ الایجاب للحالِ صحّ علی الاصحّ والّا لا الّا اذا استعملوہ للحالِ کاھلِ خوارزم فکالماضی
کابیعُکَ الآن لتمحّضہ للحالِ دلیکن اول یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بصیغہ ماضی ہو تو ثبوت بیع کیواسطے نیت کی کچھہ حاجت نہین بخلاف

ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جبکہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں چنانچہ اہل خوارزم تو اپنے مضارع ہی کی مانند ہے عدم اشتراک میں اور ابیعک الآن کی مانند ہے یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہوں اسواسطے کہ یہ محض حال کے واسطے ہے ہم ذکر کیا ہے صحیح کے خلاف وہ قول ہے جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اوسکے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت اہل ہند کے اسمیں حال کا صیغہ جدا ہے چنانچہ بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں وَاَمَّا الْمُتَمَحِّضُ لِلْاِسْتِقْبَالِ فَكَالْاَمْرِ لَا يَصِحُّ اَصْلًا اِلَّا اِذَا دَلَّ عَلَى الْحَالِ كَخُذْهُ بِكَذَا فَقَالَ اَخَذْتُ اَوْ رَضِيْتُ صَحَّ بِطَرِيْقِ الْاِقْتِضَاءِ فَلْيُحْفَظْ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہو بحیثیت حرف سوف اور سین سے تو وہ امر کی مانند ہے اوس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اسقدر کو لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہو بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرح طحاوی میں ہے کہ لفظ امر سے بیع منعقد نہیں ہوتی اسطرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لیا تو بیع منعقد نہوگی جیسے لفظ استقبال سے منعقد نہیں ہوتی چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہے بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا استدعی ہے سابقیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بالاخذ مستدعی ہے سابقیت بیع کا ماضی کی مانند لیکن استدعای ماضی سابقیت کو باعتبار وضع کے ہے اور استدعای خذہ کا بطریق اقتضا کے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے بعتکہ فخذہ یعنی اوسکو میں نے تیرے ہاتھ بیچا سو اوسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان میں اکثر یہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے مثلا مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا یوں بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا لفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو مبیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وَتَصِحُّ اِضَافَتُهُ اِلَى عُضْوٍ يَصِحُّ اِضَافَةُ الْعِتْقِ اِلَيْهِ كَوَجْهِهِ وَرَقَبَتِهِ وَاِلَّا لَا كَظَهْرِهِ وَبَطْنِهِ اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اوس عضو کیطرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے چنانچہ منہ اور گردن اور نہیں تو نہیں یعنی جس عضو کیطرف اضافت عتق صحیح نہیں اوسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں چنانچہ پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا سر بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہیگا کہ اوسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وَكُلُّ مَا دَلَّ عَلَى مَعْنَى بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ نَحْوَ قَدْ فَعَلْتُ وَنَعَمْ وَهَاتِ الثَّمَنَ وَهُوَ لَكَ وَعَبْدُكَ اَوْ فِدَاكَ اَوْ خُذْهُ قَبُولٌ ٭ اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کی مانند اس قول کے کہ مقرر میں نے کیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھپر فدا ہے یا اوسکو لے یہ سب الفاظ قبول میں ہیں فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دی تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور درر میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا خادم ہے یا تجھپر فدا ہے تو بیع تمام ہوگئی لَكِنْ فِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ اِنْ بَدَأَ الْبَائِعُ فَقَبِلَ الْمُشْتَرِي بِنَعَمْ لَمْ يَنْعَقِدْ لِاَنَّهُ لَيْسَ بِتَحْقِيْقٍ وَبِعَكْسِهِ صَحَّ لِاَنَّهُ جَوَابٌ لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہہ کے تو بیع منعقد نہوگی اسواسطے کہ وہ تحقیق اور اثبات نہیں اور بالعکس اسکے یعنی اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وَفِي الْقُنْيَةِ نَعَمْ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ كَهَلْ بِعْتَ مِنِّي بِكَذَا اَبِيْعُ اِنْ نَقَدَ الثَّمَنَ يَصِحُّ عَنِ الْمُنْتَقَى

دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز کذا فی المحیط اور تنیہ مین ہو کہ ہان کہنا بعد استفہام کے مانند اس قول کی کہ کیا تو مجھسے بیچا ہو نیں اتنے درم کے بیع ہی اگر ثمن نقد دی اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے اوسکو بیچا سوا اسی فلانی اوسکو خبر کر دی سو خبر پہنچانے والے نے اوسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانًا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقًا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف الصحۃ نہین بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہی تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پہر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہنچی بالکتابت در رسالت اور اوسنے بیع قبول کی تو منعقد نہو گی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اوسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہنچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس مین ہم ہکذا فی الہدایۃ و صدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافًا للثانی فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقًا فلا رجوع لانہ یمین نہایۃ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح مین درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنیوالیکو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ امین ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنیوالیکو خلع اور عتق مین رجوع کرنا جائز نہین اسواسطے کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہی کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا ہے مطلب نہین کہ ایجاب کرنیوالیکو قبل قبول غائب کے رجوع جائز ہی اسواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بمعنی ہے بلکہ مراد یہہ ہی کہ موجب کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہی واما الفعل فی التعاطی وہو التناول قاموس فی خسیس ونفیس خلافًا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہی وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہی تناول ہی کذا فی القاموس یعنے باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دی اور مشتری بائع کو قیمت دی بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز مین ہو خواہ عمدہ مین بخلاف کرخی کے یعنے اونکی نزدیک بیع منعقد نہین ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی مین نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہی بیش قیمت سی اور خسیس کم قیمت سی اور بعضون نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہی اور اس سی کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہان اطلاق ہی معتمد ہی کذا فی الطحطاوی ہدایہ مین ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہی فتح القدیر مین کہا وجہ صحت یہہ ہی کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا ہے سبکو شامل ہی یعنی بیع قولی اور فعلی کو اجناس ناطفی مین ہی کہ مشتری نے بائع سی کہا کہ اتنے گیہون کتنے کو بیچتا ہی اوسنے کہا ایکدرم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دی سو اوسنے جدا کر دی تو یہہ بیع ہو گئی اور اسیطرح اگر قصاب سے کہا اور اوسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہی تو وہ بیع ہو گئی یہان تک کہ اگر مشتری ثمن دینے اور گوشت لینے سی یا قصاب گوشت دینے سی انکار کریگا تو قاضی دونون سے زبردستی دلا دیگا انتہی ما فی الفتح ملخصًا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیض تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سی ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسیکا فتوی ہی کذا فی الفیض ہم فتح القدیر مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ بیع التعاطی مین قبض بدلین شرط ہی یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہی صحیح قول ثانی ہی اسواسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہی کہ بیع التعاطی قبض احد البدلین سے ثابت ہوتی ہے اور یہہ ثمن اور مبیع کو شامل ہی انتہی طحطاوی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہون پہر مشتری بائع کی رضامندی سی مبیع لیکر بلا دفع ثمن چلا جائے یا مشتری ثمن دیکر بلا تسلیم مبیع چلا جاوے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بالقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطاطیخ والبائع یقول لا اعطیہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہی جبکہ تعاطی کے ساتھہ عدم رضا کی تصریح نہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دئیے اور خربوزے لئے اور حالانکہ بائع کہتا ہی کہ مین اونکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہو گی کالموکات بعد عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہما البیع قبل متارکۃ الفاسد ففی بیع التعاطی بالاولی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرہا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہین ہوتی اگر بعد عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق مین تصریح کی ہی کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہین ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی

بیان تعاطی

مین لغیر ادنےٰ بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہوگی اور بنابر تصریح بحرالرائق کے جو خلاصہ وغیرہا مین ہے وہ اسی پر محمول ہے ہم یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد وعدم متارکہ پر محمول ہی طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین یہہ بھی ضرور کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ مین موجود ہی تو بحرالرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہی اور حموی کیطرح نہرالفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہی و تمامہ فی الاشباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد مین اس قاعدہ کے تحت مین مذکور ہی کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدہ کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوتی وہ خود فاسد ہی یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا قبض بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لابد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی واکتفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال وقد علمت المفتی بہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بیع التعاطی مین اعطاء جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوکا دینا ضرور ہی طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہی اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہی اور کرمانی نے اکتفا کیا ہی مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہوئے تین قول اور تو معلوم کرچکا قول مفتی بہ کو ہم قول اول یہہ ہی کہ ایک کا دینا کافی ہی خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہہ ہے کہ تعاطی مین دونو کا دینا ضرور ہی اور تیسرا قول منقول کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہی اور منشاء اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضی سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہی اور بعضی مقام مین اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہی اور بعضی مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہی اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا فی شرح الملتقی صحۃ الاقالۃ والاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہمنے تحریر کی ہی شرح ملتقی مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کی صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہرالفائق سے منقول ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما یستجرہ الانسان من البیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہی بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اوس سے اُن چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد اونکے استہلاک اور خرچ کرڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہہ جائز ہی ہم بحرالرائق مین ہی کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہہ ہی کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہوگی لیکن اس قاعدہ سے وہ مسئلہ مستثنی ہی جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہی علی وجہ الخرج یعنی بطور اوجاپت کے چنانچہ مسور اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہی انتہی تو یہان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بیع البراءات التی یکتبہا الدیوان علی العمال لا یصح بخلاف بیع حظوظ الائمۃ لان مال الوقف قائم ثمہ ولا کذلک ہنا اشباہ وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستحق بیع خبزہ قبل قبضہ من المشرف بخلاف الجندی بحر وتعقبہ فی النہر بیچنا تنخواہ کی اُن چٹھیوکا جنکو متصدیان دفتر عاملون پر لکھدیتے ہین صحیح نہین بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ اونکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ وقف کا مال وہان قائم اور موجود ہی اور ویسا نہین ہی یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود ہونا ہر وقت ضرور نہین بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہی کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالے مشرف سے قبضہ کرے جائز ہی بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہرالفائق مین اسپر اعتراض کیا ہی ہم نہرالفائق مین کہا کہ ظاہرا قنیہ کی روایت ضعیف ہی اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہی کہ بیع معدوم کی صحیح نہین اور اسیطرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہین تو اوسکی بیع کہان صحیح ہوگی اور اوسکو یاد رکھنا چاہیے اور وہبان نے کتاب الشرب مین کہا ہی کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد ہی التفات کے لائق نہین جبتک کہ دوسری کی نقل سے اوسکی تائید نہو انتہی ملخصا

وَافتى المصنفُ ببطلانِ بيعِ الجامكية لِمَا فى الاشباه بيعُ الدَّين انما يجوزُ مِنَ المديونِ اور فتوى ديا ہى مصنف نے كہ سپاہى كو تنخواہ
بيچنا باطل ہے اسواسطى كہ اشباہ مين ہے كہ بيچنا دين كا جائز نہين مگر مديون سے جائز ہى ہم جامكيہ سپاہى كى ماہوارى تنخواہ كو كہتے ہين جو سلطان يا امير
نے اوسكو واسطى بعوض جنگ اور چوكيدارى كے مقرر كى ہے تو اگر سپاہى چاہى كہ دو چار مہينے كى چڑہى تنخواہ كو دوسرے كے ہاتھ بيع كرے تو
جائز نہين اسواسطى كہ تنخواہ تو امير پر بمنزلہ دين كے ہى اور دين كا بيچنا غير مديون سى جائز نہين اور مديون سے بيچنے كيصورت يہہ ہى كہ كپڑا بيچا بعوض
غلام كے سوا ايك نے غلام پر تو قبضہ كيا اور كپڑا دوسرے پر دين باقى رہا سو كپڑا اوسى شخص كے ہاتھ بيچا چند دراہم معينہ كى عوض تو بيع صحيح ہے اور
اگر غير مديون سے بيچا تو صحيح نہين اسواسطى كہ يہہ بيع ہى منقول كى اوسكى مقبوض ہونے سى پہلے اور يہہ جائز نہين كذا فى حاشية المدنى وفيها د
فى الاشباه لايجوزُ الاعتياضُ عن الحقوقِ المجردةِ كحقِ الشفعةِ وعلى هذا لايجوزُ الاعتياضُ عن الوظائفِ بالاوقافِ اور فتاوى مصنف
اور اشباہ مين ہے كہ جائز نہين عوض لينا حقوق مجردہ سى يعنى جو حقوق كہ ملك سى خالى ہين چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدہ كے جائز نہين عوض
لينا اوقاف كے وظائف كا ہم وظائف سى مراد امامت اور خطابت اور موذنى اور فراشى اور دربانى ہے اشباہ مين ہے كہ حقوق مجردہ سى عوض
كرنا جائز نہين حق مجرد كى قيد اسواسطى لگائى كہ حق قصاص اور ملك نكاح اور حق رق كا عوض جائز ہے وفيها فى اخرِ بحثِ تعارُضِ العُرفِ مع
اللُّغةِ المذهبُ عدمُ اعتبارِ العرفِ الخاصِ لكن افتى كثيرٌ باعتبارهٖ وعليهِ فيُفتى بجوازِ النزولِ عن الوظائفِ بمالٍ اور اشباہ كى تعارض
عرف اور لغت كى آخر بحث مين ہى كہ ظاہر مذہب يہہ ہى كہ عرف خاص كا اعتبار نہين ليكن بہت علمانے عرف خاص كے اعتبار كرنيكا فتوى ديا ہى تو بموجب
اسكى فتوى ديا جاتا ہى وظائف اوقاف سى كنارہ كرنيكے جواز كا بعوض مال كے ہم يہہ قول مخالف نہين قول سابق سى كہ اعتياض حقوق مجردہ سى جائز
نہين اسواسطى كہ قول سابق اسپر مبنى ہے كہ عرف خاص معتبر نہين ظاہر الرواية مين اور يہہ قول متفرع ہى قول مفتى بہ پر كہ عرف خاص معتبر ہى بناى
احكام عرف عام پر ہوتى ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سى مراد متعامل عام ہى جو سب لوگون مين رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سى مراد وہ ہى جو
چند لوگون مين رائج ہو چنانچہ فقہا مين خلاصہ يہہ ہى كہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب كے مخالف ہى ليكن اكثر مشائخ مثل شيخ قاسم
اور علامہ عينى نے صحت نزول كا فتوى ديا ہے عينى نے اپنى فتاوى مين كہا كہ جواز نزول كيواسطى كوئى اصل معتمد نہين ليكن حكام اور علما بسبب ضرورت
كے اسپر چلتے ہين اور بعضى علمانے جواز نزول پر اس سى استدلال كيا ہى كہ امام حسن نے معاويہ سى نزول عن الخلافة پر صلح كى اوسقدر مال پر جو ہر سال
اونكو كافى ہوا در حالانكہ خلافت اعظم الوظائف ہى كذا فى الطحطاوى ملخصاً وبلزومِ خلوِ الحوانيتِ فليس لِربِّ الحانوتِ اخراجُه ولا اجارتُها
لِغيرِهٖ ولو وقفًا انتهى اور بنابر اعتبار عرف خاص كے فتوى ہى خلو دكاكين كے لزوم پر تو دوكانون كے مالك كو صاحب خلو كا خارج كر دينا جائز
نہين اور نہ دوكان كا اجارہ دينا اوسكى سوا كو اگرچہ دوكانين وقف ہون انتهى مافى الاشباه ہم حقيقت خلو يہہ ہى كہ وابح دراہم اوس منفعت كا
مالك ہو جسكے مقابلہ مين اوسنى دراہم دئى خواہ يہہ منفعت عمارت ہو يا غير عمارت صورت عمارت كى يہہ ہے كہ وقف مين مكانات قريب الانہدام ہون تو واقف
يا ناظر وقف اوس شخص كو بكرايہ دے جو مكانات كى تعمير كرے تو وہ جو كچھہ صرف كريگا سو اس شخص كا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف كا شريك ہوگا بقدر زيادت
عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مكانات كا كرايہ ہر روز ايك دانگ ہوا اور بعد تعمير كے تين دانگ كرايہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائى مين واقف كا شريك ہوگا
بعد اسكے سوا گر اُن مكانات مين پہر تعمير كى حاجت ہو تو صورت مذكورہ مين واقف پر ايك تہائى صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائى كا اب معلوم
كرنا چاہيئے كہ جواز خلو مين اختلاف ہى مقدسى حنفى اور اجہورى مالكى اوسكو باطل كہتے ہين اور صاحب اشباہ وغيرہ اوسكى جواز اور لزوم كے قائل
ہين اسواسطى كہ اوقاف ناصحى مين مسئلے كہ دكاكين بازار كى اراضى جبكہ اُن لوگون كے پاس اجارہ ہو جنہون نے دوكانونكو بنايا ہى تو وقف جائز ہے
اسواسطى كہ ہمنى اُن دكانونكو اونكے تصرف مين ديكہا كہ اونكو بيچڈالتے ہين اور اونكو بميراث ليتے ہين سلطان اون سى مزاحمت نہين كرتا اون
لوگونپر تو فقط غلہ اور محصول ہى جو ديا كرتے ہين يہى عادت جارى ہى متاخرين كى بہ تہاى دراز سى انتہى لہذا ابن نجيم نے كہا كہ صاحب دكان كو

اوسکا خارج کرنا اور غیر شخص کو اوسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہو انتہے اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہہ ہے کہ دراہم مصنوعہ بجہت وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور واقع دراہم کیواسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہہ خلو صحیح نہین اور فائدہ خلو کا یہہ ہے کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہے تو اوسپر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور اوسکا ادا ہونا اور وارث اور وقف اور اگر خلو عمارت اور درخت ہون تو اوسمین حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ مدنی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اوسپر بکثرت عمل جاری ہوگیا ہے تمام ممالک مین خصوصا دیار مصریہ مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیئے بارتکاب اخف الضررین اسواسطے کہ حکم بطلان مین تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام بین الانام لازم آتا ہے علے الخصوص جبکہ وہ وقف خیرات اور حسنات پر تو اوسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیہ المدنی مختصرا وفی معین المفتی للمصنف معزیا للولوالجیہ عمارۃٌ فی ارضٍ بیعت فان بناءً او اشجاراً جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہے ولوالجیہ کیطرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت بناء مکان ہے یا درخت ہین تو بیع جائز ہے یعنے فقط عمارت پر بیع واقع ہوتی بلا ذکر ارض چنانچہ کسیکی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھہ اسطرح کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہے کذا فی حاشیہ المدنی وان کِراباً او کَری انھارٍ ونحوہا مما لم یکن ذلک بمالٍ ولا بمعنی مالٍ لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی ہوئی زمین ہے یا نہر دنکا کھودنا اور صاف کرنا ہے مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکی اوس قسم سے کہ جو چیز خود مال ہے نہ بمعنی مال تو بیع اوسکی جائز نہین انتہے ما فی الولوالجیہ م جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہے اونچ نیچ سے اور لا بمعنی مال سے مراد ارض جو قوم کا سکنیٰ ہے بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہا الآن فراغاً کالوظائف فلیحرر انتہی مسئلہ کردار فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہہ ہے کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسیطرح اوسکا رہن جائز نہین اور اسیواسطے اب علما نے اوسکو فراغ قرار دیا یعنی مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہے مثل وظائف متعلقہ وقف کے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنی چاہیئے انتہی ما فی معین المفتی۔ اور قریب ہے کہ ہم اسکو بیع الوفاء مین ذکر کرینگے ہم در المختار کے نسخون کا کلام اسمقام مین مختلف ہے بعضا دمنی طحطاوی نے بیع المسکہ ضبط کیا ہے بحذف میم اور شرح اوسکی یون کی ہے کہ بیع مسکہ یعنی کو جسے غیر انتفاع کے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندی مدنی نے مسکہ باضافہ میم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ در المختار کے اسیکے موافق ہین پھر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہے شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہرا مسکہ بالضم سے کنوئین کا کھودنا سخت مکان مین مراد ہے کذا فی القاموس تو بیع اسکا ان کی نہر کھودنے کی بیع کی مانند ہے انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسئلہ مسکہ اور مسئلہ مقرر کہ جسکو فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اوسکو کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کیواسطے سلطان کیطرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کیواسطے ٹھہرا دے کچھہ عوض لیکر تو کنوئین کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا مجکو نہ معنی معلوم ہوتا ہے تو بہتر یہہ ہے کہ مسکہ سے یہہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر کچھہ وقف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس مین منجملہ معانی مسکہ یہہ بھی مذکور ہے کہ المسکۃ ما یتمسک اور مفتی ابو السعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکہ متعلق بوقف ہے متعلق بحکم ہے انتہے واللہ اعلم وینعقد ایضا بلفظٍ واحدٍ کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ یتولی بشفقتہ فجعلت عبارتہ کعبارتین تمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہے ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپ کے بیچنے مین اپنے طفل سے اور اوسکے مول لینے مین طفل سے اسواسطے کہ بسبب وفور شفقت باپ کے اوسکی عبارت دو عبارتون کی برابر ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہے ہم یعنی اگر قاضی ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو فقط ایک لفظ سے بیع صحیح ہے اسطرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کیواسطے تو جائز نہین کذا فی البحر اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول لینے تو بیع جائز نہین اور اگر وصی اوسکی چیز آپ خرید

کرے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنے دس درم کی قیمت والیکو بندرہ درم دیکر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت بیٹے
طفل سے منفعت طفل بشروط نہین دو فور شفقت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ وَاحِدٌ قَبِلَ الاٰخَرُ بَائِعًا کَانَ اَوْ مُشْتَرِیًا فِی الْمَجْلِسِ لِاَنَّ
خِیَارَ الْقَبُولِ مُقَیَّدٌ بِہٖ پہر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اوسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید مجلس
سے ہم یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہو گی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب
باطل ہو گا کذا فی البحر طحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جسمین وہ قول اور فعل نپایا جاے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درمیان ہو
جو ایجاب کو فوت کردے اگرچہ اعراض کیواسطے نہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور
مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترکہ لئلا یلزم تفریق الصفقۃ مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل
ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے صفقہ عبارت ہے ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کیوقت اور اب اصطلاح فقہ مین
صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنے خیر کیلی اور وزنی چیز مین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے
قبول کرنا جائز نہین تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھ
بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود
یا لیمون کو دو پیسے سے لیا تو بیع منعقد نہو گی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے اِلَّا اِذَا اَعَادَ الْاِیْجَابَ وَالْقَبُوْلَ تفریق ایجاب جائز نہین
مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کرین تو بیع جائز ہو گی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اَوْ رَضِیَ الْاٰخَرُ وَکَانَ الثَّمَنُ
مُنْقَسِمًا عَلَی الْمَبِیْعِ بِالْاَجْزَاءِ کَمَکِیْلٍ وَمَوْزُوْنٍ یا راضی ہو جاے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ
کیل اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے ہم مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اِس دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ
آنے کو خرید کئے اور بائع اسپر راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو گی سو اِس صورت مین قبول ایجاب ٹہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول
باطل ہو گیا وَاِلَّا وَاِنْ رَضِیَ الْاٰخَرُ لِعَدَمِ جَوَازِ الْبَیْعِ بِالْحِصَّۃِ اِبْتِدَاءً کَمَا حَرَّرَہُ الْوَانِیْ اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہو تو بیع
جائز نہین اگرچہ دوسرا شخص تفریق بالقبول پر راضی ہو جاے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہین کذا حررہ الوانی المحشی للدرر ہم اگر
انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہو بلکہ انقسام بالقیمۃ ہو یعنے بیع کے اجزا متفاوت القیمۃ ہون چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑے دونکو
بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہو گی اگرچہ بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا
مین جائز نہین اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گہر بیچا اور بعد اوسکے نصف گہر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف
باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو گی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اوس صورت مین ہے کہ
بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نکی ہو کذا فی الطحطاوی اَوْ بَیَّنَ ثَمَنَ کُلٍّ کَقَوْلِہٖ بِعْتُہُمَا کُلَّ وَاحِدٍ بِمِائَۃٍ وَاِنْ لَمْ یُکَرِّرْ
لَفْظَ بِعْتُ عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَھُوَ الْمُخْتَارُ کَمَا فِی الشُّرُنْبُلَالِیَّۃِ عَنِ الْبُرْھَانِ یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا
یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑے دونکو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبار نکہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم
تکرار لفظ بیع قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے مین کافی ہے بلا شرط تکرار
لفظ بیع چنانچہ اوسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بیع بھی شرط ہے اسطرح پر کہ بعتک ہذین العبدین
بعتک ہذا بخمسمائۃ وبعتک ہذا بخمسمائۃ یعنے ان دو غلامونکو تیرے ہاتھ مین نے بیچا اِس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور اِس غلام کو پانسو
کی عوض مین نے بیچا اور فتح القدیر مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہے کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے کہ ظاہراً بائع کی غرض

یہہ ہی کہ دونون مین سے کوئی پک جاوے اور اگر دونوکو کیبارگی بیچا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کو جدا جدا بیان کرتا بیفائدہ وبہا دما لم یقبل بطل الایجاب اِن رجع الموجب قبل القبول او قام احدھما وان لم یذھب عن مجلسہ علی الراجح غرر ابن الکمال فانہ کمجلس خیار المخیرۃ وکذا سائر التملیکات فتح اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنیوالے سنے رجوع کیا اپنی قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنے یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خرید کرتا یا دونون مین سے کوئی کہڑا ہوگیا اگرچہ اوس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کما فی النہر وبہ صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کی مانند ہے کہ بمجرد اعراض اور قیام کے باطل ہوجاتی ہے اور اسیطرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح ہم بہر الفائق مین ہے اختلاف مجلس اوس عمل کے اشتغال سے ثابت ہوتا ہی جو اعراض پر دلالت کری جیسا کچھ کہانا اور بیناا و نماز پڑہنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کہانا یا پانی پینا اوس برتن سے جو ہاتھہ مین تہا ایجاب کیوقت اور سو جانا در صورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور تہا طرف فرض نماز پڑہتا تہا سواوسنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہی اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑہکر قبول کریگا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملا دیگا اور چار پڑہکر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقا ظاہر الروایت میں اختلاف مجلس کا سبب ہی یہانتک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کیحالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوسوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہہ مختار ہے کہ اگر بعد ایجاب متصل قبول کیا چلنے کیحالت مین تو جائز ہے اور محیط مین اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ مین ہے کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہے مجمع التفاریق مین کہا کہ ہم اسی قول کو لیتے ہین اور مجتبی مین ہے کہ مجلس متحد وہ ہی کہ جسمین احد المتعاقدین بجز گفتگوی ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہون یا وہ اشتغال نکرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گہر کی مانند ہی تو مجلس منقطع نہوگی اوسکی چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اوسکو ٹہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سوا خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البیع بلا خیار الا لعیب او رؤیۃ خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوای خیار العیب اور خیار الرؤیۃ کی بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنی شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسیکو نفس بیع مین اختیار نرہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کی اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسیطرح امام احمد بن حنبل کا یہہ مذہب ہی کہ بائع اور مشتری دونوکو بقای مجلس تک اختیار ہی امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر سی مروی ہی کہ المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہین جب تک جدا نہین ہوئی شارح نے ہسکا جواب قول آیندہ مین ذکر کیا وحدیثہ محمول علی تفرق الاقوال اِذ الاحوال ثلث قبل قولہما وبعدہما وبعد احدہما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقۃ فیحمل علیہ اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہان تین حالات محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہی باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہی تو اوسی پر محمول ہوگا ہم حدیث ممدوح مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہی اور تفرق سی مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسری عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہوجانے بیع کے اونکو متبایع بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹہرا اور متشاغل اوسوقت صادق آتا ہی جبکہ ایک ایجاب کری اور دوسرا ہنوز قبول نکری لہذا یہی بالیقین مراد ٹہرا اور یہہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہہ تقریر ہی ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہی ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہی قبول کری یا نکری اور موجب چاہی ایجاب کو ثابت رکہی یا ایجاب سے رجوع کری اگر کوئی کہی کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خالی نہین اسواسطے کہ

کو جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بائع ثابت ہو نہ متبایعین اور اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ اول مواضع سے ہی جہان حقیقت بعض لفظ کے معنی سے صادق
آتی ہے جیسے مخبر کی حقیقی معنی صادق نہین مگر بوقت تکلم خبر حالانکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے
بولنے سے مخبر کہنا اوسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کیطرف صریحًا ہے تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اوسکا
جواب یہہ ہے کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالے وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ یعنے متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہے کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا
تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہے نہ افتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے
دلائل کو دریافت کرنا چاہیئے کہ آیات قرآنیہ ہین اور قیاس قال اللہ تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ یعنی ایمان والو پورا کرو عقود کو اور
بیع عقد ہے قبل تخییر کے وقال اللہ تعالے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ یعنے نہ کہاؤ اپنے اموال کو فیما بین خود
بطریق باطل کے مگر یہہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت بر رضامندی صادق آتی ہے بلا توقف علی التخییر تو
اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کہانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنے گواہ کرلو جبکہ باہم بیع کرو
اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب والقبول کے تو اگر اختیار
ثابت ہو اور بیع لازم نہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قران اور حدیث کے
مطلب مین اختلاف باقی نرہے اور قیاس کی دلیل یہہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک اونمین سے
عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس مجرد اوس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علے ہذا القیاس بیع بہی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر
بتصرف وَشَرْطُ صِحَّتِهِ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِيعٍ وَثَمَنٍ اور بیع صحیح ہونے کیواسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت ہم مصنف نے لفظ
معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی نادانستگی کے ساتھہ
خرید فروخت کا رواج نہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھہ اپنا سب مال بیچا جو اس گہر مین ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب
کے اور مشتری نہین جانتا کہ اوسمین کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹہری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہے تیرے
ہاتھہ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اوسکو نجانتا ہو اسواسطے کہ جہالت ما فی البیت کمتر ہے جہالت ما فی الدار سے تو نہایت جہالت نہوئی جو مانع ہے
صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اپنی مشکین فرات کے پانی کی مثلاً خرید کریگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہے
تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے پکہال اور گہڑے کا اور یہہ استحسان ہے اور قیاس مین جائز نہین اگر اوسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہہ قول
امام کا ہے اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اوس صورت مین شرط ہے جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید
نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہے پہر زید نے اوسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اوسکی
مقدار کو نجانتے ہون اور اسیطرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اوسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا
شخص یا بقدر اپنی راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اوس ثمن کو نجانا یہانتک کہ جدا ہو گئے اور اگر اوسی مجلس مین علم
حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اوس پتہر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتہر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا
وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکہا تو معرفت صریح اور معرفت عرفی دونون کو شامل ہے اسواسطے
بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اس گہر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اوس شہر مین دراہم اور
دنانیر اور فلوس سے خرید کرنیکا رواج ہے اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نکی تو گہر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے

کی بیعون پر منعقد ہوگی اور اگر انکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوئی تو
معہود و متعین ہو جائیگا مبیع کے مناسب خواہ دنانیر خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر المتن
(و) وصف ثمن کمصری او دمشقی اور صحت بیع کیواسطے وصف ثمن کی دانست مشروط ہے چنانچہ درم کا مصری ہونا یا دمشقی ہم مصنف اور صاحب
کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع
چاہیگا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونیکا فائدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہین آور بدائع مین
مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہین بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو سیم سے اوسکی بیع جسکو نہین دیکھا
کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جب وہ حاصل ہو شی مین تو موجب ہو اوس شی کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعہ چنانچہ روپیہ
یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غير مشار اليه لا يشترط ذلك في مشار اليه لنفي الجهالة بالاشارة معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ
مین شرط ہے اور اوسمین یہہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہو بسبب دور ہونے نادانستگی کے اشارہ سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین
اسواسطے شرط ہے کہ تسلیم اور تسلم یعنے دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع باہمی کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہوسکیگا
اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اوسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین سو اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون
کے ڈھیر کو ان درمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حالانکہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف
یعنے مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر مالم یکن ربویا قوبل بجنسه او سلما اتفاقا او رأس مال
سلم لو مكيلا او موزونا خلافا لهما كما سيجئ تا وقتیکہ مشار الیہ ایسا مال ربا نہو جسکا مقابلہ ہوا اپنی ہم جنس سے یا سلم نہو باتفاق امام اور
صاحبین کے یا سلم کا راس المال نہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا ہم یہہ جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت
مقدار شرط نہین یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ بیاج والی چیز اپنے ہم جنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کی ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ
کرکے بدلنا بلا کیل اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے
صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین
کے نزدیک اشارہ اوسمین کافی ہے چنانچہ زرع اور حیوان مین کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما اتفاقا کی کچہہ حاجت تہی
کہ اوسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کیطرف اشارہ نہین ہوسکتا کہ وہ اوسوقت موجود
نہین کیونکہ وہ موجل ہے **فرع** مسئلہ محمد شارح کا لو كان الثمن في صرة ولم يعرف ما فيها من خاتم خير ويسمى خيار الكمية لا
خيار الرؤية لعدم ثبوته في النقود فتح اگر ثمن تہیلی مین ہو اور جو دراہم اوسمین ہین باہر سے معلوم نہوتے ہون تو بائع کو اوسمین اختیار
ہے اور اسکو خیار الکمیة کہتے ہین نہ خیار الرؤیة اسواسطے کہ خیار الرؤیة نقود مین ثابت نہین کذا فی الفتح ہم طحطاوی نے کہا کہ فتح القدیر اور بحر الرائق
مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقة مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکہا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید
کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تہیلی کے پہر بائع نے اوسمین وہ دراہم پائے جو اوس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے
کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کیطرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اوسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اوسکی اگر اوسنے کہا
کہ مین نے خرید کیا بعوض اوسکی جو اس خم مین ہے پہر ان درمون کو دیکہا جو اوسمین ہین تو اوسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تہیلی مین
ہے اوسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اوسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو
خیار الکمیة کہتے ہین نہ خیار الرؤیة اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیة ثابت نہین وصح بثمن حال وهو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا مدت سے اور

یہی اصل ہے م حال بتشدید لام مشتق ہے حلول سے دین حال خلاف موجل کذا فے النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہہ ہے کہ حلول مقتضای عقد ہے اور اجل یعنے مدتِ ثمن ثابت نہین ہوتی مگر بشرط تاجیل سے ومؤجّلٍ الی معلومٍ لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پونہچے م یعنے اوس ثمن موجل سے بیع صحیح نہین جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے وجہ نزاع یہہ ہو کہ بائع مدت قریب مین تقاضا کریگا اور مشتری اوسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہو ولو باع مؤجّلاً صرف لِشہرٍ بہ یفتے اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کیطرف پہیری جاویگی اسیکا فتوی ہو کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجلِ فالقولُ لِنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت مین اختلاف کیا تو اوسکا قول معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم مین مثبتِ مدت کا قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی یہہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہین مدت پر بیع واقع ہوئی ہو تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع مین عدم تاجیل اصل ہے اور سلم مین مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافیِ مدت مدعی ہے فسادِ سلم کا اسواسطے کہ سلم بلامدت کے صحیح نہین ولو فی قدرِہا فلِمدّعی الاقلِ اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین ایک کم مدت بیان کرتا ہوا اور دوسرا زیادہ تو کمتر مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃُ فیہما للمشتری اور دونو صورتون مین یعنے اختلاف مدت اور مقدار مدت مین مشتری کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطیکہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کیواسطے ہے ولو فی مضیہ فالقولُ والبینۃُ للمشتری اور اگر دونون مختلف ہون مدت کے گذر جانے مین بائع کہتا ہو کہ مدت ہوچکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطلَ الاجلُ بموتِ المدیونِ اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن اداکرے منفعت سے پہر جب مدت مقرر کرنے والا مرگیا تو اوسکا متروکہ ادای دین کیواسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بحالٍ ثم اجلہ اجلاً معلوماً او مجہولاً کنیروزٍ وحصادٍ صار مؤجّلاً معینۃ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پہر اوسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسے نوروز یا کہیت کی کٹائی تو یہہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیۃ اور ایک نسخہ مین غیبہ کی جگہ قنیہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک یہہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الفٌ من ثمنِ مبیعٍ فقال اعطِ کلّ شہرٍ مائۃً فلیس بتاجیلٍ بزازیۃ بائع کے ہزار درم ہین مشتری پر منجملہ ثمن مبیع سو بائع نے کہا کہ ہر مہینے مین سو درم دیا کر تو یہہ مدت معین کرنا نہین ہو کذا فی البزازیۃ یعنے نے الحال طلب کرسکتا ہے کذا فی البحر علیہ الفُ ثمنٍ جعلہ ربّہ نجوماً ان اخلّ بنجمٍ حلّ الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وہی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہین جنکی صاحب دین نے قسط بندی مقرر کی ہے یون کہکر کہ اگر کسی قسط مین خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے م حلبی نے کہا ان اخلّ حال ہے جعل کے فاعل کا بتقدیر قول کے قلتُ وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطعٍ رائجۃٍ فکسدت بضربِ جدیدٍ یجبُ قیمتہا یومَ البیعِ من الذہبِ لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکمُ بمثلہا لمنعِ السلطانِ منہا ولا یدفع قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما لم یغلب غشّہا فجیّدہا وردیّہا سواءٌ اجماعاً اما ما غلب غشّہ ففیہ الخلافُ کما سیجیٔ فی فصلِ القرضِ فلتنبّہ وبہ اجاب سعدی افندی مین کہتا ہون اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہہ مسئلہ ہو کہ اگر چلن کے روپیون سے خرید کیا پہر اونکا رواج موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکہ پڑنے سے تو ان روپیون کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا سکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہین بسبب منع کردینے سلطان حال کے اونکی رواج سے اور اونکی قیمت نقرئیہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دیگا اسواسطے کہ جبتک چاندی کی ملونی غالب نہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے اور جس چاندی مین ملونی غالب ہوگی اوسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہو چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل مین آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہے اس مسئلہ کا سعدی افندی نے م طحطاوی نے کہا علیہ غش باب الصرف مین مذکور ہے نہ قرض مین اور قرض مین رواج اور کساد مذکور ہے بلا قید علیہ غش

وهذا اذا باع بثمن دين فبلو عين فسد قطعاً اور یہ یعنے صحت بیع بثمن موجل اوسوقت ہی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین
موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح ہم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی سے اور
اوسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہے یا اور اسباب تو اوسکی ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہے
وبخلاف جنسه ولم يجمعهما قدر لما فيه من ربا النساء كما سيجي في بابه اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل
ہو اسواسطے کہ اسمین اخیر کا بیان ہے چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا مین آویگی ہم خلاصہ یہہ ہے کہ بیع بثمن موجل درست ہے دو شرط سے ایک یہہ کہ ثمن منجملہ نقود
کے ہو مثل اعیان کے دوسری شرط یہہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو لیکن بشرطیکہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کرنا مدت
مقرر کرکے صحیح ہے تو بیع بہر کی بہرے یا من بھر گیہون کی من بھر گیہون سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہیں کہ یا جو جو والاجل ابتداءه
من وقت التسليم ولو فيه خيار فمن سقوط الخيار عنده خانیه اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کیوقت سے ہی اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو
جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اوسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد سے نہ بعد ایجاب اور قبول
کے وللمشتري بثمن مؤجل الى سنة منكرة الاجل سنة ثانية مذ تسليم لمنع البائع السلعة عن المشتري سنة الاجل المنكر
تحصيلا لفائدة التاجيل اور اس مشتری کے لیے جسنے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خرید کیا دوسری سال کی مدت ہی تسلیم مبیع کیوقت سے بسبب روک
رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو ہم خلاصہ یہہ ہے کہ مشتری نے ادای ثمن کیواسطے سال بھر کی مدت
بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب اور قبول کے بعد سال بھر تسلیم مبیع نکی تو تسلیم کے بعد دوسری سال سے اوسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری
مبیع میں تصرف کرکے ادا ثمن پر قادر ہو یہہ قول ہے امام کا خلافاً للصاحبين فلو معينة اولم يمتنع البائع من التسليم لا اتفاقاً لان التقصير
منه تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نکیا ہو تو دوسری سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور
ہے ہم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسیطرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ رجب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر
یا رجب تک تسلیم مبیع نکی تو مشتری کیواسطے دوسری مدت بالاتفاق نہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہی کہ محل اختلاف
امام اور صاحبین در صورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتدای مدت عقد کیوقت سے ہی بالاجماع والثمن المسمى قدره لا وصفه
ينصرف مطلقه الى غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوى لانه المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اوسکا وصف تو اوس
ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کیطرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے
کہ جسکا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے ہم یعنے مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو بسبب اطلاق اوس شہر کے نقد
غالب کیطرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کی شہر کیطرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اوسیطرف پھریگا اگرچہ اوس شہر
میں اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر میں ہے کذا فی النہر طحطاوی نے مجمع الفتاوی سے نقل
کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایکمرد سے اصفہان مین بعوض اتنی دنانیر کے سوا اوسنے قیمت ندی یہان تک کہ مشتری بخارا مین لا تو اوسپر عیار
اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہے وان اختلفت النقود مالية كذهب شريفي وبندقي فسد العقد مع
الاستواء في رواجها الا اذا بين في المجلس لزوال الجهالة اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی
اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے اونکی رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اوسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اوسی مجلس مین بسبب
دور ہوجانے جہالت کے ہم بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہے اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولے نہین باعتبار رواج کے اور
اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اوسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود

کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہی مشتری کو اختیار ہی جو چاہی ادا کری اور اسیطرح اگر نقود مالیت اور رواج
دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواجمین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہے باعتبار اوس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا
فے النہر وصح بیع الطعام ھو فی عرف المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقہا کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب گزاف المجازفۃ ف ۱۲ اور صحیح ہی
بیع طعام کی پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اوسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم گزاف
فارسی کا معرب ہی بمعنے مجازفت ہم کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی حدس اور تخمین سی بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت گمان ۱۲
بیع مین عبارت ہی مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام مین طعام سے جمیع حبوب مراد ہین نہ فقط گیہون اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے
حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیۂ کی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط
یہہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسہ ولم یکن رأس مال سلم لشرطیۃ معرفتہ کما سیجیء او کان بجنسہ
وھو دون نصف صاع اذ لا ربوا فیہ کما سیجیء بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جب کہ بیع اوسکی مخالف جنس سی ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا
رأس المال نہو اسواسطے کہ رأس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سی ہو حالانکہ اناج نصف صاع سی کمتر ہے
اسواسطے کہ نصف صاع سی کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربو مین آویگا ومن المجازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف. قدرہ قیل فیہما وللمشتری
الخیار فیہما نہر اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اوس برتن اور پتھر سے جسکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر م کہتا ہی نہر الفائق مین
کہا اسواسطے یہہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل
نہین اور شرط صحت یہہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑہتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہی کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین
بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورتین کہ خرید کرے اس پتھر
کے برابر سونے سے لہٰذا اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بہی اختیار ثابت ہو نہ ہو وھذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان فی الحجر
التفتت فان احتملہا لم یجز کبیعہ قدر ما یملأ ھذا البیت ولو قدر ما یملأ ھذا الطست لجاز سراج اور یہہ یعنی برتن
کی بیع اور پتہر کے وزن سے بیع اوسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتہر ٹوٹنے پہوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پہوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز
نہوگی چنانچہ اوس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہہ کوٹہری بہر جائے اور اگر اوس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بہر دی تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی صاع فی
صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر ایک کی
چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈہیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری
پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین م کہتا ہی ایک ڈہیر ہی گیہون یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ مین نے اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے
کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار
ہی اور مبیع نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سی زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈہیر کے صاع یا کے سیر کا ہی اور درم یا آنے
کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدائع سے منقول ہی کہ ایک صاع
مین بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقررہ ۱۲ او سمی
جملۃ قفزانہا بلا خیار لو عند العقد وبہ لو بعدہ فی المجلس او بعدہ عندہما وبہ یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈہیر مین اگر
اوسکا پیمانہ ہوگیا عقد کی مجلس مین بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اوسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاء مجلس زائل ہوگئی یا بائع نے اوس
ڈہیر کے قفیز بیان کر دئیے تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس مین ہوا تو بیع باختیار مشتری
پیمانہ ۱۲ بیان ۱۲

ہو گی یا بعد مجلس کے تشبیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسیکا فتویٰ ہی ہم کہتا ہی تفسیر ایک جماعت شیخ مشتقین ہین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ
اس نظر سے نہین کہ امام کی دلیل ضعیف ہی بلکہ اس نظر سے ہی تا خلق اللہ پر آسانی ہو فان قیل رضی هل یلزم البیع بلا رضی من البائع القائم
مقام کھوپیر در صورت خیار اگر مشتری راضی ہو جائے تو کیا بیع لازم ہو گی بلا رضامندی بائع کے ظاہرا جواب یہہ ہی کہ ہان بیع لازم ہو گی کذا فی النہر بیان کہ
اگر بعد کیل کے بائع فسخ بیع کرے تو اوسکا فسخ معتبر نہو گا اور مشتری سب ڈہیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلثۃ بفتح فتشدید
قَطِیعِ غنم وثوب کل شاۃ وذراع لفا ونشر بکذا اور تمام مین بیع فاسد ہی بہیڑ بکری کی ریوڑ اور کپڑے کی بیع مین اسطرح کہ ہر بکری
عوض اتنے کے ہی اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا قطیع بفتح قاف وکسر طاء وتشدید لام عبارت ہی گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع مین لف نشر
مرتب ہی ہم کہتا ہی یعنی بائع نے بہیڑ بکریون کے طرف اشارہ کر کے کہا کہ اسمین سے ہر بہیڑ یا بکری ایک روپیہ کو ہی یا کپڑے کے تہان کیطرف اشارہ
کر کے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہی تو بالکل فاسد ہی تمام افراد مین امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد دیہان مختلف ہین تو قیمت سب پر برابر منقسم نہو گی
تو نزاع واقع ہو گا ایک کی تعیین مین بائع چاہیگا کہ مشتری چہوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہون کے ڈہیر کے
کہ اوس سے ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ گیہون کے افراد یعنی اوسکے دانون مین تفاوت نہین یکسان حال ہی مصنف نے کپڑے مین
کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن شامی نے جامع صغیر مین حضرت جمعیش کی قید لگائی ہی یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت
کم ہوتی ہو اسمین بیع مذکور صحیح نہین تو اگر اس تہان سے گز دو گز اوترنا موجب نقصان نہو تو چاہئے کہ امام کے نزدیک اسمین ایک گز کی بیع جائز ہو
جیسے گیہون کے ڈہیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہی کذا فی النہر عن غایۃ البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس لم ینقلب صحیحا عندہ علی الاصح اور
اگر بہیڑ بکری کا شمار مجلس مین معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت نہو گی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے ہم کہتا ہی یعنی بعد عقد کے مجلس مین شمار معلوم
ہونے سے صحیح ہو گی ولو رضیا انعقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین بیع مذکور سے تو بیع
منعقد ہو گی بسبب تعاطی کے اور نظیر اوسکے بیع بالرقم ہی کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہی کذا فی البحر ہم رقم کے معنی نقش کے ہین جسکو ہندی مین
انک کہتے ہین اور مراد جس سے بیع بالرقم سے یہہ کہ بائع کہی کہ مین نے یہہ کپڑا بیچا موافق اوسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ کپڑے پر لکہا ہی اور مشتری کو وہ معلوم نہین ہو اگر
بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہی اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھے گا اور بیع کو پسند رکہے گا تو بیع صحیح ہو گی اور اگر قبل عدم تفرق ہوا تو فساد
موکد ہو جائیگا اور بعد اوسکے منقلب بجواز نہو گا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر مین ہی کہ بیع بالرقم فاسد ہی اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب
عقد مین متمکن ہو گئی ہی مانند قمار کے معلوم نہین کہ ثمن کیا ہی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی اگر مجلس مین ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی
تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہہ منافی ہی فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع التعاطی مین یہہ ضرور ہی کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہو اور
اگر ہو گی تو قبل متارکہ منعقد نہو گی مگر یہہ کہ اس انعقاد کو بعد المتارکہ پر محمول کیجیے وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کابل وعبید وبطیخ
وکذا کل ما فی تبعیضہ ضرر کمصوغ واوانی بدائع اور اسیطرح غنم اور ثوب کا حکم ہی ہر معدود مختلف مین چنانچہ اونٹ اور غلامون اور خربوزون
مین اور اسیطرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے مین ضرر ہو چنانچہ ڈہلے برتن کذا فی البدائع ولو سمی عدد الغنم والذراع او جملۃ الثمن صح اتفاقا اور اگر
بائع نے بہیڑ بکریون کی گنتی اور کپڑون کے گزون کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل مین بیع صحیح ہو جائیگی باتفاق امام اور صاحبین کے
ہم کہتا ہی یہہ تسمیہ مفروض ہی قبل عقد کے یا صلب عقد مین اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہین وہان تسمیہ مفروض ہی
بعد عقد کے تو دونون صورتون مین کچہہ تناقض نہ ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والضابطۃ لکلمۃ کل ان الافراد ان لم تعلم
نہایتہا فان لم تؤد الجہالۃ فللاستغراق کیمین وتعلیق اور قاعدہ کلیہ لفظ کل کا یہہ ہی کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت
کا باعث نہو تو وہان لفظ کل استغراق کے واسطے ہی یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق مین ہم کہتا ہی طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت

مراد ہی جو موجب نزاع نہو شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ ہوا ہی یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود یمین ہی تعلیق کی یہہ مثال ہی کہ کلّ امرأۃ اتزوّجہا
فہی طالق یعنی جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہی وکلما اکلت اللحم فعلیّ درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کہاؤن تو مجہہ پر ایک درہم دینا واجب
تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمہ پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہہ ہی کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایکدرہم دیا کر سو مامور نے
ایک مہینے سے زیادہ دیے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والا فان لم تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ واقرار اور اگر جہالت
موجب نزاع ہی تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہان لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارہ اور
ضمانت اور اقرار مین ہم کہتا ہی اجارہ کی مثال یہہ ہی کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گہر کل شہر عوض اتنے کے تو اوسپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت
یہہ ہی کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو اوسپر ایک مہینے یا ایکدن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور
اقرار کی صورت یہہ ہی کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجہہ پر کل درہم ہین تو ایکدرہم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فان تفاوتت الافراد
کالغنم لم یصح فی شیء عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع
صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے
نزدیک بیع صحیح ہی چنانچہ گیہون جو کے ڈہیر مین وصححاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہی دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈہیر مین
کذا فی البحر ہم کہتا ہی صاحبین اور شافعی کی یہہ دلیل ہی کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارہ کے سبب سے اور جہالت ثمن کی شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ
کرنے سے زوال پذیر ہی تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہی وفی النہر عن العیون والشرنبلالیۃ عن البرہان و
القہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط
وغیرہ سے منقول ہی کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہی بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انہا مائۃ قفیز بمائۃ درہم وہی اقل او
اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل وموزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈہیر کو بیچا اس
شرط پر کہ وہ سو قفیز ہی سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہی یا زیادہ ہی تو مشتری کم کو لے اوسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہی یعنی مثلا اگر
ساٹہہ قفیز گیہون ہون تو ساٹہہ درم کو لے یا چاہی بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہی ہر ایک اوس کیلی یا وزنی چیز مین جسکے
پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہی ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا کہ اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بہر ہی پہر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ
نکلا تو مشتری اوسکا مالک ہی یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اوس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہی وصف ہی جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہی کذا فی
الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈہیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہی بسبب واقع ہونے
بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع
مثلہ علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاہدہ فلا خیار لہ لانتفاء الغرر بہر
واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن
اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی مانند سابق کے بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہی سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک
کرے مگر جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اوسکو دیکہہ لیا تو اوسکو ترک بیع مین اختیار نرہیگا بسبب منتفی ہوجانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا
بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہی بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف مقدار یعنی کیل اور وزن کے کہ وہ وصف نہین اور وصف کے
مقابلہ مین ثمن کچہہ نہین مترجم کہتا ہی توضیح اسکی یہہ ہی کہ بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہی مثلا پہر وہ ساٹہہ یا اسی گز نکلی یا ایکسو دس گز
ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر مین اختیار ہی چاہی ساٹہہ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دیکر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایکسو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا

بلا خیار بائع سے معاف کیا اور وزنی چیز کے کم ہین گر بقیمت کم مشتری کو ملیگا اور اگر زیادہ ہو تو بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروعین ذراع وصف ہو اور کیل
اور موزون مین کیل اور وزن وصف نہیں ہو القائلین مین ہو کہ اصطلاح فقہ مین وصف شی اوس سے عبارت ہو جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہو اور اس کی سبب
اوسمین حاصل ہو تو اوسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہو کپڑے مین اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلا قیمت ہو اگر ایک گز کم
ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ بکیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہو لہذا بعضون نے وصف کی یون تعریف کی ہو کہ وصف
وہ ہو جو تبعیض سے معیوب ہو جائے اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہی اور جو ایسا ہو وہ اصل ہو نہیں تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب مین اوصاف زائدہ کی نسبت
ہو جسکی مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہون وغیرہ مین منقسم ہوتا ہو الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افادہ
بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرہم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او ترکہ لتفریق الصفقة
مگر جب کہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اوسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اوسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع مین کہا کہ ہر گز
ایک درم کے ہو تو مشتری کو اوسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہو مگر یہان اصل ہو گیا بسبب اوسکے علحدہ کردینے کے ثمن کے ذکر
کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہو یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کے عوض ایکدرم ثمن مقرر کیا
اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دیکر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہو لیکن جب اوسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع
ہوگیا وکذا ان اخذ الاکثر کل ذراع بدرہم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اسیطرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا
بیع کو فسخ کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو ہم کہتا ہو چونکہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے خریدنے مین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام ما لا یلزم لازم نہ آوے

یعنی جو بات لازم نہ تھی اوسکا التزام لازم نہ آوے

وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وصحا وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان ازالتہا بیدہما اور فاسد ہو بیع
دس گز کی گھر یا حمام کی سو گز مین سے اور صاحبین نے اوسکو صحیح کہا ہو اگرچہ بائع نے سب گزون کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا
عاقدین کے ہاتھہ مین ہو ہم کہتا ہو فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہہ ہو کہ ذراع حقیقت مین اوس آلہ کا نام ہو جس سے ناپتے ہین خواہ لکڑی کا ہو یا کوئی
اور سو وہ حقیقی معنے یہان متعذر ہین تو مجازا یہان ذراع سے زمین مراد ہو جو ذراع سے ناپی جاتی ہو اور زمین پر اطلاق ذراع نہین ہوسکتا مگر
معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ یا تو فعل محسوس ہو کہ محل محسوس کا مقتضی ہو تو اس صورت مین دس گز غیر معلوم ٹھیری کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد
ہین تو یہہ جہالت باعث منازعت ہو بائع کہیگا کہ مین دس گز فلانے طرف سے دونگا مشتری کہے گا نہیں مین فلانے طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر
عقلی ہو محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اوسکا شائع ہونا جائز ہو کیونکہ اوسکی جہالت باعث نزاع نہیں اسواسطے کہ وہ ہر حصے کا مالک تو حصے وار ایکا شریک
ہو تمام گھر مین بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہہ ہو کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار مین ہو
ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہو خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نکرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول بعید صحیح ہو
اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی العینی ولا یفسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ سہم
اتفاقا لشیوع السہم لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی منجملہ سو سہم باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے
کیونکہ سہم امر عقلی ہو تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہو چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان الدار
وینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نہر باقی رہی یہہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائین گزون کی تعیین پر ایک مکان
خاص مین تو اسکو کتب فقہ مین مصرح نہیں دیکھا اور لائق یہہ ہو کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر تعیین مجلس عقد مین ہوا اور اگر تعیین مجلس کے بعد تو بیع التعاطی
ہوگی کذا فی النہر اشتری عدلا علی انہ کذا ثوبا او عشرۃ فنقص او زاد فسد للجہالۃ خرید کے ایک عدد قیمت والی چیز سے خواہ
کپڑے ہون یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرہ بشرط یہ خرید ہوئی کہ اتنے ہین پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہو بسبب جہالت کے ہم کہتا ہو مثلا اگر

دس تہان کی گٹھری خریدی بیس روپیہ کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تہان یا گیارہ تہان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اسواسطے کہ نقصان کی صورت
میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تہان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس روپیوں سے
کم کر دیجیے پھر جب کم تہان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تہان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تہان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تہان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان
فیہا کذا نخلا مثمرا فاذا واحدۃ فیہا لا تثمر فسدت بیع اور اگر ایک زمین خرید کی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہیں سوا اونمیں ایک
غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدل الامن الثیاب
او غنما واستثنی واحدا بغیر عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ ۞ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا بکریاں بیچیں اور اونمیں سے ایک کپڑا یا ایک
بکری بلا تعیین مستثنی کی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایک معین تہان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد
ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنی کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اعلے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی
بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا
یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تہان کی یہہ قیمت ہے اور ایک تہان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریدا و عدم
خرید میں مختار رہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تہا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تہان کا
جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہوئی مثلاً دس تہان بیچے بیس روپیہ کو اسطرح کہ ہر تہان کے دو دو روپیے ثمن ٹہیرے پھر اگر نو تہان نکلیں گے تو اونکا
ثمن اٹھارہ روپیہ ہوگا ایک تہان کے دو روپیے کم ہو جائیں گے ولو زاد ثوب فسد لجہالۃ المزید اور اگر ایک تہان زیادہ نکلا مثلاً دس تہان کی
شرط میں گیارہ تہان نکلے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت مزید کے ہم کہتا ہے درصورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تہان مبیع کی تعیین
میں نزاع واقع ہوگا منجملہ گیارہ تہان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تہان کو عشرہ مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو رد الزائد او عزلہ
ہل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اوسکو جدا رکہدیا تو کیا باقی اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہے ہم کہتا ہے بزازیہ میں ہے کہ
گٹھری خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہے تو زائد کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال میں لادے اسواسطے کہ وہ اونکا مالک
ہو گیا انتہی اور گویا یہہ استحسان ہے والا بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ میں مصرح ہے کہ محمد کا یہہ استحسان ہے کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کر کے
باقی استعمال میں لادے اور اسمیں قبل اسکے یہہ ہے کہ ایک شیء خرید کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدیا تو باقی حلال ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیز میں حلال نہیں
تا وقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نکرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کی ہو جسمیں تخل جاری نہو تو اسوقت میں اسکو جدا کر رکہے انتہی ملتفی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہہ جو
بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانیہ میں ہے کہ گٹھری خرید کی جسمیں بیس تہان ہیں ہر تہان عوض اتنے کے پھر اوسکو
زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو علما نے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تہان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہہ استحسان
محمد کا بنظر مشتری کے ہے انتہی ما فی النہر اور ظاہر یہہ ترجیح ہے کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کیوقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی
تو حلت باقی ظاہر امر ہے کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم تتفاوت ککرباس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یضرہ القطع وجاز
بیع ذراع منہ ھند خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہیں تو اگر جوانب اوسکے متفاوت ہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تہان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ
لینا حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نکرتا ہو اور بیع ایک گز کی اوسمیں سے جائز ہے کذا فی النہر ہم کہتا ہے زاہد عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے
فرمایا کہ یہہ یعنی حلت زیادت کم از ذراع اوس کپڑے میں ہے جو قطع سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عمامہ اور زمند اسکے اور اگر کرباس یعنی
تہان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا بشرط دس گز ہونیکے پھر اسکو گیارہ گز پایا تو زیادتی اوسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیر دے چنانچہ مکیلات

اور موزونات میں بہیر دینا لازم ہی کیونکہ شلبی نے کہا مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کپڑے سے بیچے تو جائز ہو نہ بیع تفرقہ کے ضرر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحطاوی علی انه عشرة اذرع کل ذراع بدرہم آخذہ بعشرة فی عشرة ونصف بلاخیار لانہ انفع وآخذہ بتسعة فی تسعة ونصف بخیار لتفرق الصفقة وقال محمد یاخذ فی الاول بعشرة ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعة ونصف به وھو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القھستانی وغیرہ قول الامام وعلیه المتون فعلیه الفتوی یعنی مختلف الجوانب کپڑا تھیس وغیرہ کے نہ خریدا کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز ہو دس درم کے تو مشتری اوسکو دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار ہو اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہی اور اسکو نو درم سے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اور چاہی نہ لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت میں اوسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہی اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہی اور یہہ قول معتدل ترین اقوال ہی کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی میں کہتا ہون لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہی اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہین تو امام ہی کے قول پر فتوی ہے ۔ م امام کی دلیل یہہ ہی کہ ذراع وصف ہی اصل میں اور حکم اصل کا اوسی تک لیا ہو جب شرط پائی جاوی سو شرط یہان ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کثرت ذراع اپنی اصالت پر رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھہ کیا ہو اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرورۃ اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہی کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور توضیح میں کہا کہ امام ابوحنیفہ کا قول اصح ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہی فتوے قول صحیح پر ہوتا ہی نہ اصح پر یا گاہی غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہی آسانی کیواسطے یا بسبب جریان تعامل کے تو تقریر شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہو اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل یہہ فصل ہی انہین چیزوں میں جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہی اور جو بالتبع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ھذا الفصل مبنیة علی قاعدتین احداھما ما افادہ بقوله کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ھو متناول اسم المبیع عرفا فانہ یدخل بلا ذکر اصل یہہ ہی کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدون پر ہو ایک قاعدہ کو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہو عرف میں وہ بیع میں داخل ہو بدون ذکر کئے م شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسیطرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کے طرف اشارہ کرےگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گھر کو عمارت شامل ہو وہ بدون ذکر کے مبیع میں داخل ہے تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہی زمین اور عمارت سے وذکر الثانیة بقوله او متصلا به تبعا لہا تدخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وھو ما وضع لا لان یفصله البشر دخل تبعا وما لا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز اوس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہو گھر کے تابع ہو کر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہ بنی ہو کہ آدمی اسکو اوکھاڑ ڈالی چنانچہ اینٹ مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا ہو وما لم یکن من القسمین فان من حقوقه ومرافقه دخل بذکرھا والا لا اور جو دونون قسمون میں نہو یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق اور مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہوگی م شارح نے تو اسی اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدہ بیان کئے اور بہتر یہہ تہا کہ صاحب درر کی مانند تین قاعدہ ذکر کرتا اسطرح پہلا قاعدہ یہہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ مبیع میں بلا ذکر صریح داخل ہی دوسرا قاعدہ یہہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور بیع میں داخل ہی تیسرا قاعدہ یہہ کہ جو دونون قسمون میں نہو تو اگر حقوق اور مرافق مبیع میں ہی تو بذکر حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہین کذا فی الطحطاوی

فید خل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا تفضیۃ وکیلون ولو من فضۃ لا القفل لعدم الاتصال والسلم المتصل والسرر
والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما لم یقل بمرافقہا ای بیعہا ای الدار تو گہر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے
اغلاق سے متصل میں گاہی جدا نہیں ہوتیں چنانچہ غصبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کی ہون نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گہر سے متصل نہیں
اور گہر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہے اور چکی اگر اوسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہو اور کنوئین
کی گہرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نکہے ھم اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدانہ
اور بند درکہتے ہیں یعنی آلہ حدید جو دونون کواڑون میں کیلون سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کہولنے اور بند کرنیکے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کہٹکا کہتے ہیں
اور بعضے بلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایکطرف زمین میں گڑا اور جما ہو تو گہر کی بیع میں داخل ہے اور اگر
منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چہت میں کیلون سے جڑی ہون وہ گہر کی بیع میں داخل ہیں اور قسم تعدیہ
میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتہر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتہر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دیار مصر میں نیچے کا پتہر زمین میں نہیں
جماتے بلکہ دونون پتہر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہوگی اور کنوان گہر کا اور اسکی گہرنی داخل بیع ہے نہ وہ ڈول اور رسی جو اوسپر معلق
ہے انتہے اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گہر یا دکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمین راانگا اور لکڑیان نکلین تو اگر وہ منجملہ عمارت
مین استحکام کیواسطے تہا چنانچہ لکڑی کی مجوسی تو اونکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہون تو بائع اوسکا مالک ہے اور وجیز کردری میں ہے کہ اگر دکان کے
آگے چہتا ہو چنانچہ بازارون میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہوگا مگر بذکر مرافق انتہے وکذا بستانہا اور اسیطرح گہر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے م فتح القدیر
مین ہے کہ خانہ باغ مراد ہے جو گہر کے اندر ہے خواہ چہوٹا ہو یا بڑا اور اگر گہر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہین اگرچہ اوسکا دروازہ گہر
مین ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گہر کے دروازے سے چہوٹا ہو اور کہولنے کی زنجیر گہر کے جانب ہے تو داخل ہے اور اگر اوسکا دروازہ
گہر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہین انتہے واما البیوت الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فے باب الاستحقاق اور وہ کوٹہریان
جو گہر مین ہین سو گہر کی بیع میں داخل ہیں کذا فے الفتح چنانچہ باب الاستحقاق مین آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگین
داخل ہین نہ کاسے ھم دہوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالین کے تغار اور تیلیون کے مٹہور اور مٹکے اور دہوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف
کرتے ہین وہ سب بیع کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کہتا ہون کہ لائق یون ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیاء مذکورہ داخل
ہون کذا فی فتح القدیر وفی الحمار اکافہ ان شراہ من المزارعین واہل القری لا لو من الحضریین اور گدہے کی بیع میں اوسکا پالان
داخل ہے اگر گدہے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والون سے خرید کیا ہو اور اگر گدہے والون سے یعنی جو گدہے بیچنے کی تجارت کرتے ہیں اون سے مول لیگا تو
پالان داخل بیع نہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگرون کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں وتدخل قلادتہ عرفا اور گدہے کے
گلے کا گنڈہ داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ھم جو رسی کہ گدہے کے گلے مین بندہی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہان اسکا رواج
نہین وہان داخل نہین اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندہی ہے اور جہول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فے العالمگیریۃ اور گہوڑے
کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں نقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گہوڑا بکے اور اوسپر زین ہو بعضون نے کہا کہ زین داخل نہیں
بلا تنصیص یا بحکم عرف کذا فے فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفے الاتان لا رضیعا او لا یعنی اور گای کا دودہ پیتا بچہ گای کی
بیع میں داخل ہے اور گدہی کی بیع میں اوس کا بچہ داخل نہیں خواہ دودہ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسیکا فتوی ہے ھم وجہ اسکی یہ ہے کہ گای کا دودہ بخوبی
حاصل نہیں ہو سکتا بدون اوسکے بچے کے اور گدہی کا دودہ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ مین بڑا اختلاف ہے اور ان
امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہما یعطیہما اذا اوغیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے اونکی بیع

ہین تو داخل ہین یعنی وہ لباس جیسا لونڈی غلام پہنتے ہین بائع کو اختیار ہی کہ اوکو دیدے لباس وہی جو وقت بیع بدن پر ہی یا سوای اسکے ہو اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے
ہون تو وہ داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا تدخلہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع
نہین مگر اسطرح کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اوسے زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ مین ہے و
یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر و تقیید فی المسئلتین فالذکر اولی مثمرۃ کانت او لا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہ علی
شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کی بیع مین بلا شرط بیع اشجار خواہ بارآور ہون یا نہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع
نہین اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہوتا ہی کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہی جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر
دونون مسئلون مین قید ہی یعنی گھر کی بیع مین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہی اور زمین کی بیع مین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا
ذکر ہو گیا تو بطریق اولے داخل ہونگے اذا کانت موضوعۃ بہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع مین اوسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین
مین موضوع ہون قرار اور دوام کے واسطے مثل عمارت کے فلو نہا صغار تقلع فی الربیع ان اصلہا تدخل والا لا وحیلۃ الارض
لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین مبیع مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل ربیع مین اوکھاڑے جاتے ہون سو اگر جڑ سے
اوکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع مین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح
وہبانیہ مین ہی اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین یون مذکور ہی کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہی زمین کی بیع مین اور نیشکر داخل نہین کیونکہ وہ مثل زراعت کے
ہی اور گلاب اور یاس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کیونکہ وہ بجای اثمار کے ہین اور انکے اصل داخل ہین اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور کسم
بجای اثمار داخل نہین اور انکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ کپاس کی جڑ داخل نہین
اور سرخسی نے کہا کہ بینگن کی اصل داخل نہین اور گندنا وغیرہ جو چیزین کہ وجہ للارض ہی وہ داخل نہین اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہی خواہ
ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہین تو مشتری کا ہی اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور اسکے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور چوب اور کتان اور جوار کا
کھیت کی مانند ہی انتہی کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائق المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا
الاعیان المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بیرکا ترا لکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور
کے درختون کو تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ چوبیان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین
اور ان پر انگور کی شاخین پھیلی ہین جنکا نام ارض خلیل بیرکا ترا الکرم ہی وثائق جمع ہی وثیقہ کی یعنی رسی اور مراد انکی رسی اور بعضے نسخون مین بجای الم
وتائر ہی جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے لٹکانے کو جنکو بعض اہل ہند الگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جن پر
انگور کی شاخین پھیلی ہین و فی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق
قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز مبیع مین بالتبع داخل ہو اوسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کی مانند ہی اور مصنف نے اسکو
باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہی م نہر الفائق مین کہا ولہذا قنیہ مین ہی کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی
اسواسطے کہ عمارت تابع ہی انتہی فتح القدیر مین ہی جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بلا تسمیہ التبع اسیطرح بیع سے چند چیزین بلا تسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ قریہ
کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہی قریہ بیچا اسمین مسجد ہی اور اسکو مستثنا کیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہی یا نہین بیچ
اختلاف مشائخ ہی اور اسیطرح حوضون کا حکم ہی اور قبرستان مین ذکر حدود ضرور ہی مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی ما فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع
الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع مین بدون نام لینے
زراعت کے مگر جب کہ کھیت جما ہو اور اوسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع م زراعت اسواسطے بیع ارض مین

نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل باتصال قرار نہیں بلکہ اوسکا اتصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اوسکو بہ نیت قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوئی
فتاوی عالمگیری میں ہی کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پہر زمین کو بیچا اگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جبتک بیج نہیں جما تو اوسکا تابع ہونا ثابت
نہیں اور اگر جما ہی اور بے قیمت ہی تو صواب یہہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ میں ہے انتہے اور دریافت قیمت کا یہہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت
کے اور پہر قیمت کی جاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فے فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین
کی قیمت بلا زراعت سو درم ہون مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہون تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت
بہر صورت سو درم ہون تو زراعت بلا قیمت ہی ولا الثمر فی بیع الشجر بدون الشرط عبر ہنا بالشرط وثمہ بالتسمیۃ لیفید ان
لا فرق وان ہذا الشرط غیر مفسد وخصہ بالثمر اتباعا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الثمرۃ للبائع الا ان یشترط
المبتاع اور نہ پہل داخل ہی درخت کی بیع میں بدون شرط کر لینے مشتری کے مصنف نے یہان یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہان یعنی دخول زراعت
مین تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ مین کچھہ فرق نہین اور تا معلوم ہو کہ یہہ شرط مفسد بیع نہین اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھہ
خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری اوسکو شرط کر لے اور مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر
مثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کہجور کی غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کہجور کا شگوفہ اوسمین ڈالا جاوے کہ اس
طریق سے خوب پہل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل مین روایت کی کہ من اشتری ارضا فیہا نخل فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع
یعنی جو ایسی زمین خریدکرے جسمین کہجور کے درخت ہین تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کر لے یہہ حدیث مطلق ہی اسمین تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہین
اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کہجور کے پہل مین تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہے تو پہل کا بائع مالک ہی اور نہین تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح
ستہ مین عبد اللہ بن عمرؓ سے حدیث مرفوع مروی ہی کہ من باع نخلا مؤبرۃ فالثمرۃ للبائع الا ان یشترط المبتاع کہ جسنے کہجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی
ہی تو پہل بائع کا ہی مگر یہہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہین اس حدیث سے صریحا یہہ ثابت نہین ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پہل کا مالک نہین اور مفہوم
صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہین کما فے الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اوس
حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالی اعلم ویؤمر البائع بقطعہا الزرع والثمر وتسلیم المبیع الارض والشجر عند وجوب التسلیم بما فلوا لم ینقد
الثمن لم یؤمر بہ خانیہ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونون کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پہل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ
ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد نہ دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہوگا کذا فے الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہین
ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خرید کرنا تین صورت سے خالی نہین ایک صورت یہہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کہودنے اور اوکہاڑ لینے کیواسطے
تو مشتری کو اوسکے کہود لینے کا حکم ہوگا اور اوسکو اختیار ہی کہ جڑون سمیت کہودلے کیونکہ جڑ بہی بیع مین داخل ہی لیکن کہودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور
یہہ جائز نہین کہ جڑ کی باریک باریک ریشون تک کہودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع مین بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت
دیوار کے قریب ہو یا اسیطرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے
درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جو اب شاخین نکلین گی اونکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہہ ہی کہ درخت
خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم نہوگا اور اگر کہودلیگا تو اوسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہان جماوے تیسری صورت یہہ ہی کہ
درخت خرید کر ہی اور کچہہ شرط نکرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع مین داخل نہین اور محمد کے نزدیک زمین بہی بیع مین داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے
کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط مین ہی بحر الرائق مین کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور یہہ بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اوسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہوگی
چنانچہ نہر الفائق مین ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کیواسطے لیا تو بالاتفاق بیع مین زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق مین ہی اور جہان زمین ما تحت الشجر داخل ہی

تو اتنی داخل ہو جتنا وہ درخت موٹا ہی بیع کے وقت یہان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد مقدار سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہو کہ اوتنا چھیل
ڈالے اور یہان تک شجر کی عروق اور شاخین پہنچی ہین وہ داخل تحت بیع نہین اور اسی پر فتوی ہے محیط مین ہے کذا فی العالمگیریہ وان لم یظہر صلاحہ
لان ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پہل کا واجب ہو اگرچہ اوسکی صلاحیت انتفاع
ظاہر نہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کرکے کما لو اوصی بنخل لرجل علیہ
بسر حیث یجبر الورثۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ و لوالجیۃ وما فی الفصولین بامر ابرہا بل و بترک الزرع فہو للبائع
باجر مثلہا محمول علی ما اذا رضی المشتری نحو چنانچہ اگر میت نے کہجور کے درختون کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پہل ہین
تو وارثون پر زبردستی کیجائیگی گدر پہل کے قطع کرنے مین یہی روایت مختار ہو کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین مین یہہ روایت ہو کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے
تو زراعت بائع کی ہو زمین کی اجرت مثل دیکر اوسپر محمول ہو جب کہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے ہکذا فی النہر یعنی اگر راضی نہو تو قطع زراعت واجب
ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا او لا صح فی الاصح اور جسنے نمودار پہل کو بیچا خواہ اوسکی صلاحیت ظاہر ہوئی
ہو یا نہوئی ہو تو صحیح ہے بیع قول پر اور قبل نمودار ہونے پہل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہین م بیع ثمار مین چند صورتین ہین ایک مین خلاف ہو اور باقی پر
اتفاق ہو اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اوس پہل کے جو لائق انتفاع ہو تو یہہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار
ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پہلون کو درخت پر رہنے دے قطع نکرے تو یہہ بالاتفاق صحیح نہین اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بہی
بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بہی بالاتفاق صحیح ہو اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اوسمین شیخین اور
محمد مین اختلاف ہو چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ مین وہ بیع ہو جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز
نہین اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہہ ہو کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہہ ہو کہ اوسمین پختگی
اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر بتصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین مین انس سے روایت ہو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو
صلاحہا وعن بیع النخل حتی تزہو قیل ما تزہو قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پہلون کی بیع سے یہان تک کہ اونکی
صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہانتک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری مین عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے
کہ منع فرمایا پہل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اوسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے
حدیث مرفوع ہو کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہانتک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہو چکی
یعنی جسنے کہجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پہل بائع کا ہو مگر یہہ کہ مشتری اوسکی شرط کرلے تو حدیث مین پہل کو مشتری کا ٹہیرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا
ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث مین شرط المشتری مین ظہور صلاح کی قید نہین ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بہی متروک
الظاہر ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک بہی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہو اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہہ ہو کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط
ترک یعنی کچے پہل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس دعوے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جو نسائی وغیرہ مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پہل کو نہونے دے کس طرح لیگا بہائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پہل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے
تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پہل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہو تو اوسمین احتمال مذکور کی گنجایش نہین تو حدیث نہی اوسکو
شامل نہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹہیرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہو اور اس تقریر سے
ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہو بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہین کیونکہ دونون کے محل مختلف ہین کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف وتو بیع
بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب وصححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پہل نمودار ہین اور

کچھہ نہیں تو ظاہر مذہب مین یہہ بیع صحیح نہین اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پہل نمودار ہوگئے ہون کذا فی شرح الزیلعی ہم
قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوے کل ثمار مین منقول ہے اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت
عقد اصل مبیع ہی اور جو اُسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحاوی
وَيَقْطَعُهَا الْمُشْتَرِي فِي الْحَالِ جَبْرًا عَلَيْهِ اور پہلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع
بعد البیع اس واسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوی وَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى الْأَشْجَارِ فَسَدَ الْبَيْعُ كَشَرْطِ الْقَطْعِ عَلَى
الْبَائِعِ حاوی اور اگر مشتری نے پہلون کا قائم رکہنا درختون پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہے
کذا فی الحاوی القدسی وَقِيلَ قَائِلُهُ مُحَمَّدٌ لَا يَفْسُدُ إِذَا تَنَاهَتِ الثَّمَرَةُ لِلتَّعَارُفِ فَكَانَ شَرْطًا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ وَبِهِ يُفْتَى بَحْرٌ عَنِ الْأَسْرَارِ
لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ عَنِ الْمُضْمَرَاتِ أَنَّ عَلَى قَوْلِهِمَا الْفَتْوَى فَتَنَبَّهْ اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک
علی الاشجار فاسد نہین جب کہ پہل بڑہ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر
عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہان دو
قول مفتے بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی
نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قُيِّدَ بِاشْتِرَاطِ التَّرْكِ لِأَنَّهُ لَوِ اشْتَرَاهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ لَهُ الزِّيَادَةُ
وَإِنْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ تَصَدَّقَ بِمَا زَادَ فِي ذَاتِهَا مصنف نے فساد بیع مین اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پہلون کو مشتری نے مول لیا مطلقا یعنی
بلا شرط قطع و بلا شرط ترک اور پہلون کو درختون پر قائم رکہا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پہلون مین زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہے
اور اگر بغیر اذن بائع کے پہلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پہلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اُسکو تصدق کر دے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم
ہونے کا یہہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت کرے پہر جب پختہ ہون پہل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا مابین مین وہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلا
تیس روپیئے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپیئے زیادہ ہہیرے اتنے خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک
بدون اُسکی اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہوگئی وَإِنْ بَعْدَ مَا تَنَاهَتْ لَمْ يَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ اور اگر پہلون کے بڑہ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے
پہلون کو درختون پر رکہا تو کچھہ خیرات نکرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچھہ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ
کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وَإِنِ اسْتَأْجَرَ الشَّجَرَ إِلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ بَطَلَتِ الْإِجَارَةُ وَطَابَتِ الزِّيَادَةُ لِبَقَاءِ
الْإِذْنِ وَلَوِ اسْتَأْجَرَ الْأَرْضَ لِتَرْكِ الزَّرْعِ فَسَدَتْ لِجَهَالَةِ الْمُدَّةِ وَلَمْ تَطِبِ الزِّيَادَةُ مُلْتَقَى الْأَبْحُرِ لِفَسَادِ الْإِذْنِ بِفَسَادِ الْإِجَارَةِ
بِخِلَافِ الْبَاطِلِ كَمَا حَرَّرْنَاهُ فِي شَرْحِهِ اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارہ لے پہل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہے اور زیادتی پہل کی حلال
ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کہیت کی حلال
نہوگی کذا فی ملتقے الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہی ملتقے کی شرح مین ہم وجہ فرق اجارۂ
باطلہ اور فاسدہ مین یہہ ہی کہ اجارۂ باطلہ مین اذن مقصود بنفسہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعا ثابت نہین اور معدوم صلاحیت تضمن کی نہین
رکہتا بخلاف اجارۂ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹہیرا تو تضمن کی لیاقت رکہتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد
ہوگا تو متضمن بالفتح بہی فاسد ہوگا وَالْحِيلَةُ أَنْ يَأْخُذَ الشَّجَرَةَ مُعَامَلَةً عَلَى أَنَّ لَهُ جُزْءًا مِنْ أَلْفِ جُزْءٍ اور پہلون کے خرید کرنے اور درختون پر
رکہنے کا یہہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہی ہزار حصون مین سے ہم معاملہ اور مساقاۃ یہہ ہی کہ
اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھہ پہل مقرر کرکے شرح ملتقے مین ہی کہ مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مینے تجہسے یہہ درخت بطریق معاملہ لئے اس

شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہو اور ایک کم ہزار میرے حصے ہیں انتہے لیکن اسمیں یہہ خلل ہے کہ مشتری نے بکمال قیمت دیکر لئے سوا اونکو بطور معاملہ
کے ٹھیکہ پر دینے کا ان گروہوں کیطرف سے کہ ثمن بطریق احسان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وَاَنْ یَشْتَرِیَ اُصُولَ الرَّطْبَۃِ کَالْبَاذِنْجَانِ وَالْبِطِّیْخِ
وَالْخِیَارِ لِیَکُوْنَ الْحَادِثُ لِلْمُشْتَرِیْ اور تمام حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا یہہ حیلہ ہے کہ اصول رطبہ خریدے کرونند بینگن کے اور خربوزے
اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے مملوک ہوں ہم جو شخص خربوزے وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے
کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ بڑھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ میرے مملوک ہوں تو اسکا یہہ طریقہ ہے کہ بیلوں کو اونکے درختوں سمیت مول لے
بشرطیکہ زمین کا مالک بنائے اشجار کا اپنی زمین میں اذن دے یا مدت معلومہ تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یَشْتَرِی الْمَوْجُوْدَ بِبَعْضِ الثَّمَنِ وَیَسْتَأْجِرُ الْاَرْضَ مُدَّۃً مَعْلُوْمَۃً یَعْلَمُ فِیْہَا الْاِدْرَاکَ بِبَاقِی الثَّمَنِ اور زراعت اور گھاس مول لینے
اور قائم رکھنے کا یہہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہے اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اور مدت میں کہ جسمیں کھیت کی پختگی معلوم ہو
ہم مثلاً چالیس روپیہ کو ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپیے کو کھیت مول لے اور دس روپیہ اجرت مقرر کر کے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینہ کی مدت تک
وَفِی الْاَشْجَارِ الْمَوْجُوْدَۃِ وَیُحِلُّ لَہُ الْبَائِعُ مَا یُوْجَدُ اور ثمار اشجار کے مول لینے میں یہہ حیلہ ہے کہ موجودہ پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے
ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی اباحت کے بعد اسکا یہی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہیں کذا فی الطحاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یَرْجِعَ
یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ عَنِ الْاِذْنِ تَکُوْنُ مَاذُوْنًا فِی التَّرْکِ پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر
پلٹ جاوے اور کہے کہ اب بقائے ثمار وغیرہا کا اذن نہیں دیتا تو اسکا یہہ طریقہ ہے کہ بائع یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کروں تو تو ماذون ہے ترک
میں یعنی در صورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہے کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث مَا جَازَ اِیْرَادُ الْعَقْدِ عَلَیْہِ بِانْفِرَادِہٖ صَحَّ اسْتِثْنَاؤُہٗ مِنْہُ
اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بِالْخِدْمَۃِ یَصِحُّ اِفْرَادُہَا دُوْنَ اسْتِثْنَائِہَا اشیا دو جو چیز بالانفرام تنہا بکسکتی ہو مثلاً اسکا نکال لینا مبیع سے صحیح ہو مگر خدمت
کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ اور اسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی الاشباہ ہم اور جس چیز پر ایراد عقد
بیع تنہا نہیں ہوسکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ میں نے اس لونڈی کو
بیچا سوائے اسکے حمل کے یا یہہ دنبہ بیچا سوائے اسکی چکتی کے یا ہاتھ پاؤں کے تو یہہ استثنا صحیح نہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنیکی قاعدہ مذکورہ سے کچھ
حاجت نہتھی اسواسطے کہ یہہ قاعدہ عقود میں جاری ہے اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے ہی جائز ہے اور عقد بعد موت کے
صحیح نہیں کذا فی الطحاوی عن الفتح والنہایہ ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی ہٰذِہِ الْقَاعِدَۃِ بِقَوْلِہٖ فَصَحَّ اسْتِثْنَاءُ قَفِیْزٍ مِنْ صُبْرَۃٍ وَشَاۃٍ مُعَیَّنَۃٍ مِنْ قَطِیْعٍ وَ
اَرْطَالٍ مَعْلُوْمَۃٍ مِنْ بَیْعِ ثَمَرِ نَخْلَۃٍ لِصِحَّۃِ اِیْرَادِ الْعَقْدِ عَلَیْہَا وَلَوِ الثَّمَرَۃُ عَلٰی رُؤُوْسِ النَّخْلِ عَلَی الظَّاہِرِ پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول خود
تفریع کی کہ صحیح ہے استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع
سے بسبب صحیح ہونے ایراد عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے وَصَحَّ بَیْعُ بُرٍّ فِیْ سُنْبُلِہٖ بِغَیْرِ سُنْبُلِہٖ اِلَّا الْاِحْتِمَالُ
الرِّبٰوا چنانچہ صحیح ہے بیع گیہوں کی جو کہ بالی میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ہم اگر گیہوں بالی کے اندر ہو اور عوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو
صحیح ہے اور اگر گیہوں کی بالی کو گیہوں کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہیں بسبب احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاویگا اور گیہوں
کی مانند جو اور جوار کی بیع اونکی بالیوں میں صحیح ہے وَبَاقِلَّاءَ وَاَرُزٍّ وَسِمْسِمٍ فِیْ قِشْرِہَا اور باقلا اور چاول اور تل کی بیع اونکے چھلکوں میں
صحیح ہے وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فِیْ قِشْرِہَا الْاَوَّلِ وَہُوَ الْاَعْلٰی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع اونکے بیرونی چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست
میں درست ہے خلافاً للشافعی وَعَلَی الْبَائِعِ اِخْرَاجُہٗ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہے اسکا نکال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے
بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو نکالنا اوسپر نہیں وَحَلَّ لَہٗ خِیَارُ الرُّؤْیَۃِ الْوَجْہُ نَعَمْ اور ایسی بیع میں مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے یا نہیں دلیل

اسکو مقتضی ہو کہ بائع اسکو دیکھنے کے بعد اختیار ہی لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہین دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیعھما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانه معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ھم یہہ جواب ہی سوال مقدر کا کہ گیہون وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہی اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہین باطل ہے حالانکہ دونون غلاف مین ہین تو دونون مین کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف مین کالعدم ہین اسواسطے کہ لوگ بولتے ہین کہ یہہ خرما اور یہہ روئی ہے اور یون نہین بولتے کہ یہہ گٹھلی ہی خرمے کے اندر اور یہہ بنولہ ہی روئی کے اندر اور یون بولتے ہین کہ یہہ گیہون ہین بالی کے اندر اور یہہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یون نہین کہتے کہ ان چھلکون مین بادام ہے بلکہ اسکے طرف خیال بھی نہین جاتا کذا فی الفتح واجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانه من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہی اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہی یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہین ہوتی تو اسکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن ونقدہ وقطع ثمر واخراج طعام من سفینة علی مشتر اور ثمن تولنے اور اوسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناو کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ھم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصة اور یہی ظاہر الروایة ہی کذا فی الخانیه خلاصہ مین ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہی جب کہ بائع نے ثمر اور مشتری مین تخلیہ کر دیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یردہ بعیب الزیافة فہو مگر جب کہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہی اسوسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہی کہ بائع کا حق پورا ہے کذا فی المنح فرع مسئلة ملحقة شارح کا ظھر لبعض نقل الصراف ان الدراھم زیوف ردّ الاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نھر عن اجارۃ البزازیة صراف کے پرکھ دینے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہین تو صراف پرکھائی کی مزدوری پھیر دے اور اگر بعض دراہم کھوٹے نکلین تو اوسکے بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النھر عن اجارۃ البزازیة واما الدلال فان باع العین بنفسه باذن ربھا فاجرته علی البائع وان سعی بینھما وباع المالك بنفسه یعتبر العرف وتمامه فی شرح الوھبانیة اور دلال کی مزدوری کا یہہ حکم ہی کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہی اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت مین بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہی اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہی اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ مین ہے ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعة بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعة اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع مین دنانیر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ھم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیون یا اشرفیون یا پیسون سے اور بائع نے اشیاء مبیعه کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن مین معین ہو جائے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع مین بمجرد عقد کے متعین ہوگیا کیونکہ مبیع اسکی ملک مین داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہین یہان تک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن مین بدون قبض کے متعین نہین ہوتا اسواسطے کہ ثمن مین تعیین شرط نہین یہانتک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہی تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہین اور اگر مشتری کچھہ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہین اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کا عقد مقتضی نہین اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہی اور نقض تصرف مشتری صحیح ہی اور اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہین چنانچہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہین ذکرہ العلامة شاہین عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خریدی کہ جو جلد بگڑ جاتی ہی اور اوسپر قبضہ نہین ہوا اور نہ ثمن دیا یہان تک کہ مشتری غائب ہوگیا تو بائع کو اوسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود درایت کے خرید کرنا جائز ہی اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہوگیا اور بازار دن مین اکثر ہوا کرتا ہے اور

بائع کو حبس مبیع باستیفای کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقررہ ہو گئی ہو تو روک نہیں سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض مؤجل تو تا استیفای ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اوس کا حق ساقط ہو گیا اب بائع مبیع کو استرداد نہیں کر سکتا تیل خرید کیا اور بوتل دی وزن کرنیکے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اوسکی غیبت میں تو یہ قبضہ ہو گیا اور اسیطرح ہر کیلی اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن میں رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اوسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اوس پر قبضہ نکیا یہان تک کہ اوسکو دوسرے آدمی نے لیلیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اوسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہیں اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول مین لیلینے سے دوسرے مکان مین بیچنے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے مختص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اوسپر قبضہ کرنیکا امر کیا اور بائع اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونون کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسیطرح ہوتی ہے کذا فی الحاوی للفتاوی بیع سلعۃ بمثلها او ثمن بمثلہ سلما معا ما لم یکن احدهما دینا کسلم وثمن مؤجل اور متاع کی بیع مین ایکی جنس دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین ایکی مثل دوسری ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ ہی تسلیم کرین جب تک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن مؤجل ہے یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری دلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہین یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہین برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہین اسواسطے کہ اسمین تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی ہو تو اوسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہین کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اوسکا حق درباب حبس ساقط ہو گیا بحر الرائق مین ہے کہ درصورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہین کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل پھر دریافت کرنا چاہئے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اوسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنہ غافلون فانہم یشترون ویقرون بالتسلیم والقبض وهو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الهبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس مین سوائے عدم مانع اور عدم حائل کے ایک تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کر دیا تیرے مابین اور مبیع کے مابین مین تو اگر یون نکہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھیریگا اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہین اسواسطے کہ مثلاً گانون کو خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنابر قول صحیح کے اور اسیطرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید کے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی مین کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیہ سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لیگا اگر ثمن دیچکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق مین ہے کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اونکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار شجر کا فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہی اور اگر کوٹھری بھر گیہون خرید کی

اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نکیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہے
اگر مشتری بلا تکلف اوسکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بیچا اور بائع بولا کہ مین نے گھر تجہکو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مینے اوسپر قبضہ کیا تو
یہہ درحقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہے کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہے تو اوسکو قریب
کہینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہے انتہے کذا فی الطحطاوی وَجَدَ ہا ای البائعُ الثمنَ زُیوفاً فلیس لہ استرداد السلعۃ وحبسُہا بہ لسقوط
حقِّہٖ بالتسلیم وقال زفرؒ لہ ذلک کما لو وجدہا رصاصاً او ستوقۃً او مستحقاً وکالمُرتہِن منیۃ بائع نے ثمن کو ایسا کہوٹا پایا جسکا
لینا دینا سوداگرون مین رائج ہے مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پہیر لینی اور اوسکے حبس کر رکہنے کا اس سبب سے اختیار نہین بسبب
ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفرؒ نے کہا اوسکو اوسکا اختیار ہے چنانچہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر
ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور چنانچہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی المنیہ ۱۲ یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا
کئے پہر وہ دراہم کہوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اونکو پہیر دے اور مرہون پر مثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدلُ
دراہمِہِ الجیادِ التی کانت لہ علی زیدٍ زیوفاً علی ظن انہا جیادٌ ثم علم بانہا زیوفٌ یَرُدُّہا ویستردُّ الجیادَ اِن کانت قائمۃً و
فلا یَرُدُّ ولا یستردُّ خالد نے اپنے کہرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کہوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کہری ہین پہر معلوم
ہوا کہ وہ کہوٹے ہین تو اونکو پہیر دے اور کہرے پہیر لے اگر موجود ہون اور اگر کہوٹے روپیے خرچ ہوگئے ہون تو نہ پہیر دے اور نہ پہیر لے کما
لو عَلِمَ بذلک عند القبض چنانچہ اوس صورت مین پہیرنے کا اختیار نہین جب کہ اوسکو قبضہ کرنیکے وقت اونکا کہوٹا ہونا معلوم ہوگیا ہو قال
قال ابو یوسفؒ یَرُدُّ مثلَ الزیوف ویرجع بالجیادِ کما لو کانت رصاصاً او ستوقۃً ۱۲ اور ابو یوسف نے کہا اگر کہوٹے روپیے صرف ہوگئے
ہون تو ویسے اور کہوٹے پہیر دے اور کہرے پہیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا اون پر چاندی کا پتر ہو تو پہیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئاً
وقبضہ ومات مفلساً قبل نقد الثمن فالبائع اُسوۃٌ للغرماء وقال الشافعی ہو احق بہ کما لو لم یقبضہ المشتری فان البائع احق
بہ اتفاقاً ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا مات المشتری مفلساً فوجد البائع متاعہ بعینہ فہو اُسوۃ للغرماء شرح مجمع للعینی
خرید کی کوئی چیز اور اوسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہو کر مرگیا قبل ادا کرنے ثمن کے تو بائع برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی وہ ماسا ہی اور
قرضخواہون کے مانند بائع کو بہی ثمن ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ ترحقدار ہے اوس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نکیا
ہوا اور مفلس مرگیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے
پہر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی ۱۲ امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرک
مالہ بعینہ عند رجل قد افلس فہو احق بہ من غیرہ یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوس مال کا زیادہ ترحقدار ہے اوسکے غیر سے
اور حنفیہ کی دلیل یہہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر
ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اعم خص کی کچہہ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی باع نصف
الزرع بلا ارض ان باعہ الاکّار لربِّ الارض جاز وبعکسہ لا الا اذا کان البذر من الاکّار فینبغی ان یجوز خانیۃ نصف
کہیت بدون زمین کے بیچا اگر اوسکو کشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدہا کہیت کشتکار کے
ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جب کہ بیج کشتکار کا ہو تو لائق یہہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجراً او کرماً مثمراً لا یدخل الثمر وحینئذ
فیُعارُ الشجرُ الی الادراک فلو ابی المشتری اعارتہ خُیِّرَ البائعُ ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی
النہر ولا فرق بظہرہٖ بین المشتری والبائع پہل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پہل داخل بیع نہوگا اور اسوقت مین درخت عاریت لیا جائی مشتری سے

پہل پکنے تک پہل اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پہلون کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین اور
السائحی مین کہا کچہہ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم یعنی مترجم کہتا ہون قریب مذکور ہو چکا کہ اگر مشتری فقط پہل خرید کرے بدون درخت کے
تو اوسپر فی الحال پہل توڑنا واجب ہے در صورت عدم اعارہ بائع اگرچہ پہل خام ہون اور یہان بائع ابطال بیع اور قطع ثمر مین مختار ہے اور مشتری
مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع مین کچہہ وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

یہہ باب ہے خیار الشرط کے
احکام مین خیار بمعنی اختیار سے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہین بیع کو قائم رکہین چاہین توڑ دین وجہ
تقدیم یہہ مع بیان تقسیمہ مفتی فی الدر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اوسکی تقسیم کے بیان کے ساتہہ درر مین مصرح ہے ہم صاحب درر نے
کہا کہ بیع کبہی لازم ہوتی اور گاہے غیر لازم بیع لازم وہ ہے جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہو اور غیر لازم وہ ہے جسمین اختیار
ہو چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اوسکو پہلے ذکر کیا اوسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط
ابتداء حکم کو مانع ہے پہر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند
قسم پر ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجہکو ہمیشہ اختیار رہے یا مجہکو چند روز اختیار ہے یا مجہکو ہمیشہ اختیار رہے اور ایک قسم جائز
ہے بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجہکو تین دن یا اس سے کمتر میں اختیار ہے اور ایک قسم مین اختلاف ہے وہ یہہ ہے کہ یون کہے کہ مجہہ کو اختیار ایک
مہینہ یا دو مہینہ کہ یہہ امام اعظم اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی
الحمادی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے
حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تہا اور اوسکے سر مین زخم لگا تہا تو اوسکے واسطے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تہا اوس چیز مین جو کہ وہ خرید کرے اور اوسکی زبان ثقیل ہو گئی تہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہہ لا خلابۃ یعنی مجہکو فریب مت دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر کے اپنے گہر والون کے طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہہ تو گران قیمت
ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجہکو بیع مین اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابن ماجہ اور بخاری
نے اپنی تاریخ اور مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ لکہا فتح القدیر میں الخیارات ثلثۃ سبعۃ عشر پہر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا
شمار سترہ تک ہوتا ہے الثلاثۃ المبوّب لہا اور یہہ تین خیار وہ ہیں جن کے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب
خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وفوات
وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع قبل قبضہ واجازۃ عقد الفضولی وظہور المبیع مستاجرا او مرہونا اسیاء من
احکام الفسوخ اور اختیار تعیین کا وہ ہے کہ دو یا تین مسلم چیز اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی
ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار ہے اور اختیار نقد یہہ ہے کہ اس شرط پر بیع
ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن ندے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہہ کہ خرید کی بعوض اوس دراہم کے جو اس برتن مین ہین پہر بائع نے دراہم
مذکورہ کو دیکہا تو اوسکو اختیار ہے اور یہہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نقد مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک
نکلے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام جسکا مشتری دہوکا کہاوے جیسے بکری یا گائے کے تہن چند روز باندہ رکہنا تاکہ بہت دودہ دار نظر پڑے
تو جیسا ایک روایت کے مشتری کو پہیر دینے کا اختیار ہے لیکن اسکے اثر آور کشف حال کا اختیار یہہ ہے کہ خرید کی بعوض اوس سونے کے جو اس پتہر کے ہم وزن ہو
اور خیار کشف مین خیار الکشف بہی داخل ہے وہ یہہ ہے کہ امام کا ڈہیر بیچا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہے ایک صاع مین لیکن بسبب تفریق
صفقہ مشتری کو اختیار ہے بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نکہانے سے

خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن سے لے چاہے مٹے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہہ کہ بیع التولیہ مین باموزکورہ خیانت ثابت
ہو تو مشتری مختار ہے اور بقدر خیانت کم کر دینا جائز ہی اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب
ہی یا روٹی پکانا جانتا ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن دیکر لے چاہے نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض
مبیع کے اور یہہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہی جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونیکے
ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے
معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسوخ
قال ویفسخ باقالۃ و تحالف فبلغت تسعۃ عشر سببًا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا
انیس کو پہونچا ہم اقالہ یہہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہوجائین اور تحالف کی صورت یہہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین خلاف ہوا
اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک
عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوای تحالف کے کہ اوسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ و اغلبہا ذکرہا المصنف
یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہو وہ جانتا ہی صح شرطہ للمتبائعین معًا
ولاحدہما ولو وصیًّا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونون مین سے ایک
عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کیواسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ
ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح
شرط کری کہ مینے تجھکو اختیار دیا اوس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ
کثلثہ او ربعہ ولو فاسدًا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع مین یا بعض مین چنانچہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی مین اگرچہ وہ عقد جسمین شرط ہوئی ہی فاسد ہو
ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے مین تو اوسکا قول معتبر ہی جو
اختیار کی نفی کرتا ہی بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس
کمتر مین ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ مبیع سریع الفساد نہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خریدی کہ جو جلد
سڑ جاتی ہی تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہہ ہی کہ مشتری پر کچھ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور
تجھپر ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دی یا مبیع تیرے پاس فاسد ہوجائے تاجانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی و فسد عند
اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہی اطلاق یا ہمیشگی کے نزدیک ہم یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد
حلبی نے کہا توقیت مجہول بہی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار بسبب عقد مین ہو تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار رہوئی پھر بائع نے بعد
مدت کے مشتری سے کہا کہ تجھکو اختیار ہے تو یہہ اختیار تا دوام مجلس ہے مانند اس قول کے کہ تجھکو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر فیفسد فلکل فسخہ
خلافًا لہما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اوسکے فسخ کرنیکا اختیار ہی بخلاف
صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط درصورت ذکر مدت معین صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ
ایک مرد نے اونٹ خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا کہ الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار
تین ہی دن ہی کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوا اگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکڑ کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکڑ لیتے
ہین سو شرعًا جائز نہین غیر انہ یجوز ان اجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحًا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر

بلکہ دو دن یا تین دن ... زیادہ ... جائز نہین ۱۱

یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی اگر صاحب خیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جاویگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم اسواسطے کہ مفسد ذریع ہوگیا قبل اپنے تقرر کے اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو تا عدم طلوع فجر اور یہہ قول خنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اب زمانہ مدت مذکورہ سے نافذ ہوگیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگی تو وہ فاسد ہی فائدہ خلاف کا یہ ہی کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطہ ایضا فی لازم یحتمل الفسخ اور صحیح ہی شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں بہی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی تک رجوع کر سکتا ہی اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہی اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمزارعۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر عینہ وکتابۃ وخلع ورہن وعتق علی مال لو شرط لزوجۃ وراہن وقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہوئی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط ہوا ہو زوجہ کیواسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں ہم زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہی بخلاف زوج اور مولے کے کہ اونکے جانب سے عقد لازم ہی لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے کہ یمین ہی اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اوسکی جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوہا ککفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین لا تقع عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیہ یعنی مشتمل اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء اور تسلیم شفعہ دو طلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ توجیہہ تلویہ عقود میں بیع کر لاکر جنین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ہم مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہی کہ ضامنی میں اس دن بابرا وہ اختیار شرط کرنا صحیح ہی بخلاف بیع کے اور وقف بہی ضمانت کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی لا فی نکاح وطلاق ویمین ونذر وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد یقبلہ اشباہ ووکالۃ ووصیۃ نہر فہی تسعۃ صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اوس عقد کا اقرار موجو شرط خیار کا قابل ہے تو اوس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار صحیح نہیں کذا فی النہر یعنی ہم جب اقرار کیا کہ مجہپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجکو تین دن اختیار ہی تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اسواسطے کہ اقرار خبر ہے نہ انشا اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یون اقرار کریگا کہ مجہپر ہزار درم ہین ثمن مبیع کی ثمن سے جسکو مین نے بشرط خیار خریدکیا تو یہہ صحیح ہے اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہی جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی وقد کنت غیرت ما نظمہ فی النہر فقلت ؎ یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ ✣ والبیع والابراء والکفالۃ ✣ والرہن والعتق وترک الشفعۃ ✣ والصلح والخلع کذا والقسمۃ ✣ والوقف والحوالۃ والاقالۃ ✣ لا الصرف والاقرار والوکالۃ ✣ ولا النکاح والطلاق والسلم ✣ نذر وایمان فہذا یغتنم ✣ اور مین نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہی اجارہ میں اور بیع اور ابرا اور ضمانت اور رہن اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسیطرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین مین اس نظم کو غنیمت جانا چاہیئے ہم شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچہہ بہی تغیر نہیں کی سوا اسکے کہ بجای حوالہ قسمت لایا اور نکو عقد اور زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہو قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت فان اشتری شخص شیئا علی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر فلو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فنفذ عتقہ بعد قبضہ لو فی یدہ ✣ فالحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہی مشتری

اگر اوسکا ثمن نہ دیا تین دن تک تو بیع نہیں یہہ صحیح ہی بطریق استحسان کے بر خلاف زفر کے اور جو تین دن مین نہ دیا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اوسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ اور اسیطرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پہیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت مین مشتری کو اختیار ہی اور دوسری صورت مین بائع کو خانیہ مین ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہین تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اوسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہی کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھہ مین ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ ولمن اشتری کذلک الی اربعۃ ایام لا یصح خلافاً لمحمدٍ اور اگر مشتری نے خرید کیا اسیطرح چار دن تک تو بیع صحیح نہین بخلاف محمد کے ھ یعنی مشتری نے اسطرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن ندی تو بیع نہین تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ بیع صحیح نہین اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہی اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہین فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقاً لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پہر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہو جاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہی خیار الشرط سی تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ھ یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری مین فاء تفریع نہ لاتا تو خوب تہا اسواسطے کہ یہہ مسئلہ خیار الشرط مین داخل نہین بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہی اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ اوسکی انواع سی ہو چنانچہ صاحب کنز اور درر غرر نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقاً فیہلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیۃ اور مال مبیع بائع کی ملک سی نکل نہین جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو بیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سی تا مثلی کو بہی شامل رہے جس صورت مین کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اوسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ وہ چیز جو بالقصد خریداری مقبوض ہوئی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنیکے بعد مضمون بالقیمۃ ہی جتنی اوسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمّٰے سے قیمت زیادہ ہو ضمان اوسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اوسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ ھ در صورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو بہر صورت اوسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء مین بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون مین ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پہر وہ لے گیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اور اگر یون کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درہم کو خرید کرنا پہر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اوسکی قیمت کا اوسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونون کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی نہر الفائق مین ہی کہ مشتری پر قیمت اس واسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہین ہو سکتی بدون محل کے تو یہہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور جو چیز مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سی اوسمین ہلاک ہونے سے قیمت ہی قیمتی مین اور مثل ہے مثلی مین پیدا اس صورت مین ہی کہ جب مدت خیار مین ہلاک ہوا اور اگر ہلاک ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہی نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا اذا امرہ بالسوم اور اگر مقبوض علے سوم الشرا وکیل کے ہاتہہ مین ہلاک ہوا تو وکیل اوسکا ضمان دیگا اپنی مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جب کہ موکل نے وکیل کو اوسکا امر کیا ہو کذا فی الخانیہ ھ وکیل شراء نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکہایا اوسنے پسند نکیا اور پہیر دیا پہر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اوسکا ضمان قیمت وکیل پر ہی موکل سے نہین لے سکتا مگر اوس صورت مین لے سکتا ہی جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنیکا امر کیا ہو وامّا علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقاً اور جسپر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اوسکا تاوان مطلقاً

لازم نہین خواہ اوسکا ثمن ذکر ہوا ہو یا نہوا ہو ھو سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجھکو دی تا مین اسمین نظر اور تامل کرون یا غیر کو دکھاؤن پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے نزدیک اوسپر کچھہ تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تہا اور اگر یون کہے کہ یہ کپڑا مجھکو دی اگر مین راضی ہونگا تو تجھکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہہ قبض بطلے سوم الشراء ہوا سوم النظر باقی نرہا وجہ فرق یہہ ہے کہ پہلی صورت میں اوسنے تامل اور غیر کے دکھانیکے واسطے دیا تہا اور یہہ بیع نہیں اور دوسری صورت میں اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور کسیے بیع ہو کذا فی النہر وعلی سوم الرھن بالاقل من قیمتہ ومن الدین یا اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین میں اوسکا ضمان لازم آویگا مصورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص پر قرض تہا سو اوسنے گرو رکہنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اوسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پہر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اوس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اوسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اوسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو بمنزلہ حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وعلی سوم القرض بقرض مسماۃ بالا اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اوسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے مصورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے خالد سے دس روپیہ قرض مانگے خالد نے اوسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھلے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپیہ کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اسمین اور رہن کے مسئلہ مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہہ کہ دین ثابت ہی راہن کے ذمہ پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسری یہہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مسماۃ ہم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلی سوم النکاح لامۃ بقیمتہا یا اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اوسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اوسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اوسکے پاس تو اوسکی قیمت کا ضمان اوسپر لازم ہے وبخروجہ عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فھلک فی یدہ بالثمن اور مبیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھہ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھہ میں بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا ثمن اور قیمت مین یہہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ ہے جس شے کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بعیب لایرتفع کقطع ید یا مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتھہ کا کٹنا ہم یہہ تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھہ دونون صورتون مین یعنی در صورت خیار بائع اور در صورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورتین موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی النہر فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لاالمثلی لشبہۃ الربوا حلادی تو مشتری کو عیب دار ہوجانے مین قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی در صورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھہ عیب اسمین لاحق ہوا با وجود باقی رہنے اوسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ یا اور در صورت ثانی یعنی در صورت خیار مشتری عیبدار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو برئ تعیبہ کمرض فان زال فی المدۃ فھو علی خیارہ والالزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہی چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت رہیگا ہی چاہے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اوسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال ولایملکہ المشتری خلافا لھما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ھی التی لاملک فیہا لاحد ولاتعلق ملک والثانی موجود ھہنا ویلزم اجتماع البدلین العوض علی موضوعہ بالنقض بشراء قریبہ اور در صورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک

[illegible]

مشتری اوسکا مالک ہوجاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی غیر مملوک نہ ٹھرجاے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سی خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری
بہی اوسکا مالک نہو تو پہر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کے طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسیکی ملک نہو اور علاقہ
ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو بواسطے منقوض
ہونے فائدہ خیار کے قرابت دار کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین
موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خرید کے بائع کی ملک حقیقةً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی
ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجے جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی
ملک مین یعنی مبیع، و ثمن اسواسطے کہ ثمن ھنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک
مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہہ ہے کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے
اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتریکا فوراً آزاد ہوجاے بلا اختیار
مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی
البحر عن البحر لا یخرج شیٔ منھما ای من مبیعٍ وثمنٍ من ملك بائعٍ او مشترٍ عن مالکہ اتفاقا اذا کان الخیار لھما وایھما
فسخ فی المدة انفسخ البیع وایھما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی
ملک سی نکل نہین جاتا جب کہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور اونمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ
ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیعکو جائز کہے گا تو فقط اوسیکا اختیار باطل ہوگا نہ دوسریکا ھم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتریکا
ثمن مین بجاے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سی فسخ ثابت
ہوا اور دوسری سے اجازت تو بیع باطل ہے بہرصورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وھذا الخلاف یظھر ثمرتہ فی
عشر مسائل جمعھا العینی فی قولہ آسیحق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو علامہ
عینی نے اپنے اس قول اسیحق عزک فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامة لو شراھا
بخیارٍ وھی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امة سی یعنی اگر لونڈی کو خریدکیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی
ہی یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پہر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے
نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضھا فی المدة لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہی استبرا سے
تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا ھم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا
امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پہیر دیجاوے
تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر ح من المحرم فلا یعتق محرمہ
ح اشارہ ہی محرم سے تو مشتریکا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک
بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ق من القربان لمنکوحتہ المشتراة فلہ ردھا الا اذا نقصھا بہ ق اشارہ ہی قربان بالکسر سے
یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خرید کی اور مدت خیار مین اوس سے قربت کی تو مشتریکو اوسکا پہیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ
گیا ہو قربت سی تو پہیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا

مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ کہا اسواسطے کہ بحر الرائق
اور نہر الفائق میں ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری
اسکو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق ہوا ہو نہر الفائق میں درایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی ہے
کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوئی تو پھیر دینا جائز ہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو (و) من الودیعة عند بائعه فیهلك
قبل المبایعة لا ان تفرع القبض بالرد لعدم الملك ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کی اذن
پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب اسکے ہوئے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک
کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی بابت
ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اسکی ودیعت صحیح ہے اسکا قبضہ واقع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ میں ہلاک ہوئی کذا فی شرح الوقایہ (و من الزوجة المشتراة) لو ولدت فی المدة فی ید البائع لم تصر ام ولد و لو فی ید
المشتری لزمه العقد لان الولادة عیب درر و ابن کمال نہ اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا
اور وہ مدت خیار میں لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہو گی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبضہ میں جنی تو عقد بیع لازم ہو گیا
اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر و ابن کمال ہم اسیطرح شرح وقایہ میں بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اسکی ام ولد ہو جاوے گی
بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا سو وہ اسکی مملوک ہو گئی (و) فی البحر عن الخانیة اذا ولدت
بطل خیاره ولو کان الولد میتا ولم تنقصها الولادة لا یبطل خیاره و وافق المصنف اھ بحر الرائق میں خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی
مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہو گیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی میں نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم
تعیب کے اور اسی قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی (و من الکسب للعبد فی المدة فهو للبائع بعد الفسخ) ک
اشارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا مدت خیار میں تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور
صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زوائد مبیع کا تابع ہے کذا فی الطحطاوی (و من الفسخ لبیع الامة فلا استبراء
علی البائع) ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کر کے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہیں اسواسطے کہ استبراء جب
ہوتا ہے کہ جس وقت انتقال ہو ایک ملک سے دوسری ملک کیطرف سو انتقال یہاں امام کے نزدیک پایا نہیں گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہیں ہوا بخلاف
صاحبین کے (و) من الخمر فلو شراه ذمی من مثله بالخیار فاسلم احدهما فهو للبائع عینی و تبعه المصنف لکن عبارة ابن الکمال
اسلم المشتری رخ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے ہمذہب دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک ان میں مسلمان ہو گیا
تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح میں اسکا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہو گیا اور
شرح وقایہ میں بھی اسلام مشتری مذکور ہے حلبی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت میں لفظ احد کا معین پر محمول ہے
یعنی مشتری پر اسلئے بائع اسواسطے شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل کی جاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ہو کر
تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک عقد نافذ ہے اور خیار باطل ہے اسلئے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر
کا مالک رہا اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہیں کذا فی شرح الوقایہ (و من المأذون لو ابراه البائع عن الثمن صح) استحسانا
(و بقی خیاره لانه یلی عدم التملك كل ذلك عندنا خلافا لهما) رمز ہے ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط
خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کر دیا بیچ مدت خیار میں تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا

اختیار رکہتا ہی یہہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ھ صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی
نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اوسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہی تو اوسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض
کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اوسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو عدم تملک کی ولایت
ثابت ہی اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز ھبہ کیجاوی تو اوسکو قبول نکرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلتُ وَیَزِیدُ علی ذلك مسائل منہا تعلیق
التعلیق کانّ ملکته فهوحرٌ فشراه بخیار لم یَعتِق مین کہتا ہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین از انجملہ تعلیق
ہی جسکا اشارہ تت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پہر اوسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ
آزاد نہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامة السکنی باجارة او اعارة لیس باختیار دت اشارہ ہی استدامت سے یعنی
دوام سکنے بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہین ھ صورت اسکی یہہ کہی ایک گہر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اوسکا ساکن ہے بواسطے اجارہ
یا عاریت مانگنے کے پہر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادہ نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے
جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتداء سکنے خیار باطل ہوگا ص وصید شراه بخیارٍ فاحرم بطل البیع ص شارہ ہی صید سی یعنی شکار خرید کیا
بشرط خیار پہر حج کا احرام باندہا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی مبیع بائع کو پہیر دیجاوی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی
اور اگر بائع کا اختیار ہی تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر د والزوائد الحادثة فی المدة بعد الفسخ للبائع د اشارہ ہے
زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اونکا حدوث مشتری کی
ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اونکا مالک مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلہ کے علحدہ ذکر
کرنے کی کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ یہہ آٹھوین مسئلہ مین داخل ہے یعنی کسب مین جسکی رمز کاف ہی ز والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمّر فی المدة
فسد خلافاً لهما فینبغی ان یُرمز لها لفظ تتصدر ویُضمّ الرمز الی الرمز ولم ارَ لاحدٍ فلیحفظ ز اشارہ ہی عصیر سی یعنی اگر دو
مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہہ ہی کہ ان مسائل خمسہ
بلفظ تتصدر مرموز کیجیے اور یہہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مینے یہہ نہین دیکہا کہ کسی نے ان مسائل کو باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکہنا
چاہیئے ھ رمز اول اور ثانی ملکر یہہ ترکیب ہوئی ارتحش عزتک فخم تتصدز یعنی اپنی عزت کو رگر ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی
اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اونکے مراتب کے تا حق تعالے اور لوگون کے نزدیک تو صدرنشین ہو اجاز من له الخیار ولو اجنبیاً صحّ ولو مع
جهل صاحبه اجماعاً الا ان یکون الخیار لهما وفسخ احدهما فلیس للآخر الاجازة لان المفسوخ لا تلحقه الاجازة جسکے واسطے
اختیار دیا تہا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اوسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہہ کہ بائع اور مشتری دونو
کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسری کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ھ صاحب اختیار
کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسری کا علم ضرور نہین مانند طلاق اور
عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصحّ الا اذا علم الآخر فی المدة فلو لم یعلم لزم العقد پہر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے
تو صحیح نہین جبتک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ ختم سی ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ھ اگر مدت مین بیع فسخ کی اور اوسکی ساتھی
کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکہی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور فسخ باطل ہے
والحیلة ان یستوثق بکفیلٍ مخافة الغیبة او یرفع الامر للحاکم لینصب من یردّ علیه عینی اور تدبیر فسخ کی یہہ ہی کہ مضبوطی کرے
صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اوسکے غائب ہوجانیکے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اوس شخص کو قائم کرے جسپر رد مبیع کیجاوے

لہذا اگر وہیں ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب خیار ڈرتا ہو کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے تو جسکو فسخ کا اختیار ہے کو تو اوسکی یہہ تدبیر ہے کہ اوس سے ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ کسی شخص کو اوسکی طرف سے قائم مقام قرار دے پھر صاحب خیار بمواجہ اوسکے بیع کو فسخ کرے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم کو قائم مقام کرنا جائز نہیں کذا فی النہر قیدنا بالقول لیصحہ بالفعل بلا علمہ اتفاقا کما افادہ بقولہ ثانی کہتا ہے کہ عدم صحت میں فسخ قولی کی قید لگائی ہے واسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول میں مصرح کیا ہے ہم فسخ بالفعل کی مثال یہہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے خیار شرط کیا پھر مبیع میں تصرفات مالکانہ شروع کئے مثلا مبیع اگر غلام ہے اسکو آزاد کر دیا یا اوسکو بیع ڈالا یا لونڈی ہے تو وطی کی یا بوسہ لیا تو یہہ فسخ فعلی ہے اور اگر خیار مشتری کے واسطے شروط ہوا اور یہہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن میں ہو یعنی مثلا نقود وغیرہ اور مشتری اوسمیں تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہے اوسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے خیار شروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو یا مشتری سوائے بالغ صاحب خیار مر گیا تو ثمن اوسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اوسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہو گئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اوسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے خیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مثل ہے کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لانہ الا وصاف لا تورث اور خیار شرط میں وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ صفات موروثہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اوسکی مثال میں اسواسطے کہ خیار عبارت ہی ارادہ اور مشیت سے ہے اور وہ مورث کا اوسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اوسکے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے تو خلاصہ یہ ہے کہ ارث اون میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ اون میں جن میں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے فتح الغفار میں ہے کہ خیار تغریر یہہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے لکھا ہے محشی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہرا بحث ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لانہ یرث خیار کا در فلیحقق اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنی مورث کا خلیفہ ہوتا ہے اور مذکورہ میں یہہ نہیں کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدر اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ وارث کو یہہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلا خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہوا اسواسطے کہ مورث اوس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہو اسیطرح اوسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اوسکا قائم مقام ہے تو مثلا تعیین مورث عین مبیع ہی بصفت مثلا عیوب اور اسیطرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کی کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین میں وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمیں دو قول ہیں ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق والبیع وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرجہ داخل بشہوۃ والقول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسیطرح ہر ایک اوس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو

شہوت سی دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ھم اجارہ اور نظر مین لف نشر مرتب ہی یعنی اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے حلال نہین مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہہ سب تصرفات مبطل خیار اور اتمام بیع کے سبب ہین کذا فی المحیط و مفادہ انہ لو شراھا بالخیار علی انھا بکر فوطیھا لیعلم اھی بکر ام لا کان اجازۃ ولو وجدھا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بھذا العیب ھم وسیجیئ فی بابہ اور قاعدۂ مذکورہ کا مقتضا یہہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہی پہر اوس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہین تو یہہ اجازت بیع کی ہو اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فورا قربت سی باز رہا بلا توقف تو اسکو پہیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سی ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہہ مسئلہ خیار العیب کے باب مین آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سی باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پہر فسخ بیع نکر سکیگا ھم جب یہہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسی تصرف کرنیسے جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور خیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کیواسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہی لیکن یہہ حلال نہین بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا طلب الشفعۃ وان لم یاخذھا معراج بھا ای بدار فیھا خیار الشرط بخلاف خیار رؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہی شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اوس گہر کے جسمین خیار الشرط ہی اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زید نے ایک گہر بشرط خیار خرید کیا پہر اوسکے پڑوس مین دوسرا گہر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانۂ اول کے خانۂ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانۂ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گہر بدون رؤیت کے خرید کیا اور اوسکے ہمسایہ مین دوسرا گہر بواسطے شفعہ کے لیا تو اوسکو اختیار ہی کہ رؤیت کے بعد خانۂ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پہیر دی کذا فی الدرر من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اوسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اوسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہین ہو سکتی پہر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بھذا صح استحسانا وثبت الخیار لھما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البہنسی تو یہہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اسصورت مین دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم مین بائع بہی مشتری کے مانند ہی چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہی اور اسیکا یقین کیا ہی بہنسی نے ھم قیاس یہہ ہی کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہہ ہی کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہین ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پہر اجنبی اوسکا نائب ٹہیرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پہر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونون کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سی نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ مین مصرح ہی کہ احد المتعاقدین کو غیر کیواسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے مکی نے کہا بہتر یہہ تہا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب مین مذکور ہو چکا وکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اوسکی صورت یون ممکن ہی جب کہ بائع یا مشتری متعدد ہون علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسری مشتری کیواسطے یا ایک بائع دوسری بائع کیواسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدھما من النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقہ الاخر پہر جبکہ نائب ومنیب مین سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اوسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدھما وعکس الاخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پہر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت

یافسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اوسوقت تعارض نہ تھا اور شخص مسافر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یتفسخ والمفسوخ
لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی ان دونوں میں پائے گئے تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہوسکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی
واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادة العقد بینہما جاز فہو فسخ الفسخ اجازة واجیب بمنع کونہ اجازة بل بیع
ابتداءً اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر
باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیمابین خود عقد کے اعادہ پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کردینا یہی اجازت کی حقیقت ہے
اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہو بلکہ یہہ دوسری بیع ہے مبتدأ ہے یہ نہر الفائق میں ہے کہ فسخ
کا اولے ہونا یہہ روایت ہے کتاب المأذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولے ہے اور بعضوں نے کہا
اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی
فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو خیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا
مذکور کیا اور اوس غلام کو معین کردیا جسمیں اختیار شرط کیا تو بیع صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجھکو اس غلام خاص میں خیار ہے وان لم یعین ولم
یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالة المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اوس غلام کی جسمیں خیار شرط کیا
تعیین نکی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل کی بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہوگی
بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور
درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ یہہ دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر
کہ ایک غلام میں مجھکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جسمیں اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ
معلوم نہیں اس سبب سے کہ جسمیں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر برابر تقسیم
نہیں ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی فیہا الانواع الاربعة اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کیواسطے مشروط ہو
اسمیں بھی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن
وتعیین غلام بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ متفرقہ تابع
وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالة ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ
علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجی فی الفضولی والوکالة فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار
لیں ہو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنیکے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق
دونوں صورتوں میں یہہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہہ مسئلہ آویگا
بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اوسکی رضامندی کے زائل نہیں ہوسکتی لہذا
اوسکی مخالفت سے بیع نافذ نہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں
نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی
سو درہم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درہم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکی افراد یکساں ہوں بلا تفاوت چنانچہ کیل اور موزون میں پھر جب مثلیات میں تفاوت
نہوا تو اونمیں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کما فی خیار التعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی

ھ مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام تیرے ہاتھہ بیچا اس شرط پر
کہ انمین سے تو ایک کو پسند کر لے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام
خریدا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول اصح کی یہہ وجہ ہے کہ یہہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھہ تو بائع کی خیار کے ساتھہ بھی جائز
ہوگی فتح القدیر مین اسکو رد کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو
اپنے موافق اور مناسب تر جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھہ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اوسکا حال بتر
معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بھذا الشرط فمست الحاجۃ
الیہ ۃ ہر اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اوسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اوس چیز کو نہین پہچانتا
تو اوسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائعکو حاجت پڑی خیار التعیین کی تا اوسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر
ھ سید حموی نے کہا کہ یہہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط الحکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ
لوجود جید ورد ی و وسط خیار التعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص
اور متوسط کے ھ یعنی خیار التعیین دفع حاجت کیواسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیز مین بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا
ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار
الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ھ اگر تین دن مین تعیین کر دے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بلا تعیین تو متعین کرنیکے واسطے
اوسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھہ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اوسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اسکو
خیار التعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھہ خیار
الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ھ منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کے لیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین
عیب لگ گیا تو معیوب مین بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھہ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونون ساتھہ ہی ہلاک ہوگئے تو دونون مبیع کا
نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انھما بالخیار فرضی احدھما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الاخر
بل بطل خیارہ خلافا لھما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صریحا
یا دلالۃ اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اوسکو رد نہین کر سکتا بلکہ اوسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک
بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدھما الرد بعد رؤیۃ الاخر او رضاہ بالعیب خلافا لھما لضرر البائع
بعیب الشرکۃ اور اسیطرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد
جائز نہین بسبب مضر ہونے بائع کے شرکت کے عیب سے ھ عیب شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک
خریدی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب
مین راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف
اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اوسکا مالک تھا اب اوسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلاشبہہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک مین
ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کر سکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لھما للبائعین
فرضی احدھما دون الاخر فلیس لاحدھما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لھما جمع چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو
مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی

جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمع اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی
تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے خود راضی ہو گیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای
حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ
لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اوسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر
ہوا اسطرح پر کہ اسمین اتنا ہنر بھی نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنے رتبہ صادق آوے تو مشتری اوسکو اگر چاہے تو پوری ثمن سے لے یا
اوسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے م در صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہیں پڑتا
کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہے لہذا مشتری کو اوسکے نہونے سے رد
بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط
کچھ لکھ لیتے ہین حتی قدر نقل سے اوسکو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم
ذلک وکذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام مین وصف مشروط موجود نہیں تو اوسپر قبض بیع
کے واسطے زبردستی کیجائیگی یہان تک کہ اوس وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلا معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہے باقی پیشون کا کذا فی الاختیار ولو
امتنع الرد بتعیب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیرنا ممتنع ہو گیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب
اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون مین اوسکو مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح مین م مثلا کاتب کی قیمت سو
درم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دئے ہون تو چالیس درم پھیر لے بخلاف شراء شاۃ علی انہا حامل او
تحلب کذا رطلا ویخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون
جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیر دن کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے
ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہان تک اگر یہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودھ والی ہے یا شیر دار ہے تو بیع جائز
ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد م حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ کچھ
باد ہیم یا بیماری اسطرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ تمام اوصاف کا
ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا صحیح نہیں بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ
جس وصف مین غرر نہو یعنی اوسکے وجود مین تردد نہو تو اوس کا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود مین احتمال ہے اوسکا اشتراط صحیح نہیں مگر بمعنی برات
وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر
معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا
لہذا نفی کرنیوالے کا قول در صورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اوسکے گذر جانے اور
اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہے م یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر
ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادتی کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتون مین منکر کا قول
معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری
بیمینہ وجاز للبائع وطیہا درر وانعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اوسکے دوسری لونڈی پھیر دی یہ
کہکر کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اوس لونڈی سے

قربت کرنا جائز ہے کذا فی الدر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہہ مبادلہ بطریق التعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا
واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہہ حکم ہوا تو اوسکے غیر میں بطریق اولے یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج
میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک
شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھہ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اوسکا
منکر ہے اور ادسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اوسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہرا عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع
عند ردہ کان یحسن ذلک لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ فکان الظاہر شاھدا لہ اور اگر غلام کو
بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہہ وصف اوسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اوسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو
تو یہہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے
ھ صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اوسمین مشتری کا
قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتابۃ وخبز وکان یحسن ذلک فنسیہ
فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مران الاوصاف لا یقابلھا شئ من الثمن اور اگر
غلام کو خرید کیا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہوجانے
بیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باینہمہ اوسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھہ ثمن نہیں پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہرا مشتری نے اوسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع دارا بما فیھا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیھا
شئ من ذلک لاخیار للمشتری گھر بیچا ان چیزون کے ساتھہ جو اوسمین داخل ہین منجملہ دھنیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے
کڑیون ۱۲
پھر اوسمین یہہ چیزین کچھہ نہ نکلین تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصہ سے اور اشیاء مذکورہ تابع ہین اور تابع کے مقابل مین کچھہ
ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہین تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری
نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءھا اجر فاذا ھو لبن او ارضا علی ان شجرھا کلھا
مثمر فاذا واحدۃ منھا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بعصفر فاذا ھو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اوسکی پختہ اینٹ کی
ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اوسکے سب درخت پھلتے ہین سوا اوسمین سے ایکدرخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اوسپر کسم کا
رنگ ہے اور اسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات مذکورہ مین اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتی ہین اور اختلاف
غرض بجای اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انھا بغلۃ مثلا فاذا ھو بغل جاز وخیر وبعکسہ جاز بلا خیار لکونہ علی صفۃ خیر
من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابط اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اوسکو اختیار ہے لینے نہ لینے مین
اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط مین مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ مبیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے
بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصف مرغوب فیہ فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اوسمین وہ
وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہین چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خرید ہوا تھا اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اوسکو
پھیر نہیں سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہین ہوتی شرط سے بتیس مقام مین جو اشباہ مین مذکور
ہین ھ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اوسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع مین مشروط ہوئی یا ایسی شرط ہے جسکو عقد مقتضی ہے

بلا شرط یہ ہے کہ شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہے اسیطرح وہ شرط ہے کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہے یعنی موجب کی موکد ہے اسیطرح وہ شرط ہے کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہے جیسے شرط خیار اور شرط تاجیل اسیطرح وہ شرط ہے کہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اوسکا رواج ہے چنانچہ پہنا موزہ خریدا اس شرط پر کہ بائع اسکو جوڑ کر دیوے یا ٹوپی خریدا اس شرط پر کہ استر ڈال کر بائع اسکو سی کر دیوے یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور مختار النوازل میں ہے کہ شرط جس میں رواج ہو اسی پر فتوی ہے انتہی اور اسیطرح وہ شرط کہ جسمین احد المتعاقدین کا نفع ہو بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کے بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسیکو ضامن دے اور ازانجملہ شرط لے جینی مبیع اور ازانجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جاوے اور ازانجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور ازانجملہ گائی کا شیردار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیر ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للتبری لا یفسد وان للرغبۃ فسد بائع نے بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہے اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہو تو فاسد ہے کذا فی البدائع اور واضح ہو کہ شرط حرام ہے لہذا اگر گانے کو ہنر کر شرط کی تو بیع فاسد ہے ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلاد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اوسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کے طرف سے ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر بائع کیطرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو براءت کیواسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اوس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین راغب ہین اونکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہو گی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل قائم ہے پس شرط حمل کو براءت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا ہے اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہے اور زیادتی موہوم ہے بسبب احتمال کے کہ معلوم نہین کہ حمل ہے یا بادی ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط انہا ذات لبن جاز علی الاصح قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یتبرأ منہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہے تو بیع جائز ہے بنابر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اس کا شرط کرنا جائز ہو نہ اوس وصف کا جو محتمل الوجوہ ہے چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اوسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اوس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے انہین سیر بھر گھی لت کیا ہے اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اوسکو دیکھ چکا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اوسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اوسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاینہ کیا تو فریب نرہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے تیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہین پھیرنیکا فروع اسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو تکثیر بھی بے فائدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب خیار الرؤیۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ غیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کے طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہے سبب کے طرف اور وہ جو بعضون نے کہا ہے کہ منجملہ اضافت شے کے ہے اپنی شرط کے طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے ثبوت اختیار کی نہ شرط ویثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیء بعینہ لان کلا منہما معاوضۃ فلیس فی دین

ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنی وہ صلح جو شئے معین پر ہوئی ہو مال کے دعوے سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور ان عقود
مین جو فسخ کرنے سے فسخ نہین ہوتے خیار الرؤیۃ نہین کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ جب دیون مین خیار الرؤیۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور
نقود سے اثمان خالصہ مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اوسمین خیار رہی اور عقود غیر منفسخہ مثل مہر اور بدل صلح قصاص سے
اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح الشراء والبیع لما لم یرہ صحیح ہے مول لینا اور بیچنا اوس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے
نہین دیکھا ہم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک
لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کے طرف یا اوسکے مکان کیطرف شرط ہی جواز کی اور اگر
مبیع یا اوسکے مکان کے طرف اشارہ نکیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ مین قول اصح یہہ ہے کہ
بلا اشارہ بہی بیع جائز ہے ہم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی صحیح ہی اور منتقی مین ہی کہ اگر
گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ
اونکے طرف نکیا تو جائز ہی انتہی یہہ نقول دلالت کرتی ہین کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہوا اور مشار الیہ نہوا اور اسیطرح اطلاق
متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الرملی علی الفائق مین بعد ذکر اشتراطہا
حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارہ کے شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان یردہ اذا
راٰہ اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پہیر دی جب اوسکو دیکھے ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب کہ دیکھے اگر چاہی تو لے
اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث مین رؤیت
سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمین فقط رؤیت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جب کہ
سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اوسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اوسکو اختیار ہے سونگھنے
کے وقت بعد رؤیت کے اسیطرح اگر چیز کو دیکھکر خرید کیا پہر اوسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسیطرح
اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جبکہ بیع کا حال اوس سے بیان کریں تو اوسکے حقمین بیان شخص غیر بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا
یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ بعد رؤیت کی مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اوٹہا لایا مشتری کی گہر تو اوسکو نہ پہیرے جبکہ اوسکو دیکھی مگر اسطرح بعد حمل کے بہی پہیر سکتا
ہی جبکہ مبیع کو پہنچا دی بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل
الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اوسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رؤیت کے ساتھہ بنص حدیث مذکور
اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ہم رضای قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جاے اسطرح کہ اوسمین تصرف کرے تو اختیار اوسکا زائل
ہوگا کذا فی الشرنبلالیۃ ولو فسخہ قبلہا قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ
کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہی فسخ اوسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی نہ واقع ہوئی تہی لہذا فسخ
مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص ما لم
یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھے گا اختیار
ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے نص مذکور کے تاوقتیکہ مبطل اختیار

فتاویٰ میں ہے اور فتاویٰ میں یہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ مؤقت بوقت امکان فسخ ہو یعنی روایت کے بعد وھو مبطل خیار الشرط مطلقاً و مفید الرضا بعد
الرؤیۃ لا قبلہا اور یہ بات ہے کہ خیار الرؤیۃ کو باطل کر دیتی ہے جو خیار شرط کا باطل ہے مطلقاً یعنی صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رؤیت کے
نہ قبل رؤیت کے کذا فی الدرر مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور ہبہ کرنا مبیع کے اسلئے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فانہ لو اخذ بالشفعۃ ثم رأہ لہ الرد
بخیار الرؤیۃ درمختار میں خیار الشرط فلیحفظ اب مفید رضا قبل رؤیت مبطل خیار نہ ہوا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا
بسبب رؤیت کے کذا فی الدرر میں باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ۔ م مشتری نے گھر لیا اور بن دیکھے پھر دوسرا گھر اوسکے پاس بکنے لگا تو اوسکو
بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر اسکے بعد پہلا گھر دیکھا تو اوسکو پھیر سکتا ہے و یشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونیکے
واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو شرط ہے تا دہوکہا نہ پڑے یعنی فریب سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا
علم بائع شرط فسخ ہوا اور دہوکہا کہا اور کذا خیار البائع ما لم یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اوس بائع کا جسنے مبیع کو نہیں دیکھے بنا قول اصح میں
م ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اوسنے بدون رؤیت کے بیچ ڈالی تو بعد رؤیت اوسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے
کہ اول امام صاحب کے نزدیک خیار بائع ثابت تہا پھر آخر کو عدم خیار کیطرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے کہ معتبر نہیں
ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تہا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود کوجہ صبرۃ و رقیق اور اوسقدر کا دیکھنا کافی
ہے کہ جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈہیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منہ دیکھنا ہے یعنی تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اوتنا
دیکھنا کافی ہے جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈہیر سے کیلات اور موزونات کا ڈہیر مراد ہے یعنی جب اناج کا مثلاً ڈہیر دیکھ لیا تو اب اوسکو بسبب خیار
الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجای کل کے ہے ہاں اگر ڈہیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اوسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا
نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہان بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو جب تک سبکو نہ دیکھے گا
اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے نہایہ میں ہے کہ اگر آدمی
کا جسم دیکھا سوای چہرہ کے تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی و وجہ دابۃ ترکب و کفلہا ایضاً فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور
اوسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنی چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے اور سواری کی قید سے بکری گابھن نکل گئی اسکا حکم آویگا و
رؤیۃ ظاہر ثوب مطوی وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ وھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپیٹے کپڑے کی ظاہری تہ دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا ہے کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں یہ ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم قول زفر اسواسطے
مختار ہے کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط و داخل دار وقال زفر لا بد من رؤیۃ داخل
البیوت وھو الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرۃ و ھذا اختلاف زمان لا برہان و بستان و کرم والبستان اور داخل دار یعنی گہر کا صحن دیکھنا
کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنی دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف
زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسیطرح حکم ہے باغ کا کنجان درخت ہوں تو یہ فرق ہے امام اور صاحبین کے نزدیک گہر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا
کافی ہے اور اصح یہہ ہے کہ یہہ بنا بر اونکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گہر مختلف ہوتے تہے مگر خوردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں
بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمیں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے کہ مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف
ہوتے ہیں تو اجان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں تو معلوم ہوگیا کہ یہہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ
باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسیطرح باغات میں بہی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر و کفی جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی
ہے یعنی اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بہیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتہ سے ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی

معلوم ہوجاتی ہو تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہی اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہین ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظرُ جمیعِ جسدِ شاةٍ قِنیةٍ للدرِّ والنسلِ مع ضرعہا ظہیریہ اور جو گوسفند پالو دودہ اور بچہ لینے کے واسطے ہو
تو اوسکے تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرةٍ حلوبٍ وناقةٍ لانہ المقصود جوہرہ اور گای اور اونٹنی شیردار
کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوقُ مطعومٍ وشمُّ مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی
چیز کا سونگھنا کافی ہی لا خارجِ دارٍ وصحنِہا علی المفتی بہ کما مر ولا رؤیةُ دُہنٍ فی زجاجٍ لوجودِ الحائل کافی نہین خارج دار اور اوسکے
صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتے بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکھنا تیل کا شیشے مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیةُ وکیلِ قبضٍ اور
کافی ہی دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرلینے مین ووکیلِ شراءٍ
اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہی جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کر فلانی چیز خریدکر لا رؤیةُ رسولِ المشتری وبیانہ فی
الدرر کافی نہین رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اوسکا درر مین ہے ھم صورت رسالت یہہ ہی کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہنچا کر
قبضہ کریگا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہی اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے بیع پر قبضہ کیا
ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصحّ عقدُ الاعمی ولو لغیرہ وھو کالبصیر الا
فی اثنتی عشرةَ مسئلةً مذکورةً فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندہی کا اگرچہ اوس نے غیر کیواسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندہا
بصیر کے مانند ہی مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ھم ازانجملہ اوسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ لیچلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق
شہادت مطلقا نہین اور نہ لائق قضا نہ امامتِ عظمیٰ یعنی بادشاہی اور اوسکی آنکھہ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہی اور اوسکی امامت نماز مین مکروہ
ہی مگر اوسوقت مکروہ نہین جب کہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اوسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہین اور اوسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے
نہین دیکھا اور وصف مبیع بجای اوسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباہ ویسقطُ خیارُہ بجسِّ مبیعٍ وشمِّہ وذوقِہ فیما یُعرف بذلک اور
اندہی کا اختیار ساقط ہی مبیع کے ٹٹولنے اور اوسکے سونگھنے اور چکھنے سے اوس چیز مین جو معلوم ہو جاتی ہی اس سے یعنی ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے
ووصفِ عقارٍ وشجرٍ وعبدٍ وکذا کلّ ما لا یُعرف بجسٍّ وشمٍّ وذوقٍ حدادی اور ساقط ہوتا ہی خیار اندہی کا زمین اور درخت اور غلام
کی صفت بیان کرنے سے اور اسیطرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہین ہوتی اوسمین ذکر وصف بجای رؤیت مسقط خیار ہی ھم بیان
اون اشیا و مذکور بالغ وجوہ ممکنہ لازم ہی تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رؤیت ہو او بنظرِ وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار
اندہی کا ساقط ہوتا ہی اوسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندہی کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اوسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنیکا
ھم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدکی پھر وہ اندہا ہوگیا تو اوسکا اختیار بیان وصف کیطرف منتقل ہو گا کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ اذا وُجدت
المذکوراتُ کشمّ الاعمی وکذا رؤیةُ البصیرِ وجہ الصبرة ونحوہا قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات
لانہا مُسقِطة کما غلط فیہ بعضہم فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح ما لم یوجد منہ ما یدلّ علی الرضی من قولٍ او فعلٍ
او تعیّب او ہلاکِ بعضہ عندہ ولو قبل الرؤیة یہ سب کچہہ اوسوقت ہی جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندہی کا اور دیکھنا آنکھیار کا ڈھیر اناج
اوسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اوسکے خرید کرنیکے یعنی اگر قبل خرید اعمی نے سونگھہ یا چکھہ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار
فسخ بیع ساقط ہی اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اوسکو بواسطے اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہی کیونکہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار
ہین جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجھا ہی تو اوسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنابر قول صحیح کے جبتک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاے جو رضامندی
پر دلالت کرے مثل قول یا فعل کے یا مبیع عیبدار ہو جاوے یا بعض مبیع ھلاک ہو جاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو ھم در مختار

له قوله شاة قنية قال في الصحاح القنية بالكسر والضم ما اكتسب يعني المتخذة للنسل لا للتجارة ١٢

جب اسواسطے پھیردینا درست نہوا کہ بائع کے پاس ایمین عیب نہتا تو اب پھیرنے مین اوسکا نقصان ہوگا اور بالک بعض مبیع کی یہہ صورت ہے مثلاً دو کپڑے مشتری نے خریدے پھر ایک کپڑا ہبہ یا رہن مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیرے تو تفریق صفقہ لازم آوے گی ولو اذن بالزراعۃ آن پھر جب خیار الرؤیۃ بقی خیارہ بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اوسنے اوسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو اشتری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یرد بخیار رؤیۃ ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا اور اگر مشک کا نافہ خریدا پھر اوسمین سے مشک نکال لیا تو اوسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج سے اوسمین عیب ظاہر داخل کردیا کذا فی البحر عن الظہیریۃ لکن ذکر فی البحر عن الظہیریۃ وھی کہا ہر الفائق مین خیار العیب کو نہیں اس مسئلہ مین لیکن حکم یہی ہی جو شارح نے ذکر کیا اسواسطے کہ خیار العیب بہ ثبت تک ہی جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراھما ثم رای الآخر فلہ ردھما لا ردہ وحدہ لئلا یتفرق الصفقۃ اور جس نے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خرید کئے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اوسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگرچہ چاہے پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین یکدست لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما کان رآہ فلہ الخیار ان تغیر عن حال کونہ فاصد الشراء عند رؤیتہ بلو رآہ لا لقصد شراء ثم شراہ قیل لہ الخیار ظہیریۃ وفتحہ ظاہر لانہ لا یتأمل التامل المفید بحر قال المصنف ولتوقف مدرکہ عولنا علیہ فالمراد بہ مرئیہ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ تخیر لعدم الرضا وان لا یتغیر فلا خیار لہ الا اذا تحیرا اگر خریدا ایسی چیز کو جسکو پہلے بقصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہہ جانکر کہ یہہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اوسکو خیار ہوگا اگر جبکو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اوسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اوسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریۃ اور وجہہ اوسکی ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خرید نہیں دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہیں کرتا کذا فی البحر تو اوسکی رویت کالعدم ہے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اوسپر اعتماد کیا علم وقت شراء کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہہ نجانے کہ یہہ وہی چیز ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر وقایہ اور کنز مین یہہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کی خرید مین بلا تغیر اختیار نہیں لیکن صاحب ہدایہ نے یہہ قید لگائی ہے کہ وقت خرید مشتری یہہ جانتا ہو کہ یہہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنی متن مین رویت بقصد خریداری کی قید دیا وہی اور شرح مین اوسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہہ قید بصیغہ تمریض ذکر ہوئی اور صورت عدم علم کی یہہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہہ اوسکو معلوم نہوا کہ یہہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہ کپڑا دوسرے کپڑے مین لپیٹا یا ملتبسہ خرید کیا تو منع بیع میں اختیار ہوگا رای ثیابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرف فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الآخر ردیا بالا اتہ ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اوٹھالیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہیں پہچانتا تو اوسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور اسیطرح اگر دو کپڑے کپڑے مین لپیٹے ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب ثمنا لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر بیان کیا تھا ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ ولو بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاہر فی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید کذا فی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہے قسم کے ساتھ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہو جانے مین یہہ اوس وقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوئی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اوس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کی مانند مین ایکمہینہ قلیل ہے ہم علی الظاہر دونون مسئلون کا ظاہر التقلیل ہے یعنی مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاید ہی لہذا

مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانوروں کا تغیر اس سے
کم مدت میں ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی مدت مذکور نہیں کی اور اسیطرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کہا
ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونوں اصل
رؤیت میں مختلف ہوں اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رؤیت کا اور باعتبار منکر کے قول کا ہے وکذا لو انکر البائع کون المردود بیعا فی بیع بات
او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسیطرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہیں بیع قطعی بلا خیار میں
او س بیع میں جسمیں خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ہم یعنی بیوع ثلثہ مذکورہ میں جب تعیین مبیع میں اختلاف ہوگا تو مشتری کا
قول معتبر ہے اور بیع بلا خیار میں پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ یا مرابحہ میں یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے
ہوگا ولو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع میں خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق
یہ ہے کہ مشتری فسخ بیع میں منفرد ہے اول قسم میں یعنی جسمیں مشتری کا قول معتبر ہے یعنی مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ میں نہ قسم ثانی میں یعنی خیار العیب میں اسواسطے کہ خیار العیب
میں عقد منفسخ نہیں ہوتا مشتری کے فسخ کرنیسے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی اشتری عدلا من متاع
ولم یرہ وباع او لبس ثوبا منہ او باعہ بعد القبض او وہب وسلم ردہ لا بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط الاصل ان رد البعض یوجب
تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ ففی خیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہیں اور
ایک کپڑا اوسمیں سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کروا دیا تو اوسکو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا
یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ ہے اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقہ تمام
ہونیکے مانع ہیں اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط علیہ الفتوی
صححہ قاضیخان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اوس کے ساقط ہونیکے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہیں کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہیں کرتا اور اسی قول کو
قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اوسپر موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اوسکی طرف اوس چیز نے
عود کیا بسبب فسخ بیع یا رجوع ہبہ کے تو اب اوسکو بائع اول کیطرف پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور
جب پھر ساقط ہوگیا تو اوسکا عود بلا سبب جدید نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح نے شرع کئے شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدی
تو بائع ثمن کو قبل رؤیت کے طلب نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہیں ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلا
کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اوس عین کا جو اوسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن البحر اشتری جاریۃ
بعبد والف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصتہ الالف تحریرا یعنی انہ لا خیار فی الدین خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام
اور ہزار درہم کے پھر دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی میں بقدر حصہ ہزار درہم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار
ثابت نہیں دین میں یعنی زر نقد میں اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب
المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولو الجیہ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ ہے فسخ کا تو تدبیر اوسکی یہ ہے کہ
کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کیواسطے پھر اوسی کپڑے کو زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اوس کپڑے کا مستحق ہوگا جس کا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار
زمین میں باطل ہو جاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی الولوالجیہ ہم طحطاوی نے لکھا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ
اگر مشتری رد تو مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اوسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کے طرف سے پیدا ہوا اوسکے
اقرار کرنے سے اشتری شیئین وبکل منہما عیب ان قبضہما لہ رد المعیب الا لا ما شاء خرید کیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر

نقد کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ہم مذکور یہہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کر نیکے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے ہو اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ہو لغۃً مایخلو عنه اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل نہو وشرعاً ما اوجبه بقوله اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول میں مذکور کیا من وجد بمشتریه ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوهرة عند التجار المراد بهم ارباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قاله المصنف احدها بكل الثمن او رده جسنے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوهرة تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اوسکو پھیر دے سوداگروں سے وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کہہ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں هم تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب اوسکا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفکاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع میں نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور آور غلام کا عیب میں داخل کر تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت میں اوسکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اوسکے اہل کا اعتبار ہے انتہی اور یہہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہیں اگرچہ اونکی تجارت اور صناعت سے نہو مترجم کہتا ہے وصف عیب میں اسواسطے اعتبار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا ہاں اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اوسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اوسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہہ ہے کہ عیب بائع کے پاس ثابت ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالۂ عیب پر بلامشقت قادر نہو اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دہو ڈالنا اور شرط عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم شرط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سو اگر زائل ہو گیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحاوی و مالو تعین امساکه کحلالین فاحرما او احدهما در صورت عیب ہونے تک اختیار ہے جبتک امساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں ایکنے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندہا یا ایکنے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمته ثلثة الاف لم یردہ بعیب بخلاف خیار الشرط والرؤیة اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکة کفنا وکفن به علیها ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط میں ہے وصی یا وکیل عبد ماذون کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اوسکی تین ہزار ہیں تو رد بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیة کے کہ اوسمیں رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہو مانند اوس وارث کے جسنے ترکہ سے کفن خرید کیا اور اوسمیں عیب پایا اور اگر کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھہ تو رجوع بالنقصان نہیں وھذہ احدی ستة مسائل لا رجوع فیها بالنقصان مذکورة فی البزازیة اور یہہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے اون چہہ مسئلوں سے جنمیں رجوع بنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزازیہ میں وذکرنا فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیة انه قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقے کی شرح میں قنیہ سے نقل کرکے ذکر کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا چنانچہ غلام کو بیع کیا اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یوں کہا کہ میں ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے

غلام میں عیب پایا اور اوسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لیسکتا ہی کیونکہ
وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ
غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اوسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اوسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر
دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مختفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے
یا نہیں اور قول بہتر یہہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے، ھم اسمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہہ کہ ہمیشہ
بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر اور جا لوز دن کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن
قبل عودہ من الاباق ابن ملک قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ
والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولٰی او یسیرا کفلس وفلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر
جب کہ کوئی چیز کھانیکے واسطے چورائے مولے سے یا کمتر چیز چورائے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ھم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چرائے
یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا دے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام نے
مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اوسکا ہاتھہ کاٹا گیا تو مشتری کا چہارم ثمن پھیر لیگا بسبب اوسکے مقطوع ہونیکے دونوں چوریوں سے ملا کر ھم ربع ثمن کے رجوع کی
یہہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتھہ کا خونبہا اوسکی نصف قیمت ہی اور یہہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب
متنصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہوگیا غلام
کے لینے سے تو مشتری تین ربع اوسکے ثمن کے پھیر لے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلاھما تختلف صغرا ای مع التمیز وقدرہ بخمس سنین
او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوھرۃ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانھا فی الصغر لقصور عقل وضعف
مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا
اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا
عیب ہے طفلی سے مراد طفلی باتمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا بیان اس کا جوہرہ مین ہے سو اگر وہ
بذات خود نکھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اوسکے حق مین عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان
ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاھما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین سطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا
بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اوسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اوس کا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ھم جب طفلی یا جوانی مین دونوں
کے پاس سے بھاگا تو اوس کا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط
مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لکونہ عیبا حادثا اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے
کہ وہ نیا عیب ہے ھم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس جوانی کے حالت مین تو اب مشتری اوسکو اس عیب سے پھیر نہیں
سکتا کیونکہ طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوای اوس عیب کے
جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اوس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ
لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہہ تپ اوسی تپ کی قسم سے ہی تو اوسکو پھیر نا جائز ہی اور
اگر دوسری قسم سے ہی تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ھم خانیہ مین مذکور ہے کہ نوع حم سے مراد یہہ ہے کہ ایک ہی وقت مین دونوں کے پاس تپ آئی ہو
اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیر نا جائز نہیں یہی محفوظ ہے ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی یعنی لو وجد لا یعقل ثم تعیب حتی رجع بالنقصان

ثم علم هل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی ان لا فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر
پیشاب کرتا پایا پھر اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی
کہ نقصان پھیرے مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اوس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد مذہب یہہ ہی کہ اوسکو استرداد نقصان جائز
ہی کذا فی النہر عن الظہیریۃ والجنون ہو اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنی دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح م یہہ تعریف جنون کی صاحب بحر کی ہے اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اوس قوت کے
اختلال سے جو تمیز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی الحاوی وبہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہا
القلب وشعاعہ فی الدماغ م اسی سے عقل کی تعریف معلوم ہوئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنی جو تمیز کرتی ہی بھلائی برائی کو اوسکا نام عقل ہی اور اوسکی کان دل ہی اور اوسکی
روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدر وہو لا یختلف بہما لاتحاد سببہ بخلاف ما مرّ وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلے اور جوانی
اوسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اوسکے جو عیوب کہ مذکور ہوچکے یعنی اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی
سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی م جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلے مین بائع کے پاس پھر مجنون ہوا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد
جوانی کے تو یہہ عیب بعینہ اول ہی ہے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنی اس
قدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہہ کہ جنون مطبق عیب ہے نہ غیر مطبق کذا فی البحر و
لا بد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا لا الا فی ثلث ذا الجنایۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری
کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودہ عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین کہ ان مین بلا معاودہ جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے
متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح م ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اوس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا
کہ اسی قول پر فتویٰ ہے قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر مین کہتا ہون
لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوے ہے اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی م پہلا قول بھی مفتٰے بہ
ہی تو بیان قاضی اور مفتی مخیر ہین وفیہ الحبل عیب فی بنات ادم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین
والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑہ اور سفید داغ اور اندہا اور کانا اور بھینگا اور
بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین وکذا الادر ہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی بحر اور اسیطرح فتق یعنی دونون فوطے سوج جانا
اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی م بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا العنۃ والخصا عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بہی پہولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی ولذا اشتری
علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرۃ اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پہر اوسکو تندرست نر پایا تو اوسکو
پہیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے بہتر پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط وکذا نتن الانف
بزازیہ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصہ اور بخر یعنی گندہ دہنی اور ذفر یعنی گندہ بغلی اور اسیطرح
گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ
م امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنی لونڈی کی خرید سے ہمبستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت
کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہہ اشیاء اوسکی مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان یفحش الادواء فیہ
بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہہ کہ گندہ دہنے اور گندہ بغلے غلام مین بشدت ہو اسطرح پر کہ میان کے پاس آنے کی مانع ہون تو البتہ عیب ہین غلام
مین بہی او یکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرح کہ زنا اوس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے

زیادہ تو عیب ہے غلام میں بھی واللواطۃ بہا عیب مطلقاً اور لواطت لونڈی میں عیب ہے مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ مانع
ہم بستری ہو کذا فی البحر وبہ ان مجاناً لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا لقبحہ اور لواطت غلام میں عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی
دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہیں کذا فی القنیہ ھم ابنہ اوس علت کا نام ہے جسمیں السبی حامل ہو صبر نہیں کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہہ سخت
عیب ہے یہان تک کہ جانوروں میں بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام میں ایسا عیب نہیں کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت ابنہ کی دلیل نہیں بلکہ
مرس مال کی تلاش ہے اور یہہ مراد نہیں کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب نہیں شرعاً اسواسطے کہ شرعاً قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیھا شری حمارا تعلوہ
الحمیران طاوع فعیب والا لا اور قنیہ میں ہے کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے چڑھتے ہیں اگر برضامندی اوسکے یہہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے
اور نہیں تو عیب نہیں واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد لا ان قل بزازیہ اور زنخا اور ڈھیلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال
مٹکا اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر مجتبا
عیب فیہما ولو المشتری غیر مسلم سراج اور سب قسم کا کفر اور اسیطرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر مجتبا لا انصاف عیب ہے لونڈی غلام میں اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج
ھم مولفنے کہا کہ مثابحر نے رافضی سے مراد لی کہ جو علی مرتضیٰ کو اصحاب سے افضل کہتا ہو اور رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرین داخل ہے کذا فی الطحاوی وعدم الحیض
لبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع قبل القبض وبعدہ ھو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا
سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جب کہ
اوسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند
الثانی اور مسموع نہو گا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر میں ابو یوسف کے نزدیک ھم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام اور زفر کے
نزدیک دو سال سے کمتر میں دعوی مسموع نہو گا لیکن عدم حیض جوان لونڈی میں عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ میں کذا فی الطحاوی فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی
مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم
کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ھم بحر الرائق میں ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحاوی والدین الذی یطالب بہ فی
الحال لا المؤجل لعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر اوس دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال
مطالبہ ہو نہ وہ دین جس کی مدت اوس کی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہیں چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ھم دین
مؤجل لعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کرنیسے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان ولائہ ومیراثہ لیکن کمال الدین محقق
نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ھم وجہ نقصان ولا اور میراث یہہ ہے کہ ارباب دیون مولی اور
عصبات پر مقدم ہیں کذا فی الطحاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فھو عیب معراج کسبل وحوص وکثرۃ دمع والثؤلول
بمثلثۃ کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایہ اور بال
اور نزول آب آنکھ میں اور اسیطرح ہر مرض آنکھ میں عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسوؤں کا ڈھلکنا اور مسنا ثؤلول ثا
مثلثہ بر وزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہیں اور جمع اوسکی ثآلیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض
شارحین نے مسے میں کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسوں کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسیطرح داغ عیب ہے
اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہیں تو عیب نہیں وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد
اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیوں کا مقطوع ہونا دو عیب ہیں اور سب انگلیوں کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسر
وھو من یعمل بیسارہ فقط الا ان یعمل بالیمین ایضاً کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے

اگر یہ شخص اپنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب و
شرب خمر جہرا وقمار ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند انکے کذا فی
البحر عن البحر وعدم ختان الکبیرین مولودین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی
کہ صغیر کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسیطرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اوسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضیخان کے فتاوی میں ہے
کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی البحر وعدم نہق حمار وقلۃ اکل دابۃ وکثرۃ
کذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیہ ترکھا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدہے کا اور کم کہانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا
تکلم بولنا اور جہوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد بیع نہیں وفیہا لو ظہر ان الدار مشئوم
ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے
کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعنق
کذا فی النہر انتہی اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹہوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اوسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالی ہمکو ان
سے بچاوے ومن حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع قال بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش واما قبلہ
فلہ الخیار ان شاء اخذہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سو اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا
بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے
چاہے اوسکے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اوسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم نے جو کہا قولہ بکل الثمن
متعلق ہے بقولہ اخذہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہتی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے
متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے
پاس پیدا ہوا اوسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا
تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اوسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گہٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اوسپر تمام ثمن لازم آیا
ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے
مبیع کو ترک کرے اور اوسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اوسکو ترک کرے چاہے لے
بقدر نقصان ثمن گہٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اوسکو عیب قدیم کے سبب سے
پہیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پہیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے
ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پہیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پہیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ
مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اوسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان
عیب قدیم ثمن پہیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنے کردیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پہیر دینا ممکن نہیں لیکن
شارح پر یہہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تہا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی
الحلبی ملخصا ولو برھن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے
پر اور مشتری گواہ لایا اوسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضیخان کی شرح سے مصرح ہے کہ
در صورت متعاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا

قول اوسوقت معتبر ہی جبکہ مشتری کے گواہ نہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کمالا یخفے و لاَ یرجِع اذا کانَ لہُ حمل و مؤنۃٌ الّا فی
بلدِ العقد بحر اور نہ پہیرے مشتری زبردستے اوس مبیع کو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اوسمین
پہیر دینا جائز ہی باوجود بار برداری کے بہی کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الّا فیما
استثنی ومنہ ما لو اشتراہ تولیۃً او خاطہ لطفلہ زیلعی او رضی بہ البائع جوہرہ یعنی اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا
ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پہیر لے مگر ان مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے
بزازیہ سے اور از انجملہ یہہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اوسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع
ناقص پہیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ ہم رجوع نقصان کا یہہ طریقہ ہی کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاوے پہر عیب کے ساتہہ کی جائے یعنی عیب قدیم کے
ساتہہ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکہا جاوے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پہیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی
کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اوسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوان حصہ پہیر لے یعنی ایکدرم اور اگر ثمن دو سو
ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پہیر لے و علے ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچہہ حاجت نہ تہی کہ بعد اسکے
متن مین موجود ہے وجہہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اوسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اوسمین
ایک قدیم موجود تہا تو اسمین نہ رجوع جائز ہی نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضائے تولیت
یہہ ہی کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہی اور قبض مین باپ اوسکا نائب ہی تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اوسکے
بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کے کذا فی الطحطاوی وله الرد برضی البائع اور اوسکو پہیر دینا جائز ہی بائع
کی رضامندی سے ہم یعنی اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہی چاہی عیب قدیم کے
حصہ کے موافق ثمن پہیر لے چاہے مبیع پہیر دے بشرط رضای بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پہیر دینے مین ضرر ہی بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع
اوسکی ملک سے خارج ہوئی تہی تو عیب حادث سے سالم تہی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر در صورت رضای بائع مشتری مختار ہی پہیر دینے مین
ار کہہ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الّا لمانع عیبٍ او زیادۃٍ کان اشتری ثوباً فقطعہ فاطلع علی عیبٍ قدیمٍ رجع بہ ای بنقصانہ
لتعذر الرد بالقطع بشرط رضای بائع پہیر دینا جائز ہی مگر بسبب عیب کے جو مانع ہی رد کا یا بسبب زیادت مانعہ کے پہیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا
پہر اوسکو قطع کیا پہر مشتری اوسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پہیر لے اس حالت مین پہیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے
ہم یہہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال درخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لانہ اسقط حقہ پہر اگر
بائع نے پہاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اوسکو جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنا حق ساقط کر دیا و لو اشتری بعیرًا فنحرہ فوجد امعاءہ فاسدًا
لا یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پہر اوسکو حلال کیا اور اوسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے
بائع کی مالیت کی یعنی حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اوسمین فساد مالیت نہین لہذا اوسمین
رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وھبہ بعد القطع لجواز ردہ مقطوعًا لا مخیطًا کما
افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تہوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پہیر دینے مبیع کے کاٹکر نہ سیکر
چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین بیان کیا فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ ای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن
او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیبٍ رجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوٰ حتے
لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر و ابن کمال پہر اگر کپڑے کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اوسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی

یا سیاہی میں ڈالے یا آٹے کی روٹی پکائی یا زمین میں درخت لگایا یا عمارت بنائی پھر مشتری اوس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان
ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہان تک
کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہو جاویں تو حاکم اوسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال ہم زیادتی مبیع میں امتناع رد اسواسطے ہوا کہ
اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو بمجرد صورت فسخ ممتنع ہوا تو شارح کو
مناسب تھا کہ یوں کہتا بحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ صرف شبہہ ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہان دونوں مفقود ہیں کذا فی الطحطاوی فلما یرجع لو باعه
ای المبیع مردہ ای فی فصل الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی به صریحا او دلالۃ پھر مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہو اگر بیع ممتنع
الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اوسکے ساتھہ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنی اگر اول رضامندی ثابت
ہوئی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا رضا بطریق دلالت اسطرح ہے کہ مبیع کو باقی رکھے یا بیع میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ
امتناع سابق ہو بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھہ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھیرا لہذا رجوع نقصان میں اوسکو اختیار ہوگا کذا فی
الطحطاوی او مات العبد المراد هلاك المبيع عند المشتري او اعتقه او دبره او استولد او وقف قبل علمه بعيبه یا غلام
مرگیا مراد ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اوسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو
وقف کیا اوسکے عیب پر واقف ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکله او بعضه او اطعمه عبده او مدبره او ام ولده او لبس الثوب حتی
تخرق فانه یرجع بالنقصان استحسانا عندهما وعلیه الفتوی بحر وعنهما انه یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیه الفتوی اختیار
وقهستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اوسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان
ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک دلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہہ ہے کہ طعام باقی کو پھیر دے اور بقدر
کھانا کھایا ہے اوسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والقہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف میں شرط
ہے کہ یہہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو
مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد ذکر کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح
زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فله رد الباقی بحصته من
الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک ومسکین قلت لعل ما فی الاختیار والقهستانی یترجح القیاس فتنبه اور اگر طعام دو برتن
میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اوسکے حصہ کے موافق ثمن کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی ایضاح الاصلاح وابن
ملک اور یہہ مسئلہ اسی باب میں آویگا میں کہتا ہوں بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہو گیا سو خبردار ہو جا ہم قیاس یعنی رجوع نقصان
یہی قول صاحبین ہے یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہو گیا کہ قول صاحبین قیاس ہے نہ استحسان کذا فی
الحلبی ولو اعتقه علی مال او کاتبه او قتله او ابق او اطعمه طفله او امرأته او مکاتبه او ضیفه مجتبی بعد اطلاعه علی
عیب کذا ذکره المصنف تبعا للعینی فی الرمز لكن ذكر فی المجتبی فی الجمیع قبل الرؤیة واقره شراحه حتی العینی فیفید البعدیة
بالاولی فتنبه لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعله اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اوسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ
گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی المجتبی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع
ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجتبی میں جمیع مسائل میں قبل رؤیت کو ذکر کیا ہے اور اوسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہے

یہان تک کہ عینی نے بہی شرح مجمع جو تو کلام عینی مین بعدیت اوسکے ہونے کی مفید ہوئی خبر دار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچہہ بہی رجوع
نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اوسکے فعل سے ھم عینی کے کلام مین تناقض ہے شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبلیت
حلبی نے کہا روایت مجمع بہی حق ہے والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور
تدبیر مین کچہہ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان
مسائل مین یہہ ہے کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمنکو بقدر نقصان پہیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے
اپنی ملک سے والا پہیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ھم بحر الرائق مین ہے کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہہ ہے کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل
مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہے اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک
ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہوجانا یا زیادہ ہوجانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی
الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولھما فی الاکل واقرہ القھستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام مین اور ثابت رکہا ہے
اسکو قہستانی نے ھم ذکر اسکا عنقریب گذر ہوچکا تو مکرر ہو گیا شری نحو بیض او بطیخ او جوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا
للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کئے انڈے اور خربوزے کی مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی کہیرا
پہر اسکو توڑا تو ایسا گندا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانورون کا چارا ہوسکے تو اوسکو بقدر نقصان ثمن پہیر لینا جائز ہے اگر اوسمین سے بعد
عیب دریافت ہونیکے کچہہ کہایا ہو یعنی بعد چکہہ لینے کے کچہہ پہیر لینا درست نہین کذا فی النھر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اوسکے پہیر لینے
پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اوسکا عیب جان گیا قبل اوسکے توڑنیکے تو اوسکو
پہیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندہ ہو یا ککڑی کڑوی ہو
یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے ہو اسطے کہ توڑنیکے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النھر ولو وجد
اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندھما ھر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے
نزدیک کذا فی النھر ھم نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی نہوسکتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو
ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النھر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا
فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندھما وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اگر گہی پگہلا ہوا اور اوسکو مشتری نے
کہایا پہر اوسکے بائع نے اوسمین چوہی گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پہیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھم یعنی ظاہر گہی کی
قیمت کیجای پہر نجس گہی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پہر قدر تفاوت کو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی وباع ما اشتراہ فردہ المشتری
الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ مالم یحدث بہ عیب آخر عندہ فیرجع بالنقصان مثلا زید نے
بیچا اوسکو جسکو خرید کیا تہا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پہیر دی بسبب عیب کے تو زید اوسکے بائع کو یعنی خالد کو پہیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی
ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری
ثانی نقصان پہیر لیگا ھم مشتری ثانی سکے رد بیع کی ہو اسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پہر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اوسکے پاس پیدا
ہوا اور اوسنے عیب قدیم کا نقصان پہیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اوسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پہیر سکتا
ہی اور صاحبین کے نزدیک پہیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ
او شرط درر اور یہہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اوسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل

قبض کرنیکے پھیر دیا ہو تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہی خیار اراضی مین نہ خیار رؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنی اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اوسکے بائع پر مطلقاً جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ کہ رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اوسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کذا فی العطائے وھذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنی جواز رد اسوقت ہی جبکہ مشتری اول نے اوسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنی اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقاً شرح مجمع اور یہ یعنی تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا نقدین کے سوا مین ہو بسبب متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع عم بحر الرائق مین ہو کہ مبیع مین عین ہو یہ کی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اوسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جب کہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اوسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی العطائے ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اوسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر اور قول غیر اصح یہ ہو کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو جیسے زائد انگلی تو اوسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہو اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہو کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیباً موجباً للفسخ او حطاً من بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شہود کہ مشتری نے دعوی کیا اوس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہی بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اوسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون تو ان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ہم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لادیگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اوسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا تقبلت خلافاً لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہو گی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم کہانے سے ہو اسطے کہ انکار قسم حجت ہو ما سوای حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقاً ونحوہ مما یشترط تکررہ ووجود العیب عندھما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندھما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغراً وکبراً مشتری نے غلام کے بہاگنے کا دعوی کیا اور بہاگنے کی مانند وہ عیب جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب قدیم کے پاس شرط ہی جیسے بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اوسکے بائع سے جب وہ اوس عیب کے بالفعل موجود ہونیکا منکر ہو تا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اس پر کہ غلام بہاگ گیا مشتری کے پاس تو اگر یہ امر گواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اوسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بہاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کھائے کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بہاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر ہو پہنچا بسبب مختلف ہونے حکم کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گریختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہے کما مرسابقاً اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اوس سے سؤال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر کہے

اسکا ہی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنی پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اس پر کہ یہہ عیب بائع کے پاس
بھی موجود تھا سو اگر اوس نے گواہوں سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائے گا اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیب
انواع خفی کالاباق وقد علم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہیں ایک قسم کا عیب مخفی ہے چنانچہ بہاگنا اور اوسکا حکم معلوم ہو چکا ہم یوں معلوم ہو چکا کہ
گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود استحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہیں اور اوسکو اختیار ہے قبول اور رد میں مگر جب کہ دوسرا عیب
اوسکے پاس پیدا ہو کما تقدم گرنحتگی کی مانند وہ عیب ہے جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی
وظاہر کالعور والصمم والاصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر
ہی چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جب کہ بائع نے یہہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا ہم اسیطرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے وقت
یا اوس نے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اوسکا دعوی ثابت ہوا گواہوں سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہیں ہو سکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پھر اوس نے
اگر قسم کہائی تو پھیرے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل وللاثبات عند بائعہ قول
عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا سوای اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اوس عیب کے
ثابت کرنیکے واسطے اوسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبوں کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اوسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما لا یعرفہ الا النساء کالرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع یعنی اور چوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہیں جانتا مگر عورتیں چنانچہ عورت کی
شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی ہم عینی میں یوں مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال میں ایک ثقہ عورت کا
قول کافی ہے پھر اگر یہہ اختلاف بعد قبض کے ہو تو رد بیع نہیں عورتوں کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع میں کہتا ہوں باقی رہی پانچویں قسم عیب کی جسکو نہ مرد
دیکھیں نہ عورتیں سو قاضی خان کی شرح میں ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہے تو اس میں بائع سے قسم لیجائیگی یعنی جب اوسکو
نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہیں استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق
الصفقۃ یعنی مبیع میں غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی میں مختار ہے
چاہے باقی میں بیع قائم رکھے چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانیہ سے کل مبیع مراد نہیں جیسا بعضوں نے سمجھا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق
میں بیع باطل ہے بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجئ اور
اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے قیمی میں نہ غیر قیمی میں اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ہم یعنی اگر استحقاق سے باقی میں
عیب پیدا ہو چنانچہ گہر یا زمین یا غلام تو مشتری باقی میں مختار ہے چاہے اوسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزیں ہوں جو بمنزلہ
شئ واحد کے ہیں حکم میں پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اوسکو باقی میں اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوتا ہو باقی میں چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو
غلام ہوں پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اوس میں بعض مستحق غیر ہو تو اوسکی تبعیض میں ضرر نہیں تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اوس میں اختیار
پھیرنے کا نہیں کذا فی النہر وان شری شیئین فقبض احدہما دون الاخر فحکمہ حکمہما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما
خیر اور اگر دو چیزیں خریدیں سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اوسکا حکم وہ ہے جو ما قبل قبض کا حکم ہے یعنی اگر ایک میں استحقاق یا عیب ثابت ہو تو
مشتری مختار ہے وہو ای خیار العیب بعد ثبوت العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غریب بحر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے
عیب کے تراخی پر ہے یعنی فی الفور نہیں بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی میں ہے سو غریب ہے یعنی قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد

[illegible]

عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے یعنی اب اوسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الحلیۃ فلو خاصمہ ثم ترکہ ثم عاد و
خاصمہ فلہ الرد مالم یوجد مبطلہ کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو
اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع
بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہانتک کہ مبیع ہلاک ہو گئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب
والمداواۃ لہ وبہ علی رضی بالعیب الذی یداویہ فقط بالعیب نقصہ برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی ہے عیب کی اور مبیع کی
دوا کرنا یعنی مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اوسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اوسکو ناقص نکردیا ہو کذا فی البرجندی یعنی
اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اوسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اوسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک
بیماری کی اوس نے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد
تھا اور اوسکی دوا کی تو ہاتھ اوسکا شل ہو گیا یا آنکھ میں اوسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب وہ مرد عیب کے سبب سے اوسکو پھیر نہیں
سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اوس میں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی العطاء وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش
اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنہ العرض علی البیع
الا الدراہم اذا وجدہا زیوفا فعرضہا علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی
المقومین لیتقوم اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوای دراہم کے جبکہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے
پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اوسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے
کرنا قیمت لگانے والوں کے تا اوسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ہے اور منجملہ دلائل رضا کے اجارہ دینا اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع
عیب کے اور مبیع سے دوسری بار کا خدمت لینا رضا ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال لہ البائع اتبیعہ قال نعم لزم ولو قال
لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکہ زاہدی اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اوسکو بیچتا ہے اوس نے کہا ہاں تو بیع لازم ہو گئی
اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت
رکھنا ہے کذا فی الزاہدی یعنی یہ چیز میری مملوک نہیں ہے اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع
او لشراء العلف لہا او للسقی لہا والحال ان المشتری لا بد لہ منہ ای الرکوب لعجزہ او صعوبتہا رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے
کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اوسکو پانی پلانے کے واسطے اور حال آنکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور
کی سرکشی کے ہم یعنی مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل
رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وہل ہو قید للاخیرین او للثلثۃ استظہر البرجندی الثانی واعتمد المصنف
تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنی چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی نے
ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم
مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بد لہ منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہے تو اول سے اخیرین مراد ہیں
اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنی تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور
دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتہا لحاجتک وقال المشتری بل لاردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے
مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کیواسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اوسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر الرائق

الفخر وجدبها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پہراء سپر بوجھ لادا تو یہہ عذر ہی یعنی بعد سفر کے
اوسکو پہیر سکتا ہی ھ طحطاوی نے بزازیہ سی نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پہیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈالدینے سے خوف تلف ہوجانیکا ہو اور
قول ضعیف یہہ ہی کہ پہیر سکتا ہی بقیاس اوسکے چارہ لادنیکے انتہے تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع
او احکام متعدد کے لیتوزع الثمن علی تقدیر الخ او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا
قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہوجاوے پہیر نیکی
صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین
یا اوسکی صفت مین یا تعیین مین ھ عدد مقبوض کے اختلاف کی یہہ صورت ہی کہ دو غلام خرید کئے بائع نے مشتری سی کہا کہ تونے دونون غلام قبض کئے
اور مشتری نے کہا کہ مینے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری
فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیعکو پہیرے بسبب خیار شرط کے
یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اوسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اوسکو پہیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول
معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ھ اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین
داخل ہے تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ سی خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی اشتری عبدین ای شیئین
ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کئے دو غلام یعنی وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خریدکین کہ اونمین سی فقط ایک چیز سے انتفاع متصور ہے
ھ شارح نے تصریح کردی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا ذکر نہین
کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پہیر دینا جائز ہے وقبض احدہما ووجد بہ او بالاخر عیبا لم یتعلم بہ
الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اوسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر
قبضہ کرنیکے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پہیردے ھ یعنی فقط عیب والی چیز کو پہیرنا یا رکھہ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ
اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب
بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کرلیا تو فقط عیبدار چیز کو پہیردے مبیع سالم کے حصہ کے موافق
ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہوجانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی
عن البحر لما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما الآخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا
فان لہ ردکلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشیٔ واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایہ وہو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر
جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گہی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل
دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اوسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزی یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ
سب کو پہیردے یا عیبدار کو بہی رکہے اوسکے عیب کے ساتہہ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شے واحد کی مانند ہین اگرچہ قول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو
بنابر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم
یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا وہو جزءہا خرید کی لونڈی اور اوس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا
اوسکو مساس کیا شہوت سی پہر اوسمین عیب پایا تو اوسکو نہ پہیرے کسیطرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد اور ہماری یہہ دلیل ہی کہ مشتری
نے بسبب قربت کے اوسکی منی نکالی اور منی اوسکا جزو بدن ہے ھ یعنی اگر اب پہیردے تو ایسا ہو کہ گویا اوس نے بعض مبیعکو لیا اور باقی کو پہیر دیا کذا فی الطحطاوی

من الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس میں اگرچہ غرض منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی میں ہے ولو الوطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا
عہا اور اگر قربت کرے والا لونڈی کا زوج ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اوسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہے تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع
الرد یعنی اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ الجیبۃ لو شرط بکارتہا
فبانت ثیبا لم یردہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط
البکارۃ فیردہا لعدم الملتزم اور منظومہ مجیبہ میں ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اوسکو نہ پھیرے
بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیرے اور حاوی اور ملتقط میں ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہیں مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اوسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے
شرط کے ہم منظومہ کی روایت میں مراد یہ ہے کہ اوسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہو تا ماقبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی اور ملتقط کی روایت
اس پر محمول ہے کہ اوسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونوں روایتوں میں تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی والا اذا قبلہا البائع
لان الامتناع لحقہ وقد رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر وینبغی المتبیع مع المنفصل علی الراجح نہر مگر جب کہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اوس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے
اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تہا سو جب کہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے
بعد زائل ہونے عیب حادث کے اسواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو جیسکو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول
راجح کے کذا فی النہر یعنی نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنی جب کہ پھیرنا ممنوع تہا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تہا اوسقدر ثمن کو بھی پھیر دے
کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشری البائع الغائب واثبتہ عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک علی المشتری الا
اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اوس چیز میں جو خریدی گئی
ہتی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے جسکو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال
ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اوسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور خصم نافذ ہو جاتی ہے
بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب میں دو روایتیں ہیں کتاب المفقود میں نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا میں عدم نفاذ
کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی میں ہے کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب
میں قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رای پر قرار دیگے حالانکہ اوسکے واسطے کوئی رای نہیں باوجود اعتقاد کرنے
اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ولو قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ رد المقطوع او امسکہ
ورجع بنصف ثمنہ جمع واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اوسکا ہاتہ کاٹا گیا اوس سبب سے جو
واقع ہوا تہا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونوں کا ثمن پھیر لے یعنی مقطوع اور مقتول کا
ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اوسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونوں کے پاس چوری کی اور مشتری کے
پاس اوسکا ہاتہ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اوسکا پھیر لینا قبول کرے
تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض وان علموا
بذلک لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اوسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اوسکا ہاتہ کاٹا گیا یا وہ
مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کریں یعنی ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ اونکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ہم یعنی جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہیں ویسے ہی اس کا علم بھی مانع رجوع نہیں اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیر لے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراءة
من کل عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا تصح عنده وتصح عندنا لعدم افضائه
الی المنازعة ویدخل فیه الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یرده بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے
ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اونکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے
نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین برارت مین منازعت کو نہین پہنچاتی اور اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور
جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیعکو پھیر نہین سکتا ہے برارت عیب کی یہہ صورت ہی کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے یہہ غلام تیرے
ہاتھہ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اوسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط
سی یہہ ہے کہ عقد لازم ہو جاوے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہہ حاصل نہین ہوتا اگر عیب قدیم اور حادث کی برارت سی خواہ بائع
عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اوسکا واقف ہو یا نہو اوسکے طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصه محمد ومالک بالموجود کقوله من کل عیب به
اور محمد اور امام مالک نے برارت کو عیب موجود کے ساتھہ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھہ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے
ہر عیب سی عیب موجود کے ساتھہ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنی اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس
صورت مین مشتری پھیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اوس
عیب سی جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہی یہہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہہ شرط
فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اوسمین نرہے کذا فی الحلبی ابرأه
من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمده المصنف تبعا للاختیار والجوهرة لانه المعروف فی العادة
وما سواه فی العرف مرض کہ بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہی اور اسی قول
ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوای بیماری باطن کے
عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین مرض ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی النہر ولو ابرأه من کل غائلة فهی السرقة والاباق
والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ہم ہر چند لغت مین غائلہ بمعنے شر اور بدی ہی لیکن یہہ
تخصیص عرف اس واسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومه ایاه اشتره فلا عیب به فلم یتفق بینهما
البیع فوجد مشتریه به عیبا فله رده علی بائعه بشرطه ولا یمنعه من الرد علیه اقراره السابق بعدم العیب لانه
مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اوس سے کہا جو اوس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اس مین کوئی عیب نہین پھر
دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اوس غلام مین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اوسکے بائعکو ردبیع کی شرط کے موافق
اور پھیر دینے کا مانع نہو گا اوسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم یعنی آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ
نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اوسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولی کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ
شتم پر محمول ہے اور ردبیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینه ای العیب فقال لا عور به او لا شلل
لا یرده لاحاطة العلم به الا ان لا یحدث مثله کالاصبع الزائدة ثم وجدها فله رده للتیقن بکذبه اور اگر مشتری مذکور
نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اوس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اوس نے خرید نکیا

اور پھر وہی عیب اوسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اوسکو پھیر نہیں سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے نہ بخوبی تمام گر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہین
ہو جاتا ہے چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکو زائد اونگلی نہین پھر مشتری نے زائد اونگلی اوسمین پائی تو اوسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود
اس عیب کو بسبب یقین ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال لآخر عبدی هذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ وباعہ من آخر فوجدہ المشتری
الثانی آبقا لایردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن انہ آبق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ
علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہو تو اسکو مجھ سے خرید کرلے سو اوسنے اوسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اوسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اوسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت
نکرے کہ وہ اوسکے پاس سے بھاگا ہو اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی نے کا سکوت بائع
اول کے اقرار کا مصدق نہین ہو سکتا کذا فے الہادی اشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا
لانہ استخدام خرید کی شیر دار لونڈی سو اوس سے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اوسمین عیب پایا تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے
کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے یعنی اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلاہ دہا مع لبنہا وما یتم منہا بل
یرجع بالنقصان علی المختار وتمرہ ثمر وجمع ذکرہ فیما علقتہ علی المنار بخلاف اوس بکری کے جو کہ تیرتھی سو اوسکے بائع نے
اوسکے تھن باندھی یعنی دو چار روز دودھ نہ دوہا تا اوسمین دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ یہ بہت دودھ والی ہے تو اوس بکری کو
دودھ ... کے ساتھ ... بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیرے یقول مختار کذا فے شرح المجمع اور مینے اسکی تحریر کی ہے منار کی
... ... من مسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس
یتوسعون فیہ وہو الاختیار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان فی نوع آخر وفی الصغری انہ رضی
لیس برضی الا علی کرہ من الغلام جس چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام میں تو پھیر دینا جائز ہے اور
مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہین اور یہی مختار
... ... ہو گمراہی کہ مملوک الحق کا ... یہ قول ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہو مگر جبکہ مملوک سے دوسری قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری
میں ہے کہ ایک بار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری
لیس بہ بالمبیع اصبع زائدۃ ونحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بالیمین لما تقدم
مشتری نے کہا کہ جبیعن زائد اونگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا
تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار رہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنی نفی عیب کو یقین کذب مشتری سے کیونکہ اونگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتی
تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ
آبقا فلہ الرد ولو قال الا اباقہ لا لان فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی
اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے
جانب اسکے ہر عیب سے سوای گریختگی کے پھر اوسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اوسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اوسنے کہا کہ مین اوسکے ہر عیب سے
بری الذمہ ہون سوای اوسکے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کیطرف نہین کی اور نہ
اوسکو موصوف گریختگی کیا تو اوسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار ہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اوسکے طرف نسبت کیا تو اوسنے خبر کیا
کہ وہ بھگوڑا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فے الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع مین اختیار نہین ودہا لو باقی من

کلِّ حقٍّ لہ قِبَلہ دخل العیبُ لا الدَّرَکُ ام درخانیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے جو قبل اوس کی برا رت کی تو اوس قول مین براءت عیب داخل
ہوگی نہ درک ھم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ مین نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمین عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہین سکتا ہی اور اگر
مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنی اگر یہہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق (دوسری کا مال ہوجانا)
نہین ہوا اوسکی براءت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشترٍ لعبدٍ او امۃٍ قال اَعتق البائعُ العبدَ او دبّرہ او استولد الامۃَ او ھی
حرّۃ الاصل وانکر البائعُ حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو
ام ولد بنایا یا وہ حرا صلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجاوی بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوی کے اثبات سے یعنی در صورت عدم شہادت قاضی
قسم لیگا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کہائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اوسکے
قول کے یعنی عتق اور مانند اوسکے اسواسطے کہ مشتری اوسکا اقرار کرچکا ھم یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہوجائیگی
مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہی ورجع بالعیب اِن عَلِمَ بہ لانّ المبطِل للرجوع ازالتہ عن
ملکہ الی غیرہ بانشائہ او باقرارہ ولم یوجد حتی لو قال باعہ وھو ملکُ فلانٍ وصدّقہ فلانٌ واخذہ لا یرجع بالنقصان
لازالتہ باقرارہ کانّہ وھبہ اور مشتری بقدر نقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا ہونا اوس غلام یا لونڈی مین معلوم ہو اسواسطے کہ رجوع نقصان
مبطل مشتری کا ازالہ ہی اپنی ملک سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہین یعنی رجوع نقصان اوس صورت مین درست ہوتا کہ اگر مشتری
نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہو تا بیع وغیرہ سے یا اقرار ملک غیر سے سو یہان کوئی بات حاصل نہین تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا
اور وہ فلان شخص کی ملک ہی اور فلان شخص نے بہی اوسکی تصدیق کی اور اوس غلام کو لیلیا تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہین کر سکتا بسبب ازالہ
اوسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اوسکو ہبہ کر دیا وجد المشتری لغنیمۃٍ محرزۃٍ بدارنا او غیر محرزۃ لو البیعُ من الامام
او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازمٍ عیبًا لا یردّ علیھما لان الامین لا ینتصب خصمًا عیب کو پایا اوس غنیمت کے خریدار نے
جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام مین اگر یا غنیمت غیر محفوظ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اوسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا غنیمت مین محفوظ
ہونیکی قید لازم نہین تو مشتری بعلت عیب امام اور یا اوسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہین ہو سکتا ھم امین سے عام مراد ہی تا دلیل
مدعا کی موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بہی امانت دار ہی بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب لہ الامام خصمًا فیرد علی منصوب الامام
ولا یحلف ھو لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو تو امام اوسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ
بنا کر قائم کری اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نلے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہی یعنی انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا
صحیح نہین ھم تو اب رد متصور نہین بدون گواہون کے کذا فی المنح فاذا ردّ علیہ المعیبُ بعد ثبوتہ یباع ویدفع الثمن الیہ ویردّ النقصُ
والفضلُ الی محلہ لان الغرم بالغنم درر پھر جب عیب والی چیز اوسکو پھیر دی بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی جاوی اور ثمن مشتری کو دیا جاوی
اور کمی اور زیادتی پھیری جاوی اوسکے محل مین اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر ھم یعنی امام اوسکو بیچے اسلیے اگر ثمن ثانی ثمن اول
سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اوسمین سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس مین سے ہو تو اوسمین سے ہی اور اسیطرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو
تو زیادتی کو بہی اوسمین رکہے جہان کی مبیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبًا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم
الی المشتری ولا یردّ علیہ جاز ویجعل حطًّا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز مین عیب پایا اور دونون نے اس پر مصالحہ کیا کہ بائع
چند دراہم مشتری کو دے اور مشتری اوسکو نہ پہیرے تو جائز ہی اور یہہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ھم بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب
ساقط ہوتا ہی وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہوجانے سے بعد بیع اور قبض کے اور شرط براءت ہر عیب سے اور کسی چیز پر

ف ترجمہ مین غلط ترجمہ اسطرح ہوگا وری لیکن ظاہر یہ ہی کہ قبل کہ قائن ہو یعنی مشتری نے اپنا حق جو بائع کے طرف سے تھا اوس کی براءت کی اور نیز سبب تمام بیع کی قائل بری تھا بائع ہوا ور ضمیر لہ کی مشتری کے طرف اور قبلہ کی بائع کیطرف ۱۲

سے کر بیچ دیوے فی العتابیہ ولو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الی البائع درہما علی ان یبیع لانہ لا وجہ لہ بل ہو الرشوۃ
... حاصل اسکے وہ ہے کہ دونوں آپس میں صلح کرین کہ مشتری ایک درہم بائع کو دیکر بیع پھیر دے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس شے کی
کوئی وجہ نہیں بلکہ یہ رشوت ہے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سے اگر دون کی اصطلاح میں اسکو امتحانہ کہتے ہیں سو معلوم ہو اگر وہ حرام ہے
کیونکہ رشوت ہے اور قنیہ لبغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے
بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم برئ او ظہر ان لا عیب فللبائع
ان یرجع بما دفع ولو زال بمعالجۃ المشتری لا فیرجع اور صغری میں ہے کہ مشتری نے جب دعوی کیا اور بائع نے اوس سے مصالحہ
کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب اچھا ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اوسمین کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اوسکو پھیر لے اور اگر عیب اچھا ہوا مشتری کے
معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القنیۃ رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن
المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل بسبب عیب تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر بیع اوس عیب کے ساتھ جو اوسمین موجود ہے
قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اوسکی ثمن معین سے برابر نہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہیے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی
(یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنی
تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورتوں میں حرام نہیں الاولی الاسیر لو اشتری شیئا ثمہ ودفع الثمن مغشوشا جاز ذلک
کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنی دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ
غلام ہو اشباہ میں جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یون ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے
اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہی اور اسی کی موافق قاضیخان میں یون ہے کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو
اون کو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہیں اسواسطے کہ احرار کی خرید درحقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز
نہیں انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرلے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے اشباہ کی عبارت میں وہم کہا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا
الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے حاکم کے ظلم میں جائز
ہیں کذا فی الاشباہ اور جبایات بمعنی ... ہیں چنانچہ بعضے غلط سمجھے ہیں ... جبایت کی جمع ... وہ جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیما رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا
عیب کی بابت بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگون کے حق میں مگر دو صورتوں میں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہے یعنی بائع اور مشتری کے حق
میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد منفصلہ مشتری کے ملک ہیں تو ... اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی
من البحر احدہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم تبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر
مبیع پھیر دی گئی عیب بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوا تمام صورت اوسکی ذخیرہ میں یون ہے کہ غلام بیچا ایک مرد سے ہزار درم کو پھر بائع نے ثمن
ہزار درم کو مشتری پر حوالہ کیا ... پھر غلام مر گیا قبل قبض ... یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل
قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہیں ہوتا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اوسکو باطل کر دیگا انتہی مختصرا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح
کی عبارت میں جو مذکور ہے ... کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یجز
قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے بیچا اوسکو یعنی غیر مشتری سے بعد اوسکے پھیر دینے کے عیب کی بابت بحکم قاضی
اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اوسکے قبضہ کرنے کے اور اگر رد عیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید ...

کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اوسکے پاس ہے اور منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازیۃ شری عبدًا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ او الحریۃ او الجنون او العمی فوجد کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہو کہ ایک غلام خریدکیا اور ایکمرد اوسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اوسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اوسکو ضامن کہا ہو اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگے یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اوسکو اسیطرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہو وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم ولا یمکن قطافہا بغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان انتقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ خریدکیے پہل انگور کے اور ممکن نہین اونکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پہل کم ہوگئے ہون بھڑون کے کہاجانے سے تو اوسکو فسخ بیع مین اختیار ہو بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جس قدر پہل خرید کیئے تھے وہ پورے باقی نرہی بھڑون کے کہاجانے سے

باب البیع الفاسد

یہہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیاکہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامتِ دین مقصود ہے تاتقالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیاکہ مخالف دین ہو اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنے لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہہ ہے کہ مال متقوم ہو اور اوسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اوسکی صحت کا مانع ہی کذافی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسوجہ سے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی بعدد اسباب کے سبب سے کذافی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازًا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعًا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور کاہی اسباب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اونکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنے فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہو بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذافی الطحطاوی وکل ما اورث خللًا فی رکن البیع فہو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کی رکن مین وہ مبطل بیع ہو اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد بیع کا ہم شرح بدیعیہ ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اوسکے ہونیکے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جس کا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہو اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہو جو مقتضای عقد کے مخالف ہو تو اسطرح کی بیع فاسد ہو نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہے تو بہتر یہہ تہاکہ شارح یون کہتاکہ جو موثر خلل ہے رکن بیع اور اوسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہا کی مقتضای کلام سے ظاہر ہواکہ اصل بیع عبارت ہو رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بناء بیع انہین دونون چیزون پر ہو اور اصل شئے اوسیکا نام ہی جسپر اوس شئے کی بنا ہو اور یہہ ظاہر ہواکہ وصف بیع اوس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہوناکہ یہہ صفت ہی عقد کی کیونکہ

متمسک تابع ہو اور چنانچہ شرط مخالف مقتضای عقد کذا فی الطحاوی تبطل بیع مالیس بمالٍ المالُ مایمیل الیہ الطبعُ ویجری فیہ البذلُ والمنعُ
درمیان فحیح الزاب وَالمیج باطل ہے بیع اوس چیز موجود کی جو مال نہین مال وہ ہے جسکے طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اوسین دینا
بطریق بیع یا ہبہ کے اور غیر کو منع کرنا اور اوسکے تصرف سے باز رکہنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے چنانچہ کا ذرات خالصہ
نکل گئے ہم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تاخارج ہو وہ معدوم جسکے طرف طبیعت مائل ہوتی ہے چنانچہ وہ مال جسکی آدمی
آرزو رکہتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی قاذورات سے ملکر نہایت ہوجاوے تو اوسکی بیع باطل نہین چنانچہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح
فجاز بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے چنانچہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کبد اور
طحال اگرچہ اصل اونکی خون ہے لیکن جاری نہین والمیتۃ سوی سمکٍ وجرادٍ ولا فرق فی حق المسلمین التی ماتت حتف انفہا
او بالخنق ونحوہ اور چنانچہ مردہ جانور سوای مچھلی اور ٹڈی کے کہ اونکی بیع باطل نہین اور کچھ فرق نہین مسلمان کے حق مین اوس مردار جانور مین
جو خود بخود مرگیا یا کسی نے اوسکو گلا دابکے یا کسی اور سبب سے سوای ذبیح شرعی کے مردار کیا والحرّ والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء
علیہ لان رکن البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور چنانچہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع
مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید کرنا یعنی حر کو ثمن ٹہرانا اوسپر باء جارہ داخل کرکے ہم لغت عرب مین حر کو ثمن قرار دینا
اسطرح ہوتا ہے کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنی بیچنے گہر بیچا بعوض اس حر کے تو حر اس مثال مین ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع
باطل ہے خواہ یہہ چیزین مبیع قرار دیجاوین یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علوٍ سقط لانہ
معدوم اور چنانچہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنی وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہے تو اوس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم
ہے ہم حق تعلی کی مثال یہہ ہے کہ ایک گہر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونون درجے یا اوپر کا درجہ
گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع علو کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق
ہوا ہوا اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہی جس کا رکہہ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا مین یہہ امر حاصل نہین ومنہ بیع ما اصلہ
غائبٌ کجزرٍ وفجلٍ او بعضہ معدومٌ کوردٍ ویاسمینٍ وورقِ فرصادٍ جوّزہ مالکٌ لتعامل الناس وبہ افتی بعض
مشایخنا عملاً بالاستحسان وہذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز ولہ خیار الرؤیۃ وتکفی رؤیۃ البعض
عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور معدوم کی بیع سے اوسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہو چنانچہ گاجر اور مولی یا بعض معدوم
چنانچہ گلاب اور چنبیلی کے پہول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہیں اور توت کے پتون کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگون کے معمول کے سبب اور
ہمارے بعض مشایخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوی دیا ہے قیاس چھوڑ استحسان پر عمل کرکے اور یہہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اوس
وقت ہے جب کہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اوسکا موجود ہونا معلوم نہو پہر جبکہ معلوم ہوجاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض جیکا دیکہنا صاحبین
کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الآباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے
مضمونہ کی یعنی وہ منی جو نرون کی پیٹہون مین ہے یعنی جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اوسکی پشت سے جدا نہین ہوا باطل ہے معدوم ہونیکے سبب والملاقیح
جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ مین ہے والنتاج بکسر النون
حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج لدابۃ او آدمی اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنی جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ
ہم حبل الحبلہ اوس بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ مین ہے زمانہ جاہلیت مین دستور تہا کہ کابین اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تہے یعنی مشتری یون کہتا تہا کہ
اگر یہہ کابین اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اوسکے بچے کو مین نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کردیا کذا فی العینی ہم صحیحین اور سنن مین ابن عمر سے

روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور مؤطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال ہے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح **وبیع امۃ تبین انہ ذکر ای ظہر لتذکیر الخبر عبد و عکسہ بخلاف البہائم** اور اوس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنی اوس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہے بخلاف جانورون کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب مذکر خبر کے **والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف** اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہہ ہے کہ نر اور مادہ بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نلینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنیمین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ اونمین بہت تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی **ومتروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لانہ منضمنۃ بالبعض** اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھہ اوسکو بیچا ہو اور اسیطرح اوس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملاکر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اوسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہے تو اگر کوئی کہے جب کہ متروک التسمیہ عمدا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیئے کہ اوسکے ساتھہ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھہ والی کی بیع جائز ہے صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین **وبیع الکراب وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولو الجیۃ** اور کہیت جوتنے اور نہر کہودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اوسکی صحیح ہے بشرطیکہ اوسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پہر اوس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اوسمین ہل چلایا اوسمین پانی کی نہر کہودی پہر اجارہ فسخ ہوگیا یا اوسکی مدت منقضی ہوگئی پہر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی **وما فی حکمہ ای حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعہم باطل ای بقاء فلو ہلکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر** اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنی جو چیز کہ مال نہین ہی جیسا کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنی باعتبار انجام کار باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری کا سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود اونکی ذات سے صحیح ہی اور اوس مملوک کی بیع صحیح ہے جو اونکے ساتھہ ملاکر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم حر کی بیع ابتداء اور بقاء دونون طرح باطل ہے کیونکہ وہ کسیطرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداء باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ ... موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار کے اونکی بہی بیع باطل ہے اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اوسکو اوسکے ... آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہے کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہے اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی ... ثابت ہو تو یہہ سب حقوق باطل ہو جاوین کذا فی الطحطاوی **وقول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل معنی موقوف ... فی البحر ... المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الا ان ... علی قضاء آخر ... فلیکن التوفیق** اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہے تضعیف کی ہے اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضای مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضا ہی ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہے مین کہتا ہون کہ قوی تر یہہ ہے کہ قضا بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی حکم اول کے جاری رکہنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنی بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اوس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی

قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہوا اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اوس صورت پر محمول ہے جبکہ دوسری قاضی نے اوسکو جاری کر دیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اوسکی بیع کے مجوز تھے اور حضرت مرتضے مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو اوسکی ملاف سابق ہوگا یا نہیں بعضون کے نزدیک ان نہیں اور ہمارے نزدیک انع ہے خلاف کا فصول استروشی مین ہے کہ قضا بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہ ہے کہ نافذ نہیں اور جامع مین یون ہے کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر متوقف ہے اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہو ورنہ باطل اور یہہ اوجہ الاقاویل ہے کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولا ذھولاً کمن و بہم مبتعض حرا اور سراج مین ہے کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد اونکے مانند ہے عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حکم مانند ہے بطلان بیع مین وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ اور باطل ہے بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعا جائز نہیں کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح مین مذکور ہے کہ تقوم دو قسم ہے تقوم عرفی یعنی احراز اور غیر محرز جیسے شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی بیان مراد ہے کذا فی الطحطاوی کخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا بل بالخنق ونحوہ فاما مال عند الذمی کخمر وخنزیر یا مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مرگیا بلکہ گلا دابنا اور مانند اوسکے چاہیے اور جیسے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہے کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور وھذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراھم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہہ یعنی شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنی بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون ہے تو بیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہے یعنی قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنی متاع اور اسباب کے تو شراب وغیرہ مین بیع باطل ہے اور اسباب مین فاسد ہے تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اوسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال وبطل بیع قن ضم الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا قید بہ لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہے بیع اوس مملوک کی جو ملا یا گیا آزاد سے اور اوس ذبیحہ کی بیع باطل ہے جو ملایا گیا اوس مردار کے ساتھہ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن سے ہو یعنی جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک وبنی الخلاف ان الصفقۃ لا تتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لابد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما وظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بناء خلاف یہہ ہے کہ صفقہ یعنی عقد متعدد نہین ہوتا مجرد تفصیل ثمن سے بلکہ تعدد مین مکرر کہنا لفظ عقد کا ضرور ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہے اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہے کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہے بخلاف بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ او قن غیرہ وملک ضم الی وقف غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف العامر بالمعجمۃ الخراب تکملۃ نعم اشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع الحرام والحلال ای غلب الحرام بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اوسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھہ یا غیر کے غلام ساتھہ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھہ سوای مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھہ مل کر بکیگی تو اوسکی بیع باطل ہے جیسے آزاد کے ساتھہ باطل ہے بخلاف ویران مسجد کے کہ اوسکے ساتھہ ملک کی بیع جائز ہے جیسے مدبر کے ساتھہ جائز ہے چنانچہ یہہ تقریر اشباہ مین ہے منجملہ اوس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہے ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما افتی بہ المنلا ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہے قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوی کے ہم مفتی مرحوم کا یہہ فتوی ہے کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اوسکے ساتھہ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہے اور

اور احسان وقف کی تصحیح کی ہو فیصح بحصتہ فی الثمن و عبدہ و املاك لا فہا قال فی الجملۃ تو صحیح ہو بیع بقدر اوسکے حصہ کے ثمن مین مدبر کے
ساتھہ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھہ اور ملک مین وقف کے ساتھہ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال ہین ولو
باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح یعنی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کی مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا کر لیا تو بیع صحیح
نہین کذا فی العینی ھ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اوسمین کی مساجد اور مقابر کو استثنا کر لیا تو قول اصح یہہ ہے کہ ملک مین بیع
صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہے وہ
شرط کے برابر ہے کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ھ غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ
کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو غلب به جاز
کبیرقین وبعر والکتفی فی البحر بحر حابطہ بالتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہو گئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور
وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہے بحرد اوسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونیکے ھ حمواوی
نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہو گئی اسکا جواب یہہ ہے کہ جواز بیع کا مدار انتفاع
انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع جائز ہے نہ بدون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر
الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اوسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور
کیا ہے وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم وماله خطر العدم اور باطل ہے بیع اوس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہے بسبب باطل
ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے ھ معقود علیہ کی شرط یہہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اوسکے موکل کی
اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اوسکے پاس نہین تو وہ نہ اوسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہے اوسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ
حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کی
اور کھلی تلون کے اندر کذا فی النہر لا بطریق السلم فانه صحیح لانه علیه الصلوۃ والسلام نهی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص
فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اوسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اوسکی بیع سے جو
انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین ھ اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید
کرنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اوس سے بیع کیا کرون پھر اوسکو بازار سے خرید کر دیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ
اوس کو جو تیرے پاس نہین ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیه لانعدام الرکن وهو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمین نفی ثمن کی
تصریح ہے بسبب نہونے رکن کے یعنی مال ھ اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہو گی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمه عدم ملک
المشتری ایاه اذا قبضه فلا ضمان لو هلك المبیع عنده لانه امانة وصحح فی القنیة ضمانه قیل وعلیه الفتوی اور بیع
باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر مبیع اوسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ
امانت ہے اور قنیہ مین تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ھ حموی مین ہے کہ خسی کے نزدیک ضمان مختار ہے
اور قنیہ مین وجہ صحت یہہ مذکور ہے کہ مشتری نے اوسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی
خان سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہہ ہے کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیها بیع الحربی اباه او ابنه قیل باطل
وقیل فاسد وفی وصایاها بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ
یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا مین ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو بنقصان صریح باطل ہے

اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہو اور یہی ترجیح ہے بعضوں کے نزدیک یہ فائدہ خلاف کا یہ ہو کہ در صورت باطل ہونے کے بعد قبض مبیع مملوک نہیں
اور فاسد میں مملوک ہو وفی التنقیح بیع المضطر وشراؤہ فاسدۃ اور تنقیح میں ہو کہ مضطر کا بیچنا اور خرید کرنا فاسد ہے صورت اوسکی یہ ہو کہ
ایک شخص کہانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار محتاج ہے اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہیں بیچتا مگر کثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسیطرح مضطر سے خرید
کرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی النہر ابو داود نے علی مرتضے سے روایت کی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنی حضرت نے
منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہو وہ بیع جسمین سکوت
واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مینے خرید کیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہو
اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوئی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بعدد اوسکی قیمت کے فاسد ہو یعنی بلا تعیین ثمن
قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے وفسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر وعکسہ فلینعقد فی العرض لا الخمر کما افادہ الاسد
اور بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین ہر صورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت
ہے متاع قیمت والی سے کما صرح ابن کمال تو عمدہ اور بہتر فی العبارۃ عرض مین وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو
تقابضا ملک المشتری العرض لما انہا مال فی الجملۃ اور فاسد ہی بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہاں تک کہ اگر
متعاقدین تقابض مین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہیں بخلاف شراب یا سور یا مردار کے
وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک کذا فی الشریعۃ اور فاسد ہی بیع اوس مچھلی کی جو ابتک نہ پانی سے شکار کرکے
بستر طلبکار اوسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم و دنانیر یا مکیل وموزون سے ہو تو بیع باطل ہو کذا فی شرح النقایہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ جو
مچھلی شکار نہین ہوئی تو مراد اوس سے یہ ہو کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہی اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہے اسلئے کہ
تقوم احراز سے ہوتا ہو اور احراز یہاں حاصل نہیں او صید ثم القی فی مکان لا یؤخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر
ڈالی گئی ایسے مکان میں یعنی حوض وغیرہ میں کہ اوسمین سے گرفتار نہیں ہوتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہی بسبب عاجز ہونیکے تسلیم سے وان
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی کو پکڑ سکتا ہو بدون حیلہ جال کے تو بیع اوسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہے الا اذا دخل
بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سد ملکہ گر جبکہ مچھلی خود حوض میں گھس گئی اور اوسنے اوسکا مدخل بند نکیا تو اوسکی بیع صحیح نہیں بلکہ
باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اوسنے اوسکا مدخل بند کر دیا تو اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہی اور موجب ملک کا جیسے
جال مین پڑنا موجب ملک ہی بحر الرائق مین ہے کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اوسکا مالک ہو گیا اور بیع اوسکی بموجب تفصیل مذکور
کے ہے یعنی در صورت تسلیم بیع صحیح ہے الا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقا بیع صحیح نہیں بواسطے عدم احراز کے اور خلاف اوس صورت میں ہی جب کہ اوسنے
وہ حوض شکار کرنیکے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الخلاصۃ ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک مجمع اور
جائز نہیں اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اوسمیں سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما
قبل صیدہ اصلا فباطل لعدم الملک اور فاسد ہے بیع اون چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہیں آتین ہاتھ سے چھوڑنے کے بعد اور اونکا بیچنا
قبل اونکے شکار کرنیکے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے ہم یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اوڑتی پھرتی ہو اور اوسکی پلٹ آنیکی عادت نہیں تو
اوسکی بیع فاسد ہی اور اگر ہنوز اوسکو نہیں پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہی مچھلی کی
مانند کذا فی الحلبی وان کان یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اوڑ جاتی ہو اور پھر آتی ہو بلٹ کر جیسا کہ
کبوتر تو اوسکی بیع اوڑنے کی حالت مین صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہیں اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین ہم وجہ صحت یہ ہو کہ معلوم

بطریق عادت کے واقع کے مانند ہو اور یہہ احتمال کرنا کہ شاید نہ پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ تجویز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہیں پہر در صورت
عروض ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہے اسیطرح یہان در صورت عدم عود (یعنی) عدم عود قبل قبض کے بیع فسخ ہو گی کذا فی الفتح تفرالفائق مین کہا اسمین نظر ہے
اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہو تسلیم پر بعد بیع کے و لہذا بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا مین کہتا ہون کہ جواز بیع در صورت عادت عود
منافی قدرت تسلیم کے نہیں اسواسطے کہ جب پہر آنیکی عادت ہوئی طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہین
اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت مین اوسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن
الحموی و بیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا
یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے یا نتاج صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی مین اسکو باطل کہا ہے اسواسطے
کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ہے اوسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ اور اسواسطے
کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی و امۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ و وصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوای اوسکے حمل کے
بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع وجزم البرجندی
ببطلانہ اور فاسد ہے دودہ کی بیع تہن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کی چند وجوہ ہین امعلوم نہین کہ تہن مین
دودہ ہے یا ریح ۲ اختلاف دودہنے کی کیفیت مین فالباً نزاع واقع ہو گا علم جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودہ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا
مشتری کے مال سے اسطرح کہ تخلیص اوسکی متصور نہین ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی
ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرہ نیستی کے یعنی اوسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم
وجوزہ الثانی ومالک اور فاسد ہے بیع اون کی بہیڑ کی پیٹہ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اوسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہہ سبب ہے کہ
صوف نیچے سے بڑہتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مخلوط ہو گی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج
مین ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودہ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو یہہ بیع منقلب ہو کر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان
و نوای تمر و بزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسیطرح جس چیز کا کہ اتصال پیدایشی ہو جیسے کہال جانور کی اور گٹہلی کہجور کی اور بیج خربوزہ کا
کہ اوسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاء مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صححوا بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق
التوت باغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیعکو شاخون کے ساتہہ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے
ہم یہہ جواب ہے اوس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علے ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے تو بائع
اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بہی نیچے سے بڑہتا ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ گندنے
کی بیع جائز نہ ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑہتا ہے بسبب رواج کے انتہے لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنی تعامل اور رواج کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ وہ
دونون درخت اوپر سے بڑہتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مخلوط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہے کہ توت کی بیع اوسوقت صحیح ہے
جب کہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز و بسنتین لا
لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ مین ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایکسال سے تو بیع جائز ہے
اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہو گا تو نزاع متصور ہے وجذع معین فی
سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اوس شہتیر اور کڑی معین کی جو چہت مین منصوب ہے اور غیر معین کی
بیع تو بعد قطع کے بہی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا صرح ابن کمال ہم معین شہتیر اور کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اوسکی تسلیم مین لزوم ضرر ہے

بائع کے واسطے اور غیر معین ہیں دو علتیں ہیں ایک لزوم ضرر دوسری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور
نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم
قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع ککرباس جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اوس کپڑے سے جسکو پھاڑنا
ضرر کرتا ہو جیسے عمامہ اور قمیص پر اگر بائع نے ایک گز اوس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو
جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو چنانچہ ایک گز کا پھاڑنا ستان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت
سو یہان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اوسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ
مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اوسکے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تا تعبیر کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے
اوس کا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربة القانص تاف وغوص الغائص اور فاسد ہی بیع شکاری کے ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی قال فی المغرب قانص
دونوں عبارت ہی شکار کرنے والے سے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ شکاری سے کہے کہ مین نے تیری ہاتھ تجکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے میں
نکلی تو یہہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہی کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص نعمت جمعت الغواص اور فاسد ہے
بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی فالغاص یعنی بیچہ دما وجلہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اوسکی یہہ ہو کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون
تیری واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر وغیرہ
وابن الکمال قال المصنف وقد نظمہ منلا خسرو فی سلک الفاسد تبعیة فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل
لانہ ما لیس فی ملکہ کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے غرر کے سبب کذا فی البحر والنہر والفتح قال الایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ صدر
دررعزرمین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرو دیا سو مین نے بھی اوسکا پیرو ہوگیا اس مختصر مین اور واجب ہو کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہہ بیع اوس
قسم سے ہے جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اوسکی بیع باطل ہے سوای سلم کے والمزابنة ھی بیع الرطب علی النخل
بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایہ للنھی ولشبہة الربوا قال المصنف فلو لم یکن ربویا
جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہے ترکھجور کی جو لگی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اوسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل
سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اوسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہو بسبب نہی شارع کے
اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور ہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں
شبہہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالتمر علی رأس النخل تمر بالتمار المشاة لیکن یہہ خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے
کہ ثمر شارح مثلثہ عبارت ہی بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہو حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز
ہو اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزابنہ بہی بہتر ہی جو شارح نے کی والملامسة للسلعة اور فاسد ہی بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتھ لگانے سے
بیع کا واجب ہونا ہم مغرب مین ہو کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تونے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا
تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہہ ہے کہ کہے مین تیری ہاتھ یہہ متاع بیچتا ہون بائی کو سو جب کہ مین تجکو چھوڑون اور ہاتھ لگاؤن
تو بیع واجب ہے مشتری بھی اسیطرح کہے کذا فی الطحطاوی وفی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیة اور یہہ اسطرح پر کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذة ای نبذھا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی پھینکنا ڈالنا مشتری کے
سامنے ہم منابذہ یہہ ہو کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا اسکے طرف ڈالے تو بیع واجب ہی یعنی بلا تامل بلا
خیار شرع والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع بر ہم القاء حجر کی یہہ صورت ہو کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس

کپڑے پر سنگریزہ پڑی اوسپر بیع واقع ہو بلا تامل و بلا رؤیت و بلا خیار کے اسکے بعد وہی ثمن بیوع اہل الجاہلیۃ فنہی عنہا کلہا عینی
لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہہ یعنی ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرعیہ
ان سب سے تہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر اِن
بیوعین وجود قمار ہے بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جس کپڑی پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھہ لگادے
تو مین نے تیری ہاتہہ اوسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہر صورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کی اسواسطے
قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہی ذکر ثمن کیوقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ
فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین
جابر سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہہ کہ گیہون کو اوسکی بالیون مین بیچے بعوض
گیہون کے برابر پیمانے مین ظن وتخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین لجہالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو
کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنی معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون
غلام مبیع ہی تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کسپر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید
لگائی کہ بیع مبہم کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضہما وہلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح پر اگر مشتری نے دونون
کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتہی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے
ہر ایک کی نصف بنصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمۃ ہی کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک
اولے نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئے کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہہ صورت ہی کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اسطرح
شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہے پہر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے
ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول لتعذر ردہ اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اوس کپڑے کی قیمت کا
تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اوسکا پہیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنی درصورت تعذر رد ہالک اوسکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا
کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وہذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایہما شاء جاز کما مر اور تعیین مضمون مین ضامن
یعنی مشتری کا قول معتبر ہے یعنی جب کہ اوسنے دعوے کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہالک ہوا نہ فلانا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور یہہ یعنی فساد بیع ایک
کپڑے کی دو کپڑون مین سے اوسوقت ہی جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع
جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعی ای الکلاء واجارتہا اما بطلان بیعہا فلعدم الملک لحدیث الناس
شرکاء فی ثلاث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گہاس اور چارہ کی اور اجارہ اوسکا بطلان اوسکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے
بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گہاس اور آگ مین ہم ابو داؤد مین حدیث مذکور بایں لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء
فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئے اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور
جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گہاس کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گہاس چہیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنی مالک اور غیر مالک
اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک
جائز نہین اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کو برتنون مین نہ رکہہ چہوڑا ہو اور گہاس کو کاٹ نہ رکہا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بہر رکہنے
اور گہاس کاٹ رکہنے کے پانی اور گہاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے اونکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہہ بہی محل ہے جب کہ گہاس

مودت ہوا اور اگر ایک شخص نے پانی سینچکر گھاس میں مائی ہو تو اوسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اوسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور
یہی قول ہے اکثر فقہا کا فھذا نا لقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتھا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس
کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئی مباح کے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئے مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہیں
چنانچہ گاہے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو بالاتفاق اوسکے جائز نہوگا کذا فی البحر فھذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیۃ
ملکہ وجاز بیعہ علی وقیل لا ایسی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اوسوقت ہے جب کہ گھاس خودرو ہو اور اگر اوسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو
تو اوسکا وہ مالک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہیں قال وبیع القصیل والرطبۃ
علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فیہ فاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز مجتبی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے
اگر اسواسطے ہے کہ اوسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اوسمین چھوڑے کہ اوسکو کہالین تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اوسکو
قائم رکھے تو جائز نہیں ہم قصیل بتاف وما دہلہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اوسکو کہتے ہیں فارسی میں اوسکو سپست
کہتے ہیں وحیلتہ ان یستأجر الارض لیضرب فسطاطہ او لایقاف دوابہ او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف
الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنیکے واسطے یا اپنے چوپایوں کے باندھنے کے
یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ دینے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے
وقف میں ہے یعنی اس طرح اجارہ لینے ہر دو نون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی وبیع دود القز اے
الابریسم وبیضہ ای بزرہ وھو بزر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اوسکے انڈے کی یعنی اوسکے
بیج کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہیں جسمیں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وھو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد
کی مکھی مقبوضہ جو کہ شہد اور موم بنانے والی ہے اوسکی بیع ہے کذا فی الطحطاوی وھذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن
ملک وخلاصہ وغیرھا اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے اور اوسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ
مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک والخلاصہ وغیرہم نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ منفعت
کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً منفعت اوسمیں سے ہے اگرچہ مکھی ماکول میں سے نہیں اور کدہ ہے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے
جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اوسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ
مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی ہے علق عربی میں جونک کو کہتے ہیں اور جونک کی بیع کا فتوی ہے بسبب حاجت اور
ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرھا من الھوام فلا یجوز اتفاقا کالحیات والضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجیٔ فی المتفرقات بخلاف
اور کیڑون کے سوای ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ اونکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور اون حیوانات کی جو دریا میں
رہتے ہیں کہ اونکی بیع جائز نہیں سوای مچھلی کے اور اوس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت
انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اور اسکا بیان متفرقات میں آویگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا المجتبی فی
الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما وھو بینہما انصافا اثلاثا فلو دفع بزر القز او بقرۃ او دجاجا لآخر
بالعلف مناصفۃ فالحادث کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصا وتمامہ فی
التجنیس فی الاصل شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جس کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل بھی دونون کا ہو ...

ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھون آدھ ہو نہ تین تہائی د و اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گاے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف
پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے و مرغی کے پیدا ہون گے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے پیدا ہونیکے اوسکی ملک سے اور مالک پر چارہ کی
قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الینابیع ملخصاً اور اسیکے مانند ہے انڈے لگا دینا دوسرے شخص کو چنانچہ یہہ کہہ دینا نہین م فتاوی
عالمگیری مین باب الاجارہ مین مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہہ ہے کہ انڈون کا مالک آدھے انڈے اور مرغیون کا مالک
آدھی مرغیان اوس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابراء کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والآبق
ولو طفلاً ان لیتیم فی حجرہ ولو وھبہ لھما صح عینی وما فی الاشباہ تحریف فیجتنب اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند
صغیر سے یا اوس یتیم سے جو اوسکی گود مین ہے بیع کی ہو اور اگر اوسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ مین ہے وہ تحریف
ہے کذا فی النہر م نہر الفائق مین مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہین ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعضے نسخے مین اسکے بالعکس مذکور
ہے اور دوسرے نسخہ مین اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہین ہوا انتہے شارح کو مناسب تہا کہ بعض
نسخ خانیہ کیطرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کیطرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسیکے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا ممن یزعم انہ
ای الآبق عندہ فحینئذ یجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اوس شخص سے بیچنا فاسد نہین جسکو یہہ گمان ہے کہ وہ یعنی غلام
گریختہ اوسکے پاس موجود ہے تو اب اوسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنی مانع جواز نہ قادر ہونا التسلیم پر تہا پھر جب مشتری نے
اوسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وھل یصیر قابضاً ان قبضہ لنفسہ او قبضہ ولم یشہد نعم اور کیا
مشتری اوسکا قابض ٹہریگا یا نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ اگر اوسنے اوس پر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض
ٹہریگا یعنی اسواسطے کہ یہہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجای قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشہد لا لانہ
قبض امانۃ فلا ینوب عن قبض الضمان لانہ اقوی عنایہ اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنیکے وقت لوگونکو
گواہ کیا ہے کہ مین اوسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون تو وہ قابض نہ ٹہرے گا اسواسطے کہ یہہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے
نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ م اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے
تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا والا اذا ابق من الغاصب فباعہ المالک منہ فانہ یصح لعدم لزوم التسلیم ذخیرہ
اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جب کہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اوسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب نہ لازم ہونے تسلیم کے
کذا فی الذخیرہ م یہہ قول عطف ہے الا ممن یزعم پر ولو باعہ ثم عاد وسلمہ یتم البیع علی القول بفسادہ ورجحہ الکمال
وقیل لا یتم علی القول ببطلانہ وھو الاظہر من الروایۃ واختارہ فی الھدایۃ وغیرھا وبہ کان یفتی
البلخی وغیرہ بحر وابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اوسکو مشتری کے قبضہ مین کردیا تو بیع
تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسیکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہین ہوتی اسکے
باطل ہونیکے قول پر یعنی جنکے نزدیک یہہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہین ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے
پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسیکا فتوی دیتا تہا کذا فی البحر وابن کمال م فتح القدیر مین ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ ہے اور بلخی بہی
بنا بر مثلہ وجہین کذا فی الطحطاوی ولبن امرأۃ ولو فی وعاء ولو امۃ علی الاظہر لانہ جزء آدمی والرق مختص بالحی ولا حیاۃ فی
اللبن فلا یحلہ الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن مین ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ
دودھ آدمی کا جزء ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ مین حیات نہین لہذا اوس مین ملک کا حلول نہین م وشعر الخنزیر

لعامة فيه فانه يبطل بيعه ابن كمال وان جاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتى لو لم يوجد بلا ثمن جاز
الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه الا على الصحيح خلافا لمحمد قيل هذا في المنتوف اما المجزوز فطاهر
عناية اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اوسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا ہو ابن کمال اگرچہ اوس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی
ضرورت سے یہاں تک کہ اگر بے دام نہ مل سکے تو اوسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہے اور بائع کو اوسکی بیع کرنی مکروہ ہے تو حلال اور طیب
نہیں ہے ثمن اوسکا اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنی نجس کر دیتا ہے بخلاف محمد کے بعضوں نے کہا کہ یہ حکم ہے اوکہاڑے بال میں اور
تراشا بال طاہر ہے کذا ہے العنایہ ہم سور کا بال مرنے پر سخت ہوتے ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اوسکے نرم ہو جاتے ہیں گرمیئے کی لائق
لیہذا زمانہ قدیم میں موچی اوس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوئی سے سیتے ہیں وعن ابی یوسف کراہة الخرز به لانه
نجس ولذا لم يلبس السلف مثل هذا الخف ذكره القهستاني ولعل هذا في زمانهم واما في زماننا فلا حاجة
اليه كما لا يخفى اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ
نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنی سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے
زمانے میں اوسکی کچھ حاجت نہیں یعنی بسبب سوئی وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت
کرتا ہے کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اوسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اوس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحاوی
وجلد ميتة قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم يفصله هنا اعتمادا على ما سبق قاله الواني
فليحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کی کہال کی اوسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کہے جسے نقدی کی ثمن یعنی چاندی
یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف نے صاف ورد نے یہاں فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہے
والی محشی درر نے ہکو یاد رکہنا چاہئے وبعده اي الدبغ يباع الا جلد انسان وخنزير وحية اور بعد دباغت کے یعنی
چمڑا پکانے کے اوسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وينتفع به لطهارته حينئذ لغير الاكل
ولو جلد ماكول على الصحيح سراج لقوله تعالى حرمت عليكم الميتة وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کہال
سے فائدہ لیا جاتا ہے بسبب اوسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہے سوا اوسکے کہانے کے اگرچہ کہال ماکول اللحم مردہ
کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تمپر حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنی کہال جزو ہے مردہ کی وفی المجمع ونجيز
بيع الدهن المتنجس والانتفاع به في غير الاكل بخلاف الودك اور مجمع میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع
اور اوس سے فائدہ لینا سوا کہانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے کہ غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوا کی تر بیعہ کے ودک عبارت
ہے چربی اور ہڈیوں کے گودے سے کذا ہے [illegible] كما ينتفع بما لا تحله حيوة منها كعصبها وصوفها كما مر في
الطهارة فائدہ لینا مردہ کی اوس چیز سے جائز ہے جسمیں زندگی حلول نہیں کرتی چنانچہ اوسکا پٹھا اور روئیاں چنانچہ مذکور
ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ انمیں حیات کا دخل نہیں کہ موت حلول
کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنیکے جائز ہو کذا فی المنح وفسد
شراء ما باع بنفسه او بوكيله من الذي اشتراه ولو حكما كوارثه بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد
كل الثمن الاول صورته باع شيئا بعشرة ولم يقبض الثمن ثم شراه بخمسة لم يجز وان رخص السعر للربا
خلافا للشافعي اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل سے بیچی اوسکا خرید کرنا اوس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ

مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہی صورت اوسکی یہہ ہی کہ کوئی چیز مثلا دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پہر اوسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اوس چیز کا نرخ ارزان ہوگیا ہو جیسا دیہہ لسبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کہ تم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچدرم زیادہ بلاعوض باقی رہے تو یہہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہہ حرام ہی کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کے قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایکدرم بہی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وَشِرَاءُ مَن لَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ لَه كَابنِه وَابِيهِ كَشِرَائِهِ بِنَفْسِهِ فَلَا يَجُوزُ اَيضًا خِلَافًا لَهُمَا فِی غَيرِ عَبْدِهٖ وَمُكَاتَبِهٖ اور خرید کرنا اوسکا جسکی گواہی بائع کے فائدہ کے واسطے جائز نہین چنانچہ اوسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اوسکا خرید کرنا بہی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوای اوسکے غلام اور مکاتب کے وَلَابُدَّ لِعَدَمِ الْجَوَازِ مِنِ اتِّحَادِ جِنسِ الثَّمَنِ وَكَونِ الْمَبِيعِ بِحَالِهٖ فَاِنِ اخْتَلَفَ جِنسُ الثَّمَنِ اَو تَعَيَّبَ الْمَبِيعُ جَازَ مُطلَقًا كَمَا لَو شَرَاهُ بِاَزْيَدَ اَو بَعْدَ النَّقْدِ اور ضرور ہی عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خرید کیا وَالدَّرَاهِمُ وَالدَّنَانِيرُ جِنسٌ وَاحِدٌ فِی ثَمَانِ مَسَائِلَ مِنهَا هٰهُنَا وَفِی قَضَاءِ دَينٍ وَشُفْعَةٍ وَاِكرَاهٍ وَمُضَارَبَةٍ اِبتِدَاءً وَانتِهَاءً وَبَقَاءً وَامتِنَاعِ مُرَابَحَةٍ وَيُزَادُ زَكٰوةٌ وَشَرِكَاتٌ وَقِيَمُ مُتلَفَاتٍ وَاَرُوشُ جِنَايَاتٍ كَمَا بَسَطَهُ الْمُصَنِّفُ مَعزِيًّا اِلَی الْعِمَادِيَّةِ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھہ مسئلون مین از انجملہ یہہ مقام ہے اور ادای دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مفصل بیان کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کیطرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تہا پھر بائع نے اوسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادای دین کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تہا سو اوسنے ادای دین مین ٹالا تہی کیا پہر اوسکے دنانیر قاضی کے ہاتہہ مین پڑی تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادای دین کرے اور غیر دنانیر کی اور مال سے قاضی ادای دین نہین کرسکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئے کہ مشتری نے گہر کو ہزار درم سے خرید کیا پہر تسلیم شفعہ ہوئی پہر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گہر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اوسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اوسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درم ہے تو یہہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیع ہوگی تو یہہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدا مضاربت کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پہر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسیطرح انتہا اور بقای مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پہر اوسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پہر اوسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اوسکو بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسیطرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان

تفصیل اشیاء اثنا عشریہ و بیان دینار و درہم متحد الجنس

مستفد ہوگی اور سبب اس شک کے مسئلہ مین ثمیت کرنیوالا مختار ہو یعنے دراہم سے ادسکی قیمت مقرر کرنے چاہے دنانیر سے اور حساب کی روایت کی یہ صورت کہ مو شیمین نصف مقروبیت ہو اور دراہم مین عشر ہو اور مسئلہ جیش اور نصف عشر ہو اور جامع صغیر مین ثلث ہو اور روایت ایجاز و دنانیر مین یا دس ہزار درہم ہین تو اشیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الخلاصہ وفی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہو کہ جو عوض کہ مملوک ہو ایسے عقد سے جو فسخ ہو جاتا ہو عوض کی ہلاکی سے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے تو اوس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اوسکے قبض کیے ہم کہتے ہین کہ مال منقول کو سب کہ جنکو خریدا ہو تو مشتری کو اوسمین تصرف کرنا قبل قبض کیے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اوسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اوسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو یا تعین سے جیسا کہ کیلی یا متعین ہو جاتا ہو جیسا کہ نقود اور اسکی علت یہ ہو کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے ہو اسواسطے کہ اصل بیع مبیع ہو نہ ثمن وصح البیع فیما اشتراہ کمن باع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شیء آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الاخر فینقسم الثمن علی قیمتہما ولا یتعدی الفساد لانہ طارئ ولمکان الاجتھاد اور صحیح ہو بیع اوس چیز مین جو ملائی گئی اوسکے طرف چنانچہ تخت بیا اوسنے درہم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ کیا پھر اوسکو دوسری چیز یعنی مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درہم کو مول لیا تو بیع اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اوسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر قاضی اوسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الرشد و بیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضی العقد طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز لما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہو بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اوسکے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضای عقد کم کر ڈالنا ہر برتن کے وزن کے برابر ہی اور اس شرط مین یہ تحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ جائز ہی جیسا کہ یہ بیع جائز ہی کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہی جمیع موزونات کا بحر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کبھی مشتری نے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہی اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہو تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اوسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم عطا دیکہا وقدرہ کا واو ہے او نہین جیسے اتفق الکل اسواسطے کہ کاہو ظرف کی مقدار معلوم ہوتی ہی اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونیکی یہ وجہ ہی کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اوسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعین مین ہی یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہی تو مشتری قابض ہی اور قول معتبر نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہی تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ دیگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی التتارخانیۃ عن الخانیۃ لا یجوز اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شیر بیہ البیر غاریہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہیں ومن قیمۃ الوھبانیۃ ولیس لھم قال الامام کما بدیعہ جائز بیعہ کما المبیع یذکر اور وہبانیہ کی کتاب اعتنہ سو یہ ہے کہ امام مختصر نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کرلینا کوچہ غیر نافذ کا

جب زمین اور اُسی طرح اوس کے بیع بہی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی معلوم ہوجاوے
کہ گو وہ نافذ ہو یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولےٰ جائز نہین کذا فی الطحطاوی وفی معایاۃ الا ارتضاہ فی الغاز الاشباہ ومالک ارض
لیس یملک بیعہا لغیر شریک ثم لو بعنہ ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسئلہ مین یہہ بیت ہی اور شبیہ کی پہیلیون مین اسکو پسند
کیا ہی کہ مالک زمین کو جو غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوای اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے
جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین
بھی بیع طریق اور اوسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حد ای بین لہ طول وعرض او لا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اوسکی
حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسیطرح اوسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذ الم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمیٰ اور جب
کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اوس کا عرض بڑی گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹہیرایا جاویگا ہم بہتر یہہ تہا کہ شارح باب الدار
الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اوس سے پھلا دروازہ ہے گھر کا تھے لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بہی باب الدار العظمیٰ
وارد ہی تو ظاہرا اعظم کہنے کی کچھہ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑی گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہے جسکو ہند مین پہاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع
مسیل الماء وہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اوسکا بسبب اسکے
مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پہیلتا ہی اوسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی
بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنی چہت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہے یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہے تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اوسکی بیع
اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہے اگرچہ اوسکی حدود مذکور نہون تو اوسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق
مراد ہی تو اگر زمین پر سیل ہے سو مجہول ہی اور اگر چہت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہے اسکی بیع مین دو روایتین
ہین وجہ بطلان یہہ ہے کہ یہہ مال نہین اور وجہ صحت یہہ ہی کہ اسکے طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہے اور عین باقی سے متعلق ہی یہہ اوس
صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اوسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین
مملوک ہے اور اوسکی بیع جائز ہے چنانچہ سرخسی نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجے لیکن اوسکی حدود مذکور ہون تو بہی اوسکی بیع
جائز ہے بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الچلپی وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا
وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے
حق کی بیع زمین کے ساتھہ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور
دوسری روایت مین بیع اوسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھہ صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک شخص
زمین کا مالک ہی اور اوسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اوس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہہ بیع
صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وسنحققہ فی احیاء الموات
اور اسیطرح شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہے زمین کے ساتھہ بالاجماع اور فقط باری
تنہا بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہہ قول مشائخ بخارا کا
مختار ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہہ بیع فاسد ہے مگر زمین کے ساتھہ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات
کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وہبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی
وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اوسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اوسکے مکان کے چنانچہ مذکور

ہوچکا قبل اسکے یہ بحث پر یہ ہو اسطے کہ وہ متعلق ہے اور اوسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہوچکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو
اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا نیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت و
حلا التجم بعد سبعۃ ایام الی یومین فالعقد فاسد کذا ابن کمال اور بیع نہیں بیع اوس ثمن سے جو مؤجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہے
فصل ربیع کا جسمیں آفتاب برج حمل میں آوے اور یہ نوروز سلطان ہے اور مجوسیوں کا نوروز وہ دن ہے جسمیں آفتاب برج حوت میں آوے اور
برج ہی ہفتے ساعت نوروز شمار کرتے ہیں پس جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہے تو عقد فاسد ہے کذا صرح
بہ ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہیں
مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہے فصل خریف کا جسمیں آفتاب برج میزان میں آوے اور مہرجان معرب مہرگان کا چونکہ دو دن بہی متعدد
ہیں نوروز کی مانند لہذا بیع صحیح نہیں وصوم النصاری وفطرہم وفطر الیہود وصومہم کذا کتبی بذکر احدہما سراج اور نصاری کے
روزہ رکہنے اور نہ رکہنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ رکہنے اور نہ رکہنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاری کے صوم اور یہودیوں
کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یعلم المتعاقدان المبدؤ وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اس وقت صحیح نہیں جب
کہ متعاقدین نوروز اور اوسکے ما بعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں بطور التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اسواسطے
کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصاری بعد ما شرعوا فی صومہم للعلم ۔ وہو خمسون یوما بخلاف نصاری کے
روزہ توڑنے کے مدت مقرر کرنا اون کے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اوسکے معلوم ہونیکے اور وہ یعنی صوم نصاری کی مدت
پچاس دن ہیں ھم وہ ریس قرتاشی سے صوم نصاری کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں پچپن دن اور
قہستانی میں ستاون دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا
تتقدم وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کہیت کاٹنے اور خرمن کوٹنے یعنی کہلیان اڑانے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ
امور مذکورہ میں تقدم اور تاخیر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنہا ای عن ہذہ الآجال ثم اجل الثمن
الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فیفسدہ ولو الی معلوم شمنی لانہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات
مذکورہ کے پہر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ
مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ھم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور یہ تاجیل بعد بیع تبرع
ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ہذہ الاوقات
لان الجہالۃ الیسیرۃ محتملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ چنانچہ کفالت ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کمتر جہالت دین
اور ضمانت میں محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور نزول ... او اسقط المشتری الاجل فی الصورۃ المذکورۃ
قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال
وابن ملک بجہالۃ فاحشۃ کہبوب ریح وصحح ... فلا ینقلب جائزا وان ابطل الاجل علیہ یا جیسے مشتری مدت کو
ساقط کرے اوقات مذکورہ میں قبل آنے مدت کے اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل
ساقط ہونے مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور بیع منقلب بجواز نہ ہوگا بالاتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک بمانند جہالت فاحشہ کی جیسے ہوا چلنے
اور مینہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہ ہو گی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کرے کذا فی العینی او امر المسلم ببیع خمر او خنزیر او شرائہما ای
وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراہۃ کما صح ما مر

لان العاقد يتصرف باهليته وانتقال الملك الى الآمر حكمي وقالا لا يصح وهى الاظهر شرنبلالية عن البرهان يعنى ذمى كو كافر
مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمیکو شراب اور سور کے بیچنے یا خرید کرنیکے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار مکے بیچنے کو اسواسطے یعنی یہ توکیل اور
بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھہ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل ہے پہلی صورت مین اور غیر محرم
وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہی بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کیطرف یہہ امر حکمی ہے اور صاحبین نے
کہا کہ بیعکو صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہی کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ھم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا شدت کراہت سے
ساتھہ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنادے یا اوسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق
کر دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی النیروز اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھہ شارح نے کہا یہہ بشرط عطف
ہے نیروز پر ہم بلکہ معطوف علیہ البیع الی النیروز ہے نہ لفظ نیروز کما لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع میں بیع اور شرط سے نہی
وارد ہے کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیه العقد ولا یلائمه وفیه نفع لاحدهما او
فیه نفع لمبیع هو من اهل الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابة المبیعة لم یکن
مفسدا کما سیجیء مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکہا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب ہے جسکو عقد بیع مقتضی
نہین اور نہ اوسکے مناسب ہے اور اوسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اوسمین فائدہ ہے اوس مبیعکا جو اہل ہے استحقاق منفعت کا اسطرحپر کہ مبیع آدمی
ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدی جانور پر سوار نہو تو یہہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا ھم جو شرط
عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہے اور جو بالخصوص عقد سے واجب نہین اسکو
عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہے جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی منفعت نہو
جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسیطرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی
نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اوسکے کہانے کے یا کپڑا مول لیا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف به ولم یرد
الشرع بجوازه اما لو جرى العرف به کبیع نعل مع شرط تشریکه او ورد الشرع به کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ
اوسکا رواج نہ جاری ہو اور شرع مین اوسکا جائز ہونا نہ وارد ہو اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی تسمہ لگانے کی
شرط کے ساتھہ یا اوس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار شرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعه البائع ویخیطه قباء
مثال لما لا یقتضیه العقد وفیه نفع للمشتری چنانچہ یہہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اوسکی قبا سیوے یہہ مثال ہی اوس شرط کی
جس کو عقد مقتضی نہین اور اوسمین فائدہ ہی مشتری کا ھم اور ازانجملہ یہہ شرط ہی کہ باغکی بیع مین بائع اوسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی
بیع مین یہہ شرط کرے کہ بائع اوسمین مسجد بنادے یا طعام کی بیع اس شرط سے کرے اوسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمه مثال
لما فیه نفع للبائع وانما قال شهرا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثة ایام جاز ان یشترط فیه الاستخدام یا یون شرط
کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لیگا یہہ مثال ہے اوس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ نہ کور ہو
چکا ہی کہ جب خیار شرط تین دن کا ہو تو اوسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقه فان اعتقه صح ان بعد قبضه
ولزم الثمن عنده والا لا بحر مجمع یا یہہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہے اگر اعتاق بعد اوسکی قبضہ
کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبره او یکاتبه
او یستولدها او لا یخرج القن عن ملکه مثال لما فیه نفع لمبیع یستحقه یا یہہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو

ذکر بیع بشرط

حرم بنا دی یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق دغیرہ کے خارج نہو جیسے اعتاق وغیرہ اور اس شرط کی مثال ہے حسین نفع ہے اوس مبیع کا جو مستحق ہے نفع کا
ہو اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک مذکور ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہے اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہہ آتا ہے کہ دست بدست نہ
پھری کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقوله فیصح البیع بشرط یقتضیه العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن اولا یقتضیه ولا نفع فیه لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنها فلان او ان یقرضه
البائع او المشتری کذا فالاظهر الفساد ذکره اخی زاده وظاهر البحر ترجیح الصحة بحر سے تا عدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس
قول سے کہ تو بیع صحیح ہے اوس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہے جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے
یا ایسی شرط ہی جسکو عقد مقتضی نہیں اور اوسمین کسی شخص کو فائدہ نہیں اگرچہ وہ شخص غیر ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص
اجنبی رہے یا بائع یا مشتری اوسکو اتنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہی اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر
دلالت کرتا ہی کنز فان لا ینفع عبر ابن کمال بقوله الا ان المبیعة فانها لیست باهل للنفع شرط عدم حبه وقد یقتضیه یعنی
جیسے یہ شرط کرنا کہ بیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ
اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے او لا یقتضیه لکن یلائمه کشرط رهن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا شرط جسکو عقد
مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط کرنا کذا صرح ابن ملک ہم یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہوں اس
شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھے یا اس شخص کو ثمن کا ضامن بنا دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین
ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو لازم ہے اور مشار الیہ نہو تو جائز نہیں مگر جبکہ دونون اوسکی تعیین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل
تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن
غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف به کبیع نعل ای صرم سماه باسم ما یؤول
الیه یعنی علی ان یحذوه البائع ویشرکه ای یضع علیه الشراک وهو السیر ومثله تسمیر القبقاب استحسانا للتعامل
بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اوس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور تسمہ ڈال دے اور ایسی مانند کیلین جڑ دیکے کہ جوتا ہی کہ اون
کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی
شراک بکسر اول عبارت ہی سیر بفتح سین مہملہ وسکون یای تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہی صرم بفتح صاد معربہ ہی
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وهذا اذا علقه بکلمة علی وان بکلمة ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان ووقته کخیار
الشرط اشباه من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہی جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے
اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ بیچی مینے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اوسکی رضامندی کی
مدت تین دن معین کی خیار الشرط کی مانند کذا فی الاشباه من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن
کمال باذن بائعه صریحا او دلالة بان قبضه فی مجلس العقد بحضرته اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اوسکے بائع کی رضامندی سے خواہ
رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے اسطرح کہ مشتری اوسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال نے بیان مین بجای رضای
بائع اذن بائع مذکور ہی ہم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضای بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر امر بائع کی ہی اور
امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اوس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہیں اگر مصنف کنز کی مانند بجای رضا
امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فی البیع الفاسد وبه خرج الباطل وتقدم ما حکمه مشتری نے قبضہ کیا بائع کے

امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اوسکا حکم پہلے مذکور ہوچکا ھ بیع باطل کا یہہ حکم مذکور ہوچکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی
ملک ثابت نہین ہوتی اگر اوسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتویٰ ہی
وحینئذٍ فلاحاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان
الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنی جب کہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی
تو کچھہ حاجت نہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کی اس قول کی اور بیع فاسد کی دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ
اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب یا ہی اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہوچکا تو اخراج
باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا خبردار رہنا ھ حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہی کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین
ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہہ بیع باطل ہی باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضے
اس [illegible] ہی کہ یہہ قسم باطل کی فاسد ہی جو قبض سے مملوک ہوتی ہی اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن
فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ھ نہی بائع کی قید کی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ رضای بائع
مغنی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضروری ہی اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے
ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولے نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ
کریگا تو اوسکا مالک ہوگا ھ یعنی اوسکی ذات کا مالک ہوگا علمای بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہی اور اگر
اوسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب
نہوتا اور علمای عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہی نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل وفی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ
لہ کذلک فاسدا لایملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنیوالی کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنی مال سے اپنے طفل کیواسطے یا باپ کے بیع فاسد کرنیمین طفل سے اسیطرح یعنی اپنی مال سے اوسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ھ بحر الرائق مین یہہ
مسئلہ محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسدا لایثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنی
باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنی ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کیواسطے اسیطرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تاوقتیکہ اوسپر قبضہ
نکرے اور استعمال مین نلاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہی تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جب کہ خرید صغیر کے واسطے ہو
تو استعمال ثابت نہوگا مگر جب کہ صغیر کی حاجت مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شراءہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک
لایملکہ حتے یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لایملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض
ہی مشتری کے ہاتھہ مین وہ امانت ہی مشتری اس قبض سے اوسکا مالک نہوگا ھ یہہ قول اسپر مبتنی ہی کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا
قول یہہ ہی کہ تخلیہ قبض ہی اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہے چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اوسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق
مین ہی کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لایحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا
وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا اشباہ اور جب کہ بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگی
سوای پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اوسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہنا اوسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سی مشتری کی پاس
اور شفعہ نہین اوسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ھ مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اوسپر فسخ بیع واجب ہی تا معصیت پر اصرار نہ پایا
جاوی تو اشتغال بوطی اعراض ہی فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کی اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع منوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ

اور بہتر داو سکے ذوی البیوت ج وشرح المجمع ولا شفعۃ بہا ای بما شراہ فاسدًا اور جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے جو بیع
فاسد سے ہوئی یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اوسکے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری کو اوسکا شفعہ نہیں لیسکا ویجب مثلہ
ان مثلیًا والا فقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ وتعتبر قیمتہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ
کالمغصوب اور مشتری قبض سے مالک ہوگا بیع کا مثل دیگر اگر مبیع مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہیں تو اوسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ
قیمت جو قبض کے دن اوسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اوسکے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اوسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند
مراد مصنف کی یہ ہے کہ مبیع کو ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھ اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے
رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا فی البحر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطے انکار زیادت یعنی مشتری
زیادتی قیمت کا منکر ہے اور منکر کا قول معتبر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعًا عنہ ابن ملک اور واجب ہے
ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہ فسخ بازرہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ھ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف
کرتا کہ امتناعًا مفعول لہ ہوتا اعدامًا کے کذا سے الفعل او بعدہ مادام المبیع بحالہ جوہرہ فی ید المشتری اعدامًا للفساد لانہ
معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض بیع واجب ہے جب تک کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہے یہ وجوب فسخ فساد مٹانیکے واسطے ہے اسواسطے
کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اوسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ھ اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اوسکا ذکر
عنقریب آویگا ولذا لا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعًا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے
لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعًا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم
بہ القاضی فلہ فسخہ جبرًا علیہما حقًا للشرع بزازیہ اور جب کہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اوسکو فسخ
کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہے حق شرع کیواسطے کذا فی البزازیہ ھ طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہما فسخہ کہتا اسواسطے
کہ رفع معصیت عاقد پر واجب ہے اسلئے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اوسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ
او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ
قنیہ اور جس بیع فاسد کو پھیرے مشتری اوسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع یا کسی اور وجہ چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور
واقع ہو مبیع اوسکے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اوسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھ اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے
لیکن ظاہر یہ ہے کہ توبہ اور مقاطع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ
مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق
ہو ایک جہت سے جب کہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کیطرف سے پہونچے اور اگر
دوسرے کی طرف سے پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اوسکا جامع الفصولین میں ہے ھ اگر مشتری نے بیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور
اوسنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنی مشتری کے ہاتھ سے
نہ پہونچی کذا فی النہر اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کئے جن میں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باعہ ای باع المشتری المشتری فاسدًا
بیعًا صحیحًا باتًا فلو فاسدًا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضًا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے بیع فاسد کو بیع باتّ
صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کی یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اوسکی غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اوسکے بائع سے بیع کی تو
بیع اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنی مصنف کے اس قول میں وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بعذر الاکراہ فلو بہ ینتقص کل تصرف

المشتری اور حالانکہ فساد اوس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اوسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز
ہوں گے او وھبہ وسلمہ او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ردّ ھا مع عقرھا اتفاقا مراد یہ کہ مشتری نے بیع ہبہ کی غیر
بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہو گئی ہو تو اوسکو مع اوسکے مہر مثل کے ساتھہ
بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل یعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر
المشتری قابضا اقتضاء فقد ملک المامور ما لا یملکہ الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اوسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا
مشتری کے آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنی اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس
غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسیطرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا
بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اوسکا جس کا امر
کرنے والا مالک نہیں وما فی الخانیۃ علی خلاف ھذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ میں برعکس اسکے
قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور
قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرنے میری طرف سے پھر بائع نے اوسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہہ عتق بائع کیطرف سے ہوگا نہ مشتری کی طرف سے
اور اسیطرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استھلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین
علی خلاف ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا ہو اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو ستہلک کیا
جب کہ اوسکو وقف کیا اور اوسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایت جامع الفصولین میں برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو
مفصل بیان کیا ہے ھم جامع الفصولین میں یوں ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت بنائے انتھے نہر الفائق
میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہہ بہتر ہے تغلیط سے اور بحر الرائق میں اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رھنہ او اوصی
او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مرّ وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکھا
یا اوسکی کسی شخص کیواسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاویگی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف
یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اوس سے مگر چار صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھم
اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد کے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسدہ یا مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے
کو دیا تو شخص اول کو اوسکا توڑنا جائز ہے اگر شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اوسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اوسکا توڑنا درست ہے مشتری نے بیع فاسد کو
اجارہ دیا تو بائع کو اوس کا توڑنا جائز ہے اور اسیطرح اگر نکاح کر دیا انتھے چونکہ کلام متن کا تصرف مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور
اسیطرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسیطرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول میں موجود ہیں کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی
غیر اجارۃ ونکاح اور اسیطرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوای اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب نفاذ بیع فاسد کا ہے ھم اجارہ اور نکاح
سے ہو اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بہی عذر ہے اور نکاح میں خراج عن الملک نہیں وھل یبطل نکاح الامۃ
بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہے اوسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ
ھم یہاں گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولوالجیہ قبل از قبض میں مفروض ہے تو
کچھہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا ومتی زال المانع کرجوع ھبۃ وعجز مکاتب وفک رھن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء
بالقیمۃ لا بعدہ کہ جب کہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے مثلا پھیر لینا واہب کا اپنے ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع

فاسد کا مین فسخ خود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنی قاضی نے ہنوز مشتری پر ادا ای قیمت کا حکم کیا ہو۔ بعد قضا کے پس اگر بعد حکم
قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث
بہ یعنی اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اوسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اسیکا قوی ہے وبعد الفسخ لا
یاخذہ یا المبیع حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف المولی من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ
کما جازتہ و رہن و عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اوسکا بائع نہلے تا وقتیکہ اوسکا ثمن منقود کہ پیشتر ثمن منقود دے ثمن
منقود مراد ہے تا یہ نقدین کو بہی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے عوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خریدی تو
مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا بیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں جیسا اجارہ فاسد اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق
ان اور بعد مین کا کافی میں مذکور ہے ۔۔۔ شرح نہلے مین ہو کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا
ول بائع پر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارہ
فاسدہ مین سابقہ دین کے عوض موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارہ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا
مسائل ... قول بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارہ صحیحہ دین سابق ہو پہر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز
ہو اور اسیطرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوگیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یون کہنا تہا بخلاف عقد البیع کذا فی الہدایہ و منہا
اور یہی طرح بحر الفائق مین ہو۔ ثم ان مات احدہما والموجر او المستقرض او الراہن فاسدا عینی و نہایۃ بعد الفسخ فالمشتری احق
بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذہ لہ پہر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا
راہن مرجاوے بعد فسخ کے کذا فی البحر والزیلعی تو مشتری اور مانند اوسکے چنانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مرجاوے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر
حقدار ہیں باقی اور ماندہ دیون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس مبیع کا حق ہے یہان تک کہ اپنا مال لے لے کیونکہ ثم بعد الفسخ نقض علی التوہم ہے
اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بہی ہے بطریق اولے عبارت نہلے کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مرگیا تو مشتری احق بالمبیع ہے استیفاء ثمن کیونکہ اوسکی تقدیم ہے
اوسکی حیات مین اسیطرح اوسکی تقدیم ہوگی اوسکی تجہیز پر اوسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسدہ و لیا اور حسب تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد۔ اس
واسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکہی تو اوسکو اجارہ کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مرجاوے تو وہ شئی
مقروض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الہدایہ فیاخذ المشتری دراہم الثمن بعینہا لو قائمۃ و مثلہا لو ہالکۃ بناء علی تعیین الدراہم
فی البیع الفاسد وہو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لیگا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور مانند اونکے ہے اور دراہم کو لیگا اگر وہ موجود نہون
بنا بر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح
قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہے تو جب ثمن بیع
بیع کی فاسد متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بالعکس ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تفسیر کر کے
دیا و اما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا علی الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل علی الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر
متعین ولا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہے وہ فائدہ جو اوسکو ثمن مین حاصل ہوا ہے وہ روایت
صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہین بلکہ علت یہی ہے دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ متعین ہوا
نہین اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مضر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے حاصل اسکا جواب یہ ہے کہ بائع کو اسواسطے نفع اسلئے
حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر مین امام اعظم نے یون فرمائی ہے کہ ایک

مرد نے لونڈی ہزار درم کو بعقد فاسد خریدی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اپنے مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے
لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کئے اسکو نفع حلال ہے اسلئے کہ اسواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد متعلق بمال متعین یعنی جاریہ ہی
تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اوسکا مثل ذمہ پر واجب ہے تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اوسکا تصدق
واجب نہوا یہہ حکم اوس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تہا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ امین امانت دار خیانت کرے تو طرفین
کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق
نفع لازم ہی یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی جب تک بیع متاع بائع متناقضہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع
حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعه بازید لتعلق
العقد بعینه فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق به حلال یعنی مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اوس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح کہ مبیع مذکور کو
زیادہ ترثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہی اور اگر
مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادعاه علی اخر فصدقه
علی ذلک فقضی ای اداه ایاه ثم ظهر عدمه بتصادقهما انه لم یکن علیه شیء لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد
الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہی نفع اوس مال کا جس کا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی پھر اوسنے
مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اوسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچہہ مال مدعی کا نہ تہا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوا ہم
بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جب کہ تقدین کا دعوی
کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم ہین سو
اوسکو ادا کر اوسنے ادا کیے پہر دونون کسی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے
کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہی پہر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا
تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب
فیعمل فیهما کما بسطه خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو
اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواه الدین لا یملکه اصلا وقواه فی النهر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین
کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے
کتاب الاقرار مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک
حلال ہی نہ ابو یوسف کے نزدیک تو اسوقت مین اسکو نفع حلال ہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے
پہر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تہا سو دونون کا عدم دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہہ نہایت خوب فہم ہی
اسکو غور کر لینا چاہئے وفیه الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاه واخرجه الینا ملکه وصح بیعه لکن لا یطیب
له ولا للمشتری منه بخلاف البیع الفاسد فانه لا یطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتری منه لصحة عقده اور اسی کتاب مین
ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام
کے طرف نکال لاوے تو اوس کا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور
نہ اوسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اوسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اوس سے خریدا اسکو حلال ہے

بیسا اوسکی قیمت کے حکم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منصوب اور طعام منصوب کی خریداری حرام ہے مگر یہ کہ غاصب کو اوس کا
اوس کی قیمت ادا کرے یا مالک سے اوسکو معاف کرائے تو اب اوسکو مول لینا درست ہے کذا فی الخلاصۃ و فی حظر الاشباہ الحرمۃ تتعدی مع العلم بہا الا فی
حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدی ہوتی ہے جسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں ہم اگر حرمت کا علم ہو
تو ہمارا اس قید و سے بھی متعلق ہوتی ہے سوائے وارث کے لئے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں یہ
مال حلال ہے و قیدہ فی الظہیریۃ بان لایعلم ارباب الاموال و سنحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں علت وارث کو باین قید مقید کیا ہے کہ وارث
ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم تنبیہ اگر وارث جانتے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بجبر غصب یا رشوت
لیا ہے تو اسپر واجب ہے کہ اونکو یا اونکے وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبے میں ہے کہ مورث مرگیا اور کسب
اوسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر اوسنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے انتہے اس قول سے معلوم ہوا
کہ در صورت علم وارث حرمت ثابت ہو اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی البحر الرائق و تحقیقہ فی الحظر ہی اور غرر میں ہے فیما اشتراہ فاسدا تعذر فیما یقطع
حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ بقولہ فبنی فیہا و امتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اوس
جسکو فاسد خریدا تھا تو اوسکو گھر اور زمین کی قیمت دینا لازم ہوگیا اور بیع ممتنع ہوگیا شارح کہتا ہے کہ پیشتر ذکر کیا ہے اون مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع
ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اوسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا و قالا
ینقضہما و یرد للبیع و رجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اوکھاڑے اور بیع کو پھیرے اور اسی قول کی
ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود
ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگائے تو بالاتفاق قلع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا ہی دوام کے واسطے ہوتا ہے اور کبھی
نہیں و تعقبہ فی النہر بحصول البناء بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنے دفع کیا ہے نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے
بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اوسمیں دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے
کیونکہ اوسمیں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہے طحطاوی نے کہا یہ تعقب اوس وقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا
ہو سکتا ہے کہ اوسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق درمیان بیع اور اجارہ میں
و کذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ و خیاطۃ و طحن حنطۃ و لت سویق و غزل قطن و جاریۃ علقت منہ اور اسیطرح
مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہے اور اوس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا
اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ
کولد او متولدۃ کثمر فلہ الفسخ و یضمنہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ غیر متولدۃ کاجرۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی جدا ہو
چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گیہون تو اوسکو فسخ کا اختیار ہے اور اوسکا تاوان دے اوسکے ہلاک سے سوا سی منفصل غیر متولد زیادتی
کے کذا فی الجوہرۃ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب لاحق ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی میں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے
اور مشتری پر قیمت واجب ہو باقی میں و فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او آفۃ سماویۃ
اخذہ البائع مع الارش و لو بفعل البائع صار مستردا و لو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری
کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر
نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے

اجنبی ہے کذا فی البحر وکرہ تحریماً مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس به لتعلیل النهی بالاخلال بالسعی فاذا
انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہے مع صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعہ کے دن اذان اول کیوقت مگر جب کہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے
کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہو گئی ھ قرآن مجید مین منصوص ہے
ہے کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہے اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت
مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہے تلبیے اس واسطے کہ نصوص معلق ہیں
کذا فی الطحطاوی وقد خص منه من لاجمعة عليه ذكره المصنف اور البتہ مخصوص ہے اوس سے بیع انکی جن پر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین
ذکر کیا ہے یعنے عورتین اور مسافر اور بیمار دن کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ اونپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ويسكن ان يزيد و
لا يريد الشراء او يمدحه بما ليس فيه ليروجه اور مکروہ ہے لاڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہے اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑہا دے
اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ويجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاپن
نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہے ھ یعنی جس طرح لاڑپے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہے اس واسطے کہ حدیث مین وارد ہے لاتناجشوا
یعنی لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہے بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النهی محمول علی ما اذا كانت السلعة بلغت قيمتها اما اذا لم تبلغ لا يكره
لانتفاء الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہے اوس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہو گئی اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو
بلا قصد خریدی ثمن کا زیادہ کرنا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نہونے فریب کے کذا فی العنایۃ یعنی اس صورت مین بائع کا فائدہ ہے اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا
مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہے مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو صحاح
ستہ مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکا دے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنی بھائی کی بیع پر اور نہ پیام
نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہے تو مسلم مراد ہے نہ ذمی اور مستامن اوسکا جواب شارح نے اپنے
اس قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کیواسطے بلکہ
زیادتی تنفر کے واسطے ہے کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہے وهذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المهر والا لا يكره
لانه بيع من يزيد وقد باع عليه الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بيع من يزيد اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر
بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہے مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اس واسطے کہ
یہ بیع من یزید ہے اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھ عنایہ مین ہے کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہے کہ
دو شخص مول چکا دین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہو جا دین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کر دے تو یہ بیع
جائز ہے لیکن مکروہ ہے کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہے تو یہ مکروہ ہے اگر بائع بیع کیطرف مائل ہو چکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم
ہے نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہے اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہے جسکو کچھ مین اوڑہتا ہون اور کچھ بچھاتا
ہون اور ایک پیالہ ہے جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے اونکو لیا اور فرمایا کہ
کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار
یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درم سے زیادہ دیوے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونو
چیزین اسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی

بیری پاس خرید کرا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسمین اپنے دست مبارک سے جنبش ڈالا پہر فرمایا کہ جا لکڑیان لا لاکر اور بیچا کر اور مین
تجھکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پہر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کہانا
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سا ہی کا داغ تیری مونہہ مین ہو قیامت کے دن کذا فی المحیط وھم یسمون
ہوا زنیلام کی جو بالفعل ہند مین مشہور ہے اصل ہی وتلقی الجلب یعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہی اناج کی بہرلی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا
جلب بالتحقیق بمعنے مجلوب یا جالب ہے مستلقے جلب کی صورت اسیجابی نے یون ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل
قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلہ مین جا کر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین آکر اوسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہہ شخص جانا اور قافلہ
شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت قحط تلقے جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقے جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت
اسکی یہہ ہے کہ شہر والا قافلہ کو آگے بڑھکر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو یہہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ
ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی المحیط و عن الاتقانی وھذا اذا کان یضر باھل البلد او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمھم
فیکرہ للضرر والغرر اہ اور یہہ کراہت یعنی تلقے جلب اسوقت ہی جب کہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانیوالون پر شہر کے نرخکو مخفی رکھے بسبب اونکی ناواقفی
تو مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دہوکہا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا لم یضر فلا یکرہ اور جب کہ ضرر اور تلبیس نرخ متحقق نہو
تو تلقی جلب مکروہ نہیں وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنے شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کرکے بیچے صحیح مسلم
وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ حاضر بادی کے واسطے بیع کرے اور چہوڑ دو لوگون کو اللہ تعالیٰ روزی دے
بعضے آدمیونکو بعضون سے وھذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہی اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا
مال بیچدینا بطریق دلالی کے مکروہ نہین بسبب عدم ہونے ضرر کے صورت اوسکی یہ ہے کہ قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اوس سے کہا کہ
تو بیع میں جلدی کر میں تجھکو گران بیچ دونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراغ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی
المشتری وکذا صححہ کما فی المجتبی ای الشمنی والبائع لموافقۃ آخر الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضھم من بعض ولذا عدی باللام
لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح جیسا کہ مجتبی مین ہی یہہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بسبب
موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چہوڑ دو لوگونکو اللہ تعالیٰ روزی دے بعضونکو بعضون سے اور اسیواسطے بیع کا صلہ لام سے متعدی ہوا نہ من سے تفسیر ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داود میں ولا یکرہ بیع من یزید لما مر وھی بیع الدلالۃ مکروہ نہین بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور ٹاٹ کا
قصہ مذکور ہو چکا اور اسی کو اہل مصر عرف مین بیع الدلالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع
زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہی ولا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع للعنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
من فرق بین والدۃ وولدہا واخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر
غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جھۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ھو اخ رضاعا فانھما اور جدائی نہ کی جائے صغیر غیر بالغ اور اوسکے رشتہ دار
محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بہائی ہو تو اسکو توجہہ لے شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کے ساتھ تعبیر کیا
مبالغہ کے واسطے منع بیع مین بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوسکو جو جدائی ڈالے درمیان ماں اور اوسکے بیٹے کے اور درمیان ایک
بہائی اور اوسکے دوسرے بہائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت
ولادت ہو یا نہو حصر لفظ مین مبالغہ منع کا اسواسطے ہوا کہ تفریق کو محال عدم الوقوع ٹہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کیواسطے لگائی کہ صغیر
سی وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکرسکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بہی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ ولو کا

علی مالٍ او بیعِہِنّ حلف بعتقہ او کان المالک کافراً لعدم مخاطبتہ بالشرائع او متعدّداً ولو الآخر طفلہ او مکاتبہ فلا بأس او تعدّد
محارمہ فلہ بیعُ ما سوی واحدٍ غیر الاقرب والابوین والملحق بھما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور اوسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد
اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اوس شخص کے ہاتھہ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام بیع کے آزاد کرنے کی قسم کہائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ
کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہین یا مالک متعدد ہون اور اگر دوسرا غلام اوسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچھ مضائقہ نہین یا غلام کے محارم چند ہون
تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ھم اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور
خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماکی برابر ہے او بحقٍ مستحقٍ کخروجہ مستحقًا یا تفریق بواسطے حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی
زید کے پاس دو غلام محرم ہین اور ایک غلام اُنمین دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہین وکدفع احدھما بالجنایۃ وبیعہ بالدین او باتلاف
مال الغیر وردّہ بعیبٍ لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو مین سے ایک غلام کو بسبب اوسکے ارتکاب جنایت
کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پہیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہے اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اوسکے محرم مین منع ہے تو بنظر دفع ضرر کے ہے غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر مین ھم یعنی منظور شرع ہے
کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اوسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہین کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو در صورت
جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آویگا اور دوسری صورت مین قرضخواہون کو قیمت دینی پڑیگی اور تیسری صورت مین عیبدار لینا پڑیگا کذا فی الطحطاوی
بخلاف الکبیرین والزوجین فلا بأس بہ خلافاً لاحمد فالمستثنٰی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اُسمین کچھ مضائقہ
نہین برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنٰے گیارہ ہین ھم یعنی صغیر اور اوسکے محرم نسبی مین تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہین مگر گیارہ صورتون
مین جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اوسکے ہاتھہ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کہائی ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جب کہ مالک متعدد ہون ۶ جبکہ
صغیر کے محارم کئی شخص ہون ۷ جب کہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت مین ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین مین ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف
مال غیر مین ۱۱ پہیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق مین بارہوین صورت یہہ زیادہ کی ہے جب کہ صغیر قریب البلوغ ہوا اور اوسکی ماں اوسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ
التفریق بالبیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ ووصیۃ یکرہ بشراءٍ الا من حربی ابن ملک وبقسمۃٍ فی المیراث والغنائم جوہرہ
اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اوسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسیطرح خرید کرنیسے بہی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ
نہین کذا ذکر ابن ملک اور میراث اور غنائم مین قسمت کرنے سے تفریق کرنا مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ ھم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمین ایک صغیر ہے چہوڑ کر مر گیا
اور ایک ایک غلام ایک بہائی کو پہونچتا ہے تو واجب یہہ ہے کہ دونون غلامون کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونون بہائی اونکا ثمن قسمت کرلین اور اسیطرح غنیمت
کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہ
کے واعلم انّ فسخ المکروہ واجبٌ علی کل واحدٍ منھما ایضًا بحرٌ وغیرہ لدفع الاثم مجمع اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری
پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بہی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ بسبب دور کرڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیہ
تصحیح شراء کافرٍ مسلمًا او مصحفًا مع الاجبار علی اخراجھما عن ملکہ وسیجئ فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع مین یہہ بہی روایت ہے کہ ہم صحیح کہتے ہین
شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتہہ اور یہ مسئلہ متفرقات مین آویگا واللہ تعالٰی اعلم ھم یعنے اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو یہہ خرید
صحیح ہے باطل یا فاسد نہین لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ اونکو اپنی ملک مین نہ رکہے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی

یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام مین ھم فضولی نسبت ہے فضول کیطرف جو جمع ہے فضل بمعنے زیادت کے چنانچہ الصارمی اور اعرابی مناسبتہ ظاہرۃ
مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شئے پر موقوف ہے یعنے فاسد مین قبض پر اور موقوف مین اجازت پر کذا فی الحلبی وذکرہ

ان الکنز بعد الاستحقاق لانہ من صنوہ اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہی اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہے
هم وجہ ایکی یہ ہی کہ مستحق دعوےکے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اوسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی
حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ بیع غیر کا حق ہے ھو من یشتغل بما لا یعنیہ کالقائل
لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فضولی وہ ہی جو ان کامون میں مشغول ہو جنسے اوسکو کچھ مطلب نہو اور جو شخص امر
بالمعروف کرتا ہے اوسکو فضولی کہنا اسپر کفر کا خوف ہی کیونکہ اس سے یہ مفہوم ہوا کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اوسکو فضولی کہنا
ظاہر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی ہو اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب متعین نہین ہوئی واصطلاحًا من یتصرف
فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل یخرج بہ نحو الوکیل والوصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف
کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے تو اسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی
فصل ہی جس سے مانند وکیل اور وصی کے خارج ہوگئے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کے تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا
کطلاق واعتاق ولہ مجیز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ
وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اوسکا مجیز ہے یعنے اوس تصرف کیواسطے وہ شخص موجود
ہی جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کیوقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کے اجازت پر موقوف ہوکر مثلا اگر شخص نے خالد
کے مال کی بیع کی یا اوسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اوسکی زوجہ کو طلاق دی یا اوسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو
بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ
قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ
وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل مالم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد
مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت ملنے ولی کے سو اوسنے بیع سابق کو جائز
رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اس واسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلا اپنی زوجہ کو
طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اوسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اوسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اوسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون
نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے هم
ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اوسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اوسکو
فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر لو الغیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی اور
غیر کے مال کی بیع موقوف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین سے حاوی سے
نقل کرکے وھذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے توقف بیع اوس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے
یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہی اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار فیہ
لمالکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فالبیع باطل اور اگر اسکو بیچا اس طرح پر کہ مبیع میرا مال ہے یا اوسکو بیچا اپنی
ذات سے یعنے خود خرید کیا یا ثمن اوسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اوس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب
کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے هم ابو سعود نے حاشیہ کنز مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو

غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب کو متاع مغصوب کی بیع کی پھر مالک نے اس عقد کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہو
سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین میں حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصونکی متاع کو غصب کیا اور
بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر اسی حکم سے دو فضولیون کا جنہون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی
قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود عقود و فسوخ مین متعین نہین کذا فی
الطحطاوی والحاصل ان بیعه موقوف الا فی هذه الخمسة فباطل اور حاصل کلام یہہ ہے کہ فضولیکی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون
مین باطل ہی هم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانه لو اشتری لغیره نفذ علیه
الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیه فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیعکو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے
کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنے فضولے پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے
خرید واقع ہوئی هم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے
نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اوس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر هذا اذا لم یضفه الفضولی الی
غیره فلو اضافه بان قال بع هذا العبد لفلان فقال البائع بعته لفلان توقف بزازیه وغیرها یہ یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اس وقت ہی جب
اوسنے خریداری کو اپنے غیر کے طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کیطرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ
مین نے اوسکے ہاتھ بیچا تو اوسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیه وغیرها لان بیعه لنفسه باطل کما فی البحر والاشباه عن البدائع لانه
لانه غاصب اسواسطے کہ فضولیکی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباه عن البدائع شاید کہ یہہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے بیع کا
هم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی یہہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکه کی یہہ قول تعلیل ہو وکذا من
نفسه لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب لما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون یعنے
ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سواے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارة الاشباه بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل
اذا باع لنفسه بدائع واذا شرط الخیار فیه للمالك تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض اخر للمالك به فتح لکن ضعف المصنف
الاول لمخالفتها لفروع المذهب لتصریحهم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازته علی الظاهر مع ان البائع
باع لنفسه لا للمالك الذی هو المستحق مع انه توقف علی الاجازة اور عبارت اشباہ یہہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین
باطل ہے جب کہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جب کہ ہمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اوس شخص
کے ہاتھہ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اوسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب
سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور اسکی تصریح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اوس بیعکی اجازت درست
ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھہ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہی واما الثانیة ففی
النهر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصله کما قاله شیخنا ان بیعه موقوف ولو لنفسه علی الصحیح انتهی اور دوسری صورت
کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہی اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر چنانچہ ہمارے استاد نے فرمایا ہے
یہ ہی کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہے کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی لکن فی حاشیة الاشباه
لابن المصنف وزدت علیه مسئلتین من الحاوی وهما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی هنا لیکن ابن مصنف کے
حاشیہ اشباہ مین ہی اور مینے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کی

کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہیں ہوتی یعنی باطل ہو جاتی ہے فتاویٰ میں کہا الی ہنا ما فی النہر ہے وتوقف بیع العبد والصبی المحجور علی اجازۃ المولیٰ والولی
کذا فی المعراج اور غلام ممنوع التصرف اور صغیر ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولے اور ولی کی اجازت پر اور اسیطرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے
وفی العمادیۃ وغیرہا لا تنعقد اقاریر العبد ولا عقودہ وتحقیقہ فی البحر اور عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اوسکے
عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب البحر میں ہم ظاہرا عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد
اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے وتوقف بیع مالہ من رسل عقلی غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے
مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نجانتا ہو وبیع المرہون والمستاجر والارض فی
مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتہن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گروی ہو اور غیر کے اجارہ میں ہے اور جو زمین کسیکے پاس بٹائی میں ہو اسکی بیع مرتہن اور
مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونوں کا
مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الخطاوی وتوقف بیع شئ برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علمہ المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف
ہے بیع شئے کی اوسکی رقم پر یعنی ثمن کی علامت جو اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کر لیا تو بیع نافذ ہے اور نہیں تو باطل
ہے ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے برعکس ہے قلت وفی مرابحۃ البحر انہ فاسد یحتمل
الصحۃ لا بالعکس ہو الصحیح وعلیہ فتحرم مباشرتہ وعلی الضعیف لا میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے
جسکو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس یعنی صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اسکی
حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں وترک المصنف قول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ
فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اسکے مال غیر کی بیع میں ہم درر میں
ہے کہ ایک شئے زید کے ہاتھ بیچی پھر اوسکو عمرو کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہانتک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہو گی لیکن مشتری
کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر
کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری مبیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الخطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف

[illegible] فلان والبائع یعلم والمشتری لا یعلم والبیع بمثل ما یبیع الناس
موقوف ہے بعوض اوس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع
اوسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اوس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اوس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر
مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر گیا تو تینون صورتون میں بیع صحیح اور نہیں تو باطل ہے وبیع الشئ بقیمتہ ان بینت فی المجلس صح والا بطل
درر اور موقوف ہے بیع شئ کی اوسکی قیمت پر سو اگر قیمت مصرح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ نوح وبیع فیہ خیار
المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمین خیار مجلس شرط ہو یعنے اگر مجلس میں اختیار کر لیگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح وتوقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک
یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے بشرطیکہ غاصب نے اوسکے مالک کے
واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا وتوقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب
اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شئے مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے در صورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود
غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اوس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہو بائع کا اوسکی تسلیم فی المجلس
موقوف ہے ہم چنانچہ چھت کی کڑی بیچا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مرض مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہی وبیعُ الورثۃِ الترکۃَ المستغرقۃَ علی اجازۃِ الغرماءِ اور بیچنا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف
ہی وبیعُ احدِ الوکیلینِ او الوصیینِ او الناظرینِ اذا باع بحضرۃِ الآخرِ توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطلٌ اور دو وکیلون یا دو وصیون
یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہے
وادخلہ فی النہرِ الی نیفٍ وثلثین اور نہر الفائق مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہی ہم نہر الفائق مین اڑتیس قسمین بیع موقوف
کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیئیس ۲۳ قسمین ذکر کی ہین وحکمہ ای بیعِ الفضولی لو کان لہ مجیزٌ حال وقوعہ کاملٌ قبول الاجازۃ
من المالک اذا کان البائعُ والمشتری والمبیعُ قائماً بان لا یتغیر المبیعُ بحیث یعد شیئاً آخر لان اجازتہ کالبیع حکماً اور حکم
یعنی اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اوسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جب کہ بائع یعنی فضولی اور مشتری
اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے ہم
تغیر مبیع کی یہہ صورت ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت نہوئی ہو والا اجازت مفید نہوگی کیونکہ اب اوس کا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین
کرلینے کے کہ اسمین اجازت مفید ہوگی ایسا ہی لکھا ہی مصنف نے اپنی شرحین لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنیکے اجازت غیر مفید ہے
کذا فی الطحاوی وکذا اشترط قیامُ الثمنِ ایضاً لو کان عرضاً معیناً لانہ مبیعٌ من وجہٍ فیکون ملکاً للفضولی وعلیہ مثلُ المبیع لو
مثلیاً والا فقیمتہ وغیرُ العرضِ ملکٌ للمجیزِ امانۃٌ فی یدِ الفضولی ملتقی اور اسیطرح شرط ہی قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو
اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہی ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹہریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک
ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اوسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ
مالک مجیز کی ملک ہی فضولی کے ہاتھ مین امانت ہی کذا فی الملتقی وکذا یشترط قیامُ صاحبِ المتاعِ ایضاً فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ
اور اسیطرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اوسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے اجازت کے اوسکی موت سے وحکمہ ایضاً ان اخذ المالکِ
الثمنَ او طلبہ من المشتری یکون اجازۃً عمادیہ اور بیع فضولی کا یہہ بھی حکم ہی کہ ثمن لینا مالک کا اور اوسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہی کذا فی العمادیہ
وہل للمشتری الرجوعُ علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح نعم ان لم یعلم انہ فضولی وقت الاداء لا ان علم قنیہ
واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ المصنف وجزم الزیلعی وابن مالک بانہ امانۃ مطلقاً اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر
ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جاوے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہہ ہی کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادای ثمن کیوقت یہہ نجانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز
نہین اگر اوسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہی ابن شحنہ نے اور اسکو ثابت رکھا ہی مصنف نے اپنی شرحین اور زیلعی اور ابن ملک نے
اسپر یقین کیا ہی کہ ثمن امانت ہی مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین وقول المالک
بئس ما صنعت واحسنتَ او اصبتَ علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب
کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہی بقول مختار کذا فی المختار ہم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہین کیونکہ
استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحاوی وہبۃُ الثمنِ من المشتری والتصدق علیہ بہ اجازۃ لو المبیع قائماً عمادیہ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کو مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہی بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقولہ لا اجیز ردٌ لہ
ای للبیع الموقوف فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا
بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہین ہوتی بخلاف مستاجر کی اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ دینے والیکی بیعکو پھر بعد اسکے اجازت دی جائز ہی
فافاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعلِ والقولِ وان للمالکِ الاجازۃَ والفسخَ وللمشتری الفسخَ لا الاجازۃ وکذا للفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ معبرٌ محضٌ زاد

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو
فسخ جائز ہے نہ اجازت اور اسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی
البزازیہ ہم جب فضولی نکاح میں سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہوگئے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمیں فضولی کو فسخ کا اختیار ہو حقوق
اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اوسکے طرف راجع ہونگے تسعے مثلا اگر بیع میں اور
تمامتر العیب ہوگا اور اسمیں اوسکا ضرر ہے تو اوسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اوسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی الفتح و فی المجمع لو اجاز احد المالکین
خیر المشتری فی حصتہ و الزمہ محمد بہا اور مجمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اوسکے حصے لینے میں
اور محمد نے مشتری پر حصہ کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار ہم ان فضولیا باع ملکہ فاجاز و لم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر
اجازتہ لصدورہ عن رضاء بالاجازۃ کالوکیل یحط بعض الثمن مطلقا بزازیہ اگر یہ سنا کہ فضولی نے اوسکا مال بیچڈالا سو اوسنے بیع کو
جائز رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اوسنے بیع کو رد کیا تو اوسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب ہو جانے
فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اوسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنے جب کہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت
دیدینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہو کذا فی الفتح اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ
المشتری او باعہ فاجاز المالک بیع الغاصب او ادی الغاصب الضمان الی المالک علی الاصح ہدایہ او ادی المشتری
الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وھو العتق لا الثانی وھو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذہ لا
وقت ثبوتہ خریدا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو
بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنے عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع
اسلئے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ہم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور
بعد اجازت کے نافذ ہوگیا اور اس حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہی بوقت
وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکہ بہ زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اس
واسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں ادائے تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اوسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ہم یعنے غاصب کی ملک تاوان سے ثابت
ہوئی نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اوس وقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہتی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کے ضمان کے کہ اسمیں ملک ثابت
ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی العلامہ و لو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع
کالکسب و الولد و العقر و لو قبل الاجازۃ یکون للمشتری لان الملک تم لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا
مثلا غلام مبیع کا اوسکے مشتری کے پاس پھر اوسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے جیسا کہ اوسکا کسب اور
لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت کے حادث ہو مشتری کے ملک میں اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خریدنے کے وقت سے
تو قطع وغیرہ اوسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اسکی ملک تاوان سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے و تصدق بما زاد
علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کے نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنابر وجوب کے
بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکے ضمان میں کذا فی الفتح ہم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کے ضمان میں جو چیز
داخل ہے وہ بمقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمیں شبہہ ہو عدم ملک کا لہذا اوسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی
[illegible] من الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ [illegible] فبرہن للمشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد

[illegible]

انه لم یامرہ بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع لم ترد بلینتہ ولم یقبل قولہ للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اوسکے امر کے بیچا پہر مشتری نے گواہ گذرانے مثلا بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تہا اور مشتری نے مبیع کے پہیر دینے کا ارادہ کیا تو اوسکے گواہ مردود ہین اور اوسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنے اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری ہین تو یہی امر ہے ھم وجہ تناقض یہہ ہو کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اوسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہین ہوتی مگر صحیح دعوے پر پہر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بہی مقبول نہونگے کما لو اقام البائع البینۃ انہ باع بلا امرہ او برھن علی اقرار المشتری بذلک واصلہ ان من سعی فی نقض ما تم من جہتہ لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اس پر کہ اوسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرحکے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہہ ہے کہ جو شخص سعے کرے اوس چیز کے توڑنے مین جو اوسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی مقبول نہین مردود ہی مگر دو مسئلونمین مقبول ھم ایک مسئلہ یہہ ہو کہ ایک شخص نے غلام کو خریدکیا اور اوسپر قبضہ کیا پہر دعوی کیا کہ بائع نے اوسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتہہ بیچا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ اوسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہہ ہو کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اوسکو حرم بنایا پہر واہب نے دعوی کیا کہ اوسکو مینے مدبرہ کیا تہا اور اوسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پہیریگے اور اوسپر محمول ہوگا کہ اوسنے یہہ فعل کیا پہر وہ تائب ہوا اور اوسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی ولان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقہ علیہ علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار لعدم التہمۃ فاذا توافقا بطل فی حقہما لا فی حق المالک للعبد ان کذبہما وادعی انہ کان بامرہ فیطالب البائع بالثمن لانہ وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرحپر کہ غلام کے مالک نے مجہکو اوسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بہی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پہر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تہی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنے اونکے نزدیک مشتری سے بہی مطالبہ کرسکتا ہی سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پہیر لے کذا فی الطحطاوی باع دار غیرہ بغیر امرہ واقبضہا المشتری ثم ادخلہا فی بناء المشتری فقید اتفاقی درر اپنے غیر کا گہر بیچا بدون اوسکے امر کے اور اوسپر مشتری کا قبضہ کرادیا کذا فی النہر اور گہر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہی سو قید اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الدرر ھم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہی لتعذر اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر المشتری لم یضمن البائع قیمۃ الدار لعدم سرایۃ اقرارہ علی المشتری پہر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گہر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب نہ سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ھم عدم سرایت اقرار بائع اوسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہی یعنے مشتری کے ہاتہہ سے گہر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہہ علت ہی کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بہی پہلا قول یہی تہا کذا فی الطحطاوی فان برھن المالک انہ لہا لا نہ نور دعواہ بہا اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گہر کو لیگا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوے کو شہادت سے روشن اور ثابت کردیا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع فضولی واجرہ آخر او زوجہ او رھنہ فاجیزا معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکۃ لا زوجۃ فیہ غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اوسکو اجارہ دیا یا اوسکا نکاح کردیا یا رہن رکہا پہر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دو کو

صورت بائع ہو دونون کے واسطے اجازت ہوئی تو سابق تو نکاح ہوگی دونون مشتری کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا
کذا فی الہم سکوت المالک عند العقد لیس باجازة خانیہ مین ہے مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فصل

باب الاقالة

یہہ باب ہے اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولے سے یہہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد
فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لغة الرفع یقال اقال اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی ہے ہم بعضون نے کہا کہ اقالہ قول
سے مشتق ہی اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر اگر قول سے
مشتق ہوتا تو قلت البیع بولتے دوسری وجہ یہہ ہے کہ اسکا مصدر شمار نے یاء کے آیا ہے مجمع اللغة مین کہا اقال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہہ ہے کہ اہل لغت
مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہ نے اسکو ی ل کے مادہ مین مذکور کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعا رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع
بیع سے یعنے بیع کو بعد اوسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی البحر فقال رفع العقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہے تو یون تعبیر کیا
کہ اقالہ عبارت ہی رفع عقد سے تو یہہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وهل ارکنها او احدهما مستقبل کان یقول
فقال اقلتك لعدم المساومة فيها فكانت كالنكاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون سے اور یہہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا
مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مینے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہہ
جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع
لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اقالہ اسمین درحکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال
محمد کالبیع قال البرجندی وهو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے
کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختك وتركت وتاركتك ورفعت اور اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوئے یعنے مینے
تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مینے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مینے اوٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتك کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ
الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع هو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ ایک ہی طرف سے
بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم
کرے بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجية لا بد من التسليم والقبض
من الجانبين اور سراجیہ مین ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن ضرور ہے دونون جانب سے ہم یہہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنے غیر صحیح ہے
وتتوقف على قبول الاخر فى المجلس ولو كان القبول فعلا كما لو قطعه او قبضه فور قول المشتري اقلتك لان من شرائطها اتحاد
المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اوسپر قبضہ کر لیا فی الفور
مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم فور سے مراد یہہ ہے کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو تو شرط اتحاد
مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے اذن مطلق سے بیچا پھر اوسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس
ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی بسبب متحد نہونے مجلس کے ورضى المتعاقدين
او الورثة او الوصي اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثون یا وصی کی وبقاء المحل القابل للفسخ بخيار فلو زاد زيادة
تمنع الفسخ لم تصح خلافا لهما اور شرط ہے باقی رہنا اوس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنے خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو
اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ
رنگ اور درخت اور زیادت منفصلہ متولدہ چنانچہ ولد اور ثمر وقبض بدل الصرف فی اقالته اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا

شرط کے اقالہ میں وَاَنْ لَایَھَبَ البَائِعُ الثَّمَنَ لِلْمُشْتَرِیْ قَبْلَ قَبْضِہٖ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ نکیا ہو قبل اوسکے قبضہ کرنیکے
ھم طحطاوی لکہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے اوسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وَاَنْ لَا یَکُوْنَ البَیْعُ بِاَکْثَرَ مِنَ القِیْمَۃِ
فِیْ بَیْعِ مَاْذُوْنٍ وَوَصِیٍّ وَمُتَوَلٍّ اور یہ شرط ہے کہ بیع اوس ثمن سے نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف
کی بیع میں ھم یعنے ایک چیز کی قیمت ایک درم ہے اور غلام ماذون لیوے یا متولے نے اوسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں
برعایت مولے اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں وَتَصِحُّ اِقَالَۃُ المُتَوَلِّی
اِنْ خَیْرًا لِلْوَقْفِ وَاِلَّا لَا وَالاَصْلُ اَنَّ مَنْ مَلَکَ البَیْعَ مَلَکَ اِقَالَتَہٗ اِلَّا فِیْ خَمْسٍ الثَّلٰثَۃُ المَذْکُوْرَۃُ وَالوَکِیْلُ بِالشِّرَاءِ قِیْلَ وَبِالسَّلَمِ اشباہ
اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولے کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا ور نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے وہ اقالہ بیع کا بھی مالک ہے
مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں تو مذکور ہو چکیں یعنے بیع ماذون اور وصی اور متولے اور چوتھی صورت خرید کا وکیل
بعضوں نے کہا اور یہ پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنے مسلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کرسکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک
اوسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی وَلَا اِقَالَۃَ فِیْ نِکَاحٍ وَطَلَاقٍ وَعِتَاقٍ جوھرۃ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق
مین کذا فی الجوہرہ واہو یہ کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنے طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونیکے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند
وَلَا اِبْرَاءٍ بَحْرٌ مِنْ بَابِ التَّحَالُفِ اور اقالہ نہیں ابرا میں کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابرا سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا
وَھِیَ مَنْدُوْبَۃٌ لِلْمُحْسِنِ بَحْرٌ اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ھم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا بَیْعَتَہٗ اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ یَوْمَ القِیٰمَۃِ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالےٰ قیامت میں اوسکی ذلت اور لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت میں
مسلمًا نادمًا وارد ہے کذا فی فتح القدیر وَتَجِبُ فِیْ عَقْدٍ مَکْرُوْہٍ وَفَاسِدٍ بَحْرٌ وَفِیْمَا اِذَا غَرَّ البَائِعُ یَسِیْرًا نَھْرٌ بَحْثًا فَلَوْ فَاحِشًا فَلَہُ الرَّدُّ کَمَا سَیَجِیْءُ اور
اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اسمیں اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب دیا ہو کذا فی النہر بحثًا اور جو بائع نے اوسکو زیادہ فریب
دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وَحُکْمُھَا اَنَّھَا فَسْخٌ فِیْ حَقِّ المُتَعَاقِدَیْنِ فِیْمَا ھُوَ مِنْ مُوْجَبَاتِ بِفَتْحِ الجِیْمِ اَیْ اَحْکَامِ العَقْدِ اور اقالہ کا
حکم یہہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اوس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات بفتح جیم سے احکام عقد مراد ہیں ھم موجبات عقد وہ
امور ہیں جو بنفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق
مین بیع جدید ہے نہیں مگر جب کہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں
بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقًا اَمَّا لَوْ وَجَبَ بِشَرْطٍ زَائِدٍ کَانَتْ بَیْعًا جَدِیْدًا فِیْ حَقِّھِمَا اَیْضًا کَاَنْ شَرٰی بِالدَّیْنِ المُؤَجَّلِ عَیْنًا ثُمَّ تَقَایَلَا لَمْ یَعُدِ الاَجَلُ
فَیَصِیْرُ دَیْنُہٗ حَالًّا کَاَنَّہٗ بَاعَہٗ مِنْہُ وَلَوْ رَدَّ بِخِیَارٍ بِقَضَاءٍ عَادَ الاَجَلُ لِاَنَّہٗ فَسْخٌ وَلَوْ کَانَ بِہٖ کَفِیْلٌ لَمْ تَعُدِ الکَفَالَۃُ فِیْھِمَا خَانِیَۃٌ
اور اگر عقد بیع بشرط زائد واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی چیز
کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اوس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اوسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جاویگا گویا صاحب دین نے
اوس جنس کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے مبیع کو بسبب خیار العیب کے بحکم قاضے پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی پھر
ثابت ہوگی کیونکہ یہہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہیں اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونوں میں عود نکریگی کذا فی الخانیہ ھم
یعنی اقالہ اور رد بالعیب میں کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب میں مدت کا اعادہ ہے
نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثُمَّ ذَکَرَ لِکَوْنِھَا فَسْخًا فُرُوْعًا فَقَالَ اَلْاَوَّلُ اَنَّھَا تَبْطُلُ بَعْدَ وِلَادَۃِ المَبِیْعَۃِ لِتَعَذُّرِ الفَسْخِ بِالزِّیَادَۃِ المُنْفَصِلَۃِ بَعْدَ القَبْضِ حَقًّا
لِلشَّرْعِ لَا قَبْلَہٗ مُطْلَقًا اِبْنُ المَلَکِ پھر مصنف نے بسبب ہونے اقالے کے فسخ چند فروع ذکر کیے فرع اول یہہ ہے کہ اقالہ باطل ہو جاتی

بعد ولادت مبیع کے بواسطہ عقد ہے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر حق شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت
قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقا خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ تفریع یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل
نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی تصح بمثل الثمن الاول وبالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول کے برابر
اور ثمن کے سکوت سے بھی اور صورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا وتجب مثل المشروط ولو
المقبوض اجود او اردأ اور ثمن پھیر دیا جاوے مانند مشروط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جاویگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت
کھوٹا ہو اگر ثمن دس دینار تھا اور مشتری نے اوسکے عوض دراہم دئے پھر دونون نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ارزان ہوگئے تو مشتری دینار
لیگا نہ دراہم کذا فی النہر ولو تقایلا وقد کسدت ترد الکاسدۃ اور اگر متعاقدین نے اقالہ کیا اور حالانکہ دراہم کاسد ہوگئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر من
الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی للوقف او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتریا شیئا باقل منہا للوقف او للصغیر لم یجز اقالتہ
ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون کما مر ثمن اول اور سکوت پر اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کیواسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے
کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونون نے کوئی چیز خریدی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کم قیمت سے تو اقالہ اوسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی
مثل سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وان وصلیۃ شرط لما تحتہ وباکثر منہ او اجلہ وکذا فی
الاقل الا مع تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لو بقدر العیب لا ازید ولا انقص قیل الا بقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے
اقالہ صحیح ہے اگرچہ غیر جنس ثمن مشروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر مشروط ہو یا ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسی طرح کمتر ثمن میں مگر مبیع کے معیوب ہوجانے کے
ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہو تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر نہ کمتر بعضون نے کہا مگر بقدر کی زیادتی اور کمی میں کچھ
مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شارح نے کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہے نہ فصلیہ ہم ان شرط متعلق ہو ما قبل استثنا سے تو اسکی تقدیم استثنا پر
مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقها بہ کما سیجیٔ اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد
سے اگرچہ اوسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب البیع سے پہلے آویگا تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو ارزان
خرید کیا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اوسکے ہاتھ بیچ ڈال اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیچی تو بیع ثانی منعقد نہوگی سو واسطے کہ یہ
اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی العطاء من البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعدہا قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ
من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار بعد اقالہ کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع
ہوتا دونون کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی ہم بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے کیونکہ مبیع
منقول ہے قبل اوسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیلہ ووزنہ اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ
کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اوسکے کیل اور وزن کے یعنے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا والسادس
جاز ہبۃ المبیع منہ لہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کل ذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کی طرف سے
بعد اقالہ قبل القبض کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں یہ کچھ جائز نہوتا ہم وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہوجاتی ہے
اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض وانما ہی بیع فی حق ثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار
اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق
میں ماسوائے زمین کے ہم زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہوا کہ بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ
او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد یعنے باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور
باہم فسخ کرنا ۔ باہم ترک کرنا

صاحبین کے بیع ٹہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالاجماع بیع ہے ہم بلفظ بیع اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتہہ بیچ جسکو تونے خریدکیا وثمرته فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارًا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا قضی لہا بکونہ بیعًا جدیدًا فکان الشفیع ثالثهما اور اوسکا ثمرہ یعنے حق ثالث مین اقالہ کے بیع ہونیکا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پہر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اوسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا ق الثانی لایرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمه بعدها لانه بیع فی حقه اور موضع ثانی یہہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہین کرسکتا بسبب اوس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق مین ہم یعنے جب کہ مشتری نے مبیعکو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا پہر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تہا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پہیر دے بائع اول کو تو اسکو یہہ جائز نہین اسواسطے کہ یہہ اسکے حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المنح والثالث لیس للواهب الرجوع اذا باع الموهوب له الموهوب من اخر ثم تقایلا لانه کالمشتری من المشتری منه اور موضع ثالث یہہ ہے کہ واہب کو ہبہ پہیر لینا جائز نہین جب کہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتہہ بیچا پہر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے ہند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من اخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤه منه بالاقل اور موضع رابع یہہ ہے کہ مشتری نے جب کہ مبیعکو بیچا دوسرے کے ہاتہہ قبل نقد ثمن کے تو بائعکو اوس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پہر اوسکو دوسرے کے ہاتہہ بیچا پہر بائع ثانی اور مشتری ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پہر آئی پہر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارة عبدًا للخدمة بعد ما حال علیها الحول و وجد به عیبًا فرده بغیر قضاء واسترد العروض فهلکت فی یده لم تسقط الزکوة فالفقیر ثالثهما اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالة اور موضع خامس یہہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا اور اجناس کو پہیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتہہ مین تو اونکی زکوة ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ یہ اسطرح عیب کے پہیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اوسکی خرید استہلاک نہو گا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور غیر قضا کی قید کا یہہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور جب ہلاک ہوگئین تو زکوة واجب نہوئی اور جب عیب بلا قضا اسوسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ہے لہذا زکوة واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہو تو فقیر کے حق مین بھی بیع اول مرتفع ہوجاتا کذا فی الطحطاوی ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانه حق الله تعالی فالله ثالثهما صدر الشریعة اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبرا کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبرا حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعة ہم وجوب استبرا کی یہہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پہر اقالہ بیع ہوا تو یہہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالة بعد الاجارة والرهن فالمرتهن ثالثهما فهی سبعة اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر مواضع مین اور شرح کے تو ہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجہسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مینے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیعکے مانند بدلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پہر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا قضاء دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوسنے جائز رکہا تو نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تہا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی والاقالة یمنع صحتها هلاک المبیع ولو حکما کالاباق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیعکا اگرچہ ہلاک حکمی ہو چنانچہ بہاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ

تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہو گی کذا فی البحر لا الثمن ولو بدل الصرف ہلاکی ثمن کی اگرچہ بدل صرف میں واقع ہو مانع ہے کیونکہ اصل بیع میں
مبیع ہی ہوتی ہے اور ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبارا للجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا
ہے بقدر باقی کے جزو کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے ہم اسی لیے کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اوسکے
حصہ کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شرح اسکو قنیہ سے ذکر کریگا ولیس منہ ما لو اشتری صابونا فجف فتقایلا البیع فی کل المبیع نظر اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت
نہیں اگر صابون خریدا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا بسبب اسی کے معنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے
جائز نہیں واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان
قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جب کہ احد البدلین مقایضہ اور اسی طرح سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری
پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہے اگر وہ مثلی ہو اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل
نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثنا منقطع ہے تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز
عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیہ ستارہ بیع اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اوسکی
تسلیم کو یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا مشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ
ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شئ للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم
خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خریدی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اوسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا
تاوان پایا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہو اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت
سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ وفیہا اشتری ارضا مزروعۃ ثم حصدہا
ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اھ قنیہ میں ہے کہ زمین مزروعہ خریدی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اسکے حصے کے برابر ہم
تحقیق مبیع کے ہلاک میں داخل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یصح اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں اسواسطے
کہ عقد وارد ہو رہا ہے گیہوں پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ میں ہے کہ دونوں نے
اقالہ کیا پھر انکو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے وطی کی ہے تو اوسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ میں
ہے کہ مبیع کا خرچ بائع پر رہے ہر صورت یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اوسکے غیبت میں کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں کذا فی
الحلبی ویصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون
المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کا اقالہ کرنا اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اوٹھ جائیگا اور بیع پھر آ جاوے گی سوای اقالہ سلم کے
کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا ہے اسواسطے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ
کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو جیسا تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہیں ویسے ہی قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے جیسے تصرف جائز نہیں جیسے رب السلم کو بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف
جائز نہیں یعنے کوئی چیز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف یعنی حکم راس المال کا قبل اقالہ اور
بعد اقالہ کے یکساں ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ ہے کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر قسم
نہیں ہم اس صورت میں مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائینگے یعنے در صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی
ولو تفرقا قبل قبضہ جاز الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہو گئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں

ھم اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع ہو کیونکہ کلام راس المال مین ہے وَمِنْهَا اخْتَلَفَ الْمُتَبَايِعَانِ فِي الصِّحَّةِ وَالْبُطْلَانِ فَالْقَوْلُ لِمُدَّعِي الْبُطْلَانِ وَفِي الصِّحَّةِ وَالْفَسَادِ لِمُدَّعِي الصِّحَّةِ اور ارشاد یہ ہو کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہو قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین مدعی فساد کا قول معتبر ہو جب کہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ھم اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہو کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادا ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہو اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہو کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجودیکہ یہان صحت اور فساد مین اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا بشرط قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہو یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جب کہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہین ھم جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی القہستانی معزیا بالخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ مین نے یہہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پہل کہایا ایک سال پہر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین ھم نزل بضم نون و زاء معجمہ اگرچہ بمعنے روزی و مہمانی کے ہو لیکن یہان پہل انگور کا مراد ہو **بَابُ الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ** یہہ باب ہو مرابحہ اور تولیہ کے احکام مین لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جب کہ بیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ھم یعنی ابتک اون بیوع کا بیان تہا جنمین جانب مبیع ملحوظ تہا اب اون بیوع کا بیان شروع ہوا جنمین جانب ثمن ملحوظ ہو چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہو اور نہر الفائق مین ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کیطرف اسواسطے حاجت ہو کہ ناواقف محتاج ہو تاجر واقفکار کی فعل کیطرف تو اوسکی مانند ثمن سے یا قدری منفعت کی ساتہہ خرید کرنیسے نادفہمہ کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دی صدیق نے کہا وہ آپکے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب ظاہر ہونیکے ھم مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اسمین ثمن اول کیطرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہو اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگرون مین کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض نفع ہو المرابحۃ مصدر رابح مرابحہ مصدر ہو رابح کا ھم عرب بولتے ہین باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جب کہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہے اوس چیز کی بیع کرنے سے جس کا بائع مالک ہوگیا ہو منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جب کہ اسکا ثمن یعنی قیمت اوتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور ساتہہ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مقومہ مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دہوبی کی اور مانند اسکے پہر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہو کذا فی المبسوط ھم خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچی چنانچہ ظاہر عبارت کنز اور وقایہ اسپر دال ہو بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہو سو اگر مبیع خرید ہی بائع کی ہو تو اسمین مرابحہ یون ہے کہ ثمن سابق پر نفع بڑہا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہے تو اون مین مرابحہ یون ہے کہ اوس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی قید سے دراہم کا رابحہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہین چنانچہ بحر الرائق مین ہو اور حاشیہ زیلعی مین مبالغ سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت یہہ ہے کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اسکی قیمت کا تاوان دیا پہر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطور بیع المرابحہ کے جائز ہے

یعنی ثمن پر نفع لیکر۔ حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر دیا اس لئے کہ مراد مصنف یہ ہے کہ مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک سے
ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی انتہی ملخصًا والتولیۃ مصدر ولّی غیرہ جعلہ والیًا اور تولیہ مصدر ہے ولّی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارمختار مقرر کیا وشرعًا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکمًا یعنی لقیمتہ وعبّر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی ساتھ
ثمن اول کے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اس واسطے کہ تولیہ میں اکثر ایسا ہی ہے کہ جتنے کو خریدا
کرا اوتنے کو بیچا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرًا یہ تعریف غاصب کو شامل نہیں ہے جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے
ثمن کو عام کیا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اوسکو بھی شامل ہو جاوے محشّی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اس واسطے کہ ثمن سے مراد وہ
جو قیمت کو بھی شامل ہو یہہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے وشرط صحتہما کون العوض مثلیًا او قیمیًا مملوکًا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے
صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض ہے ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن میں جیسے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزونی اور عددی
متقارب اور مثلی چیزوں کا اس واسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو بیع مرابحہ اور تولیہ قیمت عدم پر ہوگا اور حالانکہ
قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اوسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو پھر بیع مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہہ ہے کہ عمرو نے خرید
کیا عوض کپڑے کے اور زید کو تسلیم کردیا پھر کپڑے کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر عمرو کے مشتری نے گھوڑا زید کے ہاتھ بعوض
اوس کپڑے اور کچھ نفع کے بیچا تو جائز ہے کیونکہ زید اوسکے دینے پر قادر ہے کذا فی البحر قہستانی وکون الربح شیئًا معلومًا ولو قیمیًا مشارًا الیہ
کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیّر شرح المجمع
للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع میں ثمن نہو بلکہ قیمت والی چیز ہو مثلا کہا یہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے حتی کہ اگر بیع کریگا دہ یازدہ
کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچا تو جائز نہوگا مگر یہہ کہ مشتری کو ثمن اوسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اوسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا
فی شرح المجمع للعینی ہم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اوسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای
لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی
الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع راس المال کیساتھ مزدوری دہوبی اور رنگ
کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور وہاں وغیرہ کی اور ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اوٹھانا اور بکریوں کے ہانکنے
کی مزدوری اور ثوب اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کھیت اور سینچائی انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور
اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسی طرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور سوراخ میں سوراخ کرنے کی مزدوری اسکے ثمن
کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار وہو الدلال علی مکان الشائعۃ وصححا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر وصحح فی
البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں شروط تھی ایسی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق
کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتادے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار
اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف فقہا میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع
غالبا نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرۃ الدلال بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ
التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام
اور خیاطت تو وہ ملائی جاوے گی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار اپنے عرف میں راس المال
کے ساتھ ملاتے ہوں اسکو ملانا چاہئے ویقول قام علیّ بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے یہ چیز مجھ کو اتنے کو پڑی ہے یوں نہ کہے کہ

اتنے کو خریدی اسواسطے کہ یہہ جھوٹ ہے ھ مثلاً ایک کپڑا چار روپیے کو خرید کیا اور رنگریز کو دیا اور اوسکی سلائی مین خرچ ہوا تو مالک اوسکے پہنچے تک تب
یون کہے کہ یہہ مجھے پڑا یا یہہ قبا مجکو پانچ روپیے کو پڑی اور یون نکہے کہ مینے پانچ کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ بیع بطریق مرابحہ
یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوّم الموروث ونحوہ ::
لو صادقاً فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہی جب کہ ترکے موروث وغیرہ کی قیمت ٹہیرا دی یا بیچکا اوسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو لو ... فی
الفتح ھ رقم عبارت ہی اوس علامت سے جو کپڑے وغیرہ پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہہ ہے کہ مشتری رقم کو نہ پہچانتا ہو
اور کپڑے پر دس روپیے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہہ دس کی رقم ہی مین اسپر اتنا نفع لیکر بیچون گا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ ہو تو
جائز ہی اور اگر دس کو گیارہ بتا ویگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر وفیہ مافیہ فلذا علّلہ فی المبسوط بعدم
العرف نملاوی طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کرمے سو ہے اسواسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہی ھ بعضے علمانے عدم ضم کی علت یہہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہوجاتی حالانکہ
یہہ غلط ہی بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہی یعنے اگر رواج ہو ضم کریگا تو ملاوی والا نہ ملاوی کذا فی الفتح ملخصاً
والدلال والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ھ یعنی جو سفر
کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت مین سفر تجارت کے اندر اسکو بھی اس حساب مین حساب نکرے ولا اجر عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے
اجرت اوس عمل کی جو بذات خود کیا یعنے مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب نکرے کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اوسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکراء بیت
الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانھا تضم کما صححوا وکانہ للعرف والا فلا فرق یظھر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت
الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اوسکو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم
کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہی اور اگر یہہ علت نہین تو کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین سو تامل کرے وما یوخذ فی الطریق
الظلم الا اذا جرت العادۃ بضمہ ھذا ھو الاصل کما علمت فلیکن المعوّل علیہ کما تفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ
ملاوے اوس خرچکو جو لیا جاتا ہی راہ مین ظلم سے مگر اوسوقت ملانا چاہیے جب کہ رواج ہو اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہی ضم اور عدم
ضم مین چنانچہ معلوم کرچکا تو یعنے وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہی چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اس پر دلالت کرتا ہی ھ طحطاوی نے کہا کہ
عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہی کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظھر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برھان
علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضی پہر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اوسکے اقرار سے یا گواہون
سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اوسکو لیلے پورے ثمن سے یا اوسکو پہیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنے درصورت خیانت مشتری اوس
بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اوسکو لینے نلینے مین اختیار ہوا نہر الفائق مین ہی خیانت یہہ کہ ثمن کے ساتھ اوسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا نو درم
مثلاً خرید کی ہو اوسکو دس درم کی بتاوے ولہ الحط قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتریکو اختیار ہی بمقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ مین
تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ھ یعنے اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ ثابت نہوا اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف
مرابحہ کے ولو ھلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنع منہ من الرد لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ
اگر مبیع ہلاک ہوجاوے یا اوسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اوسکے پہیرنے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اسکو
لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اوسکے پہیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیباً ثم حدث آخر لم یرجع بالنقصان
اور ہم اول ذکر کرچکے ہین کہ اگر صاحب تولیہ نے مبیع مین عیب پایا پہر دوسرا عیب اسمین پیدا ہوا تو قدر نقصان کو نہ پہیر لے ھ مولی اسم مفعول ہی تولیہ سے رجوع بالنقصان

تو بھی جائز نہیں کیونکہ بیچ سے پہلے ہی کمتر ہوئی جو آگاہی ہے اور حالانکہ تولیہ مثل دوسرے عقد کے تقاضا ہے کذا فی المحیط و شراہ ثانیا بمثل الثمن الاول
بعد ما باعہ و قد کان ربح فیہ قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے مثل سے بعد اسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر اسکو مرابحہ کیا چاہے تو
اگر کر ڈالے بقدر کہ جو نفع پہلے تھا اسکو صورت اسکی یہ ہو کہ ایک کپڑا مثلا دس کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اسکے مشتری سے بعد تقابض کے دس کو
خرید کیا تو اگر اب دوسرے بار فائدہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجھکو پانچ کو پڑا ہے پھر جتنا چاہے نفع
لے اور قید جنس ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول متاع یا دابہ ہوا اور ثمن ثانی دس درہم ہوں تو اسکو دس درہم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید
ثانی بغیر جنس ثمن اول کے ہوئی تو زیادہ کا طرح کرنا مقصود نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں کذا فی النہر والابد استغراق الربح ثمنہ
لو ربح ثانیہ خلافا لہما وهو اوثق اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو مثلا دس درہم سے خرید کر کے بیس درہم کو بیچی بطور مرابحہ
پھر اسکو مشتری سے دس درہم کے دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونوں صورتوں
میں ثمن اخیر پر نفع لیا جانا جائز ہے اور یہ قول امام کا قول معتمد ہے کذا فی البحر ولو بیع ذلک او باع بغیر الجنس او تخلل
ثالث اور اگر اسکو بیان کر دے جتنا نفع لیکر خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن
اول کے یا تیسرا شخص درمیان میں واقع ہو مثلا زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے عمرو کے ہاتھ پھر عمرو سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام
اور صاحبین کے نفع لیا جائز ہے کذا فی النہر لا یجوز ای لا یجوز البیع مرابحۃ لغیرہ شری من مکاتبہ او ماذونہ لو المستغرق دینہ رقبتہ
فاعتبار هذا القید لتحقیق الشراء بغیر المدیون بالاولی علی ما شری الماذون کذکیسہ نفیا للتهمۃ مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ نہ بیچے
پس کیا جائز ہے جو اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے
بالعکس یعنی ماذون اپنے مولے سے خرید کرے تو مرابحہ مولے کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید لینے استغراق دین کا ہونا
خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہوگا تو مولے کا اسسے خرید کرنا صحیح نہوگا کیونکہ وہ مولے کا مال ہے تو غیر مدیون میں بطریق اولی
یہی حکم ہوگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اسکے مولے نے اس سے پندرہ درہم کو مول لیا تو وہ دس
درہم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولے نے کپڑا دس درہم کو خرید کیا پھر اسکے غلام مذکور نے اس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درہم پر بطور مرابحہ بیچکر تو یہ
امام اور صاحبین کے ہے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ملک میں نفع کو مفید ہو مگر اسمیں عدم عقد کا شبہہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال من وجہ
خالی نہیں تو گویا مولے نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے
کذا فی النہر وکذا کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بین ذلک ذا بحر ای الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایسے شخص کا جسکی گواہی
اسکے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولے یا غلام یا اصل یا فرع بیان کرے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا
ہو تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال هم من جہۃ الزوجین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب
امام کا خلافا للصاحبین کذا فی المحیط ولو کان مضاربا معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باعہ ای الثوب مرابحۃ
رب المال باثنی عشر ونصف لان نصف الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجیء فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر ایسا مضارب ہو جسکے
پاس دس درہم ہیں بالمناصفہ نفع پر اور انہیں درموں سے اسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درہم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال
ساڑھے بارہ درہم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درہم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے عکس میں حکم ہے یعنے جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری
چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربۃ میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے ویرابح بلا بیان ای من غیر بیان انہ اشتراہ سلیما اما بیان نفس العیب
لو اصاب تعیب عندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ وبعض المبیع ووطی الثیب ولو بنقص الوطی کقرض فار وحرق نار للثوب المشتری ق

قال ابو یوسف وزفر والثلثة لابد من بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف مرابحۃ نفع لیکر بیچے بلابیان یعنی بیع
جائز ہی بدون اسطرح بیان کرنیکے کہ اُسنے بیچکو سلامت خرید کیا تہا سو اوسمین عیب لگ گیا اوسکے پاس لحوق عیب کی سببی بسبب آفت آسمانی کے یا سبب فعل
اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمین کچہہ نقصان نہوگیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع
نظر اس سی کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضرور ہی فقیہ ابو اللیث
نے کہا اسی قول یعنے وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بہی اسکو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بہی اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکہا ہی ہم بیان نفس عیب
اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ مین ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اُسپر بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا
کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہے معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی ورابح بیبیان بالتعیب لو بفعلہ غیرہ بغیر امرہ
وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیبدار کر دینے کے بیان سی یعنے اگر انسان کے فعل سے عیب لاحق
ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اُسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا اور نقصان
نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسیرہ بنشرہ وطیہ لم یرد وزہ الا وصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اوسکے کہولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی
بسبب ہوجانے اوصاف کے مقصود و تلف کر ڈالنے سے اور اسیواسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہی جب کہ جماع سی اسمین نقصان نہوگیا
ہو ہرچند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو اونکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت
کا موجب ہی لہذا اوسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اس
واسطے کہ وطی بلاقصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلابیان خیر المشتری اودہار خرید کیا ہزار
درم سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنے گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہی کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک
کرے فان تلف المبیع بتعیب وتعیب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پہر اگر مبیع تلف ہوئی عیبدار ہو جانیسے یا عیبدار کردینی سی پہر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اُسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اودہار خرید کیا تہا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلامدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسی
طرح مرابحہ کی مانند تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنے درصورت معیوب کرنے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیبدار ہوجانیکے
آفت آسمانی سے اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اودہار خریدنے مین بہی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل
ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پہیر لینا ہی زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر
شرح المصنف ہم یعنے اگر ثمن حال مثلا پندرہ ہون اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پہیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ
تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن وکذا الحکم المرابحۃ وخیر المشتری بین
اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنے اوسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اُسقدر کے جتنا اوسپر پڑا از قسم ثمن اور
مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اوس ثمن کے جس سے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اوسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہی بسبب معلوم نہونے ثمن کے
اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چہوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہوگیا ہو اور اگر مجلس مین معلوم ہو تو بیع
باطل ہے ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الحلبی عن البحر فاعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت
تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ
وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ الدلال فلہ الرد والا لا وبہ افتی صدر الاسلام وغیرہ ثم قال وتصرفہ

فی بعض السیر فتکل علیہ بالغبن غیر ما یغبن منہ فی مثل ما تلفہ ویرجع بکل الثمن علی الصواب الثمن ملخصًا جان چاہئے کہ رد بہ غبن ظاہر
الروایۃ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت ٹھیرانیوالوں کی قیمت مقرر کرنے میں داخل نہو اور یہی عمدہ وکالیتون سے
فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا اور غبن فاحش میں بیع رد نیکا فتوی دیا جاوے لوگوں پر
آسانی کرنیکے واسطے اور یہی قول پر کتاب المضاربۃ کی اکثر روایات ہیں اور اسیکا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھی اور کہا کہ اگر اسکو دھوکا دیا یعنی
مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکا نہیں
دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل دریافت ہونے
غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اوسکا مثل پھیر دیگا جسکو اوسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لیگا بنا بر صواب قول کے انتہے قول القنیۃ المنعام جسقدر تصرف
کیا اوسکے رد مثل کے ساتھ باقی جسکو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا اور اسکا قول مردود ہے جو قائل ہے کہ رد باقی جا
ہوا اوسکے حصہ کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی تقی لو کان قیمیا لم ادرہ ای رہی یہہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہوا اور اسمین غبن فاحش ہوا ہو تو اس
اگر مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وما احد جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کہتا ہوں قول اخیر جسکو صحیح
اگر غبن فاحش فریب یعنی دھوکے سے ہو تو رد جائز ہے والا نہیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ہم نے اب
محمد نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہہ حکم اوس مغبون میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب ہی سے غبن ہوا تو اسکو
پھیر دینے کا اختیار ہے انتہے صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کیطرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور
لا یوجب الرجوع الا فی ثلاث منہا اخذا اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا پڑنا موجب رجوع
نہیں مگر تین صورتوں میں انمنجملہ ایک یہہ صورت ہے جو متن میں مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اوسکا دھوکا دیا ہو وثانیہا ان یکون فی عقد یرجع
نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ ولو ہلکا ثم استحقا رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اوسکا یہہ ہے کہ فرض اوس عقد میں ہے جسکا نفع دافع کی
طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوں پھر مستحق غیر نکلیں تو دافع سے پھیر لیگا جسقدر اوسنے تاوان دیا ہو دافع شامل ہے بائع اور مشتری
اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنا حفظ مال سے اور موجر اجرت سے منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے
پاس امانت رکھی یہہ ظاہر کرکے کہ میں اسکا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو
اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان پھیر لیوے کیونکہ اوسنے اسکو دھوکا دیا اسطرح پر کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہہ ہے کہ مثلا جانور اجارہ دیا یہہ ظاہر کرکے کہ
یہہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اوس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر لینا جائز ہے کذا فی الحموی ولا رجوع
فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دیے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کیواسطے ہے یعنی مستعار اور موہوب
اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں شخص معیر اور واہب سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر
اور موہوب کی طرف راجع ہے نہ معیر اور واہب کی طرف والثالثۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کما لو قال بایعوا عبدی فانی قد اذنت لہ ثم ظہر حرا او ابن الغیر
رجعوا علیہ بالثمن لو کان الاب حرا والا فبعد العتق اور تیسری صورت یہہ ہے کہ عقد معاوضہ کے ضمن میں ہو چنانچہ مثلا زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
اس سے خرید و فروخت کرو میں نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے تو زید کا اہل بازار رجوع کریں گے بسبب غرور کے بشرطیکہ
باپ نے اذن دیا ہو یعنی وہ شخص آزاد ہوا اور اگر وہ غلام ہو تو وہ اوسکے آزاد ہونیکے بعد رجوع کرینگے وہذا اذا اضافہ الیہ وامر بمبایعتہ اور یہہ حکم دھوکا دینے والے سے پھیر لینا
اوس وقت ہے کہ جب اوسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ یہہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اوسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری
او استولد ثم استحقا رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور در عقد معاوضہ کے یہہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی ہم

پہر گہر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پہرے ہم بائع سے قیمت لینا عمارت کا اسوقت ہی جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دی لیکن تسلیم
ولد کو فقہا نے ذکر نہین کیا مگر اوسکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ ولد مشتری کو دلایا جاویگا اور وہ آزاد ٹہیریگا اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دیگا اور بائع سے اوس
قیمت کو پہیریگا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یأتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ وہ مسئلہ ہی جو باب الاستحقاق مین آویگا
کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید کرلے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکہلو ہم نے اسکے کہنے سے اسے خرید کیا پہر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب
بغیبت معروفہ ہو تو فریب دینے والے پر کچہہ نہین والا مشتری اوسی سے پہیرلے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم کرکہ درالمختار کے نسخے بیان مختلف ہین اکثر نسخون مین
یون ہی کہ اشترنی فانا عبد ارتہنی اور بعضے نسخون مین یون ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تہا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو
اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہی کہ خرید کرنے مین رجوع ضمان ہی نہ رہن رکہنے مین واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما لو زوجہ امرأۃ
علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق وسیجیٔ اخر الدعوی تیسری صورت یہہ ہی جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے
دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پہر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پہیرلے اور یہہ مسئلہ کتاب الدعوی
کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحقوق المجردۃ لا تورث
قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمناہ فی خیار الشرط فتنبہ
اللہ نے کیا انتقال کرتا ہی ردبیع فریب دینے سے وارث کیطرف یعنے اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اوسکا وارث اوسکو پہیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم
انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح کرنے فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ رد سے
مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون
اور ہم اسکو پہلے ذکر چکے ہین خیار الشرط مین دوسری نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب
ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وأیدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب
ویصیر مغرورًا بخلاف الوصی فتأمل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہی وہ جو اسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہو
اسکے طرف کہ ردبیع غرور سے موروث ہوتا ہی خیار العیب مانند اور مصنف سے اسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونیکو نقل
کیا ہی اور اسکی تائید کی ہی اشباہ کی اوس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث ردبیع کرتا ہی بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹہر جاتا ہی بخلاف وصی
کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ہم وجہ تائید یہہ ہی کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مشید ہی کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹہیرا
مورث کی دہوکہا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی تباین ما یعرف بالعیان انتفی الغرور فتنبہ اور ہمنے مقدم کر کیا ہی باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب
اوسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہی غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتأجیل الدیون

یہہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کے بیان مین قبل قبضہ کرنیکے اور زیادہ اور کم کرنے دونون مین اور دیون کی مدت
مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان
کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنے اوس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونیکا خوف نہین قبل اسبات کے کہ اوسکے بائع سے لیکر اوسپر قبضہ کیا صحیح ہی بسبب عدم
خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین اگر کہے
بہہ جانیکا ریت سے تو اسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل
القبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہی شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہہ ہی کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار مین نادر ہم
اور نادر کا کچہہ اعتبار نہین ہی کہ مصنف نے تعبیر بیع بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضای بائع پر موقوف ہین تو

بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کالکتابۃ والاجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما
مبیعی جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے مقبوض ہونیکے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب
متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد
وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنیسے پہلے اور اوسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے
کے دوسرے شخص کو اوسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے ش ھم یعنی اگر منقول خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں کیا تو اوسکا عتق اور
تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافًا لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے
اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور بجای قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کیواسطے قابض ہوگا تملیک مشتری
بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید ہواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی
صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا یجوز یعنی اور صحت
تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہو اوسکے ہلاک ہونے سے قبل اُسکے مقبوض ہونیکے چنانچہ بیع اور اجارت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد
تو ہمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فسخ نہو ہلاک ہونے سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو ہمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول
لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ منہ لم یصح ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن
الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقا جوھرہ قلت وفی المواھب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع
منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اوسکے مقبوض ہونیکے سو بائع نے اوسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع بھی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی
سو اسلئے کہ ہبہ مجاز ہوا اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقا
خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کی باطل ہے انتھی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کرے ھم یعنی بیع
منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اوسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح نہیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسلئے کہ بیع کے دونوں رکن یعنی ایجاب اور قبول ثابت ہیں تو فساد یا دوسری جہت سے ہے یعنے غرر انفساخ عقد وجہت
ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لاکلہ انہ اکل
حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکن فی الکل ملکہ خرید کیا کیلی کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنے مکروہ تحریمی ہے اوسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اوسکو ناپ لے اور البتہ علمائے
فساد بیع کی تصریح کی ہے اور یہ بھی کہ اسکے کھانیوالے کو حرام خور نہیں کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنے فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو مشرح بیان کیا ہے حرام خور اسلئے نہیں کہینگے
کہ وہ اپنی ملک چیز کا کھانیوالا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اوسنے کیل کرنیکے حکم کو ترک کیا کذا فی البحر ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ
الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور اسی حدیث کو بیہقی اور بزار اور عبد الرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر یا دو حرام جواز کی علت فقہی کو شارح اسکو بیان کریگا
ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعدد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور کیل کی مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی
بائع کا حق ہے ھم یعنی جب کیلی اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو انہیں تصرف کرنا قبضہ کرنیکے بعد بھی ناپنے اور تولنے اور شمار کرنیکے جائز نہیں کیونکہ شاید زیادہ ہو مثلاً
بائع نے کہا کہ یہ چیز دس من یا دس سیر ہے تو اگر واقع میں بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ہے اسلئے مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کرنا واجب تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم
نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اوتنا ثمن کم کر دے فتح القدیر میں کہا کہ معدود سے وہ عددی متقارب مراد ہے چنانچہ انڈہ
اور اخروٹ بخلاف ما لو مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع کیلی اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کی چنانچہ ایک ڈھیر

گیہوں کا خرید کیا تو اوسکا تولنا او ناپنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہی تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر لجواز التصرف فیہما بعد
القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے
موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنیکی مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات مین بارہ مشتری کو وزن
کرنیکی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہوگیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھم خلاصہ یہہ ہی کہ بیع موزونات مین دو صورتمین مشتری کو دوسری بار وزن کرلینا
شرط نہین ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اونکی مقدار مقرری مین غالبا تفاوت نہین ہوتا اور دوسری بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دئے اور بائع نے
مقدار معلوم کو کیل یا وزن کردیا تو بیع منعقد ہوگی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا وبحضرتہ لغیبتہ فلو
کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہی بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانہ سے ناپنا مشتری کے سامنے
بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا اجنبی مرد کے سامنے پھر اوسنے مکیل کو خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اوسکے
کیل کرنیکے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کرلیا ہو بواسطے عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض نہین ٹھیرا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ھم حضور مشتری مین کیل
بائع اسواسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہوگئی کیل واحد اور تسلیم ثابت ہوچکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اوسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون پر صحیح نہین ولو کان المکیل او الموزون
ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ ووزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہی اسمین تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف
ثمن کی قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہی یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہو پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبضہ کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز
ہوگا لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا فرد لکل ذراع ثمنا فھو فی حرمۃ ما مر کموزون والاصل ما مر ان الذراع وصف لا قدر فیکون
کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع کی قبل ازپیمایش
گز اگرچہ اسکو بشرط پیمایش خرید کیا ہو مگر جب کہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کی مانند ہوگیا اور قاعدہ اسکا وہ ہی جو چند بار مذکور ہوگیا
کہ گز وصف ہے نہ مقدار تو کل مذروع مشتری کا ہوچکا مگر جب کہ گز مقصود بالذات ہوجاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون
سے اوس موزون کو مستثنے کیا ہے جسکو تبعیض یعنے ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نرہا وصف ہوگیا ھم مضرت تبعیض موزون
چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے نہین رہتا تو اس وقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط
وزن خرید کیا ہو مناسب یہہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ او بیع او غیرھما لو عینا
ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے
سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنے اوسکے طرف اشارہ ہوسکتا ہو متاع ہو لفقد اور اگر
ثمن دین ہو تو اسمین تصرف اوسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اسطرح پر کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے
اور تملیک دین جائز نہین غیر مدیون سے کذا صرح ابن ملک سواء تعین بالتعیین کمکیل اولا کنقود فلو باع ابلا بدراھم او بکر بر جاز اخذ
بدلھما شیئا اخر قبل قبض تصرف ثمن مین جائز ہی خواہ ثمن معین ہوجاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ مکیل یا متعین نہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہون سے بیچا تو درم اور گیہون کے
عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہے ھم عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجای دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اس کو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمھر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق
بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلھا قبل قبضھا علی سوی صرف وسلم
فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین مین قبل اوسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور
تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور وراثت اور وصیت کے چیز خلاصہ یہہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون مین

بدل اُسکے قبضہ کرنا جائز ہی کذا فی العینی سوای صرف اور سلم کے کہ اونمیں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے اُسکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہی
تو قبل اُسکے تصرف اُسمیں جائز نہیں وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظہ ابن ملک او من اجنبی اور صحیح
ہی زیادہ کرنا ثمن میں اگرچہ زیادتی اُسکی خلاف جنس ہو اور زیادتی مجلس عقد میں ہو یا بعد اُسکے مشتری کیطرف سے زیادتی ہو یا اُسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے
کہا یا زیادتی اجنبی کیطرف سے ہو اگر اجنبی کی زیادتی با مر مشتری ہی تو مشتری پر واجب نہ اجنبی پر اور اگر اُسکے بلا امر ہی تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اُسپر لازم ہے
ورنہ باطل ہوا اور اگر اجنبی نے زیادہ کر دیکے وقت مشتری کیطرف سے ضامن ہو کر یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر اگرچہ بامر مشتری نہ تھا تو اجنبی مشتری سے پھیر لے اور
نہیں تو نہیں کذا فی البحر والمبسوط فی غیر صرف ویقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلت خلاصہ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اُسکو
زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ اور صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ سود ہو جائیگا
اندرین بعد انادۃ ۹ جبیرا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنیکے بعد پچھتا وی تو اُسپر جبر کیا جائیگا یعنی حاکم جبر کرے اور ولو کانت المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ
ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاک حکمی ہو جاتا
قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے اُسکو بیچا پھر اُسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ہم بیچکو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اسمیں اختلاف ہے اسکے بعد بھی
اور اگر بیچکے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی البحر زادہ فی الخلاصہ و کونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد
القبض او دبرا و کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز اقرات محل البیع بخلاف ما لو اجرا و رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام
الاسم والعین وبعض المنافع اور خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنے ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در حالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں
اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہو گئی ہو ہبہ وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اُسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر مشتری نے ثمن زیادہ کر دیا
تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اُسکو رہن کیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا
جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ہم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بیع اور ہبہ اور کتابت اور تدبیر
ہلاک حکمی ہیں انتہی کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن کا یعنے بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع
اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہی بطریق استناد کے یعنے
کہ زیادتی اور کمی ابتداء عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا ہم وجہ بطلان یہ ہو کہ اسمیں اصل عقد کی تبدیل ہی کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا کم کرنا
یا ہبہ ہوا یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثرالالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما
یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے التحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہی تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور استحقاق اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد صرف
میں لیکن شفعہ میں فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہی نہ زیادتی کا ہم یعنے اگر اول دس کو خریدی تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم پر
کرے اور در صورت کم کر دینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیر لے اور بائع کو حبس مبیع
تا قبض زیادتی اختیار ہی اور صرف میں زیادتی اور کمی مفسد عقد ہے اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی کا اسواسطے لازم نہو گی کہ اُسکا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول
تو لزوم زیادت میں اُسکے حق کا ابطال ہے اور حالانکہ بائع اور مشتری اُسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم
زیلعی وقبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کرنا صحیح ہے بائع کیجانب سے اور بائع کو اُسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں نہو کذا فی الزیلعی اور مشتری
اُسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ دین ہے بحقیقت معدوم ہے اور اُسکو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کی دفع حاجت کے واسطے اور
مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اُسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط
حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اُسکا حصہ ثمن سے

[illegible]

ساقط ہوگا مثلاً تین درم کو چھ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہوگئے قبل قبضہ کے تو مشتری کو دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا وکذا لو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل تسلیمہ انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہوگیا قبل التسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل التسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنے ہو اسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہی تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہو واللہ تعالی اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن کما مر اور شرط نہیں یہان کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اوسکی ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمین قیام مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ویصح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بما دفع فی براءۃ الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں ہو اسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اوسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لیگا جو اوسنے دیا تھا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ متعین گیہون پیمانہ بھر خرید کئے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کر دئے قبل قبضہ کرنیکے تو جائز نہیں ہو اسطے کہ گیہون عین ہین یعنے متعین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانہ کی خرید کئے پھر چہارم ساقط کئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے ہو اسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین صحیح ہی انتہی براءت اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہ کہ میںنے تجکو بری الذمہ کیا بطریق براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا ففیہ قولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کی تو اسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع مین اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو بہبۃ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ما ذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابرا جو ثمن کیطرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لیگا جو اوسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت کذا فی البحر ہم یعنے شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا مین تفصیل ہے کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کی نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا اور قبضہ کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولے جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین باتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی کذا فی الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنے سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کر دے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیعکی کہ ثمن سے اتنا کم کر ڈالے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوا ہبہ کے یعنے ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والاستحقاق لبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد ویتعلق بالزیادۃ ایضا فلو رد بنحو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اوسسے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بہی متعلق ہی تو اگر عیب وغیرہ سے مبیع پھر جائے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت ہم جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو جسسے بیعکا اختیار ہی تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو بحق شفعہ لے تو اوس زیادتی کے ساتھ نہ لی جسکو بائع نے مبیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولزم تاجیل کل دین ان قبل المدیون اور لازم ہی تعیین مدت ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم یعنی جو کہ دین پر واجب ہی خواہ عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی نہر الفائق مین ہی تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے ہو اسطے کہ حق دین کا ہی تو تاخیر مطالبہ بطریق اولے جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنے بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ مین ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ مینے مدت کو باطل کیا یا اوسکو چھوڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ مین مدت سے بری ہون یا مجکو اوسکی کچھ حاجت نہین تو یہ قول ابطال اجل نہوگا انتہے ملخص النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالۃ وبعدہا وما اخذ بہ الشفیع ودین المیت والمتابع القرض مگر سات صورتون مین تاجیل دین لازم نہین چنانچہ اشباہ کی مداینات مین ہے

صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں اور مثمن میں اقالہ کے وقت اور اوسکے بعد اور اوس ثمن میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں ہم نے بحرالرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مرگیا اور دین حال ہوگیا اور وارثوں نے اوسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام ہمارا اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں لیکن صحیح غیر لازم ہو جیسا کہ ظاہر بحرالرائق میں بیان ہے کیونکہ مصنف نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں ہے وجہ اوسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا اسکے عاریہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں وہ قرض دینے کا بھی مالک نہیں چنانچہ وصی اور صبی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون پھر جب عاریت ٹھہرا تو اسمیں تاجیل لازم نہ ہوئی کیونکہ معیر کو اختیار ہے کہ اگر اوسنے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار نہایت کے قرض معاوضہ ہے کیونکہ اسمیں ویسا مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضے نسیا قرض ہو حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علماء حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الایضاح وفی النہر یعنے اگر قرض میں بہت کچھ مدت مقرر کی ہو تو مقرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحوداً تاجیل قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہے جبکہ قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور مقرض کے عدم شہادت ہو صورت اوسکی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہے کہ میں تیرے قرضکا اقرار نہ کرونگا تاوقتیکہ تو اوسکی کچھ مدت مقرر کردے یا اوس سے کچھ کم کر ڈالے پس مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو تاجیل لازم ہوگی کہ اوسکا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اوس صورت میں ہے جبکہ اوسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے روبرو یہ کہا تو مقرض فی الحال ماخوذ ہوگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہا بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کیا ہو بعد ثبوت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فیؤجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبرئۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض نے محتال علیہ کو واسطے کچھ مدت مقرر کردی یا مستقرض نے اپنے ایسے مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری کرنیوالا ہے والا ای تاجیل کا ہو رکی دونوں صورتیں ملکر ایک مسئلہ ہیں جیسے مسئلہ رابعہ یعنے وصیت میں دو صورتیں ہیں والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ یلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظراً للموصی او اوصی بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ یصح ویلزم یعنی صورت لزوم تاجیل قرضکی وصیت ہے یعنے ایک شخص نے وصیت کی کہ اوسکے مال سے ہزار درہم فلانے شخص کو قرض دیئے جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اوسکے ثلث مال اور آسانی کیجیگی سال کی مدت میں لحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اوس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھہرانیکی وصیت کی تو صحیح ہے اور مدت لازم ہے والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدل صرف وسلم وصحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ وشفیع ودین میت ولازم فیما عدا ذلک واقرہ المصنف وتعقبہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تاجیل دین کی تین طرح ہے بدل صرف اور سلم میں تو تاجیل باطل ہے اور تاجیل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہے سوای انکے مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اوسپر اعتراض کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنے اقالہ اور شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب بحر کا سابق مفصلاً مذکور ہو چکا قلت ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ مؤجلاً فیتاخر عن الاصیل لان الدین واحد بحر وفیہ غاذیۃ للمحتفظ میں کہتا ہوں اور منجملہ تدابیر تاجیل قرض کے ضمانت ہے قرضکی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرضکا اصیل سے ضمناً متاخر ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے کذا فی البحر والنہر تو یہ پانچویں صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنے ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم کہتے ہیں اگر زید نے مثلاً سو درہم خالد سے قرض لئے اور چاہا کہ ادای قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جاوے تو اوسکا طریقہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضامن دے اور محمود ایک سال یا ایک مہینہ کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمناً زید سے مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک درصورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے فی الحال مطالبہ ہے تو شاید کہ یہ مذکورہ طرفین کے مذہب پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وفی الاشباہ حیلۃ تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلاً الی کذا ویبرئہ الطالب انہ کان مؤجلاً علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئاً والا کثیر الوارث بالبیع للدین فہذا علی ظاہر الروایہ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ

اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تہا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کر کے اور طالب دین
اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین مؤجل تہا اور طالب یہہ اقرار کرے کہ میت نے کچہہ متروکہ نہین چہوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اوسکے بیچ الشیخ
کا ادای دین کیواسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین مؤجل نے الحال واجب الادا ہو جاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے
کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہو جاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی
ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہے تو اس تکلف کی کچہہ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کر کے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ اٰخر الکتاب انہ لو حل بموتہ
اداؤہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب لمتأخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت
سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اوسکی مدت کے آنیکے ادا کر دیا تو اوسکے واسطے منافع تجارت سے کچہہ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہہ جواب ہی
متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور داین کی بیچ مین اسمین سے مدیون کچہہ نفع نپاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیہ ۔

فصل فی القرض یہہ فصل ہے قرض کے بیان مین ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اوسکا تقاضا کرے ھم چیز
عام ہی قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بہی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھی اخصر
من قولہ اور شرع مین قرض وہ ہی جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اوسکا تو تقاضا کرے اور یہہ تعریف قرض کی مختصر ترہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ھم طحطاوی
نے کہا لیکن یہہ تعریف سپر بہی صادق آتی ہے جسمین عین شی کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال
بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لاٰخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص لیکر
مال پہیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اوسکے چنانچہ یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دی تا مین تجکو مثل اوسکی پہیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی
اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کی قید سے مانند ودیعت اور ہبہ نکل گئے ھم ودیعت کی مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت
مین رد عین ہے نہ رد مثل اور ہبہ کی مانند صدقہ ہی کہ دونون مین نہ رد مثل ہی نہ رد عین وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک
اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اوسکے مانند تاوان دینا پڑے ھم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ
انڈہ اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان
ہوگا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین چنانچہ حیوان اور
لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہونے رد مثل کے ھم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہو سکتا لہذا قرض اونمین صحیح نہوا فتاوی عالمگیری مین ہے
متفاوت چیز مین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچہہ مضائقہ نہین واعلم ان المقبوض
بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد ہی وہ بیع
فاسد کے مقبوض کی برابر ہے تو اوس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اوسکا بیچ ڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ھم قرض فاسد جیسے گہر کا قرض لینا بلکہ
سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع ہو اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اسمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراہم
والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیٔ تو صحیح
ہی قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اوس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اوسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو اسلئے صحیح ہی قرض لینا
اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کر کے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا ھم طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض مین
فقہا نے عمدگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین کہا استقرض من الفلوس الرائجۃ والعدالی فکسدت فعلیہ مثلہا کاسدۃ ولا یغرم قیمتہا وکذا
کل ما یکال ویوزن لما مر انہ مضمون بمثلہ فلا عبرۃ بغلائہ ورخصہ ذکرہ فی المبسوط من غیر خلاف وجعلہ فی البزازیۃ وغیرہا قول الامام

وعند الثاني عليه قيمتها يوم القبض وعند الثالث قيمتها في آخر يوم رواجها وعليه الفتوى ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لئے پھر وہ کاسد ہوگئے یعنی ان کا رواج جاتا رہا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اوسیر واجب ہے کہ بعینہ ایسے ہی ادا کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت لازم ہے پھر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اوس دن کی قیمت لازم ہے جس دن قرض لیا تھا اور امام محمدؒ کے نزدیک اوس آخری دن کی قیمت جس دن اون کا رواج منقطع ہوا اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور درم و عدالی کا حکم برابر ہے جب کہ قرض لیا اور ادا کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اور یہ کہ ظاہرا عدالی جمع ہے عدلی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں بنا یہ سے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال بادشاہ کا نام ہے کہ اوس کی طرف دراہم مغشوشہ کی نسبت ہے کذا فی الصحاح قال وكذا الخلاف إذا استقرض طعاما بالعراق فأخذه صاحب القرض بمكة فعليه قيمته بالعراق يوم اقترضه عند الثاني وعند الثالث يوم اختصما وليس عليه أن يرجع معه إلى العراق فيأخذ طعامه كذا في البزازية اور ایسا ہی مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہے جب کہ ایک شخص نے گیہوں یا مطلق اناج قرض لیا عراق میں مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریف میں تو اوس پر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اوس کے قرض لینے کے دن ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو بروز خصومت ہے اور صاحب قرض پر لازم نہیں ہے کہ مستقرض کے ساتھ پھر جا کر عراق کیطرف اور وہاں اپنا طعام لے اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ معظمہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہو تو قیمت عراق کا کچھ اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہو تو حکم مسئلہ لاحقہ کے مخالف ہے ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فيه رخيص فلقيه المقرض في بلد الطعام فيه غال فأخذه الطالب بحقه فليس له حبس المطلوب ويؤمر المطلوب بأن يوثق له حتى يعطيه طعامه في البلد الذي أخذه منه اور اگر اناج قرض لیا اوس شہر میں جس میں اناج ارزاں ہے پھر قرض دینے والے نے اوس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اوس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرانے ضامن دیکر تاکہ مطلوب طالب کا اناج دے اوس شہر میں جس میں اوس سے قرض لیا تھا استقرض شيئا من الفواكه كيلا أو وزنا فلم يقبضه حتى انقطع فإنه يجبر صاحب القرض على تأخيره إلى مجيء الحديث إلا أن يتراضيا على القيمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس إذا كسدت وتمامه في صرف الخانية قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانہ سے یا تول کر اور قرضدار نے صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہاں تک کہ میوہ منقطع ہوگیا یعنی اوس کی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اوس کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب موجود نہ ہونے میوہ کے بخلاف فلوس کے جب کہ اون کا رواج جاتا رہے تو اون کی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر مروجہ ناپید نہیں اور پورا بیان اس کا خانیہ کے باب الصرف میں ہے ويملك المستقرض القرض بنفس القبض عندهما أي الإمام ومحمد خلافا للثاني فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء على انعقاده بلفظ القرض وفيه تصحيحان وينبغي اعتماد الانعقاد لإفادته الملك للحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا مجرد قبضہ کرنے سے امام اور محمدؒ کے نزدیک برخلاف ابو یوسفؒ کے تو طرفین کے نزدیک رد مثل جائز ہے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ اون کے نزدیک قیام قرض اوس کا رد مثل جائز نہیں طرفین کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض لینے بدون اوس کے استہلاک کے اور اسمیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہوئی اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اوس کے مفید ہونے ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی مجرد لفظ قرض اور قبضہ کے کہنے سے ملک ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک میں پر انعقاد موقوف نہیں فجاز شراء المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة فلو تفرقا قبل قبضها بطل لأنه افتراق عن دين بدين بزازية فليحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہو گئے قبل قبض دراہم مذکورہ کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ تو خرید مستقرض کا اوس کے ملک پر متفرع ہے یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا اور اوس کے ذمہ ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اوس کو اوس کا خرید کرنا بثمن نقد

جائز ہوا بحرالرائق مین ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی واقرض
صبیا محجورا فاستهلکه الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعه او اودعه ومثله المعتوه قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو
تلف کیا تو اوسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھہ کوئی چیز بیع کی یا اوسکے پاس امانت رکھی اور اوسنے تلف
کر ڈالی اور صغیر کے اندر معتوہ ہے ہم ابو یوسف کی نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی
ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤخذ به قبل العتق خلافا للثانی وهی کالودیعة سواء خانیه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اوس سے قرض کا
مواخذہ نہین اوسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیہ وفیها استقرض من آخر دراهم فاتاه المقرض بها
فقال المستقرض القها فی الماء فالقاها قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعة فان بالالقاء یعد قابضا
والفرق ان له اعطاء غیره فی الاول لا الثانی وعزاه لغریب الروایة اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اوسکے پاس دراہم لایا
مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدے اور اوسنے دراہم پانی مین ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے راس المال کا ہے بخلاف
خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ مامور کو غیر کو دیدینے کا اختیار ہے
پہلی صورتون مین یعنے قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورتون یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضیخان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف
نسبت کیا ہے ھم خرید سے مراد یہہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیها القرض
لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراهم المکسورة علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا
وکذا لو اقرضه طعاما بشرط رده فی مکان آخر وکان علیه مثل ما قبض اور خانیہ مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنے تعلیق بشرط کو قرض قبول
نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پہیر دینے کی شرط لغو ہوجاتی ہے تو اگر ٹوٹے پہوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح
اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر
مانند مقبوض کی یعنے ٹوٹے پہوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین محل الفاسد شرط نہین اور قرض محل تعلیق نہین
ہے کذا فی الطحطاوی فان قضاه اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کہری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے
عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کہری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ھم قول ثانی
یعنے عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریہ اور اگر دین مؤجل تہا اور اوسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اوسکے قبول مین جبر ہوگا
شارح نے اسکا حکم بیان نکیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو جیسا کہ
ایکدانگ یعنی بقدر حبہ جو کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر
ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اسکو جانتا نہو تو اوسکو پہیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اوس چیز
کو تبعیض یعنے اوسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اونمین کوئی خفیف الوزن
درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہے ملخصا اور تبیین المحارم مین ہے کہ اگر مستقرض نے زیادتی
ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام
والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب به الی بلد کذا لیوفی دینه اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کرکے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر
کہ مستقرض اوسکو فلانے شہر کی طرف لکہدے تا اوسکا دین وہان دیا جاوے ھم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہوا اور بعد اوسکے ایفاء دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ
نہین کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا وفی الاشباه کل قرض جر نفعا حرام فکره

المرتهن سکنی المرهون لہ بإذن الراهن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان میں راہن کے اذن سے رہنا مکروہ
ہے یعنی مکروہ اسلئے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کرینگے ہم کہتے ہیں کہ اگر
تعبیر کیا ہے تو حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مقرض نے درم اسواسطے قرض دیے تا مستقرض اوسکو
اسباب بیچے تو ثمن زیادہ کریگا تو قرضی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرط فی الاستقراض
پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو
تو تحفہ لینے سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ
نے حلوانی سے جو محیط نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہوا اور اگر دعوت کی عادت نہو یا
بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال نہیں اور اگر دائن مدیون سے دراہم لے بشرطیکہ وہ جل
ہوا اور دراہم عمدہ نہوں تو اوسکو لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں چنانچہ اگر درم قرض ہوں اور اوسکے دینار یا فلوس لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا

فروع مسائل منحہ شارح کے استقرض عشرۃ دراهم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہ الیہ واقر العبد بہ وقال دفعتہا الی
مولای فانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ ولا شیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا انتہی بحر قرض مانگا ایک شخص نے اور اپنے
غلام کو اوسکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اوسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دئے اور مولی
نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولے ہی کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ پھر لیگا اسواسطے
کہ غلام مقر ہے کہ اوسنے دراہم پر اجنبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر ہم کہتے ہیں قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطے استقراض مولے کے دراہم پر قبضہ کیا تو معلوم
ہوا کہ اگر مولے قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادائی قرض اوس پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع الی واحد
فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور
اوسکو امر کیا اپنے گروہ میں ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اوس شخص سے مگر بقدر اوسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے
مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ سے ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی
توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی آمر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح پر کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے
تو قرض آمر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اسطرح پر کہ مجھکو قرض دے فلانے شخص مرسل کیواسطے تو وکیل
اپنی ذات کیواسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لئے وہ اوسیکے مملوک ہونگے اوسکو اختیار ہے چاہے موکل کو نہ دے کذا فی الطحطاوی وفیہا استقراض العجین
وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخبز بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام من خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راٰہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن وما راٰہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے ہوئے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا روٹی
میں بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اوس خمیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہیں کہ کیا یہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا
جانیں وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے ہم مختار الفتاوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے تجرید
میں ہے کہ وزن کی قید سے اشکال نکل گئی تو اشکال سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ما راٰہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث
موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنہ وفیہا شراء الشیء الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض
یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خریدنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت کیا
ہے ہم اسکی گفتگو عنقریب کرینگے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید العشرۃ باثنی عشر او بثلاثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی

زمانِنا بعدَ ان وردَ الامرُ السّلطانيّ وفتوى شيخِ الاسلام بان لا تُعطى العشرةُ باَزيدَ من عشرةٍ ونصفٍ ونُبّهَ على ذٰلك فلم يمتثِلْ ماذا يلزمه فاجاب يُعزّرُ ويُحبسُ الى ان تظهرَ توبتُه وصلاحُه فيُترَكُ مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین یہہ سوال ہو کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرضدئے ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہو اس پر کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیئے جاوین زید کو یہہ آگاہ کر دیا گیا اور اوسنے نمانا کیا سزا اوس پر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہان تک کہ اوسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اوسکی خلاصی ہو یہہ معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا صورت اوسکی یہہ ہو کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اوسنے یہہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھے وہ زید کے ہاتھہ بارہ درم کو بیچا پہر زید نے اوسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم وفی هٰذا الصورة هل يردّ ما اخذهُ من الربح لصاحبه فاجاب ان حصّله منه بالتراضي وردَ الامرُ بعدم الرجوع لكن يظهر ان المناسب الامرُ بالرجوع وآ ه من ذٰلك الشكر حتى ان بعض القرى قد خربت بهٰذا الخصوص انتهى اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہو کہ کیا صاحب دین پہیر دے جو اوسنے نفع لیا ہو مدیون سے تو مفتے ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اوسکو نفع اوس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پہیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے بتر سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئی انتہے جواب المفتی المرحوم ہم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنے دراہم قلیلہ دے اور بہت سے گیہون یا گہی وغیرہ ٹہیرالے اسطرح پر کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو مسلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہہ باب ہی ربوا یعنے سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعے قال اللہ تعالی يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ ای ایمان والو بیاج نکہاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین ہو اور کہا ہے ربوا الفضل زیادت کو بہی کہتے ہین تسمیہ بمعنے مصدر ہی قال اللہ تعالی وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی حق تعالے نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنے اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بہی حرام ہے تو یہہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہے نہ قرض مین سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کہانے والے اور کہلانیوالے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہو کہ سود کے دونو گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نرہیگا مگر سود کہاویگا اور اگر سود نکہاویگا تو اوسکو اوسکی بہاپ لگی گی اور ایک روایت یون ہی کہ اوسکا غبار لگے گا کذا فی التیسیر ہو لغۃً مُطلقُ الزِّيادةِ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنے خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعًا فضلٌ ولو حكمًا فدخلَ ربوا النسيئة والبيوع الفاسدة فكلّها من الربوا فيجب ردّ عين الربوا لو قائمًا لا ردّ ضمانه لانّه يُملك بالقبض قنيه وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتے حقیقی نہو بلکہ حکمی اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنے تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ تمام بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہے پہیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اوسکا ردِّ ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیئہ کی یہہ صورت ہو کہ درم کو درم سے بیچے سوا ایک درم نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہوا ایکدن یا دو دنکا تو اگرچہ یہان حقیقے زیادتے نہین لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بشرط مین خالٍ عن عوضٍ خرج مسئلةُ صرفِ الجنس بخلافِ جنسِه ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اوسکے مخالف جنس سے نکل گیا ہم باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بہر گیہون اور پیمانہ بہر جو اوسکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو یہہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹہیری کہ بیاج ثابت ہو بمعيارٍ شرعيٍّ وهو الكيلُ والوزنُ فليس الذرعُ والعدُّ بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلاً دس گز توپ ہر دی کو پانچ گز توپ ہر دی سے دست بدست بیچا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہی اور

اسی طرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہین مشروط ذلک الفضل لاحد للمتعاقدین ای البائع والمشتری فلو شرط لغیرھما فلیس بربوا
بل بیعا فاسدا اور زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کیواسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کیواسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ
ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہو ھم ربوا نہین یعنے مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہے قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ترک کرنا بہتر ہے
اسواسطے کہ یہ مشہور ہے اسکا ثبوت ربا شرط فضل پر موقوف ہو حالانکہ ایسا نہین ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض
اور مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین آمین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل
ثمر یہ سب حرام ربوا ہو چنانچہ جواہر اور قنیہ مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی فی للمعاوضۃ فلیس الفضل فی الھبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراھم فضۃ
بعشرۃ دراھم وزادہ دانقا ان وھبہ منہ اسدم الربوا ولم تفسد الشراء وھذا ان ضرھا الکسر لانہا ھبۃ مشاع لا یقسم کما فی الدر عن الذخیرۃ
ف فضل ربوا وہ ہے جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین ربوا نہین اگر خریدے کوئی دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایکدانگ
یعنی چھٹا حصہ برابر بیا نہ ثمن مین زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو ربا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد ہوئی یعنے اسواسطے کہ یہ فضل ہبہ
مین فضل ہے نہ المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور یہ یعنے صحت ہبہ اسوقت ہو جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم
مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اوس شاع کا ہو جو قسمت پذیر نہین کذا فی الدر عن الذخیرۃ من محمد وفی صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان
محمدا اجاز الحط وجعلہ ھبۃ مبتدأۃ وحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک والفرق بینھما خفی عندی اور مجمع کے باب الصرف مین ہے
کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز کہا ہو اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند اور زیادہ کرنے
کو باطل کہا ہو ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ھم طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مستقل ہو موضوع اوسکا یہ ہو کہ متعاقدین
نے عوضین متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اول دو درمون کے مسئلے کی مانند ہو
جسمین ایک درم کا وزن زیادہ ہو قال وفی الخلاصۃ لو باع درھما بدرھم واحدھما اکثر وزنا فحلل لہ زیادتہ جاز لانہ ھبۃ مشاع لا یقسم ولو
باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوھبہ الفضل لم یجز لانہ ھبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ مین ہے کہ اگر ایکدرم کی بیع کی دوسرے
درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اوسنے حلال کر دیا یعنے بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہو اور اگر
گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اوسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہین کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا
قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینھما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد کذا
عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبہ علی ھذا مین کہتا ہون کہ جو ہمنے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل
کیا وہ صریح ہو عدم فرق مین درمیان زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور بموجب اوسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک
اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوای عقد کے کہ وہ فاسد ہو بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہئے کیونکہ مین نے کسی شخص کو نہین دیکھا جسنے اس پر
آگاہ کر دیا ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہو جبکہ زیادت ظاہر ہو
گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جب کہ عقد متساوین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کر دیا تو اولی
مین ہبہ کی تفصیل جاری ہو اور ثانی مین زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلتہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعھود بکیل اور وزن
مع الجنس اور علت اوسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہو جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ھم اصطلاح فقہ مین علت
وہ ہو جسکے طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہر چند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوای کیل یا وزن کے ذراع
اور عدد کو شامل نہین کذا فی الطحطاوی فیض عبارت ہو مشاکلت معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہو اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور مثل

اسباب ہین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوای بخاری کے عبادۃ بن الصامت سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر
والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یداً بید فاذا اختلفت ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم من زاد او استزاد فقد اربی
کذا فی النہر والفتح یعنے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہون گیہون سے اور جو جو سے اور کہجور کہجور سے اور نمک
نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پہر جب کہ یہہ اجناس مختلف ہون تو بیچو تم جا ہو جسطرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم مین اتنی زیادت ہی
کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور مین تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہین
اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا ہو اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہین اور گیہون اور جو اور کہجور اور نمک مکیل ہین تو گویا ارشاد
ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز مین مماثلت واجب ہی اور پوری مماثلت دو چیزین دو اعتبار سے ہوتی ہی باعتبار صورت کے اور باعتبار معنے کے تو کیل اور وزن سے
مماثلت صوری حاصل ہوتی ہی اور بمتحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور بجملہ تسمیم تماثل مساوات ہی تقابض البدلین ہین کیونکہ حال کو مؤخر پر فضیلت ہے مثل مشہور ہے
النقد خیر من النسیۃ لہذا امام عظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزیادۃ والنساء بالمد ای التاخیر
فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونون ساتھ پائے جائین تو فضل یعنے زیادت اور تاخیر دونون حرام ہین اور جائز
نہین قفیز بہر گیہون کی بیع قفیز بہر گیہون سے برابر اور حالانکہ ایک عوض مین تاخیر ہو حم نساء بالمد وفتح نون عبارت ہی تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونون عوض نسیہ
ہون تو بہی حرمت ثابت ہی شارح نے فضل پر تفریع نکی بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے اور اگر فضل اور تاخیر دونون مجتمع ہون تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی
البحر وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمروبین لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور اتحاد جنس دونون
معدوم ہون تو زیادتی اور تاخیر دونون حلال ہین چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہ علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح
ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہی ہم کپڑی مین نفے مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور اختلاف
مقصود کے ہی پہر جب علت تحریم کے دونون جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بہی جائز ہوی اور تاخیر قبض بہی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخون
بوستان سے بیچنا یا گاڑہی کے ایک تہان کو دو یا تین کے دو چار تہانون سے بدلنا حلال ہی اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر
وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونون چیزون مین سے
ایک چیز پائی جائے یعنے فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دیکر غلام ہی بیچا کچہہ مدت مقرر
کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تہا تو ایک امر کے ہونے سے شبہہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت
فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا یعنے تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہی اور حقیقت مین فضل نہین تو اگر ایک پیمانہ بہر گیہون دو پیمانہ بہر
جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہان فقط قدر ہی اسواسطے کہ دونون کیلی ہین مگر جنس متحد نہین لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہون
اور گیہون کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہہ مثال ہی کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی کی
یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہین اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد مین روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو
فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرو اور مؤطا مین ہے کہ علی مرتضے نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد
جنس محرم تاخیر کا نہین اوسکا جواب یہہ ہی کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرۃ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے
بطریق نسیہ یعنی بمدت ٹہیرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جز یعنے اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہی اور اس حدیث سے اگلی
دو نو حدیثین متعارض نہین ہو سکتین کیونکہ وہ مبیح ہین اور یہہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم سمجہا گیا مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یون ہو سکتا ہی کہ اجازت قبل
تحریم ہوا ہوگی ... واللہ اعلم ... الکل ابو ابی للسلم اور ... کیا ہی جمع اور ... مین

نقود کی سلم کا جائز ہونا موزونات میں تا اکثر ابواب سلم کے بند ہو جاوین ہم یہہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہو کہ دو صورت با اختلاف جنس فصل جائز ہو اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہو کہ نقد یعنی دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات میں جیسے زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز ہو حالانکہ یہہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہہ ہو کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہوا سلم کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ میں جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو لون اور ماشون سے ہوتا ہی اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیرون سے پس جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی بیان ثابت ہو اختلاف معنوی یہہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور غیر مثمن متعین اور حکمی اختلاف یہہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبضہ کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے قدر جامع نہوئی۔ قد نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقد مر فی السلم ان حرمۃ النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایۃ البیان سے نقل کیا ہو گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں ہے بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہہ ہے کہ قد نقل صاحب الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عند انتہی لمعظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم روغن میں منصوص ہے اور وجہ اسکی یہہ ہو کہ دونون مختلف القدر ہیں کیونکہ گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ اس نے اسلام مکیل کا موزون میں فرض کیا ہو حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہیں تو جواز ہر حکم کا موزون میں یا مکیل کا مکیل میں کیونکر نکلا تو اعتراض خوب منقح ہو گیا زیادہ اس کے کچھ تنقیح کی حاجت نرہی اور جب سلم میں یہہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیم باقی نرہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم کجص کما سیجی کنورۃ کیلی وحدید وزنی وہاں شارح کہتا ہو یہہ اصل اول یعنی وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کہا یکی چیز ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہم جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہو لیکن مصنف نے ہو اسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیہ لازم ہے بالعکس اور علت تاخیر کو علت تفاضل لازم ہو بالعکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ الکمال پہر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہی اسم خاص کے اختلاف اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ مشرح کیا ہی اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہو تو گیہوں اور جو دو جنس ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنس ہیں بنادت کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہو اور تر لیعنے کہجور کا پہل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور رانگا اور پیتل جناس مختلفہ ہیں اور اسیطرح صوف اور بالون کا سوت اور گای اور بہیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن تلی اور خیری دو جنس ہیں اور آرد ان جنکی اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی مختصرا اور لحوم ابل جنس واحد ہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر کے درست ہو اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کما فی النہر وحل ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد القدر والجنس کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھا کر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر بالمعیار بالذرۃ ویادون نصف صاع کحفنۃ وحفنتین وثلاث وتمسیح ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع مع تفاضل بدون معیار شرعی کے ہو اسطے کہ شرع نے تقدیر اور نصف صاع سے کمتر کا کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بہر کی دو لپ اور تین اور پانچ سے جبتک کہ نصف صاع کو نپہنچے ہم معیار عبارت ہی پیمانے سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے نہر الفائق میں ہے کہ لپ دو لپ کی بیع ہو اسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو ہو اسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو جیسے کہ ربع اور ثمن تو مصر میں رائج ہو تو اوسکا تفاضل معتبر نہیں ہے اور اس صورت میں ہے کہ جب احد البدلین نصف صاع کو نپہنچے اور اگر نصف صاع ہو گا تو بیع جائز

نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہو اسلئے وتفاحۃ بتفاحتین وفلس بفلسین او اکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اَولیٰ لما فی
النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقاً اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسہ کی دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ
دونوں بدل متعین ہوں شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالوں کے بعد لاتا تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق میں ہے کہ تعیین سب میں
قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین اور محمد کے وتمرۃ بتمرتین وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف
بسیفین ودواۃ بدواتین واناء باثقل منہ ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل فیہ اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی
دو انڈوں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دوسرے برتن بھاری سے
بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح ولمبرۃ بابرتین وذرۃ من ذہب وفضۃ مما لا یدخل
تحت الوزن بمثلیہا فجاز الفضل لفقد العلۃ وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنۃ بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ وحرمہ
الکل محمد وصحح کما نقلہ الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہیں دو ذرہ کے مماثل جنس سے
یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرہ سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ میں بسبب نہونے مقدار کے یعنے اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہیں اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے
جانے جنس کے یعنے چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہوں کی بیع جو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا
خواہ فضل ہو یا نہو بسبب عدم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے
فتح القدیر میں نقل کیا ہے م فتح القدیر میں یوں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا انہیں اموال ناص ٹھیری تو واجب ہے تحریم ایک سیب
کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکائیل بنصف صاع کمتر ہوں چنانچہ ہمارے دیار مصر میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف
صاع اسکی مستلزم نہیں کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجئے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ انہوں نے محمد سے روایت کی ہے کہ اونکے نزدیک
مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہے وہ اوسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہے ملخصا وما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر
وشعیر وتمر وملح او وزنیا کذہب وفضۃ فہو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا
ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور
کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح رہتا قیامت تک ہے متغیر نہوگا تو صحیح نہیں بیع گیہوں کی گیہوں سے تولکر کیونکہ
وہ کیلی ہے چنانچہ اگر سونا بیچے سونے سے یا چاندی چاندی سے کیل کر کے تو صحیح نہیں کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع
قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنے سے م نص اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج گاہے باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور
چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع بعد از ثبوت باطل پر نہیں ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی
فتح القدیر وما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کی کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہیں تو وہ رواج پر محمول ہے یعنے اگر رواج ہے اوسکے کیل کا تو
وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے ہر
طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے م ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں
وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع میں وارد ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھیں پھر جب رواج
بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وخرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول
پر سعدی افندی نے اخراج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اوسکی مثل سے تولکر م یعنے دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جواز استقراض
دراہم اور آٹے کی بیع اوسکی مثل سے تولکر جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن میں خفیف

نہیں ہوتا فتاویٰ عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ استقراض دراہم گن کر وارد ہوا اور حیاتیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہو اگر
لوگوں میں رواج ہوا اسی پر فتویٰ ہے تو اب سوسی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتویٰ علی عادۃ الناس
بحر واقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتویٰ ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ھ کافی کے فتویٰ کے
موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن ہی مروج ہو واللہ تعالیٰ اعلم
والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا
للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں
گیہوں سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبضہ کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدہما دینا فان کان الثمن
وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اوس پر قبضہ کر لے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے ھ مثلاً گیہوں کو گیہوں سے
بیچا اور ایک تعین ہے تو اگر وہ ثمن ہے تو ایسے دخول باء جاتا ہے اسلئے کہ بیع [illegible] لتغیر [illegible] اور جو دخول باء جائز نہیں وہ بیع ہی قبض
اسواسطے شرط ہوا کہ وہ دین متعین نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا نسیئۃ ما لیس عندہ سے ہے اور اگر وہ ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اوس
چیز کی ہوا ہے جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وسیأتی الربوا الا فی حقوق العباد وردیتہ سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹا
کے برابر نہیں ھ ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ہے کہ اگر جودت اور ردائت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہوجاوے تو اسواسطے کہ مثلاً گیہوں دوسرے
گیہوں کی مثل نہیں ہو سکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جیدہا وردیہا سواء کذا لاتے
الطحطاوی پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھیرا تو ایک کی بیع دوسری سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں تا ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت ردائت کے
برابر نہیں تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اوسکی برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو ورنہ قیمت اوسکی لازم ہوگی ولکن یستحق جودۃ
المغصوب کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض فی القلب فرہن اذا انکسر [illegible] مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور ردائت برابر
نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ ھ مال وقف کو مال یتیم سے ملحق کیا ہے بطریق
بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز جید گیہوں ردی گیہوں کی قفیز سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیچ کرے تو تبرع
ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی رعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کی ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی
باع فلوسا بمثلہا او بدراہم او بدنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے
اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا ھ حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اسواسطے
صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس بالنقدین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد میں مختلف ہوا ہے اور بیع
الفلس بالفلسین میں شرط التعیین مذکور ہوچکا نہ قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع اللحم بالحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز
کیف ما کان بشرط التعیین اما نسیئۃ فلا جیسے جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کی جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے
تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جسطرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیئہ تو جائز نہیں ھ اگر گوشت جانور
کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس میں نسیئہ حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیچے تو اگر نسیئہ بکری میں ہو تو یہ سلم ہے حیوان میں اور اگر اوسکو لیں گوشت میں تو یہ سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور لحم
دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ اللحم المجانس اور محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کا ھ ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہے یعنی گوشت جانور کے گوشت کی
[illegible] سود لازم [illegible] ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع لحما بحیوان مثلہ [illegible] زائدا فا دلیل المسئلۃ
[illegible] عن المستصفیٰ لکن فی الکافی بحر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے [illegible] سے بیچا تو باتفاق

شمنین اور محمد کے نزدیک جائز ہے اور اسیطرح کھال اور جھیری دو جانوروں کی باتفاق بیع جائز ہے اگر دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکرہ ابن ملک اور طحاوی
نے مسلوخ سے اوس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر اور طحاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں ضمیر آزاد طحاوی کی طرف راجع ہے
شارح کو مناسب تھا کہ اوسکا کلام ذکر کرتا تاکہ اسکا ربط اوس سے ہو جاتا مترجم کہتا ہے کہ مستند الجمیتین دو کے بسیر گوشت کا نام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی
اور انتڑیاں اور تلی وغیرہ وکذا بیع کرباس بالقطن وغزل مطلقا لاختلاف ما کان لاختلاف جنسا اور جیسی جائز ہے بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے
مطلقا خواہ جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد نقض کے سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن
بغزل القطن فی قول محمد وہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقا محمد کے قول میں اور یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی
وفی القنیۃ لا بأس بغزل القطن بثیاب قطن یدا بید لانہما لیسا بموزونین ولا جنسین وکذلک غزل کل جنس بثیابہ اذا لم توزن اور قنیہ
میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کے سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست اسواسطے کہ دونوں موزون نہیں جو زیادتی جائز نہو اور دونوں مختلف الجنس
نہیں کہ دست بدست شرط نہو اور اسیطرح مطلقا دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس کے سوت کی اوسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو ھم مسئلہ سابقہ
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیئہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہے
کہ تفاضل جائز ہو نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لہما فلو باع مجازفۃ
او موازنۃ لم یجز اتفاقا ابن مالک اور چنانچہ جائز ہے بیع ترکھجور کی ترکھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ
تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک فی الحال کی تساوی
کافی نہیں ہے یعنی تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک ھم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ
کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور زیادتی
حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ موجب اوسکا امر خلقی ہو مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی
اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانہ میں ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب کہ بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے
سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر
تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ میں زید بن عیاش
عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں
نے کہا ہاں تو آپ نے ہمکو منع فرمایا امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعضوں نے
یوں جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیئہ مراد ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں
یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی
منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے ھم تمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذا الدر اور چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک
انگور سے برابر برابر ایسے ہی یعنی فی الحال نہ فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین ورمان یباع رطبہا برطبہا وبیابسہا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہو جاتا ہے جیسے انجیر اور
انار اوسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ او بالیابس جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع
تمر او زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما کذا فی الزیلعی اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اوسکی مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے
کذا فی الزیلعی کہ اونکے نزدیک حنطہ یا کسی کی بیع مبلول سے جائز نہیں بشرط انتفاخ والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب
والتمر والجید والردی فہو ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والمقلیۃ بغیرہا یفسد کما سیجیء اور

ف دونوں بعض موزون میں نہیں ہے اور [illegible]

جاتا ہے یہ کہ جو تفاوت پیدائشی ہے چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور سمدہ اور ناقص لیس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی اون میں تفاضل جائز نہیں اور جو تفاوت کہ آدمیون کے
فعل سے ہے چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا و کبیع لحوم مختلفۃ بعضہا ببعض متفاضلا یدا
بید یعنی اور بیع جائز ہے بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست ہم لحوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہے
بسبب اتحاد قدر کے و لبن بقر و غنم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اون میں تفاضل
جائز نہیں کہ دونون ایک ہی جنس ہیں کذا فی الہدایہ و خل دقل بخل عنب ودقل اتمر حقیقۃ باعتبار العادۃ بخل حسب اور جائز ہے ناقص کھجور کے سرکہ کی
بیع انگوری سرکہ سے بڑھا کر و دقل بفتح دال و قاف عبارت ہے ناقص کھجور سے اسکو مخصوص کر کیا باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکہ کا یہی حکم ہے لیکن عادۃ خلق
یہ ہے کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہیں لہذا لفظ دقل ذکر کیا و شحم بطن بالیۃ ای القبۃ ما یسمیہ العوام لیۃ او لحم اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکتی کا
یا گوشت سے اگرچہ دنبہ کا گوشت ہو کذا فی العطاء والیہ بفتح الف وہ ہے جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہیں و خبز ببر او دقیق ولو منہ اور جائز ہے روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بیع روٹی جائز ہے اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی کیل نہ رہی بخلاف گیہون
اور آٹے کے کہ وہ دونون کیلی ہیں تو قدر اور جنس دونون مفقود ہیں یہانتک کہ بیع بطریق نسیہ جائز ہے کذا فی العطاء عن البحر و زیت مطبوخ بغیر مطبوخ
و دہن مربی بالتفسیر بغیر المربی منہ متفاضلا و ورنا کیف کان لاختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یوزن
عادۃ حتی لو وزن لم یجز دیلمی اور جائز ہے بیع روغن زیتون پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تو کر جسطرح ہو بسبب مختلف ہونے کی
اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیعون میں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہیں مگر چڑیون کے گوشت میں
باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہے کیونکہ اونکا گوشت موزون نہیں رواج میں اگر اوسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج
والاوز وزنی فی عادۃ مصر و فی البحر لعلہ فی زمنہ اما فی زماننا فلا والحاصل ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفۃ
فلیحفظ اور فتح القدیر میں ہے کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہے مصر کی عادت میں اور نہر الفائق میں ہے کہ شاید وزنی ہوا اوسکے زمانے میں ہوگا ہمارے زمانے میں تو
مصر میں وزنی نہیں او خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہے یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گائے کا
گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دنبہ کی چکتی میں اور تبدل صفت چنانچہ زیت مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز اخذ الخبز
والبر نسیئۃ بہ یفتی درر ای اذا اتی بشرائط السلم لحاجۃ الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما یسمی اور جائز ہے اخیر صورت یعنی روٹی
کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں تاخیر ہو اسیکا فتویٰ ہے کذا فی الدرر یعنے تاخیر ہو تب جائز ہے جب سلم کی شرائط پوری بجالاوے فتویٰ جواز کی
بسبب حاجت آدمیون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم میں ہے اسواسطے کہ کمتر قبض واقع ہوتا ہے اسی جنس سے جو بیع میں اکثر ہوتا ہے کہ سلم ہوتا ہے گیہون کی روٹی میں اور
مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہے تو اسمین استبدال مسلم فیہ کا ہے اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے اور یہ جائز نہیں وفی القہستانی معزیا للخزانۃ الاحسن ان یبیع
خاتما من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف بصفۃ معلومۃ ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمۃ الخباز و یسلم الخاتم ثم یشتری
الخاتم بالخبز اور قہستانی میں خزانہ سے منقول ہے کہ بہتر طریقہ گیہون کی سلم کرنیکا روٹی میں یہ ہے کہ مثلا انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر اوس روٹیکے اور اوس روٹیکو
جو موصوف بصفت معین ہے ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کر لے یعنی اس طریق سے شرائط سلم شرط
نہونگی وفیہ معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیہ الفتوی وسیجیء جواز استقراضہ ایضا اور قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ سلم
جائز ہے روٹی میں تولکر اور اسیطرح گن کر اور اسی پر فتویٰ ہے اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا جواز روٹی میں گن کر قہستانی میں مذکور نہیں علاوہ اسکے
روٹی سمدہ ودہ منضبط نہیں تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود میں نہر الفائق سے منقول ہے کہ روٹی میں سلم ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ وزنی ہے
اونکے نزدیک سلم جائز ہے بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللحم بالحیوان لاختلاف المقاصد الاسم حاوی اور جائز ہے ودکا بیچنا حیری

بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی لا یجوز بیع البُرّ بالدقیق وبالسویق هو المحروش ولا بیع دقیق بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم التسویة
فیهما لشبهة الربوا اختلافا لهما جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اوسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسیطرح اگرچہ دونون برابر ہون اسواسطے کہ دونون
برابر کرنیوالا کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز ہے
دست بدست ہم گیہون کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاضل اسواسطے جائز نہیں کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور ستو گیہون کے
اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہے اور کیل سے تسویہ نہین ہوسکتا کیونکہ گیہون بیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہے واما بیع
الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانا مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطة مقلیة بمقلیة واما المقلیة بغیرها ففاسد
کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کر کے بشرطیکہ دونون پیمانہ مین داب کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا شرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع
ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہے اور بھنے گیہون کی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیہون ہلکا ہوجاتا ہے لہذا اوسکی
بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا آٹے سے بیچے تو لکر تو اسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحلّ ای بحلالة الشیرج
حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدره بمثله والزائد بالثفل وکذا کل ماله ثفل قیمة کجوز بدهنه ولبن بسمنه وعنب
بعصیره وان لا قیمة له کبیع تراب ذهب بذهب فسد بالزیادة لربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل
سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ ہو اوس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہے تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے
مقابل ہو اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکی کھل اور کھوجر کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اوسکے تیل سے اور دودھ کی اوسکے گھی سے اور انگور کی اوسکے
شیرہ سے سو اگر کھوجر کی قیمت نہو جیسے زرآلود مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے بسبب زیادتی کے بیاج کی وکیستقرض الخبز وزنا وعددا
عند محمد علیه الفتوی ابن ملک واستحسنه الکمال واختاره المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تو لکر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے
کذا ذکره ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے وفی المجتبی باع رغیفا نقدا برغیفین نسیئة
جاز وبعکسه لا وجاز بیع کسیرا انه کیف کان اور مجتبی مین ہے کہ ایک نقد روٹی بیچی اودھار دو روٹیون سے تو جائز ہے اور بالعکس یعنی نقد دو روٹی بیچی
ایک روٹی اودھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح جائز ہے یعنی نقد اور نسیہ ولا ربوا بین سیّد وعبده ولو مدبرا او ام ولد اور بیاج نہین درمیان
مولے اور اوسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو نہ مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہے مولے کا جسطرح چاہے سو یہان ربوا کو کیا دخل ہے بخلاف مکاتب کے کہ وہ بجای حر کے ہے
قبض اور تصرف کی راہ سے اذ الرقیق دینه مستغرقا لرقبته وکسبه فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیره لکن فی البحر عن المعراج التحقیق الاطلاق
وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء غلام اور میان کے مابین سوقت بیاج نہین جبکہ غلام کا دین اوسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو تو بیاج
ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکره ابن ملک وغیره لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اوسکا دین مستغرق ہو یا نہو
اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو بیاج کے سبب سے نہیں بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونیسے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا تبایعا من
مالها ای مال الشرکة زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جب کہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے کذا فی الزیلعی
قید مذکور شرکت عنان مین ہے اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین کہ ثمن اور مبیع مین
دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اوسکی ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمه لان
ماله ثمه مباح فیحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثة اور بیاج نہین کافر حربی اور اوس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہے اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی
سے ہو بیاج نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اوسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغا
بازی کے بخلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ہم حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایک درم

اور یہی وہ روم ہے میں گو گیا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اُسوقت نہیں جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو ورنہ لاکر بیاج
ہوسکتا ہے اور زیادت مسلم کیلئے شرط ہے حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ علت دونوں شرط کو متناول ہے کذا فی الفتح وفیہ تقدیم یہ ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ
ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہیں خواہ دار الحرب میں لیا ہو یا دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب
اور یہ حدیث مرسل ہے مبسوط میں کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ
قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین کے ساتھ اور بحکم صاحب شرع علیہ السلام شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب
اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل
حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علاوہ اسکے درس میں التزام کیا ہے کہ علت ربوا اور قمار سے فقہا کی
مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی ملخصاً وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم
الربوا معہ خلافاً لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقاً جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلم ولم یہاجر اور جو حربی مسلمان
ہوگیا دار الحرب میں اور اوسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نکی اوسکا حکم حربی کی مانند ہے تو مسلم کو اوسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے
اسواسطے کہ اوسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہیں اگر اوسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہیں کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں
مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم اون دونوں شخصوں کا جو دار الحرب میں مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کیطرف انھوں نے ہجرت نکی کیونکہ دونوں حربیکے اسی
حکم میں ہیں یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ دو مسلمان اسلام و ہجرت ربوا نہیں سو غلط ہے کیونکہ اس صورت میں بالاتفاق ربوا جائز نہیں چنانچہ فتح القدیر
میں ہے کذا فی النہر اور اسیطرح بحر الرائق میں ایضاح کرلانی سے منقول ہے کہ جب اوسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا اونکے طرف تو اوسکے ساتھ بیاج جائز
نہیں والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الست مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلوں میں حرام نہیں ہم جواب دیتا کہ شارح
نے کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے ۱ بیان کرانے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب میں
۵ مسلم کو اوسکے ساتھ جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اوسنے ہجرت نکی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجئے تو صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم کذا منہ

باب الحقوق

فی البیع اخرہا لتعبیتہا وشبعتہ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق میں مصنف اس باب کو مسائل
بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے اور حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور اسکے
واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو کر مبیع کے سبب جیسے راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد
مسائل بیع کے لایا ورنہ قیاس یہ چاہتا تہا کہ اول کتاب البیوع میں قبل خیارات کے اسکو ذکر کرتا اشتری بیتاً فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو ومالت البیع
ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ ومنہ لان الشیء لا یستتبع مثلہ خرید کی کوٹھری جس پر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید میں بالا خانہ
داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تا وقتیکہ تصریح کرے بالاخانہ کی بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع
نہیں ہوتی شارح نے کہا لعلہ محمول علی بعض سے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہیں اور لام بہرحال ساکن ہے ہم دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں تین چیزیں
معلوم کرنا ضروری ہیں بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کیواسطے وہ بنا ہو اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا
بھی شرط ہے اور حکم اوسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہیں ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر اوسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کی مانند ہی
مسقف ہوتے اور شب باشی میں اور شے اپنے مثل کی تابع ہوتی ہو نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہے
جسمیں باندن آدمی رہیں اور اسمیں باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسکا صحن غیر مسقف نہیں اور اسمیں اصطبل نہیں اور دار نام ہے اوس ساحت کا جسکے گرد حدود ہوں
اور وہ مکان بیوت اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح ولکن لا یدخل العلو فی شراء منزل ہو بیت تحتہ اصطبل فیہ الا بکل حق ہو لہ او نحو ذلک

اسکی حقوق یہ کہ طریق وغیرہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ اور اسیطرح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہی جسمین اصطبل نہین مگر تحتی حق ہو گیا
بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ ۱۲ھ مرافق
جمع ہے مرفق کی بکسر میم و فتح فا مرافق ہے آخرین توابع سے چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل او رکثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے
تا بائع کا حق مبیع سے منقطع ہو جاوے اور اوسکی متصل چیزون سے اور جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع
دار ہین اور ظاہر الروایہ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ
یعنی جو قلیل او رکثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اوس سے متعلق ہے وہ مبیع ہے ۱۲ھ چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار
کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت سے ولا یدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئا ولو الابنیۃ بتراب او خیام او قباب
اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہون یا خیمے یا
قبے ۱۲ وھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح وکافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی
سرای خسرا اور یہہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی موجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ داخل بیع ہو جاتا ہے بدون اوسکے ذکر کے سب صورتون
مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوای اوسکے مگر دار السلطان سرای کہلاتی ہے کذا فی النہر ۱۲ھ استثنا کرنا دار الملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور
یہہ خلل پیدا ہوا النہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اوسکی یہہ ہے ۱۲ منہ وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا سواء کان البیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک
لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی اور چونکہ بنا احکام کی عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمین
وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی ۱۲ کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبئر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا البستان الداخل وان لم
یذکر ۱۲ جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اور اسیطرح داخل بیع ہے وہ باغ جو گھر کے اندر داخل
ہو اگرچہ اوسکی بیع کی تصریح نکی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی وعینی داخل بیع نہین ہے باغ
گھر کے باہر کا مگر اسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جب کہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور گھر کی برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلۃ
لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاخذت حکمہ الا بکل حق ونحوہ مما مر وقالا ان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین
ہوتا گھر کی بیع مین اسواسطے کہ اوسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اوسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اوسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر
چھتے کا دروازہ گھر کے اندر سے ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانہ کی مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لانہ من مرافقہا منہ
اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھہ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل
والشرب الا بنحو کل حق ونحوہ مما مر داخل بیع نہین راہ اور پانی بہنے کی جگہہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنے بذکر مرافق یا کل قلیل
وکثیر ۱۲ھ عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچۂ غیر نافذہ کی طرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ
بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازہ کے عرض کی برابر ہے اور طول اوسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے
اور مسیل وہ مکان ہے جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاجارۃ للدار او
الارض فتدخل بلا ذکر لانہا تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارہ کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے
اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کیواسطے ہے نہ سوا اسکے یعنی بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اوسمین قطع نظر انتفاع کے ملک عین بھی مقصود ہے
والرھن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر
بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اوسپر صلح کی یا اوس

البر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اوسنے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کئے تو راہ داخل ہو گی بیع کے مانند و لا یدخل فی القسمة وان ذکر الحقوق والمرافق لانہ متعین فی القسمة اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح قال المحشی الیعقوبیة ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا ینتفع به الا بہا قلت هو حینئذ لو لا عدم قبضه للمنقول کما مر ولفظ الملاصقة و یدخل الطریق فی الرهن والصدقة تملیک فتکون کالاجارة وانما عدة المصنف تبعا للبحر اور حاشیہ یعقوبیہ میں ہے کہ لائق یوں ہے کہ رہن بیع کی مانند ہو اس واسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے اگر اوسکی مخالفت منقول سے نہ ہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن اور صدقہ ہوتو وہ میں اجارہ کی مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر انتھی وینبغی ان تکون الهبة والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجه فیہ لا یخفی انتھی یعنی لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کی مانند ہو عدم دخول طریق میں اور وجہ اسکی مخفی نہیں انتھے ما فی النہر ثم ہبہ وغیرہ میں استحقاق ہے اوس ملک کا جو سابق میں نہ تھی تو شاید مذکور نہ تابع ہو گئیں تو مناسب ہے کہ اونمیں بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

هو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ہم اور اصطلاح فقہ میں استحقاق عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شیء کے حق اس باب کا یہ کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہو تا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن چونکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہے الفاظ معنے لہذا اوسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدهما مبطل للملك بالكلية کالعتق والحریة الاصلية ونحوها کالتدبیر والکتابة استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حریت ہو اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہو جانا ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ جس غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیهما ما ینقل له من شخص الی آخر کالاستحقاق به ای بالملك بان ادعی زید علی عمرو ان ما فی یده من العبد ملك له و برهن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنیوالی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہوا اسطرح کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اوسکے قبضہ میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاهر لانه لا یوجب بطلان الملك تو استحقاق ناقل فسخ عقد کا موجب نہیں بنابر ظاہر الروایۃ کی اس واسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہیں ہے سے عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری کے فسخ عقد نہ ہوگا و المحکوم به حکم علی ذی الید و علی من تلقی ذو الید الملك منه ولو مورثه فیتعدی الی بقیة الورثة اشهل فلا تسمع دعوى الملك منهم للحکم علیهم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اوس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہو گا کذا فی الاستیعاب تو مسموع نہو گا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اونپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہیں کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہو گا اسطرح کہ بائعین میں سے کوئی بائع کہے کہ میں نے نہیں بیچا تا کیونکہ مستحق کاذب ہے اس واسطے کہ یہ میری ملک میں جنی ہے یا میرے بائع کی ملک میں بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی محشا ولا یرجع احد من المشترین علی بائعه ما لم یرجع علیه کالا علی الکفیل ما لم یغرم علی المکفول عنه لئلا یجتمع ثمنان فی ملك واحد لان بدل المستحق مملوك اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اوس سے ثمن پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کر سکتا وقتیکہ مشتری اخیر اوس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہو تاکہ دو ثمن ایک ملک میں مجتمع نہو جاویں اس واسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اتباع تمیں کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہے یعنی بائعین متوسطین میں اس واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیرے قبل پھیر دینے کے تو اسکی ملک میں دو ثمن مجتمع ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں ولو صالح بشیء قلیل او ابرأه عن ثمنه بعد الحکم له برجوعه علیه فلبائعه ان یرجع علی بائعه ایضا لزوال البدل عن ملکه اور اگر مشتری نے صلح کر لی بائع سے کمتر چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کر دیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کر دیا ثمن سے تو گویا اوسنے بائع سے لیلیا کذا فی الطحطاوی

ولو صالحہ المستحق فصالحہ المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کیواسطے حکم ہوا اور مشتری سے
مستحق نے صلح کرلی کچھہ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پہیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے
یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھہ تہوڑا ثمن مجھہ سے لے اور مبیع مجھکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہین کرسکتا والمبطل یوجبہ ای یوجب
فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب فسخ عقود کا بالاتفاق ہے یعنے جو عقود کہ بائعین مین جاری ہوئے ہین اونکے فسخ ہونیمین قاضی کے حکم کی کچھہ حاجت نہین کذا
فی الدرر فلکل واحد من الباعة الرجوع علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پہیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اوس مشتری سے
ثمن نہ پہیر لیا گیا ہو وہ رجوع ہوا ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنی
بائع کے ضامن سے بہی ثمن پہیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پہیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہین ہوتا بخلاف استحقاق ناقل
کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریة الاصلیة حکم علی الکافة من الناس سواء کان بالبینة او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق
اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیون پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اوسکے اس قول سے کہ مین آزاد ہون بشرطیکہ اس قول سے
پہلے اوس سے غلامی کا اقرار نہوگیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ مین حر اصلی ہون اور
سابق مین اوسنے غلامی کا اقرار نہین کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اوسکی حریت اصلیہ کا حکم کر دیا تو یہہ حکم حریت کا سب لوگونپر ہوگا کذا فی
الجلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگونپر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اوسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفرعہ بمنزلة
حریة الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہین ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے وہ عتق مراد ہے جو ملک
مطلق مین ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافة من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ منلا خسرو ویعقوب باشا فاحفظ
فان اکثر الکتب عنہ ساکتة اور عتق کا حکم ملک مورخ مین سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہین ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشا نے
مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکہنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہین ہم خلاصہ یہہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق مین بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر
حکم ہے اور ملک مورخ مین عتق کا حکم سب خلق پر ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہین تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے مین تیرا مالک ہون پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ مین محمود کا
غلام تہا چہہ برس سے سو اوسنے مجھکو آزاد کر دیا اور اوس نے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہوگا پہر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے
مین تیرا مالک ہون سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اوسنے بگواہی ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹہر جائیگا کذا فی
المحتار حاشیہ من الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریة وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہانے
اختلاف کیا ہے وقف کے حکم مین بعضون نے کہا کہ حریت کے حکم کی مانند ہے اور بعضون نے کہا کہ وقف حریت کی مانند نہین تو وقف مین دوسری ملک اور دوسرے وقف کا
دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریة ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر
علی الاصح اور اشباہ مین ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار صورت مین حریت اور نسب اور نکاح اور ولا مین اور وقف مین قضا متعدی نہین مقصور ہے بنابر قول اصح کے
ہم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقة کا حکم کرے پہر دوسری کا دعوی مسموع نہین ویثبت رجوع المشتری علی
بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینة لما سیجیء انہا حجة متعدیة اور ثابت ہے ثمن پہیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جب کہ استحقاق گواہی سے ہو سیطرح معلوم
کرا دیگا کہ شہادت حجت متعدیہ ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومة او بنکولہ فلا رجوع
لانہ حجة قاصرة اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہوا یا اوسکے انکار قسم سے یا مشتری کے خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اوسکے انکار قسم سے تو ثمن پہیر لینا ثابت
نہین اسواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ والاصل ان البینة حجة متعدیة تظہر فی حق کافة الناس لکن لا فی کل شیء کما ہو ظاہر کلام الزیلعی
والعینی بل فی عتق ونحوہ کما مر ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا ظہور سب آدمیونکے حق مین ہوتا ہے لیکن ہر چیز مین نہیں

اسپر ظاہر کلام لیے ہے کہ متن اور اوسکی شرح میں کن سے اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولا یعنی آزادی چنانچہ مذکور ہوچکا ذکر کیا ہے
مصنف نے اپنی شرح منح میں لا لان الاقرار حجة قاصرة على المقر لعدم ولايته على غيره - اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر
سے ہوتے ہیں مقر کے اوپر غیر پر نہیں کیونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہیں لیکن اوسکا اقرار اوس پر حجت ہے بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت
حجت ہوتی ہے ہر ایک کے حق میں اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لیکن شہادت سب کے حق میں حجت ہے کذا فی المنح قيل لو اجتمعا فالبينة احق هما قضى
الا اقرار بعد حاجة ولسة اولى اور کہا گیا ہے کہ اگر شہادت اور اقرار دونوں جمع ہوں تو اگر دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا
جائیگا کیونکہ بغیر شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والبحر اسکی صورت یہ ہو کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ اوسکی
ملک کا اقرار کیا تو حال اوس پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہے نہ مقر پر مگر جب کہ حاجت پڑے چنانچہ مشتری کو بائع سے تن پھیر لینے کی حاجت ہو تو
گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الاشباہ فلو استحقت مبيعة ولدت عند المشتري لا باستيلاد ببينة تبعها ولدها شرط القضاء به اى بالولد
فی الاصح بلی وكلام الدرر والعيني يقتضى كذا اذا سكت الشهود عنه فلو شهدوا به للبائع لا يقضى به ... مدعی مستحق کے
اس لونڈی مستحق ... کے تابع ہوگا بشرطیکہ اوس کا حکم ولد ہوگیا ہو قول صحیح میں کہا ہے اور ... کا کلام مقتضی
اس بات کو ہے کہ گواہ ... ساکت ہوں ... تو اسی ولد کا حکم کرے کذا فی البحر
سلطة لانه استحقاق ... التسلسل ... المرفوضا العيني ... دعوى النسب ... کہ ولد کا
ہوگا اور ولد کے ... نہیں تو ... مقر کا ولد ہوگا اوسکے ... کو ولد کی ... دعوی ... مذکور ہوچکا
ولد اور ... حل ... ملحق هذا ... والفرق ... من الاحكام اور اگر ... لونڈی کا اقرار کیا ... اوسکا ... مولی کا
تابع ہوگا تو وہ ... مقتدی ... گواہی یا اقرار کا مذکور ہوچکا ... گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ ... وهذا
لو ادعيه المقر له ... ادعاه ... اما اذا لم ... المصنف ... اور ... تابع ہوا ولد کا ... ثبوت ... مقر
ولد کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل ... مستحق
کے واسطے ... کا اقرار کیا مگر درصورت دعوی مقر لہ ... ہلاک زوائد سے ... نہیں ... ولم يذكر النكول لانه
في حكم الاقرار قهستاني ... بالعادة اور مصنف نے انکار ... کو مذکور کیا ہواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے ذکر کیا ہے
... کی طرف منسوب کرکے وضع التناقض اى الدائر في الكلام دعوى الملك لغيره او متعة لما فى المضمر ... حكمت ... دعوی
... اور تناقض ... مخالفت کلام ... دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے کہ ... لونڈی کا نکاح طلب کرنا اوسکے مالک ہونیکے دعوی کا مانع ہے
تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کرسکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے ... نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوگئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک
ہونے کا دعوی کرتا ہے اوسکے نکاح کی درخواست کرنا ... مثال ... اور ... سعت کی ... کو
عورت کی نکاح کا دعوی کرتا ہے اوسکے نکاح کا پیام دیا ... الا اذا وفق ... جیسے تناقض ... دعوی کا مانع ہے اسیطرح ...
دعوی کا مانع ہے مگر ... توفیق یعنی رفع تناقض ... دعوی کیا ... موکل کی ... دوسرے موکل کی ... توفیق
... کہ یہ چیز میری ... موکل کی ... خصومت میں وکیل کیا ... میرے ... موکل کے ... اور ... خصومت کیواسطے وکیل کیا
كذا فى البحر ... وهل يكفى امكان ... خلاف ... متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کیواسطے کافی ہے یا ...
سرورشتہ ... خلاف ہے علما کا اور اوسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات میں وقد ... هذا الاصل كثيرا ... في كتاب الدعوى ومنها ادعى على
انه ... وادعى عليه النفقة وقال للذي ... ليس هو ... ثم مات المدعي عن تركة ... المدعى عليه ... ان قال ...

لو یقبل للتناقض وان قال ابی او ابنی قبل اور اس اصل سے متفرع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آویگی اور از آنجملہ یہہ ہی کہ دعوی کیا ایک شخص نے کہ یہہ میرا بہائی ہے اور اوسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بہائی نہین پہر مدعی کچھہ متروکہ چہوڑ کر مر گیا تو مدعا علیہ آیا اور اوسکی میراث طلب کرنا اگر اوسنے کہا کہ وہ میرا بہائی تہا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اوسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تہا تو مقبول ہوگا اھ شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اور اوسکے بعد مدعا علیہ نے ابوت یا بنوت کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو سہو ہوا کہا صاحب بحر وغیرہ کے کلام کو پڑہ گیا بلکہ مطلب وہان کا یہہ ہے کہ اگر جانی اخوت اخوت مدعی بنوت یا ابوت کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ پہرل اور دعوی کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوت کے کذا فی الطحطاوی و مختصراً الا الحریۃ کلام کا تناقض دعوے حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ تناقض اوسکے دعوی کا مانع نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ھم تناقض نسب کی یہہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اوسنے اوسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھہ بیچا پہر زید نے دعوی کیا کہ غلام اوسکا بیٹا ہی تو دعوی اوسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہی اور یہہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہی اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اوسکا وارث نہین پہر بولا کہ مین اوسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہہ ہی کہ زوجہ اپنے زوج سے خلع کیا پہر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اوسکو قبل خلع کے طلاق دی تہی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پہیر لیگی اگرچہ کلام متناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اوسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر کہ مین زید کا غلام ہون سو اوسنے خرید کیا اوسکے کلام پر اعتماد کر کے اور وہ آزاد نکلا یعنے اوسکا آزاد ہونا ظاہر ہو گیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اوسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھہ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنے قابض سے ثمن پہیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اوسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پہیر لیگا بخلاف ابو یوسف کے ھم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہی اون سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اوسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اوسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ھم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہہ ہے کہ کبہی آزاد کی خرید اوسکی خلاصی کیواسطے ہوتی ہی چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی وجہ دوسری صورت مین یہہ ہے کہ ایک شخص کا ہی غلام ہوتا ہی کسیکا اور اوسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پہیر لے بائع سے جب اوسکو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارہنی فانی عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرر لا یوجب الضمان الا فی ضمن عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکہہ لے کہ مین غلام ہون پہر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہہ ہی کہ دہوکہا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کی ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان اسواسطے ہی کہ وہ عقد معاوضہ ہی اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ وثیقہ ہی نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صوبہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجیء آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پہر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہی جسکے لزوم وقف قاضی کا حکم ہو گیا ہی تو یہہ تناقض مقبول ہی اور نہین تو نہین یعنے وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کر کے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہو چکا اور آخر کتاب مین آویگا ھم شرائط حکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہی مطلقا اشتری شیئا ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اوسپر قبضہ نہین کیا تا اینکہ دوسرے شخص نے اوسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اوسکا مسموع نہین بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اون پر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کیواسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پہر بائع یا مشتری اسپر گواہ لائے کہ مستحق نے اوسکو بائع کے ہاتھ بیچا تہا پہر بائع نے اوسکو مشتری کے

اتہ بچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور یوہا یان اسکا فتح القدیر میں ہے لا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند الدعوی
غابت عنی ھذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بالمستحق ۔ قال المستحق علیہ البائع عن الغصبۃ فقال البائع لی بینۃ انھا کانت ملکا لی منذ
سنتین مثلا وبرھن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بھا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خالٍ عن التاریخ من الطرفین یعنی کچہ
اعتبار غائب ہونیکی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوے کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق
کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اسحال کی بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا مملوک ہے دو برس سے مثلا اور
اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کیواسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوے کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف
سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں مستوفی ہے
کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الحطاوی والعلم بکونہ
ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو اشتری امۃ مسترادہ یعلم غصب البائع ایاھا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن
وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق دریں اسکا معلوم تھا کہ یہ غیر کی مملوک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک منع نہیں تو اگر مشتری نے ام لڑکا یا اور حرمتی
لونڈی کو جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا اسکا سبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لیگا بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار
کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد رہتا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ثم لم یحکم لہ
فلو تصل الیہ بسبب اخر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف البیع اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق ہو
مشتری کے قبضہ میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل ہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اوسکو حکم
ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اوس صورت کے جب کہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نکیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنے اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا
اقرار ہے لیکن یہ محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلو تحرز الاعتماد علی
نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن ۔ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اس ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانی
قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے
کا حکم دیا جاوے ھم ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک گدھا مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل یعنی بیع نامہ لکھوا کر اوسنے سمرقند میں بائع کو پایا اور اوسکو سمرقند
کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ گواہ لاوے کہ
کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اس پر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دیں کہ بخارا کے قاضی نے مستحق کی
طرف سے گدھا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اوس بائع سے حکم دیا کذا فی الحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات
وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لان ھا لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامھم دون الخصم کذا فی الحموی
اور یہی حکم ہے سوائے نقل شہادت اور وکالت کے سجلات محاضر اور صکوک کی اسواسطے کہ ان میں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے
اسواسطے کہ دونوں قاضی کے علم حاصل کر دینے کیواسطے ہیں اور اسیواسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا
نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اوسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ گواہوں نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اوپر
حکم نکرے بلکہ گواہی لکھکے تا قاضی مکتوب الیہ اوسپر حکم کرے اور مکتوب بہ شہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی یہ صورت ہے کہ مثلا مدعی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا
وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی وکالت نامہ لکھکر اوس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جسمیں قاضی
خصوم جسمیں اور تداعی اور شہادت لکھی اور سجل وہ ہے جسمیں اسکی انفاذ لکھی اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع وغیرہ کو لکھدے کذا فی الحطاوی

ولا رجوع في دعوى حق مجهول من دار صولح على شيء معين واستحق بعضها لجواز دعواه فيما بقي ولو استحق كلها رد كل العوض لدخول المدعى في المستحق
اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہو گیا شیء معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا ہو اسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی بقیے
مین ہو جو مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین واستفيد منه اي من جواب المسئلة امران احدهما
صحة الصلح عن مجهول على معلوم لان جهالة الساقط لا تفضي الى المنازعة والثاني عدم اشتراط صحة الدعوى لصحته لجهالة المدعى به حتى لو برهن
لم يقبل ما لم يدع اقرارا به اور اوس سے یعنے جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شیء معین پر ہو اسطے کہ نادانی شیء ساقط
کی منازعت کو نہیں پہونچاتی دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اوس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ
لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک یہہ دعوی نکرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنے اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا
جاویگا کذا فی الطحطاوی ورجع المدعى عليه بحصته في دعوى كلها ان استحق شيء منها لفوات سلامة البدل اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھہ اسمین سے مستحق غیر نکلے
تو مدعا علیہ بقدر اوسکے حصے کے پھیر لے بسبب فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اوس سے صلح کرلی پھر بعضی
گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیرے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نہ رہا قيد بالمجهول لانه لو ادعى قدرا معلوما كربعها لم يرجع ما دام في يده ذلك
المقدار وان بقي اقل رجع بحساب ما استحق منه مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی ہو اسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا چنانچہ چوتہائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو
نہ پھیرلے جب تک اوسکے ہاتہہ مین اسقدر یعنی چوتہائی باقی رہے اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب کے موافق مدعی سے پھیرلے یعنی مثلا مدعی نے ربع کا
دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی رہا تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو صالح من الدنانير
على دراهم وقبضها فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانير لان هذا الصلح في معنى الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع درر وفيها
فروع اخر فلتنظر اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اوسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونیکے تو دنانیر کو پھیر لے ہو اسطے کہ یہہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر
جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنے دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اوسی کتاب مین اسطرح کئی چند فرع اور ہین انکو دیکھنا
چاہئے وفي المنظومة المحبية مهمة منها اور منظومہ محبیہ مین مسائل مہمہ ضروریہ ہین از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے لو مستحقا ظهر المبيع + له على بائعه
الرجوع + بالثمن الذي قد دفعا + الا اذا البائع ههنا ادعى + بانه كان قديما اشترى + ذلك من ذا المشتري بلا مرا + اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اوسکے
بائع سے اوس ثمن کا پھیر لینا جو اوسکو دیا ہے جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہان یہہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تہا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو
بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں بشرط اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہو تو رجوع بقدر زیادت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولو اشترى خرابة + وانفقا + شيئا على تعميرها وطفقا
ذاك يبني بعدها كاملها + ثم استحق رجل تمامها + فالمشتري في ذاك ليس راجعا + على الذي غدا لتلك بائعا + ولا على ذا المستحق مطلقا + بذا الذي كان
عليها انفقا + اگر ویران زمین خرید کی اور کچھہ اوسکی مرمت مین خرچ کیا اور اس مشتری نے بعد اسکے اوسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پہر ایک مرد اوس تمام زمین کا مستحق نکلا
تو مشتری اسمین پہیر لے نہیں سکتا اوسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقا پہیر لیسکتا ہے اوس مال کو جو اوسکی درستی مین صرف کیا ہے مستحق سے مطلقا رجوع نہ پہیر
نہ ثمن کا نہ صرف التعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہیں لیکن رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحطاوی وان مبيع مستحقا ظهرا + ثم قضى القاضي على من اشترى
به فصالح الذي ادعاه + صلحا على شيء له اداه + يرجع في ذاك بكل الثمن + على الذي قد باعه فاستبن + اور اگر ایک مبیع مستحق غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری
پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اوسکے مدعی سے کچھہ اوسکے مال ہوتے پر صلح کرلی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اوسکے بائع سے پھیر لے یعنی ہو اسطے کہ گویا مشتری نے
مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا فی الطحطاوی وفي المنية شرى دارا وبنى فيها فاستحقت رجع بالثمن وقيمة البناء مبنيا على البائع اذا سلم النقض اليه يوم تسليمه
وان لم يسلم فبالثمن لا غير اور منیہ مین ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمین عمارت بنائی پہر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اوسکے
تسلیم کے دن قیمت ٹہیری پہیر لے بشرطیکہ منقوض یعنے لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کو قبضے مین کردے اور اگر قبضہ نکر دادیا ہو تو فقط ثمن پہیر لے نہ کچھہ اور کما لو استحقت

تسلیمہ کما اذا ماادا کان الاستحقاق بمعنی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمۃ البناء مثلاً بنا ہوا گھر مستحق نکلا پس تمام عمارت گر
ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر یہ کہ اس کو کتابت ہو چکا ہو کہ استحقاق جب کہ ملک مشتری پر وارد ہوا ہو تو بائع سے قیمت بنا کی پھیر لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو
حفر بئرا وطوی البئر او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمۃ لا بالنفقۃ کذا فی مسائل
الحزا بہدی لو کتب فی الفتاوی وما انفق المشتری فیہا من نفقۃ او رم فیہا من مرمۃ فعلی البائع بقیمۃ البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھودا یا اینٹ
کا ہو بچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق نکلا تو اس قسم کا صرف اسکے بائع سے کچھ پھیر لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب
رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلے میں مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع نے بیعنامہ میں لکھدیا کہ جو مشتری اسکے گھر میں صرف کریگا اور اس میں کچھ مرمت کریگا
تو وہ بائع کے ذمہ ہے تو در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی ہم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم تو نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئرا وطواہا ثم
بقیمۃ الطی لا بقیمۃ الحفر فاذا شرطاہ فسد اور اگر کنواں کھودا اور اسکی بنائی تو منی کی قیمت پھیر لے یعنی بنائی کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی
شرط کر لیں تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیۃ ثم تنفر علیہا رجع بقیمۃ بناء القنطرۃ لا بنفقۃ حفر الساقیۃ والجملۃ انما یرجع اذا اتی فیہا ای
حرس بقیمۃ ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمۃ تحصیص او طین تمامہ فی الفصل الخامس عشر من الفصول العمادی اور اسیطرح اگر
نہر کھودی تو اگر اس پر پل بنایا تو بنای پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کی خرچ اور حاصل یہ ہے کہ پھیر لینا تو صرف جب ہے کہ اس میں کچھ عمارت بنادی یا درخت بو دیئے ہیں
چیز کی قیمت پھیرے جسکا توڑنا اور بائع کو اسے سپرد کر دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیہ
شری کرما فاستحق نصفہ لہ رد الباقی ان لم یتعیب بہ ولو اکل من تمرہ درفصولین ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق نکلا تو مشتری کو
باقی کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اسکے اس سے معیوب نہ ہوا ہو اور اسکا پھل کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحق احدھما ان قبل القبض خیر المشتری
وان بعدہ لزمہ فیما لم یستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہے تو مشتری کو اختیار ہے
چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو دوسرا قطعہ جو غیر مستحق ہے اسکی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے عوض بلا خیار ولو استحق
العبد او البقرۃ لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب القن او نزع من الخادم لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعا لا حصۃ لہ من الثمن وکل ما یجبر
المشتری فیہ قنیہ اور اگر غلام یا بیل مستحق نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی گدی مستحق نکلی تو کچھ نہ پھیر لے اور جو چیز کہ
بیع میں تبعاً داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا لیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیہ ولو استحق من ید المشتری الآخر کان
قضاء علی جمیع الباعۃ ولکن ان یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادۃ بینۃ لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف لہ ان
یرجع قال الا تری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فللکل الرجوع فتاویٰ خانیہ اور اگر مبیع مشتری ثانی کے
مشتری کے ہاتھ سے تو بیع استحقاق کا حکم ہوگا جیسے بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ گواہ لیکن نہ پھیرے قبل اسکے کہ اوسکا مشتری اوس سے
پھیرے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے کہا کہ اوسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن سے
بری کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اسکے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ
فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے تو خبردار رہنا ولو اشتری عبدا فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد رجع المستحق بالمال علی المعتق اور
اگر غلام خرید کیا پھر اوس سے مال لیکر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق نکلا تو مستحق مال کو پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اوسکا بعینہ پورا مال مل گیا ولو شری دارا بعبد
واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع الحقی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور وہ
گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہونے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں ہم مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کی اور

[illegible]

حسین کیل جائز ہے نہیں وزن بھی جائز ہے اور نہیں وزن جائز ہو نہیں کیل جائز ہو بقول استاد کچی اینٹ میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی المحیط السرخسی فی البحر وینبغی
تحمائها بحر برقیقی ومالح لغۃ ذکرتہ اور مچھلی سے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا کہ سمک مالح لغت فصیح ہے اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہے آفی طرح صاحب بحر نے
ذکر کیا ہے اور مالح بنانا توعا کہا ہے اور مچھلی سے سلم تازہ مچھلی میں اس وقت جبکہ وہ پائی جاتی ہے وزن سے اور اوسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ
دونوں کی قید سے ہم طحاوی نے کہا جواز سلم لوقت وجود ظاہر اتر مچھلی کی قید سے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہان اگر بعضے وقت بازار
مین منقطع ہو تو سلم جائز نہیں اقسام مچھلی کی بکثرت ہین چنانچہ رہو اور چال اور پڑہین وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہوجاوے ولا عددا
للتفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنے مچھلی یکسان نہیں جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو وتوصغارا جاز وزنا وکیلا اور
اگر مچھلیاں چھوٹی ہون تو اوسمیں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنے بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع ہو وفی الکبار روایتان یعنی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں
ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہے اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہیں اور متون میں تو جواز ثابت ہے کذا فی الطحاوی ولا فی
حیوان اینما کان خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اوسمیں جائز نہیں اسواسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے
سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ یہی حیوان منضبط نہیں ہوسکتا اگرچہ بسیط ظاہر ہر کسی سے کذا فی البحر واطرافہ کرؤسہ واکارعہ خلافا لمالک وجاز وزنا فی روایۃ
اور سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اوسکے کلہ پایوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تولکر ولا فی حطب بالحزم ورطبۃ بالجرز الا
اذا ضبطا بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا فیہما اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھکر اور رطبہ میں گٹھی باندھکر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہوجاوے کہ باعث نزاع
نہو اور لکڑیوں اور رطبہ میں تولکر سلم جائز ہے کذا فی النہر ہم لتعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہو اوسکا طول مصرح ہوجاوے اور اسطرح کہ
مقام گفتگو باقی رہے حزم بضم حاء حطی وفتح زاء معجمہ جمع ہے حزمہ کی یعنے گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راء مہملہ جمع ہے جرزہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحاوی ولا فی جوہر وخرز اور
سلم جائز نہیں جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہے جو تاگے میں پرودی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہرا جواہرات اور خرزیوں میں بطریق وزن
کے بھی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے مالیت میں اگرچہ سدہ اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحاوی والا صغار لؤلؤ تباع وزنا
لانہا انما تباع اجرۃ مگر چھوٹے موتی جو بیچے جاتے ہین تولکر اسواسطے کہ اونکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحاوی نے بحر سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے مقدار
جواہر کا ولا منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور اوس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی عقد سلم کے
وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہو اور گھروں میں ہو تو اوسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز
فی المنقطع اور اگر منقطع ہوا ایک اقلیم میں نہ دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں جو منقطع کی سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اوسکا لانا دوسری جگہ سے
مسلم علیہ کے مقدور نہیں تو عجز من التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر مسلم فیہ منقطع ہوگیا
بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اوسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے ولحم ولو منزوع عظمہ
وجوز الا اذا بین وصفہ وموضعہ لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی فی بحر وشرح مجمع اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ
بے ہڈیکا گوشت ہو اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے جبکہ اوسکا وصف بیان ہوگیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا
اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع ہم اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت
میں سلم جائز ہے بشرطیکہ بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور موضع اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم و بیش نر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا
گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الطحاوی ولکن فی القہستانی انہ یصح فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع وفی فتنیۃ لکن قہستانی میں ہے
کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اوس گوشت میں ہے جسکی ہڈی جدا نہیں ہے خبردار رہو لکن صحح خلافہ بالروایتین فتدبر
لیکن تنویر میں صحیح ہونا اوسکے خلاف کا تصریح کی ہے دونوں روایتوں کی سو تامل کرنا ہم یعنی امام سے دو روایتیں ہین ایک روایت میں مطلقا سلم جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل کر

یعنے دونوں کلمہ جو شارح کے کلام مین ہین

ہو مخطاوی نے کہا کہ استدراکین کا حذف کرنا بہتر تہا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہی فلو حکم بجوازہ صح اتفاقاً بجوازہ اور اگر قاضی
جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی مین ہی کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک
مثلی ولا بمکیالٍ وذراعٍ مجہولٍ قید فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے نہ فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور
گز معین مراد ہی اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو ایفا متعذر ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہوگا تو سلم جائز ہی وجوّزہ الثانی فی الماء قِرَبًا
للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکہا ہی پانی مین مشکون بہر کے بسبب دا ایجکے کذا فی الفتح ہم یعنے سقے سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہے
ولا بُرّ قریۃٍ بعینہا او ثمر نخلۃٍ معیّنۃٍ الّا اذا کانت النسبۃ لتشریح او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کقمح مرجی او بلدیٍّ بدیارنا فانّہ لا یمنع و
المقتضی العرفی فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کہجور کے درخت کے پہل مین مگر جب کہ نسبت پہل اور کہجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے
واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے تو مانع اور مقتضی سلم کا عرفی ہے
ہم یعنے اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پہل مین سلم اسواسطے ناجائز ہے
کہ شاید کسی آفت سے گیہون اوس گانون مین یا پہل اوس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہے تو اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح نہین علاوہ برین وہ چیز
فی الحال معدوم بہی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کیطرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بہی گیہون نہ پیدا ہون احتمال
ضعیف ہم ولا فی حنطۃٍ حدیثۃٍ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل
اوسکے پیدا ہونیکے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا اوسکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا
موجود ہونا عقد کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہوا اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس یا دونون وقتون کے مابین مین منقطع ہو
اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی
الجوہرۃ اسلم فی حنطۃٍ جدیدۃٍ او فی ذرۃٍ حدیثۃٍ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلتُ وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم
من قولہ جدیدٌ عامہ مفسدٌ لہ ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چنے مین تو جائز نہین کیونکہ
معلوم نہین کہ اوس سال مین وہ پیدا ہوگا یا نہین مین کہتا ہون اور بموجب اسی روایت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکہا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد
سلم ہے یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ
بیان جنسٍ کبُرٍّ او تمرٍ وبیان نوعٍ کسقیٍّ وبعلیٍّ وصفۃٍ کجیدٍ وردیٍّ وقدرٍ ککذا کیلًا لا ینقبض ولا ینبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین
مذکور ہوتی ہین سات ہین ۱ بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کہجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ آدمیون کی سینچی یا بارش کی سینچی ۳ بیان اوسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص قسم ۴ اس گیہون یا کہجور
کا بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنی کیل ہوگی اس کیل سے جو سکڑتی اور پہیلتی نہین واجلٍ واقلّہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسی پر فتوی ہے ہم مقدار مدت مین اختلاف ہے
اور اصح وہ ہی جو محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنی عاجل اور اقصی آجل ہے اور ماخوذ ہی مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کہائی کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اوسنے قبل تمام
ہونے مہینہ کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل مین ہے اور شہر اور ما فوق اوسکے آجل ہے علمانے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی
الحاوی لا بأس بالسلم فی نوعٍ واحدٍ علی ان یکون حلول بعضہ فی وقتٍ وبعضہ فی وقتٍ آخر اور حاوی مین ہے کہ سلم کرنیکا کچہ مضائقہ نہین نوع واحد مین
اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایکوقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیاخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالًا
لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب
السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنے ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے کیواسطے
دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اوسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اوسکی موت کے تسلیم پر قادر رہے

لہ لعوہ کتقیف ازر عن عینی ۱۲

بیان شروط صحت سلم

وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل وموزون ومعدود غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان ۲ مقدار راس
المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو رأس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان
میں ہم صاحبین نے کہا کہ جب رأس المال کے طرف اشارہ ہوا تو اب بیان اوسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہان اشارہ بالاتفاق کافی
ہی ہو اسلئے کہ مذروع میں گزون کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اوسکی مقدار سے متعلق نہیں ہو اسلئے کہ مسلم فیہ گزون کے شمار پر منقسم نہیں ہوتا یہانتک کہ اگر کوئی گز
کم ہو اوسکے مقابل مین کچھ ثمن نہیں گھٹتا تو اوسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الکافی وقلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد رأس
المال ان کان ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ کاہے مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کے تحصیل مین تو رأس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صحح ابن کمال فی
اگر مقدار رأس المال کی معلوم نہوگی تو نزاع واقع ہوگا وقد ینفق بعضہ ثم یجد بالباقی عیبا فیردہ ولا یستبدل لہ رب السلم فی مجلس الرد فینفسخ
العقد فی المردود ویبقی فی غیرہ فیلزم جہالۃ المسلم فیہ فیما بقی ابن ملک وحت بابہ اور کاہے مسلم الیہ بعض رأس المال کو خرچ کر ڈالتا ہے پھر باقی رأس المال کو
عیب دار پاتا ہے تو اوسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم مجلس رد مین اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم مفسخ ہوگا اوسقدر رأس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود میں
تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان رأس المال کی مقدار کا والسابع بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنۃ
اور ساتوین ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اوس مسلم فیہ میں جسمین باربرداری اور کلفت ہے یعنی جس مسلم فیہ کی باربرداری مین کلفت اور مشقت ہو وہان بیان مکان
الایفاء شرط ہے مانند مشک اور مرچ کے ومثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عوض کو
مکیل یا معدود یا موزون دیکر خریدا یا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان الایفاء شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض مکیل یا موزون
کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور مقابل زائد
کے کیلی یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الکافی وعینا مکان العقد وبہ قالت الثلاثۃ
کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم بیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور
غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کے طرف سے کہ بیع یعنی بیع اور قرض وغیرہ واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا وہیں وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف پہلی صورتون کے یعنی
سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت فلو شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا برئ ولیس لہ ان یطالبہ فی
محلۃ اخری بزازیۃ پس اگر ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اوسکے برابر ہیں ایفاء میں تو اگر وہ تسلیم کرے اوس شہر کے کسی محلہ میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار
نہیں ہے کہ اوس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا فلو شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین
الاجارۃ والتجارۃ اور بزازیہ مین قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لاد کر پہونچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب جمع
ہو جانے دو عقد کے یعنی اجارہ اور تجارت کے ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت نفس عقد سلم سے ثابت ہے وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار
لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز مین اوسکے لادنے کی کچھ حاجت نہیں جیسے
مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اوسمین مکان ایفاء مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچا دے جہان اوسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن
الکمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے حمل اور مؤونت اوس چیز میں نہیں جسمین پشتہ پر لانے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الکافی
ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فی الاصح لانہ یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر دیا تمین چیزون میں جو مذکور ہوچکا یعنی جسمین باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان
متعین ہو جائیگا قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرہ راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض رأس المال ولو عینا قبل الافتراق
بأبدانہما وان ناما او سارا فرسخا او اکثر اور باقی رہا شروط سے رأس المال کا مقبوض ہونا بدن عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ رأس المال عین ہو نقد نہ ہو گو کہ عاقد

سوگز ہون یا بقدر فرسخ یا زیادہ وساتھی چلے گئے ہون ھم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط
ہو بلکہ انکا وجود بلاذکر کافی ہی ولو کان دخل لیخرج الله راهم ان توارى عن المسلم اليه بطل وان بحيث يراه لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تا درہم
نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم باطل ہوگیا اور اگر سطرح پر داخل ہوا ہو کہ اوسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الكفالة والحوالة والارتهان برأس
مال السلم برازیہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکہنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ھم تو اگر مسلم الیہ نے رأس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے
قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہی نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ
باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہی کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال علیہ کے طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه على الصحة لا شرط
انعقاده بوصفها فينعقد صحيحًا ثم يبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہی نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو
درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہوجائیگا ولو ابى المسلم اليه قبض رأس المال أجبر عليه خلاصه اور اگر
مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اوسپر زبردستی کیجائیگی كذا في الخلاصه ويبقى من الشروط كون رأس المال منقودًا وعدم الخيار وان لا يشتمل البدلان
احدى علتى الربوا وهو القدر المتفق او الجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور
نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہوجاتی ہے ایک علت کی ہونے سے ھم
قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گہی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہی کہ
نقود کی باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہوچکا وعدها العيني تبعًا للغاية سبعة عشر اور عینی نے باتباع
غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ھم ازانجملہ چھہ شرطین رأس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار رأس المال اور اوسکا منقود اور مقبوض
ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنے بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہو
وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمین خیار الشرط نہو اور ایک
شرط بنظر بدلین ہی یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا كذا في الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغيره القدرة على تحصيل المسلم فيه اور اپنی شرح
مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ھم قدرت کی شرط کرنے کی کچھہ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق مین کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو نفرع على الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتى درهم في كر بضم فلتشديد بلا ستون
تعيزًا والقفيز ثمانية مكاليك والمكوك صاع ونصف عيني حال كون المائتين معسق مائة دينا عليه اى على المسلم اليه ومائة نقدًا نقدها
رب السلم وافترقا على ذلك فالسلم في حصة الدين باطل لانه دين بدين وصح في حصة النقد ولم يشع الفساد لانه طارئ حتى لو نقد الدين في
مجلسه صح في الكل پھر مصنف نے شرط ثامن یعنی قبض رأس المال پر اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو باینطرح
مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایکسو نقد جنکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہوگئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ
مبادلہ ہی دین کا دین سے اور یہہ جائز نہین اور سلم صحیح ہی نقد کے حصے ہین اور یہہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد
اوسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ اگر مجلس عقد مین دین کو ادا کریگا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کر بضم کاف وتشدید را وملہ عبارت ہی ستائہ
قفیز سے اور قفیز آٹھہ مکوک کا ہوتا ہی اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی ھم اور صاع آٹھہ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درم کا ولو اضاف العقد الى الدين
او على غير العاقد فسد في الكل اور اگر دو سو مین ایکسو دینار ہون اور ایکسو درم یا ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہی ولا
يجوز التصرف للمسلم اليه في رأس المال ولا لرب السلم في المسلم فيه قبل قبضه بنحو بيع وشركة ومرابحة وتولية ولو ممن عليه حتى لو وهبه منه
كان اقالة اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا رأس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیع اور شرکت اور مرابحہ اور

ف اور ایک مکوک نصف صاع کا ہوتا ہے ۱۲

تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ کسی شخص سے کئے ہوں جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہانتک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کر دی تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ
سے قبول کرے ہم راس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اوسمیں قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور
مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبضہ کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو
مجکو بعوض راس المال کے نصف مسلم فیہ پر شریک کرلے اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دیکے یا اوسکے
برابر دیکر مسلم فیہ بعوض راس المال لے لے وفی الظہیریۃ اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنے بعض سلم میں اقالہ
کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسے نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اوسکے کذا فی المحیط ولا یجوز ان یشتری
شیئا من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح ولو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خریدنا
مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اور اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ
بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک حالۃ انفساخہ
فامتنع الاستبدال کذا فی الہدایۃ اور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تو نہ لے مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنے
اپنا مسلم فیہ درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال بحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہوگیا ہم یہ حدیث مطلقا مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور
اہل حدیث کو اسمیں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد و ابن ماجہ اور ترمذی میں بالمعنے ابی سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ الی غیرہ یعنے جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اوسکو دوسری چیز میں نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اسکو کہ سوائے اوسی چیز کے نہ لے کذا فی البحر بخلاف
بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لما جاز تصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اوسکا بدلنا جائز
ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں بسبب جائز ہونے اوسکے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنے راس المال میں تصرف جائز نہیں ہم
یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی دراہم
کے کیونکہ اونکا استبدال جائز ہے تو اسمیں قبض نے مجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اوسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اوسمیں تعیین
بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اوسمیں نفس قبض واجب ہوا با رعایت مجلس اقالہ کذا فی المحیط ولو اشتری المسلم الیہ فی کر السلم کرا وامر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء
عما علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر گیہوں میں اگر اوسنے ایک کر گیہوں مثلا خرید کیا اور خریدار مذکور نے رب السلم کو
امر کیا اوسکے قبضہ کر لینے کا اپنی اوپر سے دین ادا کرنیکے واسطے تو صحیح نہیں کیونکہ لازم ہوئے کیل کے دوبارہ حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں ناپا
دوبار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اوسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل
ہیں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں وہ حدیث ہے جسمیں بیع طعام سے نہی وارد ہے تاوقتیکہ اوسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور
دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہی ہے جب کہ دو عقد مجتمع ہوں اور ایک عقد میں تو ایکہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہے اور قید کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور
معدود کا کذا فی المحیط وصح لو کان الکر قرضا وامر بقبضہ لان الاقراض اعارۃ لا استبدال اور اگر ایک کر قرض ہوا اور اپنے مقرض کو قبض کا امر کیا تو صحیح
ہے اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہے نہ بدلنا ہم صورت قرض یہ ہے کہ زید نے خالد سے ایک کر گیہوں قرض لئے پھر زید نے ایک کر گیہوں خرید کئے اور خالد کو اوسپر
قبضہ کرنیکا امر کیا ادای قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہی اول سلم تہا پھر جب مدت اوسکی آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر
گیہوں قرض لئے اور رب السلم کو امر کیا اوسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ
ففعل واکتالہ مرتین لتوالی تمام جیسے قبض صحیح ہے اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اوسکے بائع سے اپنی ذات کیواسطے بعد اسکے امر
کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اوسکو دوبار پیمانہ کیا یعنے ایکبار مسلم الیہ کے قبض کیواسطے اور دوسری بار رب السلم کیواسطے تو

قبض صحیح ہے بسبب دو وجہ ہونے مانع کے یعنی بائع قبض عدم کیل برتن تہا سو یہان دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان
یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم بغیبتہ اما حضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ وامر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرف
البائع لم یکن قابضا لانہ بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ کو کہا
مسلم فیہ کو ناپ کے میرے ظرف مین سو اوسنے ناپ یا اوسکے ظرف مین یعنے رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ یا تو وہ قابض
ہو جائیگا بسبب تخلیہ کے مشتری نے بائع سے کہا اسیطرح کے ناپنے کو سو اوسنے ناپدیا بائع کے ظرفین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہوگا
بخلاف ناپنے بائع کے مشتری کی ظرف مین مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہے اور اول یعنے رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے
م خلاصہ یہ ہے کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹہیریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود عین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کی
تو بائع اوسکا وکیل ہوگیا امساک ظروف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اوسکا مالک نہین ہو سکتا بدون قبضہ کے پہر جب
قبض صحیح نہ ٹہیرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہوگیا اپنی مملوک چیز کے رکھنے کیواسطے کیل العین المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری
قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدی عین کا پہر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا بہر دینا مشتری کے ظرف مین قبض ہے بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے
عین کو م صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کر مین پہر جب سلم کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خرید کئے پہر
رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنے دین اور عین اسمین بہر دے تو اگر اوسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض
ہوا کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بہی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہوگا دین کا تو اسواسطے
قابض نہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہین اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹہیرا کہ ملک کا خلط ہوگیا قبل التسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی [illegible]
عکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنے پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہین اور صاحبین نے مشتری کو مختار
کیا ہے نقض بیع اور شرکت مین م چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے سلم
امۃ فی کر برّ وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ وماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ
وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پہر رب السلم اور مسلم الیہ نے
سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اوسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود
علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تہی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا
یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی م صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے تا اینکہ وہ مقبوض ہو اور اینجا
کچہہ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہے لہذا اوسکی قیمت
واجب ہوئی کذا فی النہر کذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کی مانند حکم ہے مقایضہ مین م یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک ہوگیا ہو
یعنے عین کی عین کے ساتہ
اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹہیریگا بخلاف الشراء بالثمن فہلاک الامۃ
اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیعین م یعنے اگر لونڈی کو مثلا ہزار درم سے خرید کیا پہر لونڈی مرگئی
بعد اقالہ قبل القبض ہے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اوسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہے بیعین کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع کا ہلاک
قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تہی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع
اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونیکے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرحکے ہلاک مین تقایلا البیع فی
عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پہر غلام بہاگ

کیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سو سو اگر مشتری قادر ہوا اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی التبیین والعینی ملخصاً

الرداءۃ او التاجیل لانہ ای الوصف وھو الرداءۃ او الاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا یعنی اگر
ایک شخص کہے کہ میں نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ میں نے کچھہ شرط نہیں کیا تو پہلے کا قول معتبر ہے نہ ثانی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی
کا اور رداوت یعنی نقصان یہاں بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے
لیکن یہاں تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے خاتمہ وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتاً فالقول لصاحبہ بالاتفاق
وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جسنے اپنا کلام
بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے آدمی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اوسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا
ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں اس سے عبارت ہے کہ انسان وان گرے جہاں سے
نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا منکر ہو جو اوسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہہ ہے کہ رب السلم کہے کہ میں نے کچھہ شرط نہیں کیا تو یہاں
مسلم الیہ کا قول بالاتفاق معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یوں کہنا کہ
مدت نہتی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ جو
مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یوں کہنا کہ میں نے ردی شرط کیا تہا اور مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے کچھہ شرط نہیں کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تہی اور مسلم الیہ نے
کہا کہ اجل شرط تہی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا
قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک
رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب درر نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک دونوں صورتوں میں یعنے تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے
اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یوں کہنا مناسب تہا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی
یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کیطرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کے طرف نہر الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب کی نسبت میں طحطاوی نے کہا عقد واحد
پر اتفاق ہونا چنانچہ ہم سلم میں ہے اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا اجل بھی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہیں بخلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ
ثابت ہوگا اور در صورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار
مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے وای برہن قبل او
برہنا یعنی بینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون میں سے جو گواہ لادیگا تو مقبول ہوں گے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے
گواہوں پر قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنے زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ لانہ
ینکر توجہ المطالبۃ وان برہنا فبینۃ المطلوب اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جسوقت
دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم میں اختلاف کریں یعنے
ایک شخص عقد سلم کا مقر ہوا اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کہائیں بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل
صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہم یہہ لغوی معنی ہین اور شرع میں استعمال یہہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر چنانچہ موزہ گر کفش گر یا ٹہٹیرے سے کہے کہ مجہکو اتنا لنبا چوڑا موزہ
یا کفش بنادے یا کوئی برتن جسمین اتنا سماوے اور وزن اوسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو بنادو خواہ قیمت دی یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر
بأجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر اسمین مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو بطور مہلت دینے کے نہ
بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہیں ہو جاتا پہر جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی

نبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ۱۲ھ اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ہو چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم
کے لائق نہین تو وہ استصناع ہی اگر اوسمین تعامل خلق جاری ہوا ور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہو اگر مدت علی سبیل الاستمهال مذکور ہوا ور اگر مدت علی وجہ
الاستعجال مذکور ہو اسطرح پر کہ اوسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغت کے واسطے ہی نہ تاخیر مطالبہ کیواسطے
شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھہ مذکور رہے اور مصنف کا کلام اس مدت مین موضوع ہی جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے محل پر نہین کذا فی الطحطاوی
دریافت کرنا چاہیئے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہوسکتا کیونکہ استیجار اس عمل پر جو اجیر کی ملک
مین ہو جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اوٹھا لیچل اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری پر تو صحیح نہین
اور نہ استصناع بیع ہوسکتا ہی کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہی بسبب تعامل اور رواج کی جو راجع ہے
اجماع عملی کیطرف زمانہ رسالت سے ابتک بلا انکار اور اسطرحکا تعامل اس حدیث مین مندرج ہی کہ لا یجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل اس پر استصناع مقصور ہوا اور جسمین تعامل نہین اوسمین عدم جواز بہ نظر قیاس مذکور کے چنانچہ
جولاہی سے بنوانا اوسکے سوت سے قمیص سلوانا درزی سے اوسکو سوت سے کذا فی فتح القدیر جری فیه تعامل ام لا وقالا الاول ۲ استصناع ہم استصناع مؤجل اجل
معلوم سلم ہے خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہی نہ سلم وبلا مدة ای الاجل فیما فیه
تعامل الناس کخف وقمقمة وطست بمهملة وذکره فی المغرب بالشین المعجمة وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول
لوگون کا جاری ہی چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہی اور مغرب مین اوسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہی اور کاہی اسکو طسوت
بھی بولتے ہین ۱۲ھ طست لغت طی مین طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال
فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وبیعا لا عدة علی الصحیح لتفرع علیه بقوله استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے
اوسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آئندہ قول سے فیجبر الصانع علی عمله ولا یرجع الآمر عنه ولو کان عدة لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجائیگی اوسکے بنانے پر اور بنوانے
والا اوس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع هو العین لا عمله خلافا للبردعی اور استصناع مین
بیع خود وہ شئ مصنوع ہی نہ عمل اوسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیره او بمصنوعه قبل العقد فاخذه صح ولو کان المبیع عمله
لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اوسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اوسکا لینا صحیح نہوتا
ولا یتعین المبیع له ای للآمر بلا رضاه فصح بیع الصانع لمصنوعه قبل رؤیة آمره ولو تعین له لما صح بیعه اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے
بدون اوسکی رضامندی کے تو صحیح ہی بیچ ڈالنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے آمر کے اور اگر مبیع اوسکے واسطے متعین ہوتی تو اوسکا بیچنا درست نہوتا
وله ای للآمر اخذه وترکه بخیار الرؤیة ومفاده انه لا خیار للصانع بعد رؤیة المصنوع له وهو الاصح نهر اور اسکو یعنی آمر کو اوسکے لینے نہ لینے مین اختیار
ہی بسبب خیار الرؤیۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہی کہ صانعکو اختیار نہین بعد دیکھنے اوس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول اصح ہی کذا فی النہر ولو قال
یصح فیما لا یتعامل فیه کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہین اوسمین جسکو بنوانیکا لوگون مین رواج نہین چنانچہ کپڑے ہین مگر مدت ٹھیرا کر چنانچہ باب السلم
مین مذکور ہو چکا یعنی جسمین تعامل نہین اوسمین فرمائش صحیح نہین بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھیریگی تو اب مراعات جمیع شروط سلم کی لازم
ہوگی کذا فی الطحطاوی ۱۲ھ بفعل ہندوستان مین طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل عقد در کتابین چھپواتے ہین تو ظاہرا یہ استصناع صحیح ہے خواہ کل
قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھہ نہ دیجاوے مگر فرمائش مین یہہ کر ضرور ہو کہ ایسا کاغذ ہوا اور اوراق کا عرض وطول اتنا اور خط ایسا اور تعیین اعداد نسخ اور تعیین مقدار
منقول عنه وغیر ذلک اور صاحب فرمائش کو بعد رؤیت کے اخذ وترک مین اور چھاپنے والیکو قبل رؤیت صاحب فرمائش کے بیع کتب مین اختیار ہی اور اگر شرائط
سلم اسمین مرعی ہون تو اوس صورت مین عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یصلح فسخه ان ذکر الاجل علی وجه الاستمهال وان للاستعجال کعلی ان

۱ه مترجم کہتا ہی قمقمہ کا ترجمہ آفتابہ کیا ہی مگر صراحین لکھا ہی لوٹا ہی یعنی کلسہ جس مین اور فارسی مین آبریز ہے ۱۲
۲ه برنج اوسکی جمع مین طسوت ... ۱۲

تعرّفه عدداً كان حيثئذٍ اور گرمت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستعمال تاخیر المطالبہ مذکور ہوا اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کا صانع سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فراغت ہونا تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ تو بیع ہوگی نہ وعدہ الی آخر ما تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ مال کے ہے **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لانہ کان ایجارۃ جواہر الفتاوی لو جعل الدبس اجرۃ لا یجوز لانہ لیس مثلیاً لان النار عملت فیہ وللا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم و شاید ربّ میں جائز نہیں ہو اسواسطے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دو شاب مذکور کو اجرت قرار دے تو جائز نہیں ہو اسواسطے کہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسکے واسطے سلم اسمیں جائز نہیں تو واجب فی الذمہ نہوگا تا اینکہ اگر معین ہو یعنی بعینہ حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ بعد معاینہ اسمیں دو کچھ نہیں هـ ولیس الاکثر عبارت ہو مسئلہ تحفہ سے سلم اسمیں اسواسطے جائز نہیں کہ آگ کا اثر مختلف ہوتا ہے کہ کبھی جلنے سے بہت گاڑھا ہو جاتا ہے اور کبھی پتلا تو اوسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن نہیں بخلاف کہی کے کہ اسمیں تاثیر آگ کی بجہ معلوم ہولی تسے اگر زیادہ اور کم ہو تو کچھ بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجیٔ فی الغصب ان الرب والقطر والسمن والعصیر والآجر والصابون والعصفر والسرقین والجلود واللحم ... قیمی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب الغصب میں کہ رب اور قطار اور گوشت اور کوئلا اور کچی اینٹ اور صابون اور کسم اور گوبر اور چمڑی اور کھال اور گیہون جو مٹی قیمت والی چیزین ہیں مثلی نہیں اسکو یاد رکھنا چاہیے هـ شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمتی ہوئیں تو انمیں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی نے کہا باب السلم میں کہ رب وہ چیز ہے جو تر و رب سے نکلے اور قطر ایک قسم کا عسل قصب ہے اور مجتبی مذکور نے کتاب الغصب میں کہا کہ رب عبارت ہے ہر پھل کے نچوڑی ہوئی پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہ ہے جو شکر سے ٹپکے بحر الجواہر میں کہا کہ مصطلح اطباء میں رب عبارت ہے اوس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے یا جوش کر کے یا آفتاب میں رکھکر

باب المتفرقات

من ابوابہا ومتفرق الکتاب مسائل منثورۃ وفی الدرر مسائل شتی والمعنی واحد یہ باب ہے ان مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں اس باب کو مسائل منثورہ اور درر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیر ہا شتہ کا مطلب ایک ہی ہے عادت فقہا یہ ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متقدمہ میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہوئے تو اون سبکو یکجا مذکور کر دیتے ہیں اور اوسکو ہا مثلثہ کسی ایک اسم سے مسمی کرتے ہیں اشتری ثوراً او فرساً من خزف لاجل استیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ له ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا یا مثل مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اور اوسکی کچھ قیمت نہیں اور اوسکے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور متلف پر ضمان ہے کذا فی القنیہ هـ جب کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اوسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان ہوا اسواسطے نہیں کہ یہ آلات لہو ہیں وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ وان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہے هـ طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے ویصح بیع الکلب ولو عقوراً والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور عُلِّمت او لا سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی گرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع اونکی باقی اقسام کے ساتھ یہانتک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندون پرندون کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہوں سوای سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہے بسبب فائدہ لینے کے ان سے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں هـ امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کے ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے وتمامہ فی فتح القدیر والمنتفع بالقرد ولو کان حراماً لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر خمر وہبانیہ اور سخرانی کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہو مانع اوسکی بیع کا نہیں بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی بیچنا شراب بنانیوالے سے کذا فی شرح الوہبانیہ **فرع**

مسئلہ ملحقہ شارحکا لا ینبغی اتخاذ کلب لا لخوف لص او غیرہ فلا بأس و مثلہ سائر السباع یعنی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کی خوف سے
تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کی مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی ھ یعنے کتے کا گہر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب
صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنے جو کتا رکھیگا سوای شکار اور مواشی کے کتے کے تو اوسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گہٹتے جاتے ہین
وجاز اقتناءہ لصید و حراسۃ ماشیۃ و زرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بہیڑ بکری اور کہیت کی حفاظت کیواسطے بالاتفاق کا صح بیع خرء
حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہہ اقل قیمت بیع سے وھبتہ
قنیہ اور صحیح ہوا اوسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیۃ واذنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیعکی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت
کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیۃ ھ یعنے اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی
الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑونکا بیچنا مانند خنافس کے یعنی
اور بچہو اور چہپکلی اور گوہ کے ھ خنافس جمع ہے خنفسا کی بضم خاء معجمہ و سکون نون و فتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو سوا گبریلے کے فارسی مین اوسکو خبزدوک کہتے ہین طحطاوی نے
کہا محیط مین ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اُسکے طرف حاجت ہے ولا
ھوام البحر کالسرطان اور جائز نہین دریا کے کیڑونکی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ھ چونکہ جواز بیعکا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہے
لہذا اونکی بیع جائز نہوی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع ما لہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا و اطلق
الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا مین ہین سوای مچھلی کے اونکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہے اوسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہے چنانچہ سقنقور اور کہال
خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اُسکے جواز بیعکو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ھ سقنقور جانور ہے گوہ کی مانند دریای نیل کے کنارہ پیدا ہوتا ہے تقویت
باہ مین بے مثل ہے اور خز بفتح خاء معجمہ اور زاء معجمہ مشدد وہ دریائی جانور ہے اُسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہے بحر الجواہر مین ہے کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہے
جسکا خصیہ جند بیدستر ہے صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہہ نام اوس کپڑے کا ہو گیا جو اوسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات
ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا وردہ فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع
البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیعکو جائز کہا ہے اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع
جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہے اسطرح کہ یہہ کلام راست اور درست نہین ہو اسلیے کہ جو چیز شرعا حرام ہے اوس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے
جائز نہین مانند شراب کے تو اوسکی بیعکے مشروع کرنیکی حاجت واقع نہین ہوتی ھ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا کہ حرام چیز سے اسوقت علاج کرنا جائز ہے جب
اوسی مین شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اوسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین یہہ ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ ممدوح اس صورت پر محمول ہے جب کہ شفا
سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جب کہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالی اعلم وجوز بیع دہن نجس ای
متنجس کما قدمنا فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اوسکو مسائل
بیعین بیع فاسد کے باب مین مقدم ذکر کر چکے ہین ھ متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا و ینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ
لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اوس مکان مین جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کصرف و سلم وربوا و تمام
اور کافر ذمی مسلم کی مانند ہی بیعین چنانچہ صرف اور سلم اور ربوا وغیرہ مین ھ ذمی مسلم کی مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین وہ ذمی کو
بہی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اوسکو بہی جائز نہین سوای مستثنیات آئندہ کے غیر الخمر والخنزیر و میتۃ لم تمت حتف انفہا بل بخنق او ذبح مجوسی
فانہا لغیرہم وکما امرنا بترکہم وما یدینون بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہے سوای شراب اور سور اور اوس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی
کے ذبح کرنیسے مرا کہ وہ سور کی مانند ہے اور ہم مامور ہین اونکے عدم تعرض پر اور اونکے معتقدات کے ترک پر ھ شارح اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم

ترمیں ان اشیاء میں ہو اسواسطے نہیں کہ یہہ چیزیں اوسکے حق میں شرعًا مباح ہیں چنانچہ بعضی چیزوں میں جواز اونکی حق میں بھی ثابت ہی کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب
باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اونکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اونکو اعتقادیات کے عدم تعرض
وصح شراء الذمی الکافر کتابا ای المصحف جاز البیع الفاسد عبدا مسلما او صحیحا او شقصا منہما اور صحیح ہے کافر کو خریدنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا
یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا جیسے ربع نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں وجبر علی البیع اور کافر پر زبردستی کیجائیگی بیچ ڈالنے پر
یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اوس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہی
ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فان لم یکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر وہ مشتری صغیر ہو تو بیع پر اوسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی
ولی نہو تو قاضی اوسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اوسپر بیعین زبردستی کیجاوے وکذا لو اسلم عبدا و ذمیۃ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیعین اگر کافر
کا غلام مسلمان ہوجاوے اور غلام کا اوسکا غلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا اور کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اوسکو
مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اوسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو دبرہ او استولدہا
سعیا فی قیمتہما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا ام ولد بنایا تو دونوں محنت مزدوری کریں اپنی قیمت ادا کرنے میں ویوجع
ضربا الیما لوطئہ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی سزا دیا جاوے اور تاکید کیجاوے اوسکو مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہہ وطی حرام ہی **فرع** مسئلہ
المحرم شارح کا من عادتہ شراء المرد ان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد ذخیرہ وکذا المحرم احد صیدا ارسلہ لونڈوں کا خرید کرنا جسکی عادت
ہو تو اوسپر امر دینی پر جبر کیا جائے دفع فساد کے واسطے کذا فی الذخیرہ وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا تو اوسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم المقرض
الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان اور اگر شراب کا قرض دینیوالا مسلمان ہوگیا تو شراب ساقط ہوگئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو
متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہوگیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی اور دوسری روایت ادای قیمت کی الدینی قول محمد
کذا فی الحاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی انکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جس لونڈی کے شوہر
جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اوسکے مشتری نے اوسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہو اوسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے
تو اوسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہو الا مجرد نکاحہا استحسانا انہ فقط اوسکا نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے فان انفسخ
البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی وہو المختار تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے
وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع فیکون المہر للمشتری انتہی اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے
مقید کیا ہی اوس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہوا اور اگر بیع کا باطل ہوجانا اوسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنیکے تو نکاح باطل نہوگا اگرچہ بیع باطل ہوگئی
تو اوسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا ہم مشتری کیواسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں مذکور نہیں اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہہ کیونکر ہوگا
کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو حالانکہ قول فقہا ہے کہ نفع بدلے نقصان کی ہی کذا فی البحر واستدرکہ شیخنا متغیر لا ذکرہ العقار لا یبیعہ

القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع
المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ لنظر للغائب واذی الثمن وما فضل یمسکہ للغائب وان نقص تبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری
قبل قبض اور قبل ادای ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروفہ یعنے اوسکا مکان معلوم ہے اور اوسکے بائع نے گواہ قائم کئے اسپر کہ اوسنے اسکو بیچا ہے تو شخص غائب کی
تو وہ چیز اوسکے دین میں نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی
قاضی اوسکو بیچے یا حاکم کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اوسکو غائب کیواسطے رکھہ چھوڑے اور اگر ثمن سے
کم ہو تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب کہ اوسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا ہم اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے

تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے گا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے ثمن مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی الخلاصہ وعن جامع الفصولين فان اشترى اثنان شيئا وغاب احدهما فللحاضر دفع كل ثمنه ويجبر البائع على قبول الكل ودفع الكل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور دونوں میں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہیں کذا فی البحر تو شخص حاضر کو اوسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجائیگی کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر وله قبضه وحبسه عن شريكه اذا حضر حتى ينقد شريكه الثمن بخلاف احد المستأجرين اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اوسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنے اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دیدی تو اوسکو حبس کرنا اوائے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبيع لاستيفاء الثمن فكان مضطرا بخلاف المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائعکو حبس کرنا مبیعکا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے ہم یعنی جب کہ بائعکو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنی ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھیرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونیکے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا استیفاے اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللهم الا اذا شرط تعجيل الاجرة هذا دندا اگر جب کہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہو گا یہہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شيئا بالف مثقال ذهب وفضة نصفا به اى بالمثقال فيجب خمسمائة مثقال من كل منهما لعدم الاولوية کوئی چیز بیچی سونے اور چاندی کے ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے ہم مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوئی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہیں کہ وہان جید ہی مراد ہونگے وفي بيعه شيئا بالف من الذهب والفضة نصفا والصرف للوزن المعهود فالنصف من الذهب مثاقيل والنصف من الفضة دراهم اور کسی چیز کی بیع بعوض ہزار کے سونے اور چاندی کے ہو تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن متعارف مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے ہم یعنے پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے کذا فی النہر ومثله له علي كر حنطة وشعير وسمسم لزم من كل ثلث كر وهذا قاعدة في المعاملات كلها كمهر ووصية ووديعة وغصب واجارة وبدل خلع وغيرها في موزون ومكيل ومعدود ومذروع عيني اور مانند بیع کے اقرار ہے چنانچہ یون کہنا کہ اوسکا میرے اوپر ایک کر گیہون اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک اشیا ثلثہ سے کر کی تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہے جمیع معاملات میں مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل اور معدود اور مذروع میں کذا فی العینی ہم مہر کی صورت یہہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کئے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم فضہ کے علے ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال جیسے کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث قنطار واجب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کر چکا اور معدود کی صورت یہہ ہے کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی وقوله وزن سبعة تقدم في الزكوة اور مصنف کا یہہ قول وزن سبعہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا ہم وزن سبعہ سے مراد یہہ ہے کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہیں اور ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الكمال ان اسم الدراهم ينصرف للمتعارف في بلد العقد ففي مصر ينصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام پھرتا ہے اوسکے طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر میں تو مصر کے شہر میں درم فلوس مراد ہونگے وافاد في النهر ان قيمته تختلف باختلاف الازمان فافتى اللقاني بانه يساوي نصفا وثلثة فلوس فلو اطلق

واقف الذہب او الفضۃ زمنہ لمن یعرف والاشبہ بالفضۃ لانہ الاصل کما لو بنی المدرسۃ کی توقف الشیخونیۃ والصرغتمشیۃ ونحوہما قیمۃ درہم
مصطفی اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درہم کی قیمت مختلف ہے چنانچہ بسلطانی اس زمانہ کے سو تقدلی ہے فتویٰ دیا کہ درہم برابر ہے ساٹھ ہی تین فلوس کے تو اگر وقف
کرنیوالا درہم کو مطلق کہے مادی چاندی کی قید نہ لگادے تو اوسکے سکے کا اعتبار ہوگا اگر اوسکے سکے کا عرف معلوم ہوا اور نہیں تو درہم چاندی کے درہم کیطرف
منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درہم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا ہے یوں کہا کہ نقرہ کا درہم تو چاندی کا درہم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ
اور انکے مانند میں درہم نقرئی کی قید لگائی ہے تو اوسکے درہم کی قیمت دو نصف ہے لقانی سے مراد علامہ ناصرالدین لقانی مالکی ہے کذا فی النہر لعطاء الحموی
حموی سے نقل کیا کہ درہم کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ اوس وقت مسلم ہے کہ دراہم مذکورہ صاحب نہر متغیر ہوگئے ہوں مادہ اسکے
ساتھ جو ذکر کیا ہے کہ رسالہ واقفین کا اعتبار ہے تو اوس سے عدول کرنا بیجا ہے واما کلام المصنف ان المعز تعلق علی الفضۃ والذہب علی الفلوس النحاس فہذہ
معرالان ولاندری مرجح فان لم یوجد فالعمل علی الاستنادات القدیمۃ للوقف کما حقق لو اسلفنا فی نظائرہ کسیر تحرابیج ونحوہ قال ذمہ آفندی
المنلا ابو السعود آفندی اور مصنف نے اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ نقرہ بولا جاتا ہے چاندی اور سکے اور فلوس مسمی پر مصر کے اہل کے عرف میں تو درہم
نقرئی کی قید میں بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح پایا جاوے تو وقف کی عطایای قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف میں اسپر اعتماد کیا ہے چنانچہ
موقوفہ خراج اور اوسکی شہادت میں مصنف نے کہا اور ایسا ہی فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے ہم مرجح آفندی وہ ہے جو صاحب نہر نے بیان کیا ہے یعنی اعتبار رسالہ
واقفین اگر معلوم ہو سکے والا بقول مصنف اسنادات قدیم معتبر ہوگا اسنادات سے مراد عطایا قدیم ہے کذا فی الطحطاوی ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ
علی احد عالما بہ ولم یعلم والنفقہ کان قضاء انفاقا وان نفق او انفقہ ولم یعلم فہلو قہا ادہ انفاقا فہو قضاء لحقہ اور اگر ایک شخص نے کھوٹے درم واقفی سے
قبض کئے عوض کھرے درموں کے جو دوسرے شخص پر اوسکے تھے اور درم خرچ ہوگئے یا اوسنے خرچ کر ڈالے تو یہ اوسکے حق سے ادا ہو جانا ہے طرفین کے نزدیک
سواگر کھوٹا ہونا اسکو معلوم ہوا اور اوسنے خرچ کر ڈالا تو ادائی حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہے اور اگر اوسکے قبضے سے کھوٹے درم لئے اور وہ بعینہ موجود ہیں تو اونکو
بالاتفاق پھیرے گا ہم بحر الرائق میں کہا ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہے درہم مغشوش سے نہر الفائق میں ہے کہ درم زیف وہ ہے جو بیت المال میں داخل ہو وقال
ابو یوسف ادام یعلم برد مثل زیفہ ویسترد جیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او بہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال وتبعہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیہ وبہ یفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہ ہو تو بعد خرچ ہو جانے کے اسکی مثل کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے
درم اوس سے پھیر لے بطریق استحسان کے جیسے اگر ستوقہ اور نبہرجہ درم ہوں تو یہی حکم جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کیواسطے
میں کہتا ہوں اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو اسکا فتوی دیا جاوے ہم ستوقہ وہ درم جسپر چاندی کا تیز ہو اور نبہرجہ وہ
درم جو دار الضرب سلطانی میں ردی ہو ولو فرخ او باض طیر فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان لہ کما سیأتی
لا للآخذ فہو للآخذ لسبق یدہ المباح اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا ہرن کا پاؤں اسمیں خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اوسکا مملوک ہے جس
نے اسکو پایا اور لیا کیونکہ اوسکا قبضہ مباح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اوسکے پاؤں کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیا
رضہ لذالک فہو لہ مگر جب کہ مالک زمین نے اپنی زمین کو اسیکے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اوسکا مالک ہوگا نہ آخذ وکذا ان کان صاحب الارض قریبا من
الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مدیدہ فہو لصاحب الارض لانہ متمکن منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح کہ اگر
اوسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پہیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہو بسبب اوسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اوسکا مالک ہوگا کذا فی النہر
وکذا الحکم ما وقع صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف او دخل دار رجل ودرہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ ساقطا ولم یکف لاحقا لو
اصلا او کفہ ملکہ فہذا الفعل اور اسیطرح مسئلہ مذکورہ کی مانند ہے وہ شکار جو پھنس گیا اوس جال میں جو پہیلایا گیا تہا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل
ہوگیا ایک مرد کے گہر میں اور درم شکر پر جو اوچھالے گئے تہے یعنی والوں کے واسطے سو اوس کپڑے پر جو سابق سے درم شکر لینے کیواسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ گرا

سیئا کیا بعد اسکے تو اگر درم اور شکر لینے کیواسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا اسیطرح لیا ہو لیعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑا کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فصل
سے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالھا شہد کبھی کا ہو اوسکی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ
زمین شہد کیواسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادت پیدایشی سے ہو گیا ھم انزال النحل جمع ہی نزل بفتحتین کی بمعنے ریع و زیادت مزروع کذا فی
الطحطاوی و شرنبلالی اشتری دارا فطلب المشتری ان یکتب له البائع صکا لا یجبر علیه ولا علی الاشہاد والخروج الیه الا اذا جاء بعدول و صک فلیس
له الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھانا چاہا تو اوسپر زبردستی نکیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد
کرنے پر مگر جب کہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اب اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ھم صک وثیقہ ہی جسمین اقرار بیع اور قبض ثمن کا
اقرار ہو بائع پر بیعنامہ اور اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہیں کہ یہ مقتضائے عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری کے ہی اسواسطے کہ
مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر اشہاد ضرر ہی کذا فی الطحطاوی و شرح
قطنا فغزلته امرأته فکفله له رد ہی خرید کی سو اوسکی زوجہ نے اوسکا سوت کاتا تو سب سوت مرد کا ہی ھم چون کہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہیں کی تو ظاہرا
زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأة اذا کفنت بلا اذن الورثة کفن مثله رجعت فی الترکة زوجہ نے جب کہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو متروکہ
زوج سے پھر لے ولو اکثر لا ترجع بشئ قال رحمه الله ولو قیل ترجع بقیمة کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع متروکہ سے
جائز نہیں قائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت متروکہ سے پھر لے تو بعید نہیں طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر قال پر مین مطلع نہیں ہوا
ھم ظاہر امرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہے جہان سے شارح نے یہ فروع نقل کی ہین اور بعید نہین کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما واشتری به او بالدراہم المغصوبة
شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وھذا قیاس وقال ابو بکر کلاھما سواء ولا یطیب له کسب حرام سے کچھہ پیدا کیا اور اوس سے
یا دراہم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو بیع کے فائدہ کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات نکرے اور یہہ قول قیاس ہے
اور ابو بکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دینا دونون برابر ہین اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ھم تصدق کرنا منفعت کا دراہم مغصوبہ کے ضمان کے بعد مراد ہے اور
ظاہرا قول ابو بکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض عرض کے
بیچا پھر عرض کو دراہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہوئی اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ و
کذا لو اشتری ولم یقل بھذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے
یعنی دراہم مغصوبہ سے ھم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کی عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو
امام کے قول مین زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اوسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی
اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابو یوسف کی قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نکرے کذا فی الطحطاوی دفع ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربحه
ان لم یعلم انه اکتسب الحرام اپنا مال بطریق مضاربت کے اوس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہے تو اوسکی منفعت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہو کہ اوسنے کسب حرام سے
حاصل کیا ھم طحطاوی نے کہا مناسب تمام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھہ خرید کیا تو اوسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہے یا حرام ہے لازم ہی یا نہین تو تامل
کرنا چاہیے کہ اگر بائع اوس شہر اور اوس زمانے مین ہو جسکے بازارون مین اکثر مال حلال ہے تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بنا و حکم ظاہر پر رکھے اور اگر غالب مال
حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من رعی ثوبه لا یحل لاحد اخذه ما لم یقل حین رمی لیاخذه من اراد جسنے اپنا کپڑا
پھینکدیا تو کسی کو اوسکا لینا جائز نہین جب تک کہ اوسنے اپنا کپڑا پھینکتے وقت یون نکہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ھم یہہ قول ظاہر آیا ہے نہ ہبہ کیون کہ موہوب لہ
معین نہین اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہے اور جب آیا ہے اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہرا لینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک اصل ہے کذا فی
طحطاوی باع الاب ضیعة طفله والاب مفسد فاسق لم یجز بیعه الا استحسانا باپ نے اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہے تو اوسکی

ف بر بائع لازم نیست بیعنامہ لکھ دادن و گواہ کردن مگر در صورتیکہ مشتری قبالہ و گواہان عادل آرد

بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شرط لطیف علی ان لا ترجیع علیہ بالنقص جاز وکذا الھبۃ استحسانا فان اتمر فقال کیواسطے کوئی چیز خریدی کی اس شرط پر
کہ مشتری پر رجوع ثمن نکریگی تو جائز ہے اور یہ فروختہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے وقال للاجنبی اشترلی او قبض ثمنا الا درھم ما ادی کانہ اقرضہ فیدی
دوسرے سے کہا کہ مجھکو مزید کر یا مجھکو غلام کہ سو درہم سے اسکو خرید کیا تو وہ اوسنے دیا ہے پھیر دیتے بیچ کے ساتھ گویا اوسنے اوسکو قرض دیا امام سے لیا اسد القولین ہوا ارشق
صدر جوح ہوا اور اسکے نہ کو شخص ہو جسکو سلاح سعار رکھنے کے واسطے پکڑا کذا فی الخطاء ومن جامع الفصولین ولو قال مالکھ نشرا ذنا الدم بلزمتہ الفضل کذا
تعلیمی لا یلزم اور اگر بیچ کہا کہ مجھکو ہزار درہم سے مزید کر سو اوسنے او سکو زیادہ ہزار درہم کو خرید کیا تو اوسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا یہ اسکا کہ غلام
الزا ہو نہ مزید کر امام جامع الفصولین میں ترجمہ جو فصل مذکور ہے اور تفصیل تعلیمیں یعید لزوم ہے عدم لزوم کذا فی الخطاء ومن اشتری دارا وبنی وتاذی جیرانہ
من قبل الدخان یمنع وعلی القدرۃ یمنع منہ ایک گھر خرید کیا اور اوسمین حمام بنوایا اور اوسکے پڑوسی اذیت پائینگے تو اگر دہواں ... کرتا ہو تو منع
کیا جاتا ہو اور اگر گاہ ہوسکے کرتا ہو تو مروت کرنا چاہیے جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس یہ ہے کہ جو اپنی ملک خالص میں تصرف کرے وہ روکا نجائے گرچہ
غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہو وہاں جہاں غیروں کو ضرر ہو بقدر ضرر بعض نے کہا ہے کہ اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخطاوی
شری لحما علی انہ لحم غنم فوجدہ لحم معز لہ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور وہ بکری کا گوشت پایا تو اوسکو پھیر دینا جائز ہو
ھم غنم بکری کو بھی شامل ہو سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہے مگر یہ کہ عرف میں غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہے قال زن لی من ھذا اللحم ثلثۃ ارطال فوزن لہ
اجبر ومن ھذا الجنب فوزن لہ لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجھے اس گوشت سے تین رطل تولدے سو اوسنے تولدیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اوسکے لینے پر اور اگر کہا
اس ران میں سے تین رطل دے اور اوسنے تولدی تو اوس پر لینے کیواسطے جبر نہوگا شری بذرا علی انہ بذر البطیخ فاذا ھو بذر القثاء
فی فاسد ... وذلک ... مثلہ خرید کیا خربوزہ کا بیج کہ وہ خربوزہ کا بیج ہے اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اوسکو
پھیر دے اور اگر ... ہو تو اوسکی ... پھیر دینا جائز ہے ... کہ جو مشتری نے کیا وہ غیر بیع ہو ... صاحب الحیلۃ ... وقعت لہ
قدح ما ینظر فوقع منہ علی الاقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے حرید کی گنگا کی شیشے والے سے اور اوسنے پیالہ دیا کہ اوسکو دیکھے
سو اوسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اوس پیالہ کا جو گر پڑا ہم پیالوں کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے
اموال میں خطا معاف نہیں اور اوس پیالہ کا ضمان اسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض ہے سوم الشراء علی سوم النظر جو بلا بیان ثمن ہو تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی
لہذا اسکا ضمان نہیں شری شجرۃ باصلھا وفی قلعھا من الارض مضرۃ بالبائع یقطعہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع ولو ھدم
من سقوطھا حائط ضمن القالع ما فوق ... ایک درخت مع جڑ کے خرید کیا اور اوسکے اوکھاڑنے میں مالک زمین کو ضرر ہو تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے
جہانسے بائع کو ضرر نہو اور اگر اوسکے ساتھ گرنے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکو اوکھاڑنے سے پیدا ہوا فدفع دراہم زیوفا
المکسر فالمشتری لاشی علیہ ونعم ما صنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو دفع الیہ لینظر الیہ فکسرہ کہو ... درم دیئے مشتری نے او نکو توڑ ڈالا تو اوسپر
تاوان نہیں اور بائع نے بہت اچھا کیا کیونکہ اوسنے اوسکو دغا دی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اوسنے اوسکو دیا کہ وہ اوسکو دیکھے اور اوسنے اوسکو توڑ ڈالا تو اوسپر کچھ نہیں
مناسب تھا کہ شارح بجای مشتری بائع کہتا یہ مسئلہ عقد صرف پر محمول ہے کہ وہاں ہر عاقد پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس ببیع المغشوش اذا بین
غشہ او کان ظاھرا یری وکذا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط بھا الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعہ وان طحنہ لا یبیعہ کچھ مضائقہ نہیں ملاوٹ والی
چیز کی بیع میں جب کہ بائع اوسکی ملاوٹ بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اوسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اوس گیہوں میں جسمین جو مخلوط ہوں اور جو
نظر آتے ہوں اوسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے اسواسطے کہ جو کا امتیاز نہیں مگر جبکہ ملاوٹ بیان کردے تو یہ جائز ہے وقال
الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہ حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اوس مرد کے باب میں جسکے پاس ملی چاندی ہو کہ اوسکو نہ بیچے جب تک کہ بیان
کرے وکل شیء لا یجوز ... ینبغی ان یقطعہ ... صاحبہ اذا نفقہ ... اور جو چیز کہ جائز نہیں ہوا مناسب یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اوسکا مالک ...

جب کہ منشوش کو وہ خرچ کرتی جاتی ہو جبکہ شری فلوسًا بدرهم فدفعها الیه وقال هی بدرهمك لا ینفقها حتی یعدها پیسے خریدی درم سے سو بائع نے انکو پیسے
دیئے اور کہا کہ یہہ تیرے درم کے عوض ہین تو انکو خرچ نکر جب تک کہ شمار نکرے ھ ظاہرا شمار کرنا اس صورت پر محمول ہے جب کہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو
نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ شاید درم باعیب ہو تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم نہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدرهم الزیف ورضی بائعه
بما یشتری بالجید حل له کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم سے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہین اوسکے کترسے راضی ہوگیا تو اوسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے
درم سے مثلا سیر بھر بکتی تھے اور اوسکو کھوٹے درم سے آدہ سیر لی راضی ہوکر لیا تو اوسکے واسطے حلال ہے شری شیًا ببغداد علی ان یوفی ثمنه بسمرقند لم یجز الا الی
الاجل کر کے خرید کی بغداد مین اس شرط پر کہ اوسکا ثمن سمرقند مین ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضه بشرط خراج کلها علی
المشتری فهو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے اسواسطے کہ اس شرط کو
عقد مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار له ان یرجع علی الدهقان استحسانا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اوسکو زمیندار سے پھر لینا بطریق
استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلة وقبضه ان رضی الاکار اجاز البیع وله حصته من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعه انگور کے درخت خرید
کئے پہلون کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو بقدر اوسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہین تو اوسکی بیع جائز نہین ھ مراد
وہ کاشتکار ہے جسکا پہلون مین حصہ ہے قضاه درهما وقال انفقه فان لم یرُج فردّه علیّ فقبله ولم ینفقه له ردّه استحسانا بخلاف جاریة وجد بها عیبا فقال اعرضها
او بعها فان نفقت والا ردّها فعرضها علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیا اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجکو پھیر دو سو بائع نے اسکو قبول کیا
اور خرچ نکئے تو اوسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق استحسان کے بخلاف اوس لونڈی کے جسمین مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اسکو بیچنے کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال
سو اگر بک جاوے تو بہتر ہے والا مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہوگیا ھ دونون صورتون مین فرق یہہ ہے کہ درم مقبوض عین حق
قابض نہین بلا تجوز بخلاف تصرف فی المعین کہ وہ عین ملک قابض ہے لہذا اوسمین اختیار باطل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفة رحمه الله اذا وطی رجل
امته ثم زوجها مکانه فللزوج وطیها بلا استبراء وقال ابو یوسف استقبح ولا یقربها حتی تحیض حیضة کما لو اشتراها کما سیجیء فی الحظر والکل من الملتقط
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا جب کہ ایک مرد نے اپنی لونڈی سے وطی کی پہر اوسکا نکاح کر دیا وہین تو زوج کو اوسکی وطی بلا استبرا جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ مین اسکو قبیح
جانتا ہون اور زوج اوسکا قربت نکرے جب تک اسکو ایک حیض نہ آوے جب سی اسکو خرید کرے تو استبرا لازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر مین اور یہہ فروع ملتقط سے
ملتقط ہین ھ امام کے نزدیک زوج پر ہرچند استبرا لازم نہین مگر مالک پر استبرا واجب ہے چنانچہ شارح نے کتاب النکاح مین ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے
شاید ملتقط کی عبارت مین ہوگا والا درمختار مین مذکور نہین کذا فی الطحطاوی وما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقه به جو باطل یعنے فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط
فاسد سے اور اوسکی تعلیق شرط سے صحیح نہین وہ بیع ہے اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین سے اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور
معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ههنا اصلان احدهما ان کل ما کان مبادلة مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض یہان
دو قاعدے ہین ایک قاعدہ یہہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہوجاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہین وہ شرط فاسد سے فاسد
نہین ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ ھ جو مبادلہ مال کا مال سے نہین اوسکی دو صورتین ہین ایک یہہ کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا تبرعات سے ہو تو وہ شرط سے فاسد نہین ہوتا
اسواسطے کہ شروط فاسدہ بیاج سے متعلق ہین اور بیاج معاوضات مالیہ سے ملحق ہے نہ اوسکے غیر سے تو وہان فقط شرط ہی باطل ہو جاویگی ثانیهما ان کل
ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعة یبطل تعلیقه بالشرط فلا یصح دوسرا قاعدہ یہہ ہے کہ جو تصرف کہ تملیکات یا تقییدات سے ہین چنانچہ رجعت
تو اوسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہے اور اگر تملیکات و تقییدات سے نہین بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہو تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ھ رجعت تقیید
کی مثال ہے نہ تملیک کی لکن فی الاسقاطات والالتزامات یحلف بها کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن اون اسقاطات اور التزامات مین جنسے قسم کہا جاتی
ہے چنانچہ حج اور طلاق تو اوسکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہے یعنی خواہ شرط مناسب ہو یا غیر مناسب ھ حج اور طلاق مین لف و نشر غیر مرتب ہے یعنے حج التزام کی مثال

ہو اور طلاق ساقط کی دین اور ملاقات وکالت وتعریف القضاۃ بالملا کو وبارات اور ملاقات اور ولایات اور تحریفات یعنی ترغیبات میں شرطیں مناسب تعلیق صحیح ہو ہم عدت ثابت چاہیئے اذن تجارت میں اور ولایات جیسے قضا اور امارت اور ترغیبات چنانچہ امام کا یون کہنا کہ جو غازی کچھ ذکر کرے وہ اسی کا انعام ہے یہ کذا فی البحر الرائق اور اعتکاف کا اول ادہ عشرۃ علی ما فی الذخیرۃ سواکدن واجارۃ الوقایۃ سوا اول یعنے جو تصرفات کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں چودہ ہیں موجب در اور کنز اور وقایہ کی کتاب بیاجارت ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان متن کے مخالف ہو اسواسطے کہ مصنف نے دونوں جملوں کی تمثیل ساتہ ہی دی ہے یعنے فقط اجمل اول کی اور جو جمل اول کی مثال ہے ان کی بھی مثال ہو سکتی ہے بالعکس اور شارح نے کتب مذہب کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیزیں شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہیں وہ مسائل مذکورہ ہیں منحصر نہیں اور مزارعت اور معاملہ اور قسمت اور صلح عن دم العمد اور قتل خطا اور جراحت موجبہ للمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہے لیکن آئندہ ان متعلقہ بکلمۃ ان لا یعنی اعلم لیس فی البیعہ کی آمدید وہ امور سوا ان کے ہیں ہو اگر بیع کی تعلیق بعطاء شرطیہ کی تو بلفظ ان جانا چاہیئے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم مگر کہیں صورتوں میں تعلیق بلفظ ان شرطیہ باطل نہیں چنانکہ بیع کا یون سا کہنا کہ میں نے یہ چیز تیرے ہاتہ بیچی اگر فلان شخص تین دن تک راضی ہوجاوے اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے خیار شرط کرنا صحیح ہے اور عاقد کا یون کہنا کہ سر عدا اسر لہ ہے ہو اور ضرور ہی کہ شرط اوسکے ساتہ متصل ہو ورنہ بیع جائز ہے اور یہ ضرور ہے کہ عقد میں شرط ہو تو الحاق شرط کا استحقاق نہوگا صحیح روایت میں اور ذخیرہ ہی ہے کہ لکڑیاں خریدیں گانون میں بشرط صحیح اور خریدی کی مسعل بلا شرط یون کہا کہ لکڑیاں میرے مکان تک پہنچا دے تو بیع فاسد نہیں وکلہ جید کلام ہو کذا فی الطحطاوی وبقسمۃ لا یبنیٰ بالقسمۃ مال الشی کی شرط سے فاسد ہوتی ہو ہمراد جنس واحد ہی اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت بیچی مال کی قسمت ہے اسد ہی تعلیق کی یہ صورت ہو کہ شریک تقسیم کریں اگر فلان شخص راضی ہو اما قسمۃ القیمی فتصح بخیار شرط وروئیۃ اور قیمت والی مال کی قسمت تو صحیح ہے خیار شرط اور خیار رویت سے والاجارۃ اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہو کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو قرض دے یعنی مستاجر دکان یا گہر کی مرمت کرے اور عمارت میں خرچ ہو وہ کرایہ سے مجرا کرلے تو اس سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے الا فی قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک داری بکذا فیصح یہ یعنی عمادیہ تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جبکہ مہینہ کا سرا آوے تو میں نے تجکو اپنا گہر اتنے کرایہ پر اجارہ دیا تو اجارہ صحیح ہو اور شرط سے باطل نہوگا کذا فی العمادیۃ وقولہ لعامیۃ اذا جاء غدا فاجرتہا کل شہر بکذا کا سیجیٔ فی متفرقات الاجارۃ مع انہ تعلیق لعدم التصریح اور مالک کے اس قول میں عامیہ سے کہ کرایہ نہیں تو کرایا اوسکا ہر مہینے میں اتنا ہو جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ میں آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہو عدم تصریح پر والاجازۃ بالاجارۃ فتقول الیکہم النکاح الذی زوجنیہ ابی مصلحۃ الاجازۃ بزازیہ اور اجازت بزازیہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکہا اگر میرا باپ راضی ہو مبطل ہے اجازت کذا فی البزازیہ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فتقیید ہا علی البیع فیصحی کما وقع فی المنح اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جسمین تملیک تقیید ہو جب کہ وہ موقوف منعقد ہو تو اوسکی تعلیق صحیح نہیں شرط پر کذا فی البحر تو مختصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر نہیں ہو سکتا چنانچہ منح الغفار میں واقع ہوا ہم طحطاوی نے کہا منح الغفار میں بیع کی تمثیل واقع ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کلیہ صاحب بحر مصنف نے خود ذکر کیا ہے یعنے تو اب کچہ قصور نرہا والرجعۃ قال المصنف اما ذکرہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا کحرا وہو خطاء والصواب ما ہا الشرط عنہا لما ان اصلہا وہو النکاح واظال الکلام لکن تعقبہ فی النہر فقرب اہملا لا تقر کتمہ ہو ہو ہو ہو لہ رجعۃ اسقط علی مخریۃ تکرہا بعد ما لا فرقا و تبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ رجعت کا بیان ذکر کرنا خطا ہو اور ٹہیک بات یہ ہو کہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی ہے اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہو یعنے جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسی ہی رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے بیان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے اور فرق بیان کیا ہو رجعت اور نکاح میں اسطرحپر کہ رجعت میں گواہوں اور مہر کی حاجت نہیں اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اوسپر جس نے نکاح کیا بعد اوسکی طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہوں اور مہر کی حاجت ہی اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہیں اور نکاح باطل نہیں ہوتا شرط سے ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے یہ لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم میں بھی اعتراض

صاحب بحر نے کہا اوسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورت مین مذکور کیا والشّفعۃ عن مال بمال درر وغیرہا اور صلح مال کی بعوض مال ۔ کذا فی الدرر وغیرہ وفی النھر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداءً فی حق المنکر و لا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہو کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہے یعنی جسکی تخصیص نہین بیان کی گئی کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو بھی فدا ہو گا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ہم مترجم نے کہا کہ حق تنقید ہے یہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اوس کی ہو جو شرط فاسد سے باطل ہوتا ہو یعنی معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ نہین اور ہر چند ایسی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہے اوسکے بطلان مین شرط فاسد سے والابراء عن الدین لانہ تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہو ایک راہ سے ہم مترجم کہتے ہین کہ منح الغفار مین ہے کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا بھرجاتا ہے رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے اسقاط ہے انتہے جیسے کسی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مثل وہ مال کا مال سے نہین تو لازم یہ ہے کہ شرط سے باطل نہو اور تملیک مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا کہ مثل اسکے بطلان پر تو اس صورت مین مناسب تھا کہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا الّا اذا کان الشرط متعارفاً فان تعلیق الابراء صحیح نہین مگر جب شرط مشہور ہو چنانچہ شوہر نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو نے مجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو مجھ سے نکاح کرے بعوض مہر کے اور اوسکا مہر مثل سو درم ہے تو وہ بری الذمہ نہو گا بدون شرط کے کذا فی المحیط او علّقہ بامرٍ کائنٍ کان اعطیتہ شریکی فقد ابرأتک وقد اعطاہ صحّ یا ابراء کو معلق کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا یون کہنا کہ اگر تو فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اوسکے شریک کو دے چکا ہو تو تعلیق مذکور صحیح ہے وکذا بموتہ ویکون وصیۃً ولو للوارث علی ماجتہ فی النھر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہو گی اگرچہ اوسکے وارث کیواسطے ہو چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجپر اعتکاف واجب ہے اگر مین بیمار صحت پاؤن یا فلانا شخص آوے لانھما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقھما بالشرط یہ اسواسطے کہ عزل وکیل اور اعتکاف اوس جنس سے نہین جنسے قسم کہاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہو گی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النھر اور یہ یعنی عدم جواز تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم نہر الفائق مین مذکور ہے کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بشرط جائز ہے اور عدم جواز تعلیق اعتکاف منافی ہے اس حکم کو جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہے اور جب اوکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا جامع الفصولین مین ہے کہ جسکی تعلیق بشرط جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا انتہے والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی عبادات مندوبہ سے صحیح قول ہے ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تہا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہے کیونکہ وہ عبادات سے ہے اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہے اسواسطے کہ وہ عبادات سے ہے نہ یہ کہ وہ ملحق بعبادات ہے والمزارعۃ اور مزارعت چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنی زمین تجکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ لانھما اجارۃ اور معاملہ یعنے درختون کی سینچائی چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات کی تعلیق اسواسطے صحیح نہین کہ دونون اجارہ ہین والاقرار اور اقرار اسطرح کہ زید کے مجپر ہزار درم ہین اگر وہ مجکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق مین کہا کہ اقرار ہر چند معاوضات مالیہ سے نہین لیکن اوسکی تعلیق صحیح نہین اور وہ باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الّا اذا علّقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز ویلزمہ للحال یعنی اقرار باطل ہوتا ہے شرط سے مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرین تو جائز ہے اور فی الحال اسپر لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ مجپر ہزار درم ہین جب کہ مہینہ پورا ہو یا لوگ صوم سے افطار کرین تو یہ اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل مگر جب مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ رہیو کہ فلانے شخص کے مجپر ہزار درم ہین اگر مین مر جاؤن تو اسپر ہزار درم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے کذا فی التحاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہین چنانچہ یون کہنا کہ مینے اپنا گھر وقف کیا اگر فلانا شخص سفر سے آوے والرابع عشر التحکیم لقول المحکمین اذا اھلّ الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح معنیً فلا یصحّ تعلیقہ ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور چودہوین حکم مقرر کرنا چنانچہ محکمین کا یون کہنا کسی شخص سے کہ جب مہینہ کا چاند نمود ہو تو پنچایت کر دے ہمارے درمیان اسواسطے کہ تحکیم صلح ہے فی الحقیقت تو اوسکی تعلیق اور زمان مستقبل کیطرف اضافت کرنا صحیح نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب القضاء مین ہے ہم توضیح اوسکی یہ ہے کہ تحکیم صورۃً تولیت اور معنے صلح ہے تو باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہین اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور

اجنبی کے ساتھ صحیح نہیں اور مصنف کے قول غیر مفسد سے یہ ہیں اسکی تعلیق اور نہایت صحیح ہو وبقی ابطال الاجل ففی البزازیة انه یبطل بالشرط الفاسد کذا فی الحموی علی
الاشباه اور اوسی قبیل سے جو شرط فاسد سے باطل ہوجاتے ہیں ابطال مدت یعنی رہا سو بزازیہ میں ہے کہ ابطال مدت شرط فاسد سے باطل ہوجاتا ہی اور اسیطرح عبد ماذون کے تصرف کرنے کو
بموجب اوسی روایت کے جو اشباہ میں ہے ھم ابطال الاجل کی صورت یہ ہو کہ مدیون نے کہا کہ میں نے وہ مدت جو میرے ادائے دین کی مقرر ہے باطل کر دی اس شرط پر کہ دائن
مجکو فلانی چیز ہبہ کرے اور دائن راضی ہوگیا تو یہ ابطال باطل ہے اور مدت باقی رہے گی فافہم وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضة المالیة ستة وعشرون
علی ما عده المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیة اور جو مسائل کہ صحیح رہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے بسبب عدم معاوضہ مالیہ کے چھبیس ہیں جنکو
مصنف نے اپنی شرح میں شمار کیا ہے عینی کا تابع ہوکر اور میں نے آٹھ مسائل اور زیادہ کئے ہیں ھم تو مجموع مسائل ماتن اور شارح کے چونتیس ہوئے چنانچہ ترجمہ سے
معلوم ہوگا القرض والهبة والصدقة والنكاح والطلاق والخلع والعتق والرهن از انجملہ اول قرض ۲ ہبہ ۳ صدقہ ۴ نکاح ۵ طلاق ۶ خلع ۷ عتق ۸ رہن مثلا
ھم مقرض نے کہا کہ میں نے تجکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا ہے مثلا کہا کہ میں نے یہ لونڈی تجکو ہبہ کی
دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا مملوک ہو زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہی اور شرط فاسد ہے اور مہر مثل واجب زوج نے
کہا کہ تو مطلقہ ہی اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کیجیو میں نے تجھ سے خلع کیا بشرطیکہ مجکو ایک ہفتہ یا ایک مہینہ اختیار ہو تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب ہوگا مولی نے
کہا غلام سے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجکو اختیار ہو راہن نے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس رہن کیا بشرطیکہ وہ مہینہ بھر میری خدمت کرے یا اگر
میں اسکو اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہی تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہو کذا فی الطحطاوی والایصاء کجعلتك وصیا علی ان تتزوج بنتی
اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیة ۱۰ وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال
کی وصیت کی بشرطیکہ تو اپنی ولد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایصا اور وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہی والشركة ۱۱ شرکت چنانچہ یوں کہنا کہ تجکو میں نے اپنا شریک کیا
بشرطیکہ تو مجکو اتنا تحفہ دے والمضاربة ۱۲ مضاربت اسطرح کہ ایک کو ہزار درم دئے بشرطیکہ رب المال مضارب کو ایکسال زراعت کیواسطے زمین دے یا گھر رہنے کو دے تو شرط
باطل ہے اور مضاربت صحیح ہی کذا فی النهر وكذا القضاء والامارة كوليتك بلد كذا ابدا وبطل الشرط فله عزله بلا جنحة اور اسیطرح ۱۳ قاضی کرنا ۱۴
حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہے اور شرط باطل ہے تو بادشاہ کو اوسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار
ھم ولایت ہو مراد یہ ہے کہ گناہ اسکو معزول نکرے وهل يشترط لصحة عزله كما هي ابتداء السلطان ان يقول رجعت عن التابيد افتى بعضهم بذلك
واختار فى النهر اطلاق الصحة اور قاضی دائمی یا امیر دائمی کے معزول کرنیکی صحت میں چند اور سمجھے جسکو ہمیشہ کیواسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط
ہی کہ میں نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب کرنے سے رجوع کیا بعضے علما نے اسکا فتوی دیا ہے اور نہر الفائق میں مطلق صحت کو پسند کیا ہو یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت
معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہو وفي البزازية لو شرط عليه ان لا يرتشي ولا يشرب الخمر ولا يمتثل قول احد ولا يسمع خصومة زيد صح التقليد والشرط
اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کر لے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پئے اور کسیکا کہنا نمانے اور زید کی مثلا خصومت نہ سنے تو تقلید قضا اور شرطیں
صحیح ہیں ھم یعنی اگر انمیں سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اوسکا حکم باطل نہوگا اور اوسکا حکم خصومت زید میں نافذ نہوگا اگر سلطان یہ دیکھے
ہی کہ اگر اوسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازية والكفالة ۱۵ ضامنی اسطرح کہ میں تیرے غریم کا ضامن ہوں اگر تو مجکو قرضہ دے والحوالة
۱۶ حوالہ اسطرح کہ میں تیرا دین مثلا زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ در صورت انکار یا موت زید کے تو مجھ سے مطالبہ کرے والا اذا شرط فى الحوالة الاعطاء من ثمن دار
المحيل فتفسد لعدم قدرته على الوفاء بالملتزم كما عزاه المصنف للبزازية واجاب في النهر بان هذا من المحتال وعد وليس الكلام فيه فليحرر حوالہ
شرط فاسد سے جائز ہو مگر جب حوالہ میں شرط ہو محال علیہ کا دینا محیل کے گھر کے ثمن سے تو حوالہ فاسد ہے کیونکہ محتال قادر اوسکے ادا پر نہیں جسکا اوسنے التزام کیا چنانچہ اسی قول کو
مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کیطرف نسبت کیا ہو اور نہر الفائق میں جواب دیا کہ یہ قول محتال کیجانب سے وعدہ ہے اور وعدہ میں کلام نہیں تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ھم
شارح نے اشارہ کیا کہ کلام مستانف غیر منقح ہی کیونکہ یہ شرط ہے نہ وعدہ اور یہ شرط محتال کی جانب سے ہے نہ محال علیہ کیطرف سے کذا فی الطحطاوی وقالوا انه ادا

اسطرح پر کہ مین نے تجکو وکیل کیا بشرطیکہ تو آپنے دین سے مجکو بری الذمہ کرے ولا فالثمن ۱۰۔ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو ادلے
یا کمتر تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ کوئی شخص اپنے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے
باہر نہ نکلے یا فلانے سے معاملہ نکرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای
نفس البدل ککتابتہ علی خمر فیتفسد بہ وعلیہ یحمل اطلاقہم کما حررہ ناتصرف مگر جب کہ فساد صاحب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اوسکا مکاتب
کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر اطلاق فقہا محمول ہے چنانچہ اسکو ملا خسرو و درر مین تحریر کیا ہے عمادی اور استروشنی وغیرہما نے کہا کہ
کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہوجاتی ہے ملا خسرو نے کہا کہ یہہ اطلاق اوس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہہ
روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اوسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل
ہوجاتی ہے انتھے تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا
کہ مین نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے یا فلانے امر مین تو یہہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کہذا
الولد منی ان رضیت امرأتی ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ یہہ لڑکا میرا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہے اور شرط باطل والصلح عن دم العمد
۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمدا مقتول ہوا اوسکا ولی قاتل سے کسی شی پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص
ساقط کیونکہ اسقاطات ہیں اور شرط کا محتمل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ اکتفاء بالصلح درر ۲۳۔ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے
باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کرکے کذا فی الدرر ہم وجہ کفایت یہہ ہے کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق نہین اسواسطے کہ جب ولی نے
قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نرہے یا اوس سے صلح کرلے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا
القود والا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اوس زخم سے جسمین قصاص لازم ہے اور اگر ایسا زخم ہے جسمین دیت لازم ہو تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت
مین اموال کا طریقہ جاری ہے تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب و فی ودیعۃ و عاریۃ اذا ضمنہا رجل و شرط فیہا حوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن
ہو اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر ہم یعنی غاصب مغصوب مین اور امانت دار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے
اور ادای بدل صلح مین کوئی شخص جانبین کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت انمین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا مین ضامن ہوا بشرطیکہ تصحیح کنندہ ۱۲
فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر وجامع الفصولین والنسب والحجر للماذون درر ۲۸ النسب ۲۹ عبد ماذون
پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر ہم نسب دعوۃ ولد مین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مین خاص ہے اور یہہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل نہوگا والغصب وامان النفس اشباہ ۳۰ غصب ۳۱ امان
نفس کذا فی الاشباہ ہم یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور شرط باطل بعض نسخون مین بجای امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان ذات مغصوب بشرط مراد ہے
الاس غصب مین اشتراط شرط بلا وجہ ہے وعقد الذمۃ ۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اوس کافر حربی سے جو دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ کہتا ہے
کہ مین نے تجھپر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجکو کچھ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعلیق الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیع مین عیب پاؤن
گا تو تجکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجکو بعض ثمن سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہہ مثال نامناسب ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار
الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مین بیعکو تین دن مین جاری نکر دون تو تجکو پھیر دون بشرطیکہ مین تجکو تحفہ دون یا تو مجکو تحفہ دے
طحطاوی نے کہا یہی مثال نامناسب ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ
لا تؤثر فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یون کہنا قاضی سے کہ مین نے تجکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط
باطل ہوگی اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی تعرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ نہین تو انمین شرط فاسد اثر نہین کرتین ہم

ترجمہ میں مذکور ہو چکا کہ شروط فاسدہ و بیع کیطرف راجع ہیں اور بیان تحقیق نہیں ہوا اگر ما وسکتا الیہ میں دقیقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط و ہو مختص بالاسقاطات
المحضة التی یحلف بہا کالطلاق والعتاق و بالالتزامات التی یحلف بہا کالحج والصلوٰۃ والتولیات کالقضاء والامارۃ یعنی قرض طلبی اور ایسی چیز جو فرمانا
کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہے اُن اسقاطات کے ساتھ جنکی قسم کہائی جاتی ہے جیسے طلاق اور عتاق اور اُن التزامات کیساتھ جنکی قسم
کہاتے ہیں جیسے حج اور نماز اور مخصوص ہے تولیات کے جیسے قضا اور امارت کرانے الحفیفہ والزیلعی ہیں اور جمیع تصرفات مذکورہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتے کما ذکرنا
فی النہر الا الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہ الفائق ہیں یعنی تعلیق ہیں اذن فی التجارۃ و تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے و صرح المصنف
دخول الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر ہنا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منع کیا دخول اسلام کا قسم اول میں جسکی تعلیق
شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور منع کیا ہے دخول کفر کا بیان مذکورہ تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام اور ہم اسلام عبارت ہوا اقرار سے
علاء یہ مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہی ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق قلبی سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجراء کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی
تعلیق شرط سے صحیح نہیں اسواسطے کہ جب معلوم ہو کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ غالبا اوس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو تصدیق جازم کی تکمیل کا
ارادہ نہیں رکھتا تو اوسکو کیونکر مسلمان قرار دیجئے باوجود اس امر کے جو تعلیق سے اوسنے ظاہر کیا ہو اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہے کذا لذا
الطحطاوی ویصح تعلیق ہبۃ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنہا کا لکفیل اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالہ کا اور کفالت کی ابراء کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی
کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علیٰ جائز ہے اگر شرط ملائم ہو جیسے ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے
اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو جیسے مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر شرط محض ہو جیسے دخول دار اور ہوا چلے تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما
تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء و
الامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فہی اربعۃ عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت
یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف اور یہ چودہ
تصرف ہیں ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آئندہ زمانہ کیطرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے
کہ مستاجر لفظا منع نہیں کر سکتا ہے زمانہ مضاف الیہ کے آنیکے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اوسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی مثال یہ ہے کہ موجر کہے کہ میں
تمکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینہ کے اور وقف کی یہ مثال ہے کہ میں اپنا یہ گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ بیان کیا قبل میں
شرنبلالیہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت ہے اسواسطے کہ لفظ الطحطاوی وتعلیق العاریۃ والاذن فی التجارۃ فیصحان مضافین ایضا عمادیہ اور ذکر کیا ہے زاد
اذن تجارت کو بھی یہ دونوں بھی مضاف ہونا بھی صحیح ہیں کذا فی العمادیۃ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین لانہا تملیکات للحال فلا تضاف الی الاستقبال کما لا تعلق بالشرط
لما فیہ من معنی القمار اور جسکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اوسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ
نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کیطرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں
کیجاتے کیونکہ اسمیں قمار ہے یعنی بعض چیزیں ایسی ہیں کہ شرط متحقق ہو یا نہو ہم کہتے رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہیں کیونکہ رجعت تقیید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر اون میں کبھی کبھی رجعت
میں تملیک زوج ہی منع ہے اور ابراء میں تملیک دین کو مدیون کو ذکر دیتی الوکالۃ علی قول الثانی المفتی بہ اور جسکی اضافت صحیح نہیں اونمیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جبکہ
ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے صرحت صحت اضافت وکالت پر نوٹ ہوا تو اوسکا شمار کرنا اون تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان میں علق نہ بالباب لا الکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب کیا نہ کتاب یعنی
یعنی یہ کہ بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے

فائدہ تاج ماہ ممانعت

اور اسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہی کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہوچکا یعنے یا بیع العین بالعین یعنے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہی بیع صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے **هو لغة الزيادة** صرف لغت مین بمعنے زیادت کے ہے ھ واسطے حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالے اوسکا صرف اور عدل قبول نکریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنے شرعی معنے مین موجود ہین اسلئے کہ شرع مین تقابض بدلین شرط ہی تو یہہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیع مین تقابض بدلین شرط نہین **وشرعا بيع الثمن بالثمن اى ما خلق للثمنية ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغير جنس كذهب بفضة** اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہی خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونیکے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنے چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنے اونکی بیع بھی صرف مین داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد مین متعین ہوجاتا ہی کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہی جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلہ کے وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے **ويشترط عدم التأجيل والخيار والتماثل اى التساوى وزنا** اور شرط ہے عدم تأجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنے دونون عوضونکا برابر ہونا وزن مین ھ عدم تأجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا **والتقابض بالبراجم لا بالتخلية قبل الافتراق** اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنے تقابض بالتخلیہ کافی نہین جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہر اسمین سے قبض تقابض بالبراجم مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی **وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح** اور تقابض صرف کی صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ھ تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پہر مدت معین کرنیوالے عاقد نے مدت باطل کردی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پہر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین **ان اتحد جنسا و ان وصلية اختلفا جودة وصياغة لما مر فى الربوا** تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایک ہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون اسواسطے کہ باب الربوا مین مذکور ہوچکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ھ جب عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپئے دیکر خرید کرتے ہین یا چہلا یا آرسی بسبب صنعت سادہ کاری کے برابر کے روپیے سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اوس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہہ ہے کہ جنس بدل ڈالے یعنی چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے **و الا بان لم يتجانسا شرط التقابض لحرمة النسأ** اور اگر دونون عوض ہمجنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ھ یعنے درصورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہی تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اوسمین قبض احد البدلین قبل افتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض **فلو باع النقدين احدهما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا فيه اى المجلس صح** تو اگر نقدین یعنے چاندی سونے مین سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کرکے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد کے اندر تو صحیح ہے ھ یہہ تفریع ہی تقابض پر یعنی جب اختلاف جنس مین فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تخمینی اور فضلی دونو درست ہین اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپئے خرید کرے یا ایک روپئے سے ہزار اشرفی مول لے بشرط تقابض فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہین پہر اگر اسی مجلس مین تساوی عوضین معلوم ہوگئی اور تقابض طرفین واقع ہوا تو بیع صحیح ہوجائیگی **والعوضان لا يتعينان حتى لو استقرضا فاديا قبل افتراقهما او امسكا ما اشار اليه فى العقد وأديا مثلهما جاز** اور دونون عوض متعین نہین ہوتے بیع الصرف مین یہان تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایکدوسرے سے قرض لیا پہر قرض ادا کیا اپنے جدا ہونے سے پہلے یا رکھ چھوڑا اوس نقد کو جسکے طرف عقد مین اشارہ کیا تہا اور مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہی ھ اسیطرح اگر ہر عوض مستحق غیر نکلا اور ہر عاقد نے بدل اوسکا ہم جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی النہر **ويفسد الصرف بخيار الشرط والأجل**

لاخلالهما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار شرط اور مدت مقرر کرنے سے اسواسطے کہ خیار شرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی جب تک
اختیار باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار اوسکا مانع ہے اسی طرح مدت مانع قبض ہے ویصح ثم اسقاطهما
فی المجلس لزوال المانع اور صرف صحیح ہے دونوں کے ہٹا لینے کے ساتھ بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنے اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر
برابر کیا اوسی مجلس میں دونوں کو ساقط کیا لا اعتبار کرنا تو بیع صحیح ہو گی یعنے بشرط تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رؤیة وعیب فی مصوغ لا نقد
اور خیار رؤیت اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا برتن میں صحیح ہے نہ نقدین میں خیار الرؤیة نقدین میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد عقد نقدین کی شکل پر تمام ہو جاتا ہے
نقدین پر بخلاف زیور اور برتن کے اور ظاہر کلام شارح دلالت کرتا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے
تو اگر بسبب عیب کے مجلس میں پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اوسکا بدل داخل کریگا اوسی مجلس میں اور اگر بعد افتراق دیگا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا فی الطحطاوی

فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عنده خلافا لهما شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک بخلاف
صاحبین کے کذا فی النہر مراد شرط فاسد سے جو بعد عقد کے مذکور ہو فظهر بعض الثمن زیوفا فرده لا ینتقض فیه فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا اوسکو
پھیر دیا تو اوسیقدر میں بیع ٹوٹیگی یعنے اسواسطے کہ اسمیں قبض ہوا اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جاینگے بشرطیکہ اسمین کوئی ایسا دینار نہ ہو جو
ثمن پر دونوں کی مقدار پر ہو کذا فی الطحطاوی لا یتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضه لوجوبه حقا لله تعالی تصرف کرنا بیع صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے
سے پہلے بسبب واجب ہونے قبض کے حق اللہ کی جہت سے فلو باع دینارا بدراهم واشتری بها قبل قبضها ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحاله تو اگر
بیچا دینار کو بعوض درہم کے اور درہم سے مثلا کپڑا خرید کیا قبل قبض درہم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہے اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امة تعدل الف درهم
مع طوق فضة فی عنقها قیمته الف انما ذکر قیمتهما لیفید انقسام الثمن علی القیمة او انه غیر جنس الطوق والا فالعبرة للوزن
الطوق لا القیمة فقدره مقابل به والباقی بالجاریة بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کی برابر ہے اوس چاندی کے طوق کے ساتھ جو اوسکی گردن میں
ہے جس طوق کی قیمت ہزار درہم ہو مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت صرف اسواسطے بیان کی تا انقسام ثمن کا ثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ وہ یعنے ثمن غیر نقد جنس
طوق کی مغایر ہے اور نہیں تو وزن طوق کا اعتبار ہوگا نہ اوسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ میں واقع
ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد جنس کے تو یہ ضروری ہے
کہ نقد منفرد اوس نقد سے زیادہ ہو بالفین متعلق بباع ونقد من الثمن الفا او باعها بالفین الف نقد والف نسیئة او باع سیفا حلیته
خمسون ویخلص بلا ضرر فباعه بمائة ونقد خمسین فما نقد فهو ثمن الفضة سواء سکت او قال خذ هذا من ثمنهما تحریا للجواز باتحاد
مسئلہ اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درہم کے اور ثمن میں سے ہزار درہم دیئے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اس طرح پر کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار کا وعدہ یا تلوار
بیچی جسکا زیور پچاس درہم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے اوسکو بعوض سو درہم کے بیچا اور پچاس درہم ثمن میں سے جو نقد ادا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری
ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ لے دونوں کے ثمن میں سے شارح کہتا ہے مؤخر کو چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کے درست ہو جانے کے واسطے ہم حکم کرتے ہیں
مسلمان میں نیک اعتبار حسن ظن کے اونکا فعل ہے الامکان صلاح پر محمول ہوا تو ثمن معجل اوسکا نیز ہم تسمین حزما التعجیل شرط ہے اگرچہ ادنی نے یہ بھی کہا ہو کہ یہ
دونوں کا ثمن ہے یہ اسواسطے کہ تثنیہ سے کبھی واحد بھی مراد ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان یعنی ایک سے نکلتے
کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہے اور تخمین میں حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکسان ہے کذا فی الطحطاوی فما تعرف وکذا
لو قال هذا المعجل حصة السیف لانه اسم للحلیة ایضا لدخولها فی بیعه تبعا ولو زاد خاصة فسد البیع لازالته الاحتمال اور اسی طرح مسئلہ
سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ یہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی بیع
میں تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہیں اور اگر مشتری نے خاصة کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد

ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال کو دور کر دیا یعنے ایسطرح گنجایش نرہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجے فَاِن افترقا من غیرِ قبضٍ بَطَلَ فی الحلیۃ
فقط وصحّ فی السیف اِن تخلّص بلاضررٍ کطوقِ الجاریۃ واِن لم تخلّص الا بضررٍ بطل اصلاً سو اگر بیع مذکور مین عاقدین کا افتراق ہوا بدون
قبض ثمن تو بیع فقط زیور مین باطل ہے اور تلوار مین صحیح ہے اگر زیور بلاضرر جدا ہوسکتا ہو جیسا کہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع
باطل ہے یعنے نہ زیور مین بیع صحیح ہے نہ تلوار مین اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پہر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی
بوسطہ فقدانِ شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلاضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکے جدا کرنے مین ضرر نہین کہ وہان فقط جاریہ یا
تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہے بلاضرر والاصل انّہ متی بیعَ نقدٌ مع غیرِہٖ کمفضّضٍ ومزرکشٍ بنقدٍ مِن جنسہٖ شرطَ زیادۃُ الثمن
فلو مثلہ او اقلّ او جُہِلَ بطل ولو بغیرِ جنسہٖ شرطُ التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب نقد غیر نقد سے ملکر جیسا کہ مفضض اور مزرکش[عہ]
بیچا جاوے بعوض اوس نقد کے جو اوسکے ہم جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع
ہوا وس نقد سے جو اوسکا غیر جنس ہے تو فقط تقابض شرط ہے مفضض وہ ہے جسپر چاندی کا پتر ہو جیسا کہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے مڑھے ہے اور
مزرکش جیسا کہ کمخاب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن مین بالیقین زیادت لازم ہے تاکہ چاندی کے مقابل اوسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اوس لکڑی
کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہے اور درصورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً لکڑی کے عوض مین کچہہ ثمن نہین رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے
اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اسمین شبہہ ہے فضل کا اور شبہہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیون سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچہہ
شرط نہین اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض البدلین البتہ شرط ہے ومَن باعَ اناءَ فضّۃٍ بفضّۃٍ او بذہبٍ ونقدَ بعضَ ثمنہٖ فی المجلس ثمّ افترقا صحّ
فیما قبضَ واشترکا فی الاناءِ لانّہ صرفٌ اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اوسکا کچہہ ثمن ادا کیا مجلس عقد مین یعنی بشرط قبض طرفین پہر دونون
مین جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اسقدر مین جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن مین شریک ہوگئے کیونکہ یہہ صرف ہے ولا خیارَ للمشتری لتعیّبہٖ مِن
قِبَلِہٖ بعدمِ نقدِہٖ اور اسمین اختیار نہین مشتری کا بسبب عیبدار ہوجانے برتن کے مشتری کی جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ہے یعنے بوجہ عیب شرکت مشتری دبیع
نہین کرسکتا کہ یہہ عیب اوسکی طرف سے ہوا نہ بائع کیطرف سے بخلافِ ہلاکِ احدِ العبدین قبلَ القبض فیخیّرُ لعدم صنعہٖ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض
کہ اسمین مشتری مختار ہے کیونکہ یہہ عیب مشتری کے فعل سے نہین وان استُحِقّ بعضُہ ای الاناءِ اخذَ المشتری ما بقیَ بقسطہٖ او ردّ لتعیّبہٖ بغیرِ
صنعہٖ قلتُ ومُفادہٗ تخصیصُ استحقاقِہٖ بالبیّنۃِ لا بالاقرار فلیحرّر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو مشتری مابقی کو بقدر
اوسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہے بسبب معیوب ہوجانے مبیع کے بلا فعل مشتری مین کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونیکا ہے
شہادت سے نہ اقرار سے تو اوسکی تلاش اور تنقیح کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹہیر الو درصورت استحقاق اوسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ
استحقاق مستحق کے گواہون سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کیجانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو
نہین پہیر لیسکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فَاِن اجازَ المستحقُّ قبلَ فسخِ الحاکمِ العقدَ جازَ العقدُ اختلفوا متی ینفسخُ البیعُ اذا ظہرَ الاستحقاقُ
وظاہرُ الروایۃِ انّہ لا ینفسخُ ما لم یُفسخ وہو الاصحّ ثم پہر اگر مستحق بیع کا اجازت دے قبل اسبات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے فقہا نے اختلاف
کیا ہے کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہے جب کہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہہ ہے کہ وہ فسخ نہین ہوتی جب تک فسخ نکیجائے اور یہی اصح ہے کذا فی الفتح وکانَ الثمنُ لہ
یأخذہٗ البائعُ من المشتری ویُسلّمہٗ لہ اذ لم یتقیّد قابضُہٗ الاجازۃَ ویصیرُ العاقدُ وکیلاً للمجیزِ فتتعلّقُ احکامُ العقدِ بہٖ دون المجیز حتّی یبطلَ
العقدُ بمفارقۃِ العاقدِ وانّ المستحقّ یجیءُ ہر کا اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اوسوقت صحیح ہے جب کہ بائع اور مشتری
متفرق نہو گئے ہون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہوجائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے مجیز
سے تا اینکہ عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرہ ولو باعَ قطعۃَ نقرۃٍ فاستُحقَّ بعضُہا اخذَ المشتری ما بقیَ بقسطہٖ

[عہ] یعنی زرکش سے بنا ہوا ۱۲

بلا خیار لان التبعیض لا یضرہ اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اوسمین سے کچھ مستحق نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے لے بلا اختیار رد کیونکہ اسواسطے
کہ کاٹنے کو ضرر نہیں کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار رہا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لیتا کس سے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اسمین قطع کرنا مضرت ہے لہذا
استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہے وهذا لو کان الاستحقاق بعد قبضها ولو قبل قبضه له الخیار لتفرق الصفقة وکذا الدینار والدراهم
حکم ہے اور بیچے درہم جب مشتری نے ثابت ہی اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبضہ ہو تو مشتری کو خیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے
اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ یعنے اگر دینار یا درہم بیچکر اور بعض دینار یا درہم مستحق نکلے تو مشتری باقی کو اوسکے حصہ کے موافق
لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہیں کیونکہ استیفاء کل من حق لیکر ممکن ہے کذا فی الطحاوی ومن باع درهمین ودینارا
بدرهم ودینارین جاز البیع وجعل کل جنس بخلاف جنسه حنفیہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر
درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہوکر بیع صحیح ہو گئی کیونکہ درصورت اختلاف جنس مساوی ہونا شرط نہیں ومثله بیع کر بر وکر شعیر بکری
بر وکری شعیر اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنے گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے
مقابل پڑکر اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہوکر بیع صحیح ہو گئی برابری شرط نہیں وکذا بیع احد عشر درهما بعشرة دراهم ودینار اسی طرح
صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس کے خلاف الجنس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو
کہ دو جنس مختلف دونون عوضون مین ہے یا ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونوں صورتوں مین کچھ فرق نہیں کذا فی النہر ومن باع درهمین
صحیحین ودرهما غلة بغیر تنسل یدعا بیت المال وتقبله التجار بدرهمین صحیحین ودرهم غلة للمساواة وزنا وعدم اعتبار
الجودة اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور ردی کے غلہ بفتح
غین معجمہ وتشدید لام وہ درہم ہے جسکو بیت المال یعنے سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اوسکو لیتے ہون ہم عدم قبول بیت المال ہو تبھی نہیں کہ وہ کھوٹے
ہی بلکہ دراہم غلہ سلطنت کشتہ ہوتے ہین اوس سے کوئی ٹکڑا اوس درہم ہوتا ہے اور کوئی مثل اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہیں لیتے مگر عالی کذا فی الکفایہ
من الکمی من البرہان ومن کان له علی آخر عشرة دراهم فباعه الذی علیه العشرة دینارا بها ای بالعشرة اتفاقا وتقع المقاصة
بنفس العقد اذ لا ربوا فی دین سقط اور صحیح ہے جس شخص کے دس درہم قرض ہون اوسکے ہاتھ جسکے درہم ہین یعنی اپنے دائن سے قرضدار کو دائن سے
دینار کا بیچنا العوض دراہم مذکور کے صحیح ہے اور مقاصہ واقع ہو جائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہیں اوس قرض مین جو ساقط ہوا خلاصہ یہ ہے کہ زید کے
دس درہم خالد پر قرض ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد کے مقاصہ ہو جائیگا یعنے دین
مین مجرا ہو کر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہو جائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آیندہ کے کہ وہاں مقاصہ کرنے کی ضرورت حاجت ہو گی اور بعض نے کہا کہ اگر یہ
یون کہتا ومن باع من مدیونه بعشرة دراہم دینارا ہوتا تو اخصر ہوتا او بیعه بعشرة مطلقة عن التقیید بدین علیه ان دفع
البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرة الثمن بالعشرة الدین ایضا استحسانا یا صحیح ہے مع مدیون کی بیع ایسے درہمون کے جو مطلق
ہین قید دین سے بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درہم ثمن کو دس درہم دین مین مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ہم در صورت مطلق
دراہم مقاصہ شدہ ہی تو اگر عاقدین باہم مجرا نکر لینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہوگا چنانچہ مثلاً یہ دین سے بیع خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اوسکے ... مقاصہ
بقول اصح وجہ استحسان یہ ہے کہ جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہو گیا اور کہ دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت
ہو گئی کذا فی العنایہ وما غلب فضته فذهبه فضة وذهب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ حکم سونے
کے ہے مثلا اسپر لئے چاندی ہو اور تین حصے تانبا تو وہ شرعا تمام چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود اسواسطے انطباع ... کے کھوٹ سے کم خالی ہوتے ہین اور
کامل مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ردی قسم مین نہیں لہذا قلیل ساقط الاعتبار ہوا شرعا فلا یصح بیع الخالص به ولا بیع بعضه ببعض الا متساویا وزنا وصحیح

نہین خالص چاندی اور سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور نہ بیع اوسکی بعض کی بعض سے مگر برابر تولا کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح
الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسیطرح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہین مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض مین مذکور ہو چکا و
الغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب اور جسمین غش یعنے تانبا یا سیسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے
حکم مین ہے غالب کو معتبر جانکر ہم اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونون کی علت ہے فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش
لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو
اور زیادہ بمقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف مین مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش
کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار مین بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کیطرف ہم مثلا ایک مغشوش مین تو لہ بھر چاندی ہے اور دو تولہ تانبا اور دوسرے
مغشوش مین دو تولہ چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونون کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کے طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے
مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لضرر التمییز بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے
مجلس مین دونو صورتون مین بسبب مضر ہونے تمیز کے ہم دونون صورتین یعنے بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق
سواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونون جانب مین موجود ہے اور غش مین تقابض سواسطے شرط ہوا کہ اوسکے جدا کرنے مین
چاندی یا سونے سے ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی الاولین ولاحتمالہ فی الثالث
اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اوس سے کمتر ہو یا معلوم نہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہین بسبب بیاج کے پہلی دو صورتون مین یعنے درصورت تساوی اور قلت اور بسبب
محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت مین یعنے در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ربوا بجای حقیقت ربوا ہے اور درصورت تساوی اسواسطے ربوا ہے کہ چاندی مثلا چاندی کے
کے مقابل رہی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وھو ای غالب الغش لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنے غالب الغش متعین نہیں
ہوتا معین کرنے سے اگر اوسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اوسکے ثمن ہوجانے کے اوس وقت مین ہم غالب الغش مروج اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے
تو جبتک اوسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہین یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہوگا چنانچہ خالص روپیہ یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان
عقد نہین بلکہ اوسکا مثل دیا جائیگا والا یتعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہین تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین
اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل مین منجملہ اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اوس سے معاملہ کرنا لوگون مین متروک ہو گیا تو اوس نے
اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اوسکے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہوگا یہ صورت مین ہے جب کہ متعاقدین اوسکا حال جانتے ہون اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا
عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونون اس حال سے خبردار نہون یا خبردار ہون مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی گو
جب کہ دراہم غیر مروجہ کیطرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الحقائق عن النہر وان قبلہ البعض فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ و
الا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہون اور بعضے نہ لیتے ہون تو وہ ناقص درمون کے برابر ہے تو اوسکے ہمجنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر
بائع اوسکا حال جانتا ہو اور اگر نجانتا ہو تو اوسکے ہمجنس عمدہ درم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ
اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اوس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمین جسمین نص صریح نہین فان راج وزنا فیہ او عددا
فیہ او بہا فبکل منہما سو اگر اسمین وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونون جاری ہون تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح
ہے والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخالص
اور جسمین غش اور چاندی یا سونا برابر ہے وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے مین تو بیع اور استقراض اسمین جائز نہین مگر تول کر لیکن
جب کہ دونون کیطرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہین چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مین ہم ستثنا فقط تبایع کیطرف راجع ہے یعنے استقراض بہرصورت بلا وزن صحیح

نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہو اسواسطے کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا آسانی ... شش فیصح باعتبار المال اور بیع النہر
... نہر کے مانند ہو تو صرف صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنے اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ خالص اوس سے اکثر ہو والاجاز
اور اگر بغیر جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہو اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا به بغالب
الغش وهو نافق او بفلوس نافقة فكسدت قبل التسليم للبائع بطل البيع كما لو انقطعت عن ايدي الناس فانه كالكساد خریدی کوئی چیز ساتھ غالب
الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس رائجہ خریدی کی پھر اوسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئے ہوں لوگوں
کے ہاتھوں سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وكذا الحكم للدراهم لو كسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر اونکا رواج جاتا رہے یا منقطع ہو
جاویں تو بیع باطل ہے وصححاه بقيمة المبيع وبه يفتى رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے لوگوں
کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق هم بجای قیمت بیع قیمت کا لفظ کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا کہ درمنتقی بقاء جہد قیمت کا سد واجب ہو ابو یوسف کے
نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے
اور صاحب محیط او رتتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کیواسطے انتہی توجہ اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہوگیا
کذا فی الطحطاوی وحد الكساد ان تترك المعاملة بها في جميع البلاد فلو راجت في بعضها لم يبطل بل يتخير البائع لتعيبها اور کساد یعنی عدم رواج کی حد
یہ ہے کہ اوس سے معاملہ کرنا تمام بلاد میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب اونکے عیبدار ہوجانے کے هم یعنے اگر بائع
کے شہر میں رائج نہوں تو اوسکو اختیار ہے چاہے اونکو لے چاہے اونکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجوده في السوق وان وجد في ايدي الصيارفة
وفي البيوت كذا ذكره العيني وابن الملك بالعطف خلافا لما في شرح المصنف وقد عزاه للهداية ولم اره فيها والله اعلم اور انقطاع کی حد موجود نہ
بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہے اسکو ذکر کیا ہے عینی نے اور ابن ملک نے بحذف عطف یعنی في البيوت کا لفظ بواو عاطفہ ذکر کیا ہے
بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ اونمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کیطرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم
طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفي البزازية لو راجت قبل فسخ البائع البيع عاد جائزا
لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعليه فقول المصنف بطل البيع اي ثبت للبائع ولاية فسخه والله الموفق اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسرے
بار رواج ہوگیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع پھر کے سبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنیکے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یون کہنا
کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگئی اوسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اوسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہوا اور حق تعالے توفیق دینے والا ہے وقيد
بالكساد لانه لو نقصت قيمتها قبل القبض فالبيع على حاله اجماعا ولا يتخير البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر غالب
الغش کی قیمت کم ہو جاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم رہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں هم حسب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو
غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہوگیا وعكسه لو غلت قيمتها وازدادت فكذلك البيع على حاله ولا يتخير المشتري ويطالب بنقد ذلك العيار
الذي كان وقت البيع فتح اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہ
اور مشتری سے نقد کا مطالبہ ہوگا جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح هم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد کے مقرر ہوئی اور بعد اوسکے قیمت زیادہ ہو
جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقيد بقوله قبل التسليم لانه لو باع دلال وكذا فضولي متاع الغير بغير اذنه بدراهم معلومة واستوفاها
فكسدت قبل دفعها الى رب المتاع لا يفسد البيع لان حق القبض له بحر وغيره اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد وقبل التسلیم کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ
دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اوسکے اذن کے دراہم معلومہ کو بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے پورے لیے پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا
صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب

محتاج ہیں اسیطرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اوسنے فلوس خرید کیے اور اون پر قبضہ کیا پھر اونکا رواج جاتا رہا تو وہ
فلوس موکل کے ہین اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہین کذا فی الظہیریۃ عن المکی **وصح البیع بالفلوس النافقۃ وان لم تتعین کالدراہم**
اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہین ہوتے ہون جیسے کہ نہین ہوتے ہین فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ منجملہ انواع مال ہین دراہم کی مانند تا اینکہ اگر ہلاک ہوجاوین
قبل قبض تو عقد منفسخ نہین اور بائع اگر فلوس بدل کردے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہین ہوتے کہ اثمان مین داخل ہین اور ثمن نقد کی تعیین واجب نہین
بائع اپنی ثمن کو متعین کردے تو بھی متعین نہین ہوتا مگر جب کہ عاقدین یون کہین کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا
فی النہر **وبالکاسدۃ لا حتی یعینہا کسلع** اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہین تاوقتیکہ اونکو معین نکردے جیسے قماش اور اسباب کے بیع بلا تعیین صحیح
نہین ہے تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہین نہ ثمن اور مبیع کا معین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر **ویجب علی المستقرض رد مثل
الفلس المقرض اذا کسدت واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی** بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے
جب کہ فلوس کا رواج جاتا رہا ہو اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اوس صورت مین ہے
کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہون پھر اونکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہون تو بعینہا اونکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی
الحموی عن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع **وفی النہر تاخیر صاحب الہدایۃ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما** اور نہر الفائق مین ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین
کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے مین کیونکہ صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے **اشتری شیئا بنصف درہم مثلا
فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ** خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درہم کی فلوس سے تو خرید
صحیح ہو بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے اوس سبب سے کہ معلوم ہے اور مشتری پر تعداد فلوس واجب ہین جو نصف درہم کو بکتے جاتے ہین اسیطرح ثلث درہم یا ربع
درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک یہ مذکور صحیح نہین کیونکہ فلوس عددی چیز ہین تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول
نہین بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہین تو معلوم ہوگیا کہ قول مذکور سے اوتنے فلوس کا
وشخص ارادہ کیا ہے جو نصف درہم کے بکتے جاتے ہین اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نرہی کذا فی النہر **وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین
فلوس جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف** کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایکدرم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب
عرف کے کذا فی الکافی **ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا** بالنصب صفۃ لنصف **ونصفا من الفضۃ صغیرا الا حبۃ
صح ویکون النصف الا حبۃ بمثلہ وما بقی بالفلوس** اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنے درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھکو بعوض اوسکے نصف درم فلوس اور نصف
چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن مین بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درہم کم حبہ بمقابل اپنی مثل کے
اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوس منصوب صفت ہے نصف کی **ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربوا** اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا
مثلا کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبۃ یعنے دے مجھکو بعوض نصف درم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر کم
مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب مین بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر
حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق مین ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس مین عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اوس مین
باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنے اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبۃ تو فلوس مین بیع جائز اور چاندی مین باطل ہے وہکذا فی الطحطاوی
وبما تقرر ظہر ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبہما الباء او لا قوبلا بجنسہما او لا اور جو ثابت اور مذکور ہوچکا اول کتاب
البیوع سے یہان تک کہ اوس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہین قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہو ہر حال مین وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اوسپر باء جارہ آوے یا نہ
آوے خواہ اپنے جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہوچکا کہ ثمن وہی چیز ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین **والثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب** اور قسم ثانی وہ مال ہے

امر ہے تو ہر حال میں بنانچہ کہ ہو اور جانور میں سیم ہے ہر حال میں تعین ہے خواہ اسکے مثل مقابل ہوں یا غیر جنس سے یا دجاتی اور نہر کے یا اور ہو وأما الثمن فمتعین
من وجه ملیتعین من وجه کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہو دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزیں کیلیات اور موزونات سوا
نقدین کے فان اتصل بالباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو مثلا کہ اشتریت الثوب بالحنطة تو اس راہ سے وہ ثمن ہیں اور
اگر متصل نہ ہو تو اس سے وہ مبیع ہیں بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر شئی معین ہو نقدین تو وہ مبیع ہیں اور اگر معین ہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل
مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے وأما الفلوس فإن رائجة فكثمن وإلا فكسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو جنس اور سامان کے
مانند ہیں والثمن من حكمه عدم اشتراط وجوده في ملك العاقد عند العقد وعدم بطلانه اي العقد بهلاكه اي الثمن ويجوز الاستبدال
به في غير الصرف والسلم لا فيهما اور منجملہ احکام ثمن نہ شرط ہونا اوسکے وجود کا عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا بوجہ
ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور بیع ہے بدل لینا ثمن سے جسکو خرچ کرے الا ساده کے عوض اور روپیا غیر صرف اور سلم ثمن اور دونوں میں یعنی بیع الصرف
اور سلم میں ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحكم المبيع خلافه اي الثمن في الكل فيشترط وجود المبيع في ملكه وكذا اور حکم مبیع
برخلاف ثمن کے ہے ان امور مذکورہ میں تو شرط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کی ملک میں عقد کے وقت اور اسیطرح باقی امور میں یعنی بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حكمهما وجوب التساوي عند المقابلة بالجنس في مقدراتهما كما تقدم اور ثمن اور مبیع کی برابری کا
واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی کیلیات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی کیلی موزون
میں در صورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے تذييل بقي بيع العينة وسيأتي في الكفالة وبيع التلجئة وسيأتي في آخر الإقرار
یہ کتاب البیوع کا خاتمہ ہے بیع العینہ کے ذکر میں اور اوسکا بیان کتاب الکفالہ کے بیچ میں آویگا اور بیع التلجئہ کے بیان میں اور اوسکا ذکر کتاب الاقرار کے
بیچ میں آویگا تذییل عبارت ہے اوس سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اوسکو کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہے بمعنی مفعول اس تذییل میں بیع العینہ کے
ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیع سے بیع العینہ باقی رہی سو اوسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کہ بیع التلجئة وهو أن يظهرا
عقدا وهما لا يريدانه يلجأ إليه لخوف عدو وهو ليس ببيع في الحقيقة بل كالهزل كما بسطه في آخر شرحه على المنار اور وہ بیع التلجیہ ہے کہ عقد کو
ظاہر کریں اور اسکا ارادہ نہ کریں بلکہ قصد نہ کریں ایسی عقد کیطرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے
مانند ہے چنانچہ اسکو بسط سے بیان کیا ہے اپنی شرح منار کے آخر میں جامع مغرب میں ہے کہ تلجیہ مجبور ہونا اوس امر کے کرنیکے جسکا باطن خلاف ہو اسکے ظاہر کے فتاوی
عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے پس وہ بمنزلہ بیع الہزل کے ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ
ہو اسطرح پر کہ کسی ہمدرد سے کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہ ہوگی پھر گواہوں کے روبرو بیع کی تو یہ بیع باطل ہے اور دوسری
قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں آپسمیں متفق ہوں کہ ثمن ہزار درہم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مقرر
ہوا اور زیادتی باطل ہو گی گویا انہوں نے ہزل کیا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین
باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درہم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں امام محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع
صحیح ہے اور اگر دونوں اس پر اتفاق کریں کہ اوس بیع کا اقرار کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور اگر دونوں کی اجازت سے
بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے جسکا ایضاح یہ ہے ونقلت عن التلويح أن الأقسام ثمانية وسبعون اور میں نے نقل
کیا شرح مذکور میں تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اقسام اٹہتر ہیں وعقد له في الخانية فصلا آخر الإكراه مخصوصة أنه بيع منعقد غير لازم كالبيع بالخيار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ میں بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہے بیع بالخیار کی مانند تجعله الباقاني
فاسدا اور باقانی نے تلجیہ کو بیع فاسد کر ٹھہرایا ہے ولو ادعى أحدهما بيع التلجئة وأنكر الآخر فالقول لمدعي الجد بيمينه اور اگر ایک شخص نے بیع تلجیہ کا

بیع تلجیہ

دعویٰ کیا اور دوسرے نے اوسکا انکار کیا تو مدعی تلجیہ کا قول اوسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے ھ طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف
اصل ہے لہذا اوسکا قول معتبر نہوا ولو برهن احدهما قبل ولو برهنا فالتلجئة اور دونون مین سے اگر کسی نے گواہ اپنے دعوے پر لائے تو گواہی مقبول ہوگی
اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنے اسواسطے کہ شبہہ خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبايعا في العلانية ان اعترفا
ببنائه على التلجئة فالبيع باطل لاتفاقهما انهما هزلا به والا فلازم ولو لم تحضرهما نية بطل على الظاهر منية اور اگر دونون نے علانیہ
بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بناء بیع تلجیہ پر تہی تو بیع باطل ہے بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تہا اور نہین تو بیع لازم
ہے یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بناء و اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہوئی نہ بنا کی نہ
اعراض کی تو بیع باطل ہے قول ظاہر پر کذا فی النہر ھ منار مین مصرح ہے کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید
یہان دو قول ہین کذا فی الطحطاوی بالیقین اس مسئلہ مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنے علی الظاہر اوس پر دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم قلت مستفادہ انما
لو تواضعا على الوفاء قبل العقد ثم عقدا خاليا عن شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا
کہ اگر عاقدین وفا و ثمن ٹہرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد جائز ہے اور کچہ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹہرا رکہنے کا ھ وجہ افادہ
یہہ ہی کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جب کہ دونون اسکا اعتراف کرین کہ بناء علانیہ تلجیہ پر تہی والا بیع لازم ہے تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ
وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبيع الوفاء ذكرته هنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورته ان يبيع العين
بالف على انه اذا رد عليه الثمن رد عليه العين وسماه الشافعية بالرهن المعاد ويسمى بمصر بيع الامانة وبالشام بيع الاطاعة او
بیع الوفا کی صورت یہہ ہی کہ کوئی جنس بیچے کسی ہزار درم سے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پہیر دے تو مشتری اوسکو جنس مبیعہ پہیر دیگا اور شافعی مذہب
اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانۃ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ھ رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہہ ہے کہ اوسکا عود اونہین کے طرف
ہوتا ہی ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہہ ہے کہ معہود اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دئے اور بائع
نے صاحب درم کو امین سمجہ کر بیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پہیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت
معتقد ہے بعد وجود شرط کے قيل هو رهن فتضمن زوائده اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اوسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو
منافع بیع حلال نہین جیسے مرہون کے وقيل بيع يفيد الانتفاع به اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ بیع سے فائدہ لینے کی مفید ہے و
في اقالة شرح المجمع عن النهاية وعليه الفتوى اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنے بیع ہونے پر وقيل ان
بلفظ البيع لم يكن رهنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ھ اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے
احکام مستقل ہین کذا فی الدرر ثم اذا ذكرا الفسخ فيه او قبله او زعماه غير لازم كان بيعا فاسدا پہر جب کہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اوسکے
فسخ کو ذکر کیا یعنے شرط کیا یا دونون نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعده على وجه الميعاد جاز ولزم الوفاء به لان
المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس وهو الصحيح كما في الكافي والخانية واقره خسرو هنا والمصنف في باب الاكراه وابن الملك
في باب الاقالة بزيادة اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہے اسواسطے کہ مواعید
کبہی لازم الایفاء ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکہا ہے اس قول کو ملا خسرو نے یہان اور مصنف
نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتہہ وفي الظهيرية لو ذكرا الشرط بعد العقد يلتحق بالعقد عند ابي حنيفة
ولم يذكر انه في مجلس العقد او بعده اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتہہ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے
یہہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اوسکے ھ جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی

ف یعنی جو دعویٰ کرے کہ دونون مین بیع ہزل تہی ۱۲

در ذکر بیع الوفا

اھ کما فی البزازیۃ ولو باعہ لاٰخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاءً ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اھ
یہ ہے ہدایہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے جیکو چاہا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اوسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف
جیسے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تہا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اوسکے بائع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہوگا مشتری کی اجازت پر
بیع موقوف ہوگی کہ حق مشتری اوس سے متعلق ہوگیا اور بائع اور اوسکے وارثوں کو حق استرداد ہو بنظر جانب رہن کے اور فی الشرنبلالیۃ
اب ذکرنا ان البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث
اپنے مورث کے قائم مقام میں بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکہنا چاہیے حکم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہے ولو استاجرہا بائعہ لا یلزمہ
الاجر لانہ رہن حکما حتی لا یحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے جیکو اجارہ دیا تو اوسکو اجرت لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہانتک
کہ اوس سے فائدہ لینا حلال نہیں ہے یہ قول بیع الوفا کے معنی پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صادرت الاجارۃ بعد قبض المشتری
المبیع فالاجارۃ صحیحۃ والاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتہی فتنبہ میں کہتا ہوں اور ابن الحلبی کے فتاوی میں ہے کہ
اگر اجارہ واقع ہوا بعد قبض کرنے مشتری کے بیع الوفا کو اگرچہ قبض فقط بیچ کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بعد طول مدت
اجارہ تک تو اسکو یاد رکہنا ہے یہ قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ میں مذکور ہے کہ بیع الوفا میں نو قول ہیں از انجملہ بعضے علما محققین کا یہ قول
ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام میں تو فاسد ہے بیان اسکا کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام میں صحیح ہے جیسے منافع مبیع حلال ہونے میں اور
بعضے احکام میں بیع الوفا رہن ہے یہانتک کہ مشتری اوسکی بیع اور رہن کا مالک نہیں صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ
یہ قول بہتر ہے اسی قول کی جانب عدول کیا جاے ان لئے کہ اور منجملہ منافع اوسکے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ میں مذکور ہے کہ اجارہ مذکور سے
تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ ولم یقبض فی بدل فانی مماۃ الروم بلزوم اجرۃ المثل
وتسمی بیع الاستغلال میں کہتا ہوں اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے اگر مدت اجارہ منقضی ہوجاے اور بدل اوسکے ہاتھ میں باقی ہے تو علماء روم نے لزوم اجرت
مثل کا فتوی دیا ہے اور علما زمانہ میں اسکو بیع الاستغلال کہتے ہیں وفی الدر وصحح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اھ
یعنی یہ کہ بیع الوفا زمین میں صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول میں اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہیں اور بعضے غیر صحیح ہے اور بموجب قول صحت بیع لونڈی جسکی
وطی بائع اور مشتری کو حلال نہیں اسواسطے کہ اسمیں دونوں کا حق متعلق ہے دونوں کے پاس مشترک لونڈی کے ہوگئی اور اسطرح کہنا اور رہنا جائز نہیں اگر بیع
الوفا کی اجرت کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع بات او وفاء حکی ذکر ان القول لمدعی الجد والبتات الا بقرینۃ الوفاء
اور بیع الوفا اور ملتقط اور منیہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہوا تو اسکے بیع پر ہزل اور شہود کی تو اوسکا قول معتبر ہے جو واقعی
بیع اور لزوم کا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تہوڑا اور نسبت بیع کے کذا فی الطحطاوی قلت
لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجئی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات میں ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہوگا بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات میں آئیگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس ہے ولو قال البائع
بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء نقصان الثمن کثیرا الا ان یکون صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجہکو
اپنی چیز بطریق بیع لازم کے تو اوسکا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اوس وقت دعوی لزوم بیع معتبر نہیں مگر یہ کہ مدعی لزوم ثمن
تغیر ہونے نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اٰخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع
ثم رجع الی حکایۃ تیقنہ بالیمین فہی علی مشائخنا بخار الحکم ثم نقل فی اٰخر کلامہ عن اجارات البزازیۃ ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وقال
المفتی اینا قال والفتوی علی جواب الکتاب للتقیان لانہ منصوص علیہ قیل ابطال البیع اور اشباہ میں آخر قاعدہ العادۃ محکمۃ کے اندر

منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اوسکو بنے آدہے کپڑے کی مزدوری لینے پر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پر جسنا
اشباہ نے اوسی قاعدہ کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بہی کہا صاحب
اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور ہے تسلیم عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے
تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ہم مفتی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ شیخ
محمد مراد ہے جسکو مہل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہہ ہے کہ اگر آٹا پیسنے کا اجارہ کرے کچہہ آٹے کو اجرت مقرر کرکے
تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہو تو وہ بہی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف وفیہا من البیع الفاسد القول السادس فی بیع الوفاء
انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارا من الربوا وقالوا ما ضاق علی الناس امرا الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ مین بیع الفاسد سے قول
سادس بیع الوفا مین یہہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بہاگنے کیواسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ نہین ہوا مگر
اوسکا حکم کشادہ ہوجاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی
ان یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا
ولا اجارتہا لغیرہ ولو کانت وقفا پہر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکہنے کا
فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یون فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو[1] وہ لازم ہے
اور دوکانون کا خلو اوسکا حق ہوجاتا ہے تو صاحب دوکان اوسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہین اور نہ اوسکے کرایہ دینے کا اوسکے غیر کو اگرچہ دوکان
وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہوچکی وکذا اقول علی اعتبار العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال
یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز واللہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ایسا ہی مین کہتا ہون
عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا وظائف معینہ سے بعوض اوس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے
تو لائق یہہ ہے کہ یہہ نزول جائز ہو اور لائق یہہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چہوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پہر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ
کرے تو وہ اوسکا مالک نہین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فی زواہر الجواہر ہنا فی واقعات الضریری رجل فی یدہ دکان فغاب فرفع
المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ
ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء
ذلک ان رضی بہ ولا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اوس
روایت سے جو واقعات ضریری مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اوسکے ہاتہہ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہوگیا اور متولی وقف نے اوسکا
حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کہولنے اور اوسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص
غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار تر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنی خلو کے لینے
مین بہی اولے ہے اور اوسکو اسمین اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز
رکہے اور اپنا خلو مستاجر سے پہیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنیکا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اوسکے باقی رکہنے سے اور اوسکو دوکان سے
خارج ہوجانیکا حکم نہوگا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیۃ الدر

كتاب الكفالة

یہہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتہا
للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ضمانت کے بیع مین اکثر اور بسبب ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار
مین ہے چونکہ اکثر ضمانت بائع کی ہوتی ہے یا بیع کی لہذا اسمین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے مناسبت یہہ ہے کہ ضمانت آخر کار

[1] یعنی دوکان منضم کرنے پگڑی روپیہ کے بعوض تاکہ اوسکا نفع اوسکو حاصل ہو سے اور اسکا بیان کامل اسی جلد کے صفحہ ۹-۱۰ اور ۱۲۱ مین گذرا

عند الرجوع ساقط نہیں ہوا اور اسکے علاوہ ذمہ میں دین ثابت ہو کتاب الکفالۃ ہی لغۃ الضم کفالت لغت میں ملانے کو کہتے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کیساتھ ملانا اور کفالت
لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ مباح ہو کل امر سے ہی کہ لغت میں مطالبہ کرنے کو کہتے ہیں ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء
اعاہ ابن قطاع لغوی نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے ھم یعنی کفالت متعدی بنفسہ اور متعدی بحرف جار دونوں
مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین
یعنی کمغصوب ونحوہ کا مبیع لان المطالبۃ تعم ذلک اور شرع میں کفالت عبارت ہو ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کیطرف مطالبہ میں مطلقا
خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر آویگا ہو اسطے کہ مطالبہ شامل ہے اس مذکور کو یعنی نفس اور دین اور عین کو
ہدایہ وغیرہ میں صحیح ہو کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہو نہ ضم فی الدین اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہے اور دین ثابت
نہیں ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہے بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر صحیح ہو طحطاوی نے مصباح
نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہو لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ اور علیہ کی
اہلیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس ورقبہ سے صاحب عہد سے تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے ... ہی وہ عہد ... بالتصرف فی الادب اما ...
تعریف نوع منہا وھو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے کفالت کی ایک قسم بیان کی اور وہ
کفالت بالمال ہی ہے کیونکہ وہی محل خلاف ہو ھم تصریح کا اس میں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الچلپی وبہ یستغنی عما ذکرہ
ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہیں ہے اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ھم ملا خسرو نے درر میں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ضم ذمۃ
الی ذمۃ فی المطالبۃ بالنفس والمال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہے کہ جب مطالبہ کو مطلق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہوا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہیں رہی
ورکنہا ایجاب وقبول بالالفاظ الاتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب قبول ہو الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو
نہیں ٹھیرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہی طرف ثانی قبول کرے یا نکرے وشرطہا کون المکفول بہ نفسا او مالا
مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہو کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن کی
تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہیں یعنی ہو اسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی بلکہ مجرم پر وفی الدین کونہ صحیحا
قائما ... ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہو کہ دین کا ساقط ہونا
سوا ادا یا ابراء کے ممکن نہ ہو اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ھم دین صحیح وہ ہے جو بدون ادا یا ابراء ساقط
نہو کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ در صورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر
کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ غیر قائم
کی مثال ہو خلاصہ یہ ہو کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ ... صاحب بحر کی شرح روایت ذھب فما لیس
دینا بالاولی ضمانت نہ ہو گی کہ وہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہیں ہوئی
تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ہو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مرتب لازم ہونا
مطالبہ کا ہو کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے جس مثل اگر ضامن ہو تو ضامن سے حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال کا ضامن
ہو تو ادائے مال کا مطالبہ ہوگا واہلہا من ہو اہل للتبرع فلا تنعقد من مجنون وصبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح
ویکون الاذن ناقلا لا کفالۃ ... اور ضمانت کا اہل وہ ہے جو تبرع کا اہل ہو یعنی عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور صغیر سے مگر وقت
جب اوسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ مال کا ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہو گا اداء قرض میں کذا فی الکبیر

مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شبہہ لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز
زیادہ نہوگی سوای اسکے کہ صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بھذا المال
بموجب الکفالۃ ولولاھا لطولب الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے
مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہے اور مریض کا تبرع صحیح نہیں
مگر اوسکے ثلث مال میں کیونکہ دو ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہوگیا ولا من عبد لو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن له
المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے میں اور غلام سے بعد آزاد ہونیکے مطالبہ ہوگا مگر جب کہ اسکو اوسکے مولے نے ضامن ہونیکا
اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بھی لیا جاویگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر ھ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے
نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن مولاہ اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولے نے اسکو اذن دیا ہو ھ اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئی
سو اصیل کی شرط یہہ ہے کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا
آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہہ ہے کہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اوسکا عاقل ہونا
شرط ہے نہ آزاد ہونا کذا فی المحیط عن البحر والمدعی وھو الدائن مکفول له اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنے جسکے نفع کیواسطے ضمانت ہوئی
والمدعی علیه وھو المدیون مکفول عنه ویسمی الاصیل ایضا اور مدعا علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکے طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل
بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول به اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمته المطالبة کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم
ہوا وہ کفیل ہے ھ کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلھا الاجماع وسندہ قوله علیه الصلوة والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت
کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے ھ یہہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں
ہے ترمذی نے کہا کہ یہہ حدیث حسن ہے ورکنھا مکتوب فی التوریة الزعامة اولھا ملامة واوسطھا ندامة واخرھا غرامة مجتبی اور ضامنی کرنے میں
زیادہ تر احتیاط ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اوسکے آخر میں ڈانڈ دینا ہے کذا فی المجتبی ھ ضمانت کے اول
میں ملامت ہے یعنے خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ دین یا احضار نفس مجھپر
لازم ہوگیا اور شاید مجھسے نہوسکے تو سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہے
اور یہہ ہر ضامنی کو شامل ہے شارح نے ضمانت کی برائیاں ذکر کیں اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہہ ہے کہ ضامن ہونیسے
طالب خائف کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر خائف ہے اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور
مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکفالة النفس تنعقد بکفلت بنفسه ونحوه مما یعبر به عن بدنه
کالطلاق وقد منا تمامه انھم لو تعارفوا الطلاق بالید علی الجملة وقع به الطلاق فکذا فی الکفالة فتح اور کفالت نفس یعنے حاضر ضامنی منعقد
ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے ضمانت کی اوسکی ذات کی اور بنفسہ اوسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے
ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں بولنا ہاتھہ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اوس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی
الفتح یعنے اگر یہہ بجای کل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھہ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع ککفلت بنصفه
او ربعه اور انسان کے جزو شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے یوں کہے کفالت کی اوسکے نصف یا ربع کی ھ نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو
اگر کفیل اپنے جزو شائع کیطرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی المحیط وعن السراج وتنعقد بضمنته او علی او
الی او عندی او انا به زعیم ای کفیل او قبیل به ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ

کرین اوسکا ضامن ہوا یعنی یالی یا منہ ہی سہی یا مین اوسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اوس کا قبیل یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اوس کا غریم حمیل ہون یعنی
محمول کذا فی البدائع ھم قولہ علیّ یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہو اسواسطے کہ علی کلمہ وجوب کا ہو یہہ صیغہ التزام ہوا قولہ الیّ یعنی چھوڑو سکو میری
طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہہ شخص میرے پاس یعنی کوئی میرے پاس حاضر کر دیگا اور قبیل یعنی کفیل یعنی قابل ضمان ہی طحطاوی کما ظہر یہہ ہی کہ
حمیل یعنی فاعل ہی کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا ولا تنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی یلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تتارخانیہ اور منعقد ہوتی
ہی کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہان تک کہ طالب اور مطلوب جمع ہون یا یہان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اس کا ضامن غایت تک کذا فی
التاتارخانیہ ھم یعنی یہہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقت ہے تا اجتماع والتقاء طرفین وقیل لا تنعقد لعدم بیان المضمون بہ اھو نفس او مال کما
نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ انا ضامن حتی یجتمعا سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب نہ بیان ہونے مضمون بہ کے یعنی جس چیز کی ضمانت
ہوئی اوس کا بیان نہین کہ وہ کیا ہے ذات ہو یا مال ہے چنانچہ یہہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہو قال المصنف والظاہر انہ لیس لمذھب لکنہ
استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال وقال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یصح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر یہہ
انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے فتاوی مین استنباط کیا ہو کہ اگر طالب کہے کہ تونے مال کی ضمانت کی ہو اور ضامن کہے کہ مینے
جان ضامنی کی ہے تو ضمانت صحیح نہین ھم مصنف نے کہا ہو اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہہ استنباط منافی ضعف
نہین تو بقول مستند قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال وینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یؤاخذ باقرارہ فلیراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ
لائق یون ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کما لا تنعقد
فی قولہ انا ضامن او کفیل لمعرفتہ علی المذھب خلافا للثانی لانہ یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ یعنی منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول سے کہ مین ضامن
یا کفیل ہون اوسکی معرفت اور شناخت کا بوجہ مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت
اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفہ او علی تعریفہ والوجہ اللزوم فتح اور خلاف ہو اس قول مین کہ مین ضامن ہون اسکی تعریف کا یا اوسکی تعریف
یعنی اوسکے پہچوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہو کذا فی الفتح ھم اسواسطے کہ تعریف صیغہ متعدی ہو تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو
مطلوب کے طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اوس سے ثابت نہین ہوتا اگر پہچانتا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن
الجملۃ مدارلسم چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہو کہ مین اوسکے چہرہ کا ضامن ہون اسواسطے کہ چہرہ سے ساری بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج وفی معرفۃ
فلان علیّ یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا بھا اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی معرفت مجھپر ہے اسپر بتا دینا لازم ہو اور بتا دینے کا
ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلاثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ لما فی الملتقط وشرح المجمع لو سلمہ للحال
بریٔ وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جب کہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اوسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط
اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر قول مذکور مین کفیل مطلوب کو تسلیم کرے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہو ھم یعنی ذکر مدت انقطاع
ضمانت کیواسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو تو تا تسلیم مطلوب یہہ دائمی ضمانت ہو طحطاوی نے کہا کہ ابتدا ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین ضامن
ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ فی الحال ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جاینگے تو وہ ضامن باقی رہیگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم
یکن کفیلا فی ظاہر الروایۃ وھی الحیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر واشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری ہون بعد اسکے یعنی یون کہا کہ تین دن تک ضامن
ہون اور بعد اسکے بری ہون تو پہلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہہ حیلہ ہو اوس کفالت مین جو لازم نہو۔ ھم اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت
کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد مدت کے
کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو اور پھر اوسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہو تو گویا اوسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی

الطحاوي قلت وكذا في لسان الحكام عن أبي الليث وأن عليه الفتوى ثم نقل عن الواقعات أن الفتوى أنه يصير كفيلا انتهى
لكن تقوى الأول بأنه ظاهر المذهب قنية مین کہتا ہون کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابواللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنے عدم
کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہوجاتا ہے انتہے کلامہ لیکن قول اول یعنے عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ
ظاہر مذہب ہے سو آگاہ رہنا ہم یعنے درصورت تعارض افتا ظاہر الروایۃ کے طرف رجوع لازم ہے ولا يطالب بالمكفول به في الحال في ظاهر الرواية
وبه يفتى وصححه في السراجية اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بعد دن گذرجانے تین دن کے
ظاہر الروایۃ مین اور اسیکا فتوی ہے اور اسیقول کو صحیح کہا ہے سراجیہ مین وفي البزازية كفل على أنه متى ما طلب فله أجل شهر صحت وله
أجل شهر من طلبه فإذا تم الشهر فطالبه لزم التسليم ولا أجل له ثانيا اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت اور جبار کہ
اوس سے مطالبہ ہو تو اوسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب
اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہوگا پھر طالب اوس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم کہتے
مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر باطل نہو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقا ثم قال وكفل على أنه بالخيار عشرة
أيام أو أكثر صح بخلاف البيع لأن مبناها على التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اوسکو اختیار رہے یعنی چاہے
مدت مین ضامنی کرے یا نکرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اوسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وإن شرط تسليمه
في وقت بعينه أحضره فيه إن طلبه كدين مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اوس وقت مین حاضر کردے اگر
مکفول لہ طلب کرے جیسے اوس دین مؤجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہوچکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل
ہو فإن أحضره فيها وإلا حبسه الحاكم حتى يظهر مطله پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروطہ مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب تک کہ اسکا
ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ إذا ظهر مطله اسواسطے کہ بحرالرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اوسکا ٹالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی
جزا ہے اور وہ ٹالنے ہی سے ظالم نہین انتہے اور بعضے نسخون مین حين يظهر مطله ہے اور یہہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اوسوقت ہے جب کہ ضامن مقر ہو اور
اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اوسوقت اوسکی حبس مین جلدی کرے کذا في الطحطاوي ولو ظهر عجزه ابتداء لا يحبسه عيني اور اگر
ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا في العيني فإن غاب أمهله مدة ذهابه وإيابه ولو لدار الحرب عيني وابن ملك
پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اوسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دارالحرب مین ہو کذا في العيني وابن ملك ولو لم يعلم مكانه
لا يطالب به لأنه عاجز إن ثبت ذلك بتصديق الطالب زيلعي زاد في البحر أو ببينة أقامها الكفيل مستدلا بما في القنية اور اگر ضامن مکفول بہ کا
مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اوس سے مطالبہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا في الزيلعي
بحرالرائق مین اتنا زیادہ کہا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہہ خلل ہے کہ یہہ گواہی اوس چیز کی نفی پر ہے
جس پر علم شاہد محیط نہین غاب المكفول به فللدائن ملازمة الكفيل حتى يحضره مکفول بہ غائب ہوگیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تا وقتیکہ
اسکو حاضر کرے وحيلة دفعه أن يدعي الكفيل عليه أن خصمك غائب غيبة لا تدري فبين لي موضعه فإن برهن على ذلك اندفع
عنه الخصومة اور دفع ملازمت کا حیلہ یہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اوسکا مکان مجھسے بیان کرو پھر اگر ضامن
اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اوس سے مندفع ہوجاویگی ولو اختلفا فإن له خرجة للتجارة معروفة أمر الكفيل بالذهاب إليه
وإلا حلف أنه لا يدري موضعه اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے
تو اگر مکفول بہ سوداگری کیواسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اوس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اوس سے قسم لیجاوے کہ وہ اوس کا مکان نہین جانتا

ان العبد مال فاذا تعذر تسليمه لزمه قيمته وسيجيء مالو كفل برقبته اور بری الذمہ ہوجاتا ہی ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام
ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اوسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اوسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ
غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الكفيل وقيل يطالب ورثته باحضاره سراجيه اور برات حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے
کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا كذا في السراج لا بموت الطالب بل وارثه او وصيه يطالب الكفيل وقيل بكر او قيمت
والمذهب الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اوسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ غلام
کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہی كذا في الاصلاح اور قوی مذہب پہلا ہے وبدفعه الى من كفل له حيث اي في موضع يمكن مخاصمته
سواء قبله الطالب او لا وان لم يقل وقت التكفيل اذا دفعته اليك فانا بريء وبرأ بتسليمه مرة قال سلمته اليك بجهة الكفالة او لا
ان طلبه منه والا لا بد ان يقول ذلك اور بری الذمہ ہوجاتا ہی ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے ایسے مکان میں جہاں اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب
اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کیوقت یون نکہا ہو کہ جب میں مکفول بہ کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہوجاتا ہی ایکبار
کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اوس شرط سے ہے جب کہ طالب نے اوس مکفول بہ
طلب کیا ہو اور اگر طلب کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہے مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دریا میں تسلیم ہوگی
تو ضامن بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب اس خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسليمه في مجلس القاضي سلمه فيه ولم يجز تسليمه في غيره به يفتى في زماننا
لتهاون الناس في اقامة الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اوسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں ہمارے
موجودہ زمانہ میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ہم یہی فتوی دیتے ہیں ولو سلمه عند الامير او شرط تسليمه عند هذا
القاضي فسلمه عند قاض آخر جاز ذخيرة اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اوسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اوسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط تھی سو اوسکو
دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے كذا في البحر ولو سلمه في السجن لو سجن هذا القاضي او سجن امير البلد في هذا المصر جاز ابن ملك اور اگر
اسکو قیدخانہ میں سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہی یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہو اسی شہر میں تو جائز ہے كذا صرح ابن ملك في شرح المجمع وكذا يبرأ الكفيل بتسليم
المطلوب نفسه عن كفالته لحصول المقصود وبتسليم وكيل الكفيل لقيامه مقامه ورسوله اليه لان رسوله الى غيره كالاجنبي اور ایسے ہی ضامن بری الذمہ
ہوتا ہی مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنے اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہی اپنے وکیل کی
تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اوسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف ...
انه هو تسليم مطلوب ... ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ...
کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ میرے اسکو اور طالب کے شخص کو سپرد کر آ طالب کو سپرد کر دے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کی مانند ہے
اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کیجانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب نے قبول
کیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہے تو ضامن بری نہیں كذا في الحلبي وفيه كشرط قبول الطالب وكشرط ان يقول كل واحد من
هؤلاء سلمت اليك عن الكفيل ولهمس كفالته اي بحكم الكفالة عيني والا لا ابن كمال فليحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط
نہیں اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص ان تینوں مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کیجانب سے كذا في الدرر
اور اوسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا كذا في العيني اور اگر اس طرح نکہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا كذا صرح ابن كمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف

اى اتى به غدا فهو ضامن لما عليه من المال فلم يواف به مع قدرته عليه فلو عجز لحبس او مرض لم يلزمه المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونه كما افاده بقوله پہر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر مین مطلوب کو کل نہ لے آؤن تو مین ضامن ہون اوس مال کا جو اوسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تہا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اوسپر مال لازم نہین مگر ہو قت جب کہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نکر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آیندہ قول مین بیان کیا ہے ہم اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ مین ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اوسکے طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی ملخصا او مات المطلوب فی الصورة المذکورة ضمن المال فی الصورتین لانه علق الکفالة بالمال بشرط متعارف فصح یا مطلوب گیا صورت مذکورہ مین تو ضامن ہوگا مال کا دونون صورتون مین یعنی نہ حاضر کرنیمین باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے مین ہو اسواسطے کہ حاضر ضامن نے مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت درحق تسلیم باطل ہو گئی نہ درحق مال ولا یبرأ عن کفالة النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنے مال ضامنی اور حاضر ضامنی مین تخالف نہین جو جمع نہو سکین فلو ابرأہ عنها فلم یواف به لم یجب المال لفقد شرطه سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پہر ضامن نے مطلوب کو حاضر نکر دیا تو اوسپر مال واجب نہوگا بسبب پائے جانے اوسکی شرط کے یعنے شرط وجوب مال علیم تسلیم مطلوب تہی در صورت بقای حاضر ضامنی سو ابراء طالب سے وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانه لو مات الطالب طلب وارثه ولو مات الکفیل طولب وارثه درر مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مرگیا تو اوسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مرجائیگا تو اوسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعه الوارث الطالب بری وان لم یدفعه حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکة المیت عینی پہر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہو گیا اور اگر اسکو نہ دیا یہانتک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنے میت کے متروکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاة وعدمها فالقول للطالب لانه منکرها وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیه اور اگر دونون نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات مین اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسصورت مین تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیه وفیها لو اختفی الطالب فلم یجده الکفیل نصب القاضی وکیلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر چہپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اوسکے طرف سے ایک وکیل قائم کریگا یعنے تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاة الا بحجة اور ضامن کی تصدیق نکیجائیگی موافات پر یعنے مطلوب کے حاضر کر دینے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر حقا معینا او مائة دینار ولم یبینها ابجیدة ام ردیة ام اشرفیة لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نکیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہی تا کہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعه فانا کفیل بنفسه وان لم اواف به غدا فعلی المائة فلم یواف الرجل به غدا فعلیه المائة ای التی بینها المدعی اما بالبینة او باقرار المدعی علیه سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چہوڑ دے مین اوسکا حاضر ضامن ہون اور اگر وہ کل ادا نکریگا تو مجہپر سو دینار ہین سو اوسنے کل ادا نکیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنے وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانه اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فترتب علیها الثانیة اور صحیح ہونگی دونون ضامنیاں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی ہو اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہو گئی تو اوسپر دوسری ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہو گئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول غیر مبین تہا لیکن جب آخر کار اوسکا بیان ہو گیا تو جہالت مرتفع ہو گئی اور حاضر ضامنی صحیح ہو گئی پہر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اوسپر مال ضامنی کی بہی صحت مترتب ہو گئی والقول له ای الکفیل فی البیان لانه یدعی صحة الکفالة اور بیان مین اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر له مین صاحب درر کا تابع ہو گیا اور حالانکہ صواب یہہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول له ہو جیسا کہ منح الغفار مین ہے ہو اسواسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانه یدعی الصحة کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول له کیطرف بالقطع راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیه بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار کے مشروط ہونیکا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے

جو اوسکا اور کسی اور سبع اور مجمع اور ... کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ ویسا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل
بالنفس فی دعوی حد و قود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامن دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوے مین مطلقا وقالا یجبر فی حد
قذف و سرقۃ و تعزیر لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامن دینے کیواسطے جبر ہو قصاص
اور حد قذف اور سرقہ مین تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ ساتھ پھرنا نہ قید کرنا ولو اعطی
برضاہ کفیلا فی قود و قذف و سرقۃ جاز اتفاقا ابن کمال فظاهره ان الخلاف فی حقوق تعالی لا یجوز قلت ویجمع انہ لا تصح بنفس
حد و قود ... بذلک التوفیق اور اگر مدعا علیہ اپنی خوشی سے ضامن دے قصاص اور حد قذف اور سرقہ کے دعوے مین تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال
تو ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالے کے حقوق مین جائز نہین کذا فی النہر مین کہتا ہون آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص مین صحیح نہیں تو
دونون قول مین اتفاق ہو جاتا ہے ہم تفسیر حد اور قصاص مین اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ استیفای حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہین بخلاف
جواز اور عدم جواز ضمانت مین یہ ہے کہ جو حد و دعا لعبد مین ضمانت کا مجوز ہے چنانچہ مصنف نے تو دو بحر بن شرح کے کافی ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت
مانع ہو تو اب دونون کلام مین ... ولا حبس فیهما حتی یشہد شاهدان مستوران او واحد عدل یعرفه القاضی بالعدالة لان الحبس
للتهمة مشروع وکذا تعزیر المتہم بحر اور حد اور قصاص مین قید کرنا جائز نہین جبتک دو شاہد مستور العدالۃ والفسق گواہی نہ دین یا ایک شاہد عادل
جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسیطرح تعزیر متہم کی مشروع ہے کذا فی البحر فوائد چند فائدے ہین جنکو شارح نے زیادہ
کیا لا یلزم احدا احضار احد فلا یلزم الزوج احضار زوجته لسماع دعوی علیها الا فی اربع کفیل نفس وسجان قاض والاب فی صورتین
فی الاشباه لازم نہین کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کے واسطے مگر چار صورتون مین حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن
اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتون مین کذا فی الاشباه تفسیر یہ ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اب داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو
تین کو داروغہ سے اسکے حاضر کرنیکا مطالبہ جائز ہے دوم باپ نے اجنبی سے کہا کہ میرے بیٹے کا ضامن ہو سو ضامن نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اوسکا حاضر کر دینا
لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اوسکے زوج سے مانگا سو زوج نے دعوی کیا کہ وہ اوس سے قربت کر چکا ہے یعنی مہر لے چکا ہو اور زوجہ سے
احضار کا مطالبہ کیا تا مہر دینا اوس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اوسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین
اوسکے پاس بھیجے وزدت ثالثة من المصنف فی معین الاحکام الاب یطالب باحضار طفله اذا تغیب اور مین مصنف کی حاشیہ اشباه
میں احکامات عمادیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اوسکے صغیر کے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جب کہ وہ غائب ہو جاوے ابو سعود نے کہا کہ شاید یہ صورتین ہین جب باپ نے صغیر کو تجارت
کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی العلائیة وهل القاضی یاخذ کفیلا باحضار المدعی وکذا المدعی علیه الا فی اربع مکاتب و
ماذون ووصی ووکیل اذا لم یثبت المدعی الوصایة والوکالة اشباه میں ہے کہ قاضی ضامن مدعا علیہ کو حاضر کر دینے کیواسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی
التاتارخانیة اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کیواسطے ضامن لے مگر چار صورتین ضامن نہ لے مکاتب اور ماذون مین اور وصی اور وکیل مین جب کہ مدعی نے
وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو مثلا جب کسی نے مکاتب پر بدل کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اوس سے ضامن نہ لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون سے
انکے ... دین کا دعوی کیا یا بالعکس تو ہر ایک سے حاضر ضامن نہ لیا جاویگا اور اگر وصی وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا موکل پر اثبات دین
ارادہ کرے اور مدعا علیہ دین کی ضامنی طلب کرے تا انکو حاضر کرے تو قاضی اوسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی العلائیة وفی شرح
المجمع عن محمد اذا کان المدعی علیه معروفا لا یجبر علی التکفیل ولو کان غریبا یجبر اتفاقا الا انه فی الدین فقط انتهی اور شرح مجمع میں محمد سے
روایت ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اوسپر جبر نہیں حاضر ضامن دینے کیواسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اوسکا حق فقط قرضے ہی میں ہے
روایت تمام ہو گئی ... ابراء الاصیل برأ الکفیل الا کفیل النفس لا اذا قال لا حق لی قبله ولا لموکلی ولا لیتیم انا وصیه ولا لوقف

انا ملوٰلیہ فحینئذٍ برأ الکفیل اشباہ میں کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا لیکن صورت
مین جب کہ طالب یون کہے کہ اسکے جانب میرا کوئی حق نہیں اور نہ میرے موکل کا حق اور نہ اوس یتیم کا جسکا مین وصی ہون اور نہ اوس وقف کا جسکا مین
متولی ہون تو اب ضامن بری الذمہ ہوگا کذا فی الاشباہ واما ثانیا المال فتصح بہ ولو المال مجہولاً اذا کان ذلک المال دیناً صحیحاً الا اذا کان
الدین مشترکاً کما سیجیٔ لان قسمۃ الدین قبل قبضہ لا تجوز ظہیریہ اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح
ہو مگر جب کہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اوسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ
دین مشترک کی ضمانت کی یہہ صورت ہے کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اوسکے حصے کا ضامن ہوا تو یہہ ضامنی صحیح نہیں
اگرچہ دین صحیح ہی کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے اور وہ صحیح نہیں والا فی مسئلۃ النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت
وطلاق اشباہ وکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوای دین صحیح ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے مین تو ضامنی
صحیح ہی باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہو کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ مین استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کی سبب سے نہ قیاس پر
یعنی اگرچہ نفقہ دین صحیح نہین مگر ضامنی اسکی صحیح ہے تو یہہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی والا فی بدل السعایۃ عندہٗ بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ
والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز ای دین صحیح ولا تصح الکفالۃ بہ وای دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح مین ضمانت صحیح ہی مگر بدل
سعایت مین اگرچہ وہ دین صحیح ہی اسکی ضامنی صحیح نہین امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجیے
بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجیے تو صحیح نہین کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہین کرتا تو بطریق چیستان اور پہیلی کے پوچھتے ہین کہ کون صحیح
دین ہو جسکی ضامنی صحیح نہین تو جواب اسکا یہہ ہے کہ بدل سعایت ہو اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح تو جواب یہہ ہے کہ نفقہ ہو ھم دین مشترک اور بدل سعایت
استثنا بنظر علم صحت ضمانت کے ہو اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت کرے ہے والدین الصحیح ھو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزمہ
سقوط الدین فیسقط دین المھر بمطاوعتہا لابن الزوج للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہو جو ساقط نہو کسیطرح بدون ادا یا ابراء کے
اگرچہ ابراء حکمی ہو اوس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر زوجہ اپنی زوج کے فرزند کی وطی
سے راضی ہو تو مہر اوسکا ساقط ہو جاویگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادّی
رجع بما ادّی بحر یعنی لو کفل بامرہ وسیجیٔ قید آخر تو ضامنی صحیح نہین بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء التعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے
اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لے جتنا اوسنے دیا یعنے اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسری قید
آویگی ھم قید آیندہ یہہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ مجھپر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب بکفلت متعلق بتصح عنہ بالف مثال للمعلوم ضامنی صحیح ہی
اس لفظ سے کہ مین اوسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا بکفلت کا لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہو ومثال المجہول بالدرک
امثلۃ بما لک علیہ وبما یدرکک فی ھذا البیع وھذا یسمّٰی ضمان الدرک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالین ذکر کین پہلی مثال یہہ ہو کہ مین ضامن
ہوا اوس مال کا جو تیرا اوسپر ہے دوسری مثال یہہ ہو کہ مین ضامن ہوا اوتنے مال کا جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہین ھم درک بفتحتین وبسکون ثانی
عبارت ہی ثمن پھیر لینے سے جب مبیع مین استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر
بیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی مین سراج سے منقول ہے کہ جب مبیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو چاہیے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب
استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہی چاہے بائع سے ثمن پھیر لے چاہے ضامن سے اور ظاہر الروایۃ مین ضامن سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہیں وما بایعت
فلانا فعلیّ وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدًا ما دامت الزوجیۃ خانیہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہہ ہو کہ جو تو نے بیچا
فلانے شخص سے سو مجھپر ہے اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ مین تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جبتک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی الخانیہ وما غصبک فلان

مسائل

تعلیق بالضمان شرطیة ای لما بایعته فعلی او ما اشتریته منه فعلی ای الکفالة بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھ سے فلانے شخص نے وہ مجھ پر ہے لفظ ما کا مثال ثالث اور ہدایہ میں شرطیہ ہے یعنے اگر تو بیچیگا فلانے سے تو وہ مجھ پر ہے نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اوس سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں ہم کہتے ہیں لفظ کہ لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کی مانند ہے چنانچہ یون کہنا کہ جو تیرا اوسپر ہو وہ مجھ پر ہے یا مجھ پر یہ ہے کہ میں ادا کرون جو اوسپر ہے یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین اوسپر ہو تاتارخانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہے چنانچہ ایک شخص نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ میں تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اوس سے لیکر تجھکو دونگا تو یہ مال کا ضامن نہیں بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الخلاصہ وشرط فی الکل القبول ای ولو دلالة کما بایعه او غصب الخلاصة یعنی ان ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اس طرح پر کہ اوسنے بیع کی ہو یا اوس سے غصب کیا ہو کذا فی النہر ھ یہ قبول غیر صریح بحث ہے صاحب نہر کی ہے زید نے خالد سے کہا کہ جو تو عمرو سے خرید کریگا یا جو تجھ سے عمرو غصب کریگا وسکا میں ضامن ہوں پھر خالد نے [illegible] بیع یا غصب واقع ہوا تو ضمانت صحیح ہو گرچہ قبول ضمانت صریح نہیں ولو باع ما لم یکن الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم الاولی رد اعلیه القهستانی والشرنبلالی بالمحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اوسکے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول پر قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ عینی نے بحر سے نقل کیا کہ امام محمد نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اوسنے چند بار بیچی تو اوسپر ضمانت لازم نہیں مگر اول بار کی انتہے اور قول ضعیف میں لفظ کلما مفید ہوگا کذا فی البحر ولو رجع عنه الکفیل قبل المبایعة صح بخلاف الکفالة بالذائب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ھ یعنے اگر ضامن اسطرح کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اوسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ ما ذاب لک علیه فعلی یعنے جو تیرا دین اوسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھ پر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہیں کیونکہ یہ ضمانت ہے دین مستقبل کی [illegible] بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبه او قتله فانا کفیل فانه باطل اور اگر ضامن نے کہا کہ جو تجھسے غصب کریگا کوئی شخص لوگون میں سے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا قتل کرے تو میں اوسکا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ھ اسواسطے باطل ہے کہ اشخاص مذکورہ میں مکفول عنہ کی جہالت ہے مکفول بہ کی کقوله ما غصبک اهل هذه الدار فانا ضامن فانه باطل [illegible] بعینه چنانچہ یون کہا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان کا نام نہ لے ھ بخلاف اسکے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اوسکے ہاتھ بیچوگے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اوسکو بیچیگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر او علقت بشرط صریح ملائم ای موافق للکفالة باحد امور ثلثة یا ضامنی کی تعلیق بہ شرط صریح ملائم یعنے وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے کسی امر کے امور ثلثہ سے ھ اور صفت مطلب ہی کا ان پر یعنی کفالة المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او معلقة بشرط ملائم شرط الکن [illegible] الحق نحو قوله ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیة ورضی به المکفول جاز خلاف ان اکلک سبع یعنی شرط کا مناسب ہونا اس طور پر ہو کہ وہ لازم ہونے حق کی اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع کا حقدار نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھ پر دیت ہے اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کہ اگر تجھکو درندہ کھا جائے تو میں ضامن ہوں ھ بعضے نسخہ میں بجای صید کے صبیک لکھا ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو بسبب کشتن کی لازم ہو اور قتل خطا سے قتل مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد میں حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اوسکا فعل ہدر ہے او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیه من الدین وهو ای زید مکفول عنه او مضاربه او مودعه او غاصبه جازت الکفالة المعلق به لتوسله للاداء بشرط [illegible] یا امکان استیفا کی یعنے ضامن کو وصول حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھ پر ہے وہ دین جو اوسپر ہے اور یہی مطلب مصنف کے

اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اوسکا غاصب ہے تو وہ ضامن ہے جو اوسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہی بسبب قادر ہونے
ضامن کے ابراء دین پر او شرط لتعذرہ ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلیّ وامثلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ
بہا یا شرط ہو کسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اوسکا دین مجہپر ہے اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہہ بالکل وہ شرطین
ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے ھ منجملۂ امثلۂ کثیرہ مذکورہ کے یہہ مثالین ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجاوے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ
نہ دی یا تیرا دین چہہ مہینے تک نہ دے تو مین ضامن ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ک
ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہین اگر اوسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہہ آوے تو مجہپر ہے
کیونکہ یہہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اوسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہے وہ سہو ہی چنانچہ اسکو ابن الکمال
نے تحریر کیا ہی ھ خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح ومجئ مطر اگرچہ صحیح نہین مگر ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے
باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتہہ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتہہ فی الحال
صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام مین بہت گفتگو ہے اوسکا کچہہ ثمرہ نہین سوای اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم
المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضمانت کی مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھ مدت قرار دینا اس
طرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح ومجئ مطر ولا تصح ایضا بجہالۃ المکفول عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر کفلت بمالک علی فلان او
فلان تصح ذالتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سی بہی تعلیق اور اضافت مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون
تیرے اوس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ وہ صاحب حق ہی ھ تعلیق کی مثال یہہ ہی کہ
اگر تجہسی کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہہ ہے کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو اوسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی والطحطاوی
کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹہیرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہہ بہی اضافت نہین
تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہی واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ وبہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے
ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھ مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہے نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال کفلت رجلا عرفہ
بوجہہ لا باسمہ جاز ای رجل اتی بہ وحلف انہ ہو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اوس مرد کا جسکا مونہہ پہچانتا ہون نہ نام اسکا
تو ضامنی جائز ہی اور جس مرد کو لا دیگا اور قسم کہا دیگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ وفی السراجیۃ قال لضیفہ وہو
یخاف علی دابتہ من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ
مہمان اپنے جانور پر بہیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بہیڑیا تیرا گدہا کہا جاوے تو مین ضامن ہون سو اسکو بہیڑیا کہا گیا تو وہ ضامن نہین ھ علت عدم ضمان اکل ذئب کل سبع مین مذکور
ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول ونحو ما بایعت احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا ان
لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجہپر ہے یہہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی اور مانند اوسکے یہہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجہپر ہے کذا فی معین المفتی
او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال للثانی یا جو ثابت ہو لوگون کا تجہپر یا کسیکا لوگون مین سے تجہپر سو مجہپر ہے یہہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ
کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین
ہوتی عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین
جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کیواسطے اور نہ ضمانت خدمتگذاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے اسواسطے کہ ضمانت مین معقود
علیہ کا تغییر لازم آتا ہے ھ تغییر معقود علیہ سو اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر

ضامن اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت ہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد ہوا کذا فی البحر بخلاف ضمان المعین لوجوب مطلق الفعل لا التسلیم یعنی کفالت غیر معین جانور کے ایسا کیونکہ اس میں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ہم کہتے ہیں کہ غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے اور ضامن بھی اسپر قادر ہے اسطرح سے کہ اپنے جانور پر لادے اور تسلیم اسپر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم واجب ہے نہ باربرداری اور شارح کی عدم وجوب تسلیم سے تعلیل اس کی طرف اشارہ ہے جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابۂ معینہ اسواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہوا تو موجر پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پھر جب باربرداری کی ضمانت کریگا تو اوسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجر پر باربرداری واجب ہے تو اسکا حاصل ہونا ضامن سے متصور ہے لہذا اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی البحر۔ ولا بالمبیع قبل قبضہ والمرہون والامانۃ یا عنیہا اور صحیح نہیں ضمانت مبیع کی قبل اوسکے قبضہ کے اور نہ مرہون اور نہ امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول مضمون ہو اصیل پر اسطرح کہ عین مکفول دے یا اوسکے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بغیرہ اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی البحر ولو بتسلیمہا صح فی الکل درر وصححہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور مذکورہ کی تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور تصحیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم کہتے ہیں کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی البحر فلو ہلک المستاجر مثلاً لا شیء علیہ ای الکفیل بالنفس تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں جیسا کہ ضامن نفس پر ہم کہتے ہیں مستاجر یہاں بمعنی مبیع ہے وجہ عدم لزوم یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک ہونے سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل سے مطالبہ تسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اوسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح۔ وہو ایضاً لو المکفول بہ ثمناً فالکفالۃ دیناً صحیحاً علی المشتری الا ان یکون صبیاً محجوراً علیہ ولا یلزم الکفیل تبعاً للاصیل حاویہ اور یہ بھی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اس وقت دین صحیح نہیں جب کہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الحاویہ یعنی جب صبی محجور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہوا تو اوسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوباً او مقبوضاً علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مذکور امانت ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی در صورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اوسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں ومبیعاً فاسداً وبدل صلح عن دم عمد وخلع ومہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد یا بدل صلح کا جو کسی دم عمد کا عوض ہو یا خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم وجہ صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں بالذات مضمون ہیں ہو جاتیں ہلاک ہوا عین کیونکہ ضمان قیمت اشیاء مذکورہ انکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان ضامن پر ممکن ہوا مصنف نے کہا اسلئے یہ ہے کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی بدل پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اوسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرہا ولا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی ہم دریافت کرنا چاہئے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو بیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت اور مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور مستاجر بعینہ جیسے مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہیں یعنی در صورت ہلاک انکی قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے سو کفالت اعیان مضمونہ بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمونہ بنفسہا ہیں یعنی انکی قیمت واجب ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء اور تو اوسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اوسکی یا مثل اوسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصاً ولا تصح الکفالۃ بنوعیہا بلا قبول الطالب او نائبہ ولو فضولیاً فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنی یعنی نفس کی ضامنی اور مال کی ضامنی صحیح نہیں ہیں بدون قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اوسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جاوے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن ہو لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اوسکے قبول کرنیکے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامنی

قبول کریں تو وہ طالب کی اجازت پر موقوف ہے اور ضامن ہونے سے آپکو کال سکتا ہو ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی وجوّزها الثانی بلا قبالٍ و
به یفتی درر وبزازیه واقرّه فی البحر وبه قالت الائمة الثلاثة لکن نقل المصنّف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولهما واختاره الشیخ
قاسم هذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز کہا ہی ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسیکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیه اور ثابت رکھا ہی اسکو
بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح میں طرسوسی سے نقل کیا ہو کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہی اور شیخ قاسم نے
اس قول کو پسند کیا ہی یہہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشا وضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنها بان قال انا کفیل بمالٍ فلانٍ علی فلانٍ حال غیبة
الطالب اوکفل وارث المریض الملیّ عنه بامره بان یقول المریض لوارثه اکفل عنّی بما علیّ من الدّین فکفل به مع غیبة الغرماء صحّ
بلا قبولٍ اتفاقا استحسانا لانها وصیّة فلو قال لاجنبیّ لم یصحّ وقیل یصحّ شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دیوے ضمانت سے اسطرح کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا
ضامن ہون جو فلانے پر ہے یہہ خبر دینی طالب کے غائب ہونیکے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کیطرف سے اوسکے امر سے اسطرح کہ مریض
کہوا پنے وارث سے کہ تو میرے طرف سے ضامن ہوا اوس مال کا جو مجھپر دین ہے سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہے دونون صورتون میں
بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہی تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح
نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع هم کفالت وارث ہو اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہوجاوے اور اسمین طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہی شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور کی اسلئے سبب ظاہر ہونیکے نہیں کیا اسواسطے کہ اخبار عن المفرد اخبار ہے
اوسکے دونون ارکن سے یعنے ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحّة اوجه وحقّقها انها کفالة لکن یرد علیه توقّفها علی المال اور فتح القدیر میں ہو کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر موجہ ہی اور ثابت کیا ہو کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہی نہ وصیت لیکن اسپر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت
ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو له مالٌ علی غائبٍ هل یؤمر الغرماء بانتظاره او یطالب الکفیل لم اره وینبغی علی انه وصیّة ان ینتظر
لا علی انها کفالة اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اوسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرینگے اوسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اسکے
وصیت ہونے پر لائق یہہ ہی کہ شخص غائب کا انتظار کیا جاوے نہ اوسکی کفالت ہونے پر هم یہہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض
مذکور کی ضمانت اس طرح ضمانت نہیں ہے اس واسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی
اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں وقیّدنا بامره لان تبرّع
الوارث بضمانه فی غیبتهم لا یصحّ ودوی الحسن الصحّة اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اوسکے امر کی ہو اسواسطے کہ تبرع وارث کا اوسکی ضمانت میں
صاحب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہو کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہو بدون امر کے بھی ولو ضمنه بعد موته صحّ بحر لجعل
قول الثانی لما مرّ هم اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اوسکی موت کے بعد تو صحیح ہو کذا فی السراج اور شاید کہ یہہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہوچکا لان
النهرهم مذکور یہہ ہوچکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیة اختلافا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ دونون نے
اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشا ہونے میں تو مخبر کا قول معتمد ہو یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہو اور صحت عقد نے یہان کلام کو ہمارا
قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصحّ بدینٍ ساقطٍ ولو من وارثٍ عن میّتٍ مفلسٍ الا اذا کان به کفیلٌ او رهنٌ معراج او ظهر له مالٌ فتصحّ بقدره
ابن ملک اور صحیح نہیں ضمانت اوس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہیں جب دین میت کا کوئی کفیل
ہوگیا ہو اسکی زندگی میں یا رہن ہو کذا فی المعراج یا اوسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک هم سقوط دین میت مفلس کا
احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اوسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اوسکی حیات میں ہوئی یا اوسکی کچھ رہن رکھدیا تو باب دین اوسکا ساقط نہوگا بسبب عدم
ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہوگی ۱۲ ولحقه دینٌ بعد موته فتصحّ الکفالة به

بأن حفر بئرا على الطريق فتلف به شيء بعد موته لزمه ضمانه في ماله وضمان النفس على عاقلته لثبات الدين مستندا الى وقت السبب وهو الحفر الثابت حال قيام الذمة۔ مترجم کہتا ہے کہ دین لاحق ہوا اوسکی موت کے بعد تو اوسکی کفالت صحیح ہو جائیگی جیسے میت نے کنوان کھودا تھا راہ مین جو اپنی غیر ملک مین ہو اور اوس مین کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اوسکی موت کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اوسکے مال مین اور ضمان نفس اوسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے اسی سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا جنان دفي تصحيح الكفالة بدين ميت مفلس

د یہ قالت التلاثۃ اور بعضے نے عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اوسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع ہو اسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی العیسی وغیرہ ولا تصح الكفالة للوكيل بالثمن للموكل فيما وكل ببيعه لان حق القبض له بالاصالة فيصير ضامنا لنفسه اور صحیح نہیں ضامنی وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اوس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اوسکو وکیل کیا ہو اسلئے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھیر گیا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے وکیل کی قید ہو اسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور وکیل بالبیع کی قید ہو اسطے لگائی تاکہ شامل ہو جاوے وکیل ہر اوس شخص کو جو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل ہو تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفاد لا ان الوصی والناظر كذلك بعينها فيما التمن عن المشتری فيها باعا لان القبض لهما ولذا الوكيل الا عن الثمن عقده ومهر ولكن اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اوس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین ہو اسلئے کہ قبض ثمن کا حق انہین دونون کے واسطے ہے لہٰذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کر دین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا یہ استنباط صاحب نہر اور بحر کا الفاظ کے کلام سے ولا تصح الكفالة للمضارب لو كفل بالثمن لرب المال لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغيير لحكم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کیواسطے اوس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین گذر چکی اور ہو اسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا اوسکا حکم شرع کا بدل ڈالنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے

ملحاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشريك لشريكه لما باع مشتركا مطلقا ولو بارث لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامنا لنفسه ولو صح في حصة صاحبه يؤدي الى قسمة الدين قبل قبضه وذا لا يجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کیواسطے ضامن ہونا مال مشترک مین کسیطرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو ہو اسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن بنتا ہو اسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اوسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اوسکے مقبوض ہونیکے لازم آتی ہے اور یہ ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں بعم لو تبرع جاز كما لو كان صفقتين یعنی اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو یعنی جدا عقد تمام کیا ہو کہ لفظ بیع مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا ذکر ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصہ کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الكفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد مین اشتباہ ہے یعنی ضمانت عہدہ ایسی ہے کہ غلام کو خریدا کرے اور ایک شخص مشتری کے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن اوسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین ہو اسلئے کہ عہدہ کا لفظ اوس دستاویز پر بولا جاتا ہے کہ جسمین بیع کا شاہد ہوا اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اوسکی تسلیم کا مشتری کیواسطے ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا جسپر قادر نہیں اور مشترک ہے عقد بیع اور اوسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ سبب اوسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہٰذا اوسکی ضمانت صحیح نہیں ہوا باطل ہے کذا فی البحر ولا بالخلاص اي تخليص مبيع يستحق الخ وعنه ازروئے ضمانت خلاص کی یعنے اوس مبیع کو خلاص کرکے ضمانت صحیح نہیں جو مستحق ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اوس سے نعم لو ضمن تخليصه ولو بشراه قدر كالدرك فالنص ككان كما لدرك یعنی اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگرچہ تخلیص اوسکے خریدنے سے ہو اگر قیمت مول ضرور ادا نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دینا یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ ... فائدہ ہے

جسکو شارح نے زیادہ کیا ہے یعنی ادّی بکفالۃ فاسدۃ لا رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال و نظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادّی لانہ حسب
انہ مجبر علیٰ ذلک لتضمانہ السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جب کہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیرلے کفالت صحیحہ کی مانند کذا
فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اوسکی یہہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیرلے اوس دین کو جو اوسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو
یہہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اوسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھم تو معلوم ہوا کہ اگر
ادا کریگا بلا ضمن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علیٰ انہ علیّ وھو ای غیر صبی و عبد
محجورین ابن ملک اور اگر کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھپر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب
صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح ابن ملک ھم تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع رجع علیہ بما ادّی ان ادّی بما ضمنہ وکذا
فیما ضمنہ وان ادّی اکثر لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث یعنی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیرلے جو کچھ
ادا کیا ہو اگر اوسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اوسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تہا سو اوسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق پھیرلے اگرچہ
اوسنے بہتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنیکے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی
ھم ضامن کے مالک ہونے کی یہہ صورت ہو کہ طالب مرجاوے اور ضامن اوسکا وارث ہو یا طالب نے اوسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور ہبہ صرف کفیل کے واسطے جائز ہے
رہے غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہان دین منقول ہوا کفیل کی طرف بمقتضای ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ
الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اوسکو مطلوب سے نہ پھیرلے بسبب اوسکے تبرع کے مگر جب کہ
مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور پھیرلے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یہب الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ
ولوالجیہ اور حیلہ پھیر لینے ضمانت بلا امر کا یہہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنے جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھم ولوالجیہ میں
حیلہ لضمن کفالت بنفس مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتداءً جاری ہے بعضون نے کہا یہہ حیلہ اوسوقت جاری ہے جب کہ ضامن نے
مدد دین دیا اور یہہ ذکر نکیا کہ یہہ اصیل کا دین ہے اور اگر اسکو اصیل کا دین کہکر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب الکفیل
الاصیل بالمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ کرے ضامن اصیل
سے اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کے جانب سے اسواسطے کہ ضامن اوسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہان ضامن کو کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز
ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ہو الاصیل ایضاً حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اوسکو وہ چھوڑا دے
واذا حبسہ لہ حبسہ ہذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جب کہ طالب ضامن کو
قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہہ اس صورت میں ہے جب کہ اوسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہو اور اگر
بے امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اوس پر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتہما للطالب اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا
ادا طالب کو ضامن اور اصیل کی برات کا موجب ہے ھم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احالہ الکفیل علیٰ مدیون لہ وشرط
براءۃ نفسہ فقط مگر جب کہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھم مدیون قید نہیں
مطلق حوالہ بشرط قبول طالب اور محتال علیہ یہی حکم رکھتا ہے وبری الکفیل باداء الاصیل اجماعاً الا اذا برہن علیٰ ادائہ قبل الکفالۃ فیبرأ فقط
او حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جب کہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا
یا اگر اصیل قسم کہائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری ہوگا کذا فی البحر ھم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہہ جو شارح نے
اوسکو بحر کے طرف نسبت کیا ہے سو سہو ہے ظاہرا یہہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اوسپر کیونکر قسم آوے تو تصویر اسکی یہہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعویٰ کیا

سو کوئی آدمی اوسکا کفیل ہوا اور مال علیہ کا شریک ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مطالب نے قسم کھائی تو مدعی بری الذمہ ہوگا کفیل کیونکہ البحر۔ ولو ابرأ الطالب الاصیل او لحوعنه ای مثله برئ الکفیل تبعا الاصیل لا الکفیل لنفسه

کی کچھ مدت مقرر کردی تو ضامن بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر کفیل مستثنی ہے

صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم عجز المکاتب تاخر

متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر جب کہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنے والے کی طرف سے وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا

بھی جائز ہے کذا فی الاشباہ وغیرہ حاشیہ میں مذکور ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور ضامن سے کر سکتا ہے اگرچہ مقدور الامر کذا فی الحقائق ولا ینعکس لعدم تبعیۃ الاصیل للفرع اور حکم مذکور برعکس نہیں یعنی

براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور نہ تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے تعرف لو تکفل بالحال مؤجلا تاجل عنهما لان تاجیله علی الکفیل تاجیل علیهما ان اگر فرض الحال کی ضمانت کرے مدت مقرر کر کے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا

اس واسطے کہ طالب کو منع کیا ضامن پر اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیه یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا اس طاہر اسی بحر الرائق کیطرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہے اور مالا کرمیہ عبارت میں نہیں کہ یہ بات

یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اوسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھر جاتا ہے اور تاجیل اوسکی نہیں پھرتی انتہی مطالعہ اوسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں لیکن رد کرنے سے پھر جاتا ہے کذا فی الحقائق والا اذا وهبه او تصدق علیه ور قبول کفیل شرط نہیں مگر جب کہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اوسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہو کتا فی الدرر ہبہ اور تصدق میں معنی تملیک کے ہیں اور صدقہ بحالت عدم تملیک کے تملیک ہے اس واسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں شرط

علی المدیون ہے شرط ہوتی ہے ولو تکفل بالحال اجله علی الکفیل یتاجل علیهما وعزاه للخانیه مختصر یہ ہے کہ اس قول ابن نجیم کے منافی ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے اصیل کی دونوں پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو اوس کو نسبتاً ہم ظاہرا ہے کہا یہ قول

مستثنی ہے جو مسئلہ کہ ذکر ہوا یعنی لو تکفل بالحال الخ تو اس متن سے کچھ منافات نہیں وفی القنیة طالب الدائن الکفیل فقال له اصبر حتی یجیئ الاصیل فقال لا تعلق لی علیه انما تعلقی علیک هل یبرأ اجاب نجم الدین لا وهو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اوسنے کہا صبر کر کہ اصیل آجاوے سو صاحب دین نے کہا کہ میرا کچھ تعلق نہیں پر تو تعلق مجھکو تجھ سے ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جاویگا جواب دیا کہ ان میں سے بری الذمہ نہ ہوگا اور شیخ نجم الدین نے کہا کہ بری نہ ہوگا

اور یہی قول مختار ہے ہم نے کہا یعنی قول مذکور کی شرح نہار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ اسیوقت سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں تو اور ظاہر ابراء اس قول سے تسلیم ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموته لا یحل علی الاصیل فلو اداه وارثه لم یرجع لو الکفالة بامره الا الی اجله خلافا لزفر اور جب کہ دین موجل حال ہوجاوے ضامن پر اوسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کے وارث نے اوسکو ادا کیا تو اصیل سے نہیں لے سکتا اگر کفالت اوسکے امر سے ہو مگر اوسکی مدت تک یعنی دین آنے مدت کے اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کہ لا یحل المؤجل علی الکفیل انما

اذا حل علی الاصیل به ای بموته ولو اخبر الطالب درمختار حال نہیں ہوتا

اور اصیل دونوں کے لئے فرطالب مختار ہوگا فی البدائع اوسکو اختیار ہے چاہے ضامن کے ترکہ

مسئلہ تالاثی المسئلة فرعیة حیلة کفیل نے صلح کرلی تھا طالب سے ہزار درم دین کی صلح کی اوسکے نصف پر مثلا یعنی ہزار سے صلح کی پانسو پر تو دونوں بری الذمہ ہونگے

گر مسئلہ صلح کا یا پانسو کا محل ہے ہم ایک مسئلہ تحقیق ہے کہ دونوں کی براءت صلح پر مشروط کی ہے لفظ اصیل کی زیادت شرطی ہے اور براءت واقع ہوئی ابراءت سے ہم فقط کفیل کی

براءت شرط کی گئی ہے یہ کہا کہ مسئلہ شرط ہے ایسے سورت کو شامل ہے جو چار صورتیں ہیں ضنیا صلح اصیل کے اور دوسرا ضنیا صلح کفیل کے فاذا اعتبر برأتهما او براءة الاصیل

اوسکے بری ہوتا توجب کہ دونون کی براءت شرط کی صلح مین یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوگئے و اذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لان اصل الدین اور جب کہ صلح مین فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین حسن فسخ کفالت بمقدار دین مین ہے جسمین صلح واقع ہوئی مثلا نصف مین نہ کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل فیبقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی براءت مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہین گے تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالحہ علی جنس آخر رجع بالالف لو بامرہ اور اگر کفیل نے صلح کرلی طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلا بعوض درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لیگا چنانچہ مذکور ہوچکا حسن ہزار ہو اسواسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا صالح الکفیل الطالب علی شئ لیبرئہ عن الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہی باطلاقہا یشمل الکفالۃ بالمال والنفس بحر صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کردے تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونونکو شامل ہے کذا فی البحر حسن کفالت نفس مین عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلا دے تا اوسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا بالاتفاق روایات مسلم نہین اور اوسکی براءت مین کفالت سے دو روایتین ہین کذا فی البحر والنہر قال الطالب للکفیل برئت الیّ من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن کو کہ برئت الیّ یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اوس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تہا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جب کہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الیّ کی ترکیب سے اسواسطے کہ لفظ الی موضوع ہے انتہای غایت کیواسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس سبب مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبدا بھی ہو سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب یون کہا کہ تونے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل سے نہین لیسکتا تو ضامن اب اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب لا قرانہ کالکفیل اور مفاد تعلیل براءت مطلوب ہے طالب کیطرف سے بسبب اوسکے اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دوبار مقبوض نہین ہوتا وفی قولہ للکفیل برئت بلا الیّ او ابرأتک لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی یعنے تو بری ہوگیا یا مینے تجھکو بری کردیا رجوع نہین یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لیسکتا چنانچہ اس قول مین رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہ بری کردینا ہے طالب کے طرف سے نہ اقرار قبض مال کا حسن برئت محتمل ہے ابرای طالب اور ادا کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأتک مین تو صاف ابتدا اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کیطرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہین ہوتا کہ اسی تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اوسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمۂ اربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابرا مین مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض مین کذا فی الطحطاوی وخالفا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الیّ قیل وھو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وھو اقرب الاحتمالین فکان اولیٰ فرعزا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنے برئت مین سو اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الیّ کے مانند کہا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ حسن دو احتمال یعنے براءت بہ استیفا اور براءت بہ اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ مین لکہے گا تو یہہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے حسن یہہ راجع ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی لفظ برئت طالب لکہدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہوجائیگا بالاتفاق ہو اسواسطے کہ عرف مین کتابت نہین مگر اپنا ہی مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہرگئی کذا فی الطحطاوی وھذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہہ یعنی جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہوچکی طالب کے غائب ہونیکے ساتھہ ہے اور اوسکے حاضر ہونے کے ساتھہ اوسیکے طرف رجوع ہوگی اوسکے مراد کے بیان مین بالاتفاق کیونکہ اوسکا کلام مجمل ہے یعنے طالب سے پوچھا جائیگا

اگر تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہو یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں سقایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وتبطل الکفالۃ بالحوالۃ اور نیز
کفالت کے حوالہ ہو یعنی اگر طالب نے مطالب علیہ سے کہا کہ برئت الیّ تو مطالب علیہ کفیل سے مال پھیر لیگا اور اگر یا اسکے کہیگا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کہیگا تو فقط کفیل
اختلاف ہے وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی
النھر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور یہی قید کو
مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ
شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط محض ہے جسمین طالب کو فائدہ نہیں جیسا کہ دخول دار اور مجئ غد اور شرط ملائم جیسا کہ ہبت بعض الحق بعینہ
قید بکفالۃ المال لانّ فی کفالۃ النفس تفصیلاً مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس میں
تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے ھ مصنف نے قید کفالت مال متن میں مذکور نہیں کی قرینہ مطلب ہو کر اثنا و مسائل کفالت میں اسکا ذکر کرنا بجای تقیید ہو واللہ
اعلم خانیہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب حاضر ضامن کی براءت معلق بشرط ہو تو اوسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہو کہ براءت جائز اور شرط باطل جیسا کہ
طالب نے کفیل نفس کو بری کیا دس درم دینے کی شرط پر اور دوسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونوں جائز ہیں جیسا کہ ایک شخص بالعصا من اور حاضر ضمن کہ
سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے تو حاضر ضامنی سے بری ہو جاوے اور تیسری وجہ یہ ہو کہ براءت اور شرط دونوں جائز نہیں جیسا کہ بعض حاضر ضامن سے
طالب نے یہ شرط کی کہ طالب کو وہ مال دے اور مطلوب سے اسکو پھیر لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن البیع تضمنا لا یسترد اصیل ما ادّی الی الکفیل بامرہ
لید فعہ الی الطالب فی ان لم یعطہ طالبہ نہ پھیرے اصیل اوس مال کو جو دیا اوس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسواسطے کہ کفیل کو دیا تا
کفیل وہ مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال مذکور اسکے طالب کو نہ دے ھ باوجودیکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہیں پھیر سکتا اسواسطے کہ ضمانت بامر اصیل
دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا موجل تا وقت ادا ہے تو جب
بعد وجود سبب ادای دین میں اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اوسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اوسکو پھیر نہیں سکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یملک نفیہ
عن الاداء لو کفیلا بامرہ والا یملک لانّہ حینئذ یملک الاسترداد ادّعی واقرہ المصنف تمکنہ فلم یتلبہ لانّہ یخالفہ فیحرر اور کفیل مالک نہ ہوگا روکنا
اصیل کا ادای دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت بامر اصیل نہیں تو اوسکا روکنا مالک کریگا اسواسطے کہ اصیل اوسوقت میں استرداد کا مالک ہو کذا
فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اسکے اس مضمون کو مقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ھ طحطاوی
نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اوسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہ رہی فان ربح الکفیل
طاب لہ لانّہ ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا یطیب لہ اما انتفاء للثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل
کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بوجہ تقاضا قبضہ کیا ہو تو اگر بوجہ رسالت قبضہ
کیا ہوگا تو نفع اوسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے بخلاف ابو یوسف کے ھ قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہو کہ اصیل کفیل سے کہے کہ میں ڈرتا ہوں
کہ کہیں طالب تجھ سے اپنا حق نہ لے تو اس مال کو قبل لینے ادا کرنیکے اور قبض بوجہ رسالت اس طرح ہو کہ اصیل کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر
اصیل نے بیان اقتضا یا رسالت سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو منفعت کفیل کو حلال ہے خواہ کفیل طالب کا دین ادا کرے
خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وندب ردّہ علی الاصیل اذا انقضی الدین بنفسہ درر فیما یتعیّن بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعیّن کنقود فلا یندب
اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جب کہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدرر اوس ربح میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسا کہ
گیہوں نہ اوس ربح میں جو تعیین سے متعین نہ ہوتا ہو جیسا کہ نقود تو وہان رد کرنا مستحب نہیں ھ جامع صغیر میں استحباب رد کیواسطے ادای اصیل کی قید مذکور نہیں لیکن
درر کی عبارت موہم ہے خلاف مقصود کی کذا فی الطحطاوی وجہ استحباب کی یہ ہے کہ اسمین خبث آگیا ہے بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اوسکے پھیر دینے پر

جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ذکرہ ھل تطیب للاصیل الاشبہ نعم ولو غنیا عنایہ ادر اگر نفع مال کی منفعت کفیل اصیل کو پہیر دے تو کیا اصیل کو وہ مال طیب ہے نہیں قول اشبہ بالحق یہہ ہے کہ ہان حلال طیب ہے اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی النہایہ امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعھا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وھو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا ادہار زیادہ لیکر تا قرض لینے والا اوسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تاوہ اپنا دین ادا کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہے اور وہ بیع شرعًا مکروہ اور مذموم ہے کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہے ؎ عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہے دین سے بیع العین کیطرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہے عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہہ ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو ادہار بیچے منفعت حاصل کرنیکے واسطے پہر مشتری وہ کپڑا دس روپیہ کو بیچے اور پانچ روپیہ کا نقصان اوٹہاوے اور بعضون نے کہا صورت اوسکی یہہ ہے کہ عین بیچے کچہ زیادہ تر اوسکی قیمت سے تا اوس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتہہ پہر بائع اول شخص غیر سے بعوض اوتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلا زید نے ڈیڑہ روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتہہ بیس روپیہ کو ادہار بیچا پہر خالد نے محمود کے ہاتہہ دس روپیہ کو بیچا پہر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اوسکو دیے محمود نے وہی دس روپیہ خالد کو دیدیے توسط شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتین اور بہی ہین محمد نے کہا کہ یہہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہے اسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہے اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہے سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظھر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کی دمون کے پیچہے پڑوگے یعنی کہیتی مین مشغول ہو کر جہاد کرنیسے غافل ہوگے تو ذلیل ہو جاوگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہون گے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے دل مین یہہ آتا ہے کہ جسکو دافع اخراج کرتا ہے اگر اوسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز سب یا بعض دافع کیطرف عود کر آوے جیسے کپڑیکا عود کرنا پہلی صورتین اور جیسے چہٹی صورت کہ پندرہ روپیہ قرضدار پہر اوسکے ہاتہہ دس روپیہ کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپیہ جو قرضدار سے پہیر لیے تو دافع سے خارج نہوئی مگر دس اور جو خارج ہوا تہا اوسمین سے بعض پہر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیعہ اوسکے طرف راجع نہوئی تو اوس بیع مین کراہت نہیں مگر خلاف اولے ہے شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکہتا ہے اسطرح پر کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کے طرف کل یا بعض عین پہر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اوس صورت پر محمول ہے جب کہ دافع کیطرف کچہہ عود نکرے اسطرح حدیث بہی اوسی صورت پر محمول ہے جسپر محمد کا قول محمول ہے تو اب وہ شبہہ ساقط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اوس حدیث کے جو کہ مقتضی ہے مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ؎ فتح القدیر مین مذکور ہے کہ جب دافع کے طرف وہ عین جو اوسکے ہاتہہ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مشبہ بہ بیع العینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہے عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہوجائے ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیء علی الامر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل بمجھول وذلک باطل پہر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور کفیل کے واسطے ہے اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اوسکی مضرت کفیل ہی پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اوس بیع کا اور کچہہ لازم نہیں اصیل امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہے نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہے اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہے ؎ خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کیطرف راجع ہے ضمان خسران اسواسطے باطل ہے کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں تو اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجہکو لاحق ہوا وہ مجہہ پر ہے یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر تیرا غلام بہاگ گیا تو وہ مجہہ پر ہے تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہہ ہے کہ مقدار مبیع اور ثمن مذکور نہیں کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ عبارۃ الدرر کریم بالاضافۃ وفی الھدایۃ وھذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کیطرف سے اوس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اوس مرد پر یعنی اصیل پر یا اوس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اوسپر حکم کرے یا جو مال کہ اوسکو لازم ہو درر کی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہے اور ہدایہ مین ہے کہ

ف ذکر بیع العینہ

۱؎ یعنی دس روپیہ کو بیچکر اپنی ضرورت رفع کرے اور بعد وہ پندرہ روپیہ اصل مالک کو پہیر دیگا ۱۲

۲؎ مجموعہ اوسکے ایک بیع کی حقیقت نہ ہوا ... طلب کروا اور مقصود کو دو مال مین رکہکر ... کی کرین ... اسکو بیچاہین اور ... اوسکے مطلوب ... ہے وہ چار زیادہ بتا ... اور لینے والا اوس ... پونجی کو خرید کرلے ... پہیر دینے والے کے ... قول سکے بموجب بعد ... چنددام ادا کرے ۱۲

بیہ یعنی لغو ذات اور قیمت امی سے اور مراد اوس سے مستقبل ہے چنانچہ اطال اللہ بقاؤک میں فقابلہ لاصیل فبرهن المدعي على الكفيل ان له على الاصيل
كذا او قبیل تحاکمہ حتى يحضر الغائب فيقضى عليه وفيلزمه تبعا للاصيل پر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا پھر مدعی نے ضامن پر گواہی
ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے تو گواہی اوسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اوسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا
پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہم وجہ اسکی یہہ ہے کہ کفیل نے اوس مال کا التزام کیا جو اوسپر کا فی زمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر
واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ میں تو یہہ ضمانت ہے اوس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے کیونکہ
اوسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تہا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا
گواہی مسموع نہیں کذا فی الطحاوی عن الاتقانی ولو برهن ان له على زيد الغائب كذا من المال وهو اي الحاضر كفيل قضى بالمال على الكفيل فقط اور اگر
مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اوسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنے شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامره
قضى عليهما اللكفيل والدين لان المكفول به ههنا مال مطلق فامكن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر
ضامن ہے غائب کا اوسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بہر لینا اصیل غائب سے جائز ہے اسواسطے گواہی
مسموع ہوئی کہ مکفول بہ بیان یعنی مسئلہ ثانیہ میں مال مطلق ہے تو اوسکا اثبات ممکن ہے بخلاف ما تقدم کے کہ گواہی بیان مقبول نہوئی تو مسئلہ متقدمہ میں
کروان مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہوا اور دعوی مدعی کا مطلق تہا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور بیان مکفول
مال مطلق ہے اور مال کا دعوی بھی مطلق ہے تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ صحت دعوی پر مبنی ہے حموی نے کہا اگرچہ یہہ قضا علی الغائب ہے مگر یہہ
یہہ حکم ضمنی ہے اور اکثر شے ضمنا ثابت ہوتی ہے اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحاوی وهذه حيلة لاثبات الدين على الغائب اور یہہ یعنی مسئلہ ثانیہ
حیلہ اثبات دین کا غائب پر یعنی بعض کفالت غائب پر دین ثابت ہوجاتا ہے ولو خاف الطالب موت الشاهد يتواضعهم مع رجل ويدعي عليه مثل هذه الكفالة
فيقر الرجل بالكفالة وينكر الدين فيبرهن المدعي على الدين فيقضي به على الكفيل والاصيل ثم يبرأ الكفيل فيبقى المال على الغائب وكذا الحوالة
وتمامه في الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرلے کسی مرد کے ساتہہ اور اوسپر اسطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا
دعوی کرے پہر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہوجاوے پہر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو وہ اوس قضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم
کیا جاویگا پہر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہے اور پورا بیان اوسکا فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے وكفالته
بالدرك تسليم منه للمبيع کفالت بالدرک تسلیم ہے واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنے جس نے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اوسنے تصدیق
اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہے تو اگر بعد اسکے یہہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالہ ملک بائع کا اقرار ہے
اور اسی حکو وقت تو بعد اسکے اپنی ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحاوی كشفيع فلا دعوى له مانند شفیع کے پہر اوسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہے
تعدی کی اگر ایک شخص شفیع ہو ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اوسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ
کے صحیح نہیں ولو كتب شهادته في صك كتب فيه ان ملكه او باع بيعا نافذا باتا فانه تسليم ايضا چنانچہ اپنی گواہی لکہنا اوس کاغذ میں جسمیں یہہ
لکہا ہے کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہہ شہادت بہی تسلیم اور تصدیق ہے ملک بائع کی كما لو شهد بالبيع عند الحاكم وقضى به او لا یعنی خواہ
یہہ بہی ملک بائع کی تصدیق ہو اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا
اقرار ہے باتفاق روایات لا يكون تسليما لو كتب شهادته في صك بيع مطلق عن ذكر تسليم نہوگا اپنی گواہی کا لکہنا اوس بیع کے کاغذ میں جو مطلق
ہے قید مذکورہ سے یعنی قیود مذکور سے جو مراد ہے جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیعنامہ میں نہون
تو گواہی لکہنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے

اسواسطے کہ بیع گاہی غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہوتا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر بہتر مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی وکتب شهادته على اقرار العاقدين لانه حجر اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہیں کیونکہ یہ محض اخبار ہے تو کچھ تناقض نہیں یعنے دعویٰ ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت دینا بیع میں شرط نہیں اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع گاہی مالک سے صادر ہوتی ہے گاہے غیر مالک سے کذا فی النهر ولم یذکر الختم لانه وقع اتفاقا باعتبار عادتهم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کرنا مذکور نکیا چنانچہ کنز وغیرہ میں مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنے اہل زمان سابق کی عادت یہہ تھی کہ بعد کتابت اپنے ناموں کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو قال الكفيل ضمنته لك الى شهر وقال الطالب هو حال فالقول للضامن لانه ينكر المطالبة ضامن نے کہا کہ میں اوسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینہ تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعكسه اى الحكم المذكور في قوله لك على مائة الى شهر مثلا اذا قال الآخر وهو المقر له حالة لان المقر له ينكر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہوا اس قول میں کہ تیرے مجھپر میں ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب کہ دوسرے شخص یعنے مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہیں نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحيلة لمن عليه دين مؤجل وخاف الكذب او حلوله باقراره ان يقول اهو حال او مؤجل فان قال حال انكره ولا حرج عليه زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا مؤجل پھر اگر وہ کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اوسکا انکار کرے اور اس انکار میں اوسپر کچھ حرج نہیں کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب درصورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے انکار حلول میں اسواسطے حرج نہیں ہے کہ وہ اسمیں صادق ہے ولا يؤخذ ضامن الدرك اذا استحق المبيع قبل القضاء على البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ينتقض البيع على الظاهر كما مر اور ماخوذ نہیں ہوتا ضامن درک کا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہیں ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہیں ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع میں مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج اى الموظف فى كل سنة وهو ما يجب عليه فى الذمة بقرينة قوله والرهن به اذ الرهن بخراج المقاسمة باطل نهر على خلاف ما اطلقه فى البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینہ سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النهر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جهة العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہو نہیں بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاے تو کاشتکار پر کچھہ واجب نہیں اور کفالت امانات غیر مضمونہ کی جائز نہیں اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کئے ہیں تو اوسپر کچھہ اعتراض وارد نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وجوز الزیلعی الرهن فى كل ما جاز به الكفالة لجامع التوثق منقوض بالدرك لجواز الكفالة به دون الرهن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اوس چیز میں جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنے حصول وثوق کفالت اور رہن میں یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر کی ہے اور متاخرین مصنفین اوسکے تابع ہیں حموی نے اسکا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہیں نہ کلیہ اور اونکو کلیہ جو کہتے ہیں تو یا یہ معنے کہ داخل تحت شیئ نہیں ہیں نہ یا یعنے کہ ہر فرد پر منطبق ہیں وكذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی بمعنے مصیبت دہاد نہ یہان مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق میں ہے کہ نوائب دو قسم ہیں واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور چوکیدار محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہیں اسواسطے کہ اطاعت بادشا

یعنی بنائی کا کو خراج کا رہن میں لینا باطل ہے ۱۲

علماء کی اس امر میں کہ مصلحت جو مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبہ چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے
میں لوگوں پر ناحق مقرر ہو گئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح میں صحت کفالت پر فتویٰ ہے انتہیٰ منضماً ولو بغیر حق کجبایات زماننا
فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف
وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہوں چنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں
بلکہ ان سے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر زارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم نے لیا تو زارع کو مالک زمین سے اوسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی
شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے ہم درر اور منتقی میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتویٰ دینا چاہیے
فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا روزینہ ایسا ہی سلطان کے واسطے
مقرر ہو آتا یہ میں ہے کہ مصیبت کبریٰ کسی کے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اوسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقید ذلک شمس الائمۃ
بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرھا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں یہ قید لگائی ہے جب اسکو اوسکا امر کرے خوشی
سے اگر اوسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں ہم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف
کرنے سے مطلب میں خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار میں یہ ہے کہ جو غیر کے نائبہ کو اوسکے امر سے ادا کرے تو اوسی سے پھیر لے اگرچہ رجوع
شرط کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اوسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ ثبوت ہے جب کہ اسکو
اوسکا تعیین ادا میں کا امر کرا ہو سو کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اوسکا امر بالرجوع معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل
اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وہو نادر ثم اور علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین از روئے انصاف کے ہو
وہ ماجور ہے یعنی ثواب پائیگا اور اس حوالہ کے موجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھیریگا جب کہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ
قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الظالم
یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لاخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ رجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا
فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجھکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے ایسا کہا سو اوسنے چھڑا یا تو مال تخلیص میں جو خرچ کیا ہو وہ
اوس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوبہ ایسی کچھ کیا کرتا ہے کسی مرد کو اوسکو قید
کرتا ہو تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہو کہ مجھکو چھڑا لے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسی وقت میں مبلغ مذکور پھیر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد
اوسکے امر کرنیکے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی
النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایاما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت
عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوائے اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بمعنی مذکور
مصدر ہے بمعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی کہ پہلے دو شخصوں نے قسمت کر لیں پھر ایک شریک کا کچھ
دخل ہو دوسرا اوسکا کوئی ضامن ہو اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک ٹالے سو اوسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے
کیونکہ اوسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لاخر اسلک ہذا الطریق فانہ آمن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد نے دوسرے سے
کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ میں خوف نہیں یا امن ہے پس وہ شخص اوس راہ میں گیا اور اوسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہیں ولو قال ان کان
مخوفا واخذ مالک فانا ضامن ضمن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ
بدستور مسئلہ سابقہ ہو تو ضامن ہو جاوے اوسکے کہنے سے وہ شخص اوس راہ میں گیا اور اوسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ہکذا ذکرہ علی ما قال بقولہ

ولا تصح بجهالة المكفول عنه كما في الشرنبلالية يہ اعتراض وارد ہو مصنف کے اوس قول متقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی
الشرنبلالیہ ھ یہان صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہے کہ تاکید نے دہوکہ دیا اور فریب رجوع کا موجب ہو اگرچہ
ہو چنانچہ اشباہ کی آیندہ عبارت مین ہے کذا نے الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ
او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا قہستانی وتمامہ فی الاشباہ ومر فی المرابحۃ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ فریب کہایا ہوا فریب دینے والے سے
اوسی صورت مین رجوع کرتا ہے جب کہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کہانے والے سے بصراحت ضامن کرے
کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ھ عقد معاوضہ احتراز ہی عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامت
کی مثال متن مین مذکور ہے اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہہ ہے کہ وہ اوسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
ضمان الغرر فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہی نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل
منع الاصیل من السفر لو کفالۃ حالۃ لیخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہے اگر اوسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ
مؤجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ھ تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اوسکو جائز نہین
اگر ضامن چاہے اوسکے ساتھ بنا رہی تا طول مدت وفی الکفیل بالنفس یرده الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہہ حکم ہے کہ
حاضر ضامن اصیل کو پہیر لادیوے اوسکے پاس کما فی الصغری یعنے اگر حاضر ضامنی اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان
لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب
فلانا عنی الفا جو شخص کیطرف سے مال واجب اوسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہوا اوسکو اوس غیر سے بہر لے اگرچہ رجوع مال شرط کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ
اور ادا اوسکے ادای دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ا پہلا مسئلہ یہہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنی کفارہ کے کہانا دینے
کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میرے طرف سے ہزار ہبہ کرے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو
مال ہبہ کیا پہر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنی مال سے اوسکے ہبہ کا عوض دے سو اوسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور یہہ شخص آمر سے رجوع مال
نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال
المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل من الاشباہ جہان کہین کہ وہ شخص جسکو
مال دیا گیا وہ اوس مال کا مالک ہو جاوی بمقابلہ ملک مال کے تو مامور آمر سے اپنا مال بہر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع نہین اور پورا بیان اسکا سراج
کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور یہہ سب فروع مذکورہ اشباہ سے منقول ہین ھ مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری
تو اگر مشتری کسی مرد سے کہو کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال بہر لیگا مشتری سے اور اسطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح
ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہے بدل کا بمقابلہ مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنے طرف سے حج کر دینے کا امر کیا تو یہان
مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو مامور کو یہان اپنا مال بہر لینا آمر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ
بما لہا علی الزوج من الدین لا یبرأ بتجدید النکاح بینہما اور ملتقط مین ہی کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اوس مال کا جو اوسکے زوج پر دین ہے وہ بری الذمہ
نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ھ صورت اوسکی یہہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اوسکا دین
ہی جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اوس دین کا کوئی شخص ضامن ہوا زوج کے طرف سے پہر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ
تجدید نکاح سے تعین مسقط کفالت مذکور نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہو گیا دلال سے تو اوس پر تاوان نہین ھ اسواسطے کہ
دلال اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیہ قیمتہ المتوسط

اور حاکم کپڑا غایب ہوگیا دوکاندار سے اور حال یہ کہ اوسکے خریدار کی خواہش کی تہی اور مالک ثوب اور دوکاندار اوسپر متفق ہوگئے تہے تو دوکاندار پر قیمت اوسکی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن الدلال بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیے پہرا پہر اوسکو دوکان میں رکہدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہو ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکہدیا تو تعدی اوسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی احدث منہ بری اگر مشہور دلال سے جسکے ہاتہہ میں کپڑا ہو جسکا مسروق ہونا کہل گیا سو دلال نے کہا کہ میں نے کپڑا پہیر دیا جس سے لیا تہا تو وہ بری الذمہ ہو ولو قال طالب تاخیر فی مصر کذا فاذا اخذت کان لک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ ملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا دین فلانے شہر میں ہے سو جس وقت کہ تو میرا مال اوس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درہم یا دینار ہیں اوس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہوگی کذا فی الملتقط واختیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبایع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا لنفسہ فلیحفظ شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتوی دیا ہو کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بایع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت والا وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہو کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہوجاتا ہو تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ہوتا ہو کہ قبض ثمن کی ولایت اوسیکے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہو کہ جو متاع اور اوسکے مالک کو بتادے چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہے فائدہ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہو جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے یہ استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہے کلامہ اور یہ اوسوقت ہوا تہا جب کہ فاروق اعظم نے اونکو بحرین کا عامل کیا تہا پہر اونکو معزول کیا اور بارہ ہزار اون سے لیے پہر اونکو عاملی کے واسطے بلایا سو اونہون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہہ روایت کی ہے ہم سیوطی نے تفسیر در منثور میں سورہ یوسف کی اندر اجعلنی علی خزاین الارض کی تفسیر میں بسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ عمر نے مجہکو بحرین کا عامل کیا پہر مجہکو معزول کیا اور دس ہزار مجہسے ڈانڈ لیے پہر عاملی کے واسطے مجہکو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تجہسے تہے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور میں تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بیعلمی سے کچہ کلام کرون اور بے علمی سے کچہ حکم دون اور میری پیٹہ پر مار پڑے اور میرا پیٹ ہوا ہو اور میرا مال چہینا جاوے کذا فی النہر وآراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ الاموال منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین ردّ المال الیہ والا وضعہ فی بیت المال نہر بحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے بیت المال کے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اوسکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جب کہ وہ لوگ کشایش اور حیثیت مال مین ظاہر کرین ہواسطے کہ توسع اونکی خیانت کی دلیل ہے اور اونہیں کے ساتہ متصدیان اوقاف اور اوقاف کے ناظر ملحق ہین جب کہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہون اور عمارات بناوین تو حاکم کو اونکے مال اون سے چہین لینا اور اونکا معزول کرنا جائز ہے سو اگر اونکی خیانت کسی وقف مخصوص میں معلوم ہوجاوے تو اوس مال کو اوسی وقف میں داخل کرے اور نہیں تو بیت المال میں رکہے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہہ مسئلہ اوس قسم کا ہو جسکو دریافت سمجہے اور چہپاوے الا اوسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ حال مذکورین کے اموال کو

تو نہین لین نہ اوقاف مین اون اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اونکو لائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا
چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تاخر عن الاصیل ولو قرضا لان الدین واحد قلت وقد منا انہا حیلۃ تاجیل
القرض اور تلخیص مین ہے کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کری کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہوجائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک
ہی ہے مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہے قد ینبغی ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن
منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہے اور صاحب دین کو اوسکا روکنا درست نہین
ولیکن صاحب دین اوسکے ساتھہ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہوچکے تو اوسکو سفر سے روکے تا وہ ادای دین کرے هم منتقی مین ہے کہ در صورت
ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادای دین مین ٹال کرتا ہو تو ضامن لیا اور نہین
تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف اخذ کفیل شہرا لامرأۃ طلبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف
نے بطریق استحسان جائز رکھا ہے ایک مہینہ کا ضامن لینا اوس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر
فتوی ہے هم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہے اور بطور قیاس اوسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط بقیۃ الدیون لکنہ
مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہے لیکن وہ قیاس مع الفارق ہے چنانچہ شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ مین ہے هم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہے کہ کفالت اونکی لیجاے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہہ ترجیح قول
ہے صاحب محیط کی قیاس مع الفارق ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتی بخلاف نفقہ
کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہے اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہے کذا فی الطحطاوی
لکن فی المنظومۃ المحبیۃ لو قال مدیونی مرادہ السفر واجل الدین علیہ ما استقر وطلب التکفیل قالوا یلزم علیہ اعطاء کفیل
یعلم لیکن منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہے اور دین کی مدت اوسپر ہنوز مستقر نہین اور اوسنے تکفیل کی طلب کی
تو فقہا نے کہا کہ اوسکو ضامن کا دینا لازم ہے وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین ه لو حبس الکفیل قالوا اجازلہ
اذا اراد حبس من قد کفلہ لانہ قد کان لاجلہ حبس فلیجازہ بفعلہ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو
اسکو جائز ہے کیونکہ ضامن کی محبوسی اوسیکے واسطے ہوئی ہے تو چاہیے کہ وہ اوسکو بدلا دے اپنے فعل سے ه ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل لا شک
ان الدین فی ذا المال حل علیہ فالوارث ان اداہ لم یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم پھر اگر ضامن مرجاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین
دین فی الحال اوسپر واجب الادا ہوگیا تم اگر ضامن کا وارث اوسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیرلے قبل تمام ہونے مدت کے هم اصل مین یون تھا کہ لم یرجع من
قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہے اور فاعل فعل مقدم ہوگیا اپنے فعل پر اور یہہ بعضون کے نزدیک جائز ہے یا مبتدا اور خبر ہے کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہہ باب ہے دو مردون کے ضامن ہونے کا هم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان
اشتریا منہ عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہتہ الاصالۃ علی
النیابۃ دین ہے دو شخصون پر دوسرے آدمی کا اسطرح پر کہ دونون نے اوس سے ایک غلام سو روپیے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر مدیون اپنے ساتھی کا اوسکے
امر سے تو جائز ہے اور نہ پھیرلے اپنے شریک سے مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت
پر کیونکہ پہلے جہت قوی ہے اور دوسرے مطالبہ هم یہہ حکم مشہور تین ہے جب کہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح
کہ ایک شخص پر دین مؤجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اوسکی تعیین اپنے شریک کے جانب سے صحیح ہے اور اوس سے پھیرلے اور اوسکے
بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین مؤدی اپنے شریک کیجانب سے صحیح ہے اسواسطے کہ

اور جنس مختلف ہین نیت معتبر ہے نہ جنس واحد مین اور دو نون کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور ضامن ادا کریگا
اور اپنے شریک کیجانب سے اسکو ٹھیرا دیگا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد شے جو اوسکے حصہ سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی
الطحاوی ولا یرجع بنصفہ لا لی الی الاکد اذا درہ اور اسواسطے کہ اگر رجوع بنصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا
کہ اگر نصف شریک کیجانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اوسکو شریک سے پھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسوجہسے کہ ادای نائب یعنی ادای
کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا ایسا ہی نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دور فیہ کرنا چاہئے کہ یہان حقیقت دور
مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشی علی نفسہ سے اور سنے الحقیقہ یہان تسلسل نفی المرجوحات لازم ہے ولو کفلا عن رجل بشئ بالتعاقب بان
کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع رجع بما ادی علی صاحبہ
الاول اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کے جانب سے بطریق تعاقب اسطرح کہ ایک مرد پر دین تھا سوا اوسکے دو مرد ضامن ہوئے اور ہر شخص جمیع دین کا علحدہ
علحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اوسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلہ سے جدا
ہو گیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ
ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھیرا اور جمیع دین کی کفالت کی ہمواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا
ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے
جمیع دین کا ضامن ہے التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما ادی لا آحدھما رجع بنصفہ علی شریکہ
لکون الکل کفالۃ ہہنا سو دونون شخصون مین سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اوسکے نصف کو اپنے شریک سے پھر لیگا کیونکہ یہان بالکل کفالت ہے جب
بالکل کفالت ہوئی بلا ثابتہ بحالت تو رجحان بیان ثابت ہنوا بخلاف مسئلہ اوسکے کہ وہان اصالت راجح ہے کفالت پر او رجع ان شاء بالکل علی الاصیل
لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی پھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے ولو ابرأ الطالب احدھما اخذ الطالب
الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کر دے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بحکم اوسکی کفالت کے ہم
چنانکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع
دین کی باقی ہے لہٰذا کل دین کا مطالبہ اوس سے صحیح ہے ولو افترق المتفاوضان وعلیہما دین اخذ الغریم ایا شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ
کما مرّ اور اگر دو شریک مفاوض ہین افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نرہے اور دونون پر دین ہو تو صاحب دین اون مین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور
مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہو چکا ہم دستور مین مذکور ہے کہ غریم وہ
ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحاوی یعنی دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین ولا رجع علی صاحبہ حتی یؤدی اکثر من النصف لما مر
اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ اوسکے کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف
باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اوسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر النصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اوسیقدر مین رجوع ہے کاتب عبدان
کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا کا مولے نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلا کہ مین
تمکو مکاتب کیا ایکہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ
کفالت مکاتبہ کی اور بدل کتابت کی کفالت علحدہ علحدہ صحیح نہین تو درصورت اجتماع بطریق اولے صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان
صحیح ہے اور شارع کی رضامندی حق مین ثابت ہے کذا فی الطحاوی ہم وحینئذ فما ادی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اسوقت
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اوسکا النصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے بیچ اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولی احدھما

والمسئلۃ بحالہا مضی واخذ ایّا شاء منہما بحصۃ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والاٰخر بالاصالۃ اور اگر مولےٰ نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا
اور مسئلہ بدستور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولےٰ دونون مین سے جس سے چاہے اوس غلام کا حصہ جسکو اوسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے
بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام آزاد سے بباعث اصالت کے فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ بکفالتہ وان اخذ الاٰخر لا لاصالتہ
پھر اگر مولےٰ مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھر لے بسبب اوسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ
رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے وکذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ
کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم یسمّہ ای الحلول لحلولہ علی العبد
وعدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل مؤجلا تاجل کما مر اور جب کہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی
طرف سے اوس مال کا جسکا دین ہونا حق مولے مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اوسکے آزاد ہونیکے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار
یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اوسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ
مال غلام سے بسبب اوسکی فقیری اور تنگدستی کے ہے اور کفیل اوسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پھیر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی
ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اوس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفل بہ رجل فمات
العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی
گردن کا سو اوسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اوسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اوسکا مملوک تھا تو ضامن ضامن ہوگی
اوسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین تابعین پر عین واجب ہے
اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہوئی
قیمت عبد مدعا علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بریٔ الکفیل
کما مر فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بریٔ الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہو چکا
یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق
لہ اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولے کیطرف سے اوسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولے کیواسطے ثابت ہے ظاہرا
غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ وہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولے کے امر سے اوسکی عدم التصرفی زائل ہو گئی پھر جب کہ غلام پر دین نہوا تو اوسکی مالیت
مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اوسکے ضامن ہونے مین کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا عتق
فادّاہ او کفل سیدہ عنہ بامرہ فادّاہ ولو بعد عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الاٰخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا
یستوجب دینا علی الاٰخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جب کہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اوسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولے غلام کا ضامن ہوا غلام
کے طرف سے اوسکے امر سے پھر اوسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے
کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد
اوسکے یعنے بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن
ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اوسنے کفالت جائز رکھی تو یہہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اوس دلیل کر
جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر
اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے غلام سے بموجب مطالبہ مولے ہے ادائی دین کفالت کے واسطے اوسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے

سوا اور جو کچھ مولیٰ کا مملوک مال ہے اوس سے ادا ای دین غلام کرے نہ غلام کو پکڑ دے کذا قالہ کذا اذا کفل العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وهذا
لم یثبتہ المصنف فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونیکا فائدہ اپنے مولیٰ کے جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ مسئلہ کفالت
مولیٰ و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح میں بطور متن کے ثابت نہیں کیا یعنے بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن والله اعلم واستغفر الله العظیم **کتاب**

الحوالة

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہے مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد میں التزام ہے اوس دین کا جو اصیل پر ہو واسطے
دفع اور ادا کے مگر یہ کہ حوالہ میں اصیل کی برات کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد
اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح هی لغة النقل حوالہ لغت میں بمعنے نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین
من ذمة المحیل الی ذمة المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وهل
توجب البراءة من الدین المصحح نعم فتح اور کیا حوالہ برات دین کا موجب ہے تو قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنے محیل بری الذمہ ہوجاتا ہے دین سے کذا فی
الفتح هم یعنی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں
اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النهر المدیون محیل والدائن محتال و محتال له و محال و محال له وحویل وزاد [illegible]
[illegible] فتح مدیون محیل ہے یعنے حوالہ کرنیوالا اور دائن یعنی [illegible] مزید لفظ حویل
کذا فی الفتح ومن یقبلها محتال علیه و محال علیه [illegible] ذکر کرو محتال
اور محتال علیہ ہے تو صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی ان میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور
قبول کرنیوالے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہے اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور ہاں محال بروزن تقدیر محتال بصیغہ
اسم فاعل محول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کہ صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محتال علیہ کی مشابہ
سے ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں فریق بصلہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکور صورت بتانا و بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلا زید کے ہزار درہم
خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنے اپنا قرض اسپر اتارا اور اوس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور
زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درہم محال بہ ہیں **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے
ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درہم کا اور محتال علیہ اور محتال قبول
اسطرح کہ ہر واحد کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور
محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں تو حوالہ
عبد ماذون اور مجبور کا صحیح ہے اور رضاء محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل
اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ
غیر صحیح ہے اور موجود ہونا اوسکا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور بعد اسکے جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محتال علیہ میں عقل اور بلوغ شرط ہے
تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ باذن محیل ہو اور گو اوسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ یہ امر ضرر ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا مجلس حوالہ میں
اور یہ شرط انعقاد ہے اور محتال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں تو جسکی کفالت صحیح نہیں اوسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی
الجلالة من البحر والحوالة تصح برضا المحتال والمحتال علیہ بالاتفاق الا الاولی وهو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیة عن المواهب اور صحت
حوالہ کے واسطے رضامندی سبکی بالاتفاق شرط ہے مگر اولی یعنی محیل میں سو اوسکی رضامندی بنابر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیة عن المواهب
زیادات میں رضاء محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین مستقل ہوگا احتمال کا حق ہوا اور لوگ حسن ادا اور مطل

یعنی مال بال مین تفاوت ہوتے ہین تو اوسکی رضامندی ضرور ہے کہ اوسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی بابت یہ تو رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے
شرط ہوئی کہ اوسپر دین کا اوا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اوسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت
ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضای محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنے قبول کرنا یہہ تصرف ہے محتال علیہ کا
اپنی ذات کی حق مین اور محیل کا اسمین کچہہ ضرر نہین بلکہ اسمین اوسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اوسپر رجوع نہین کرسکتا جب کہ حوالہ باامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن
حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَطلُ الغنی ظلم واذا اُحیل احدکم علی ملیٍّ فلیتحمّل یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادای دین کرنا ظلم ہے
اور جب تم مین سے کسیکو حوالہ کیا جاوی مالدار پر تو چاہیئے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر
یہہ ہے کہ یہہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعا کذا فی الفتح ملخصا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ
فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضای محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اوسپر رجوع درست ہو تو کچھہ اختلاف نہین روایت مین ہم
یہہ توفیق بین القولین ہے یعنے اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جب کہ حوالہ اوسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت
حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداء الحوالۃ من المحیل شرط ضرورۃ فلا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتداء حوالہ
اگر محیل کے طرف سے ہے تو رضای محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہم یعنے اگر محیل کیجانب سے ہے تو احالہ ہے اور یہہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے
متصور نہین اور یہہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اوسکی محتال علیہ کیجانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضای محتال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضای محیل
اور یہہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہے خلاصۃ الغایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنے احالہ ہے اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی
عن الحموی واراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد بلا قبول
مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہا ہے یعنی قبول محتال اور محتال علیہ شرط
انعقاد ہے یہہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پہر اسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکہے تو
حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی
الباقین لا حضورہما واقرہ المصنف لیکن درر وغیرہ مین محتال یا اوسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا
محیل اور محتال علیہ کا اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کی روایات کو ابو یوسف کی قول پر
محمول کیجے تو منافات باقی نہین رہتی لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی
الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہی ہم عین مین اسواسطے
حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اوسکا نقل کرنا ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہین ہوسکتا اور یہہ عدم صحت حوالہ مطلقہ مین ہے اور حوالہ مقیدہ مین
تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی مین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اوسکے پاس عین ہو محیل کا بطریق غصب
یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید بدین یا عین نکرے چنانچہ اوس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اوسکا دین ہے نہ اوسکے پاس محیل کا
عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا
غنیمت محرزہ سے صحیح نہین ہم تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولے حوالہ جائز نہوگا وکذا احالۃ المستحق بمعلومۃ فی الوقف علی الناظر اور اسیطرح حوالہ
مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہین کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وہذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاہر واما المقیدۃ ففی البحر ان المال
فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد پہر صاحب نہر نے
دو ورق کے بعد کہا اور یہہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ مین ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مختص بدین ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہو تو بحر الرائق مین ہے کہ اگر مال

اجرت پاتی ہے تو آئی ہوتی ہے کہ حوالہ صحیح ہو چنانچہ حوالہ کرنا ودیعت کہنی والے پر صحیح ہو اور اگر مال ناظر کے پاس ہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مطالبہ
در مطالبہ ناظر ہیں بذریعہ مال کے اور مقتضای بحث صاحب بحر صحت حوالہ کی قیمت اور میرے نزدیک ہیں تم وہ مرحم طحطاوی نے کہا کہ یہ
منتہ تو یہ ارشاد ہے یعنی غنیمت محرزہ میں غازی کے ورثہ اوسکا حصہ بطور میراث پاتے ہیں تو ملک اسکی غنیمت میں متاکد ہو گئی تو اب غنیمت و ودیعت کے
مانند ہوئی صحت حوالہ میں وَبَرِئَ الْمُحِيلُ مِنَ الدَّيْنِ وَالْمُطَالَبَةِ جَمِيعًا بِالْقَبُولِ مِنَ الْمُحْتَالِ لِلْحَوَالَةِ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے
بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ہم قبول سے بہ براءت موقت بعدم ہلاک ہوا اور فائدہ براءت کا یہ ہے کہ اگر محیل مر جاوے تو محتال اپنا دین اوسکے ترکہ
سے نہیں لیسکتا لیکن محیل کے مدعیوں اور دائنوں کے ارباب دیون سے ضامن ہے اس خوف سے کہ مبادا اوسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط
براءت ہے اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر وَلَا يَرْجِعُ الْمُحْتَالُ عَلَى الْمُحِيلِ إِلَّا بِالتَّوَى بِالْقَصْرِ وَهُوَ هَلَاكُ الْمَالِ لِأَنَّ بَرَاءَتَهُ مُقَيَّدَةٌ بِسَلَامَةِ
حَقِّهِ تو محتال رجوع کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی براءت بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالف مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونا مال سے
اور بعضوں نے اسکو بالف ممدودہ بھی کہا ہے تو یہ دونوں لغت میں بمعنے ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کریگا جب براءت مقید بسلامت
حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ براءت استیفا ہو نہ براءت اسقاط پھر جب استیفای حق متعذر ہوا تو رجوع اصل مدیون پر واجب ہوا وَقَيَّدَهُ فِي الْبَحْرِ بِأَنْ
لَا يَكُونَ الْمُحِيلُ هُوَ الْمُحْتَالَ عَلَيْهِ ثَانِيًا رجوع درصورت ہلاک کو بحر الرائق میں ساتھ مقید کیا ہے کہ محیل دوہی محتال علیہ نہوا ہو کہ ہم سے صاحب بحر نے
کہا ہے اسواسطے کہا ہی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے دائن کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اوسکا حوالہ اوسپر جسپر اصل دین تھی کیا
تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہوگا لسنتہ الیضاح اسکا یہ ہو کہ حامد محمود کا دیوں ہے سو حامد نے دین محمود کا
حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو درصورت ہلاکی حامد پر دین کا اعادہ زید پر نہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وَهُوَ بِأَحَدِ أَمْرَيْنِ بِجَحْدِ
الْمُحَالِ عَلَيْهِ الْحَوَالَةَ وَيَحْلِفُ وَلَا بَيِّنَةَ لَهُ أَيْ لِلْمُحْتَالِ وَالْمُحِيلِ أَوْ مَوْتِ الْمُحَالِ عَلَيْهِ مُفْلِسًا بِغَيْرِ عَيْنٍ وَدَيْنٍ وَكَفِيلٍ وَقَالَا بِهِمَا وَبِأَنْ يُفَلِّسَهُ الْحَاكِمُ
اور وہ یعنی ہلاکی ایک امر ان دو امر میں سے ہوتی ہے یہہ کہ محتال علیہ عقد حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھاوے اور محتال اور محیل کے واسطے شہادت نہو یا محتال علیہ مفلس
مر جاوے بدون عین اور دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونوں امر مذکور سے اور اسطرح سے کہ محتال علیہ کو حاکم مفلس ٹھیرا دیوے تو
اخْتَلَفَا فِيهِ أَيْ فِي مَوْتِهِ مُفْلِسًا وَكَذَا فِي مَوْتِهِ قَبْلَ الْأَدَاءِ وَبَعْدَهُ فَالْقَوْلُ لِلْمُحْتَالِ مَعَ يَمِينِهِ عَلَى الْعِلْمِ لِتَمَسُّكِهِ بِالْأَصْلِ وَهُوَ الْعُسْرَةُ زَيْلَعِي
وَقِيلَ الْقَوْلُ لِلْمُحِيلِ بِيَمِينِهِ فَتْحٌ اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمیں یعنے محتال علیہ کے مفلس ہو کر مر جانے میں اور اسیطرح اوسکی موت کے اختلاف میں
قبل ادای دین اور بعد اوسکے تو محتال کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی بسبب متمسک ہونے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت اور تنگدستی
ہے کذا فی الزیلعی اور بعضوں کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھ ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ محتال نے کہا کہ محتال علیہ مفلس لا شے ہو کر مر گیا اور
محیل نے کہا کہ سب کچھ چھوڑ کر مرا تو محتال کا قول معتبر ہے اسطرح قسم کھا کر کہ واللہ مجھکو اوسکا مالدار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ اگرچہ صحیح ہے مگر انتصابا
ہیں نسخے اصلیہ صحیح نہیں کیونکہ اوسمیں قسم یقین پر ہے نہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے طَالَبَ الْمُحْتَالُ عَلَيْهِ الْمُحِيلَ بِمَا أَيْ
بِمِثْلِ مَا أَحَالَ بِهِ مُدَّعِيًا قَضَاءَهُ دَيْنَهُ بِأَمْرِهِ فَقَالَ الْمُحِيلُ إِنَّمَا أَحَلْتُ بِدَيْنٍ ثَابِتٍ لِي عَلَيْكَ لَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ بَلْ ضَمِنَ الْمُحِيلُ مِثْلَ الدَّيْنِ لِلْمُحْتَالِ عَلَيْهِ
لِإِنْكَارِهِ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اوس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا اس مدعی ہو کر کہ اوسکا دین ادا کیا اوسکے امر سے پر محیل نے
کہا کہ میں نے تو اوسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال
علیہ کے ہم لینے محیل تری دین سے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا
مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا وَقَبُولُ الْحَوَالَةِ لَيْسَ إِقْرَارًا بِالدَّيْنِ لِصِحَّتِهَا بِلَا دَيْنٍ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے
بدون دین کے بھی وَلَوْ قَالَ الْمُحِيلُ لِلْمُحْتَالِ أَحَلْتُكَ عَلَى فُلَانٍ بِمَعْنَى وَكَالَتِكَ لِتَقْبِضَهُ لِي فَقَالَ الْمُحْتَالُ بَلْ أَحَلْتَنِي بِدَيْنٍ لِي عَلَيْكَ فَالْقَوْلُ لِلْمُحِيلِ

لانه منكر ولفظ الحوالة يستعمل في الوكالة اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنے تجھکو وکیل کیا تاکہ دین میری واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت مین مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز ہے اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنے وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اوسکا جواب یہہ ہے کہ وکالت محتملات لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ بوکالت مین مستعمل ہوتا ہے مجازاً کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اوسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی اس مراد مین لیکن قسم کے ساتہہ کیونکہ اسمین کچہہ مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی أحال بماله عند زيد حال كونه وديعة بان اودع رجلاً الفاً ثم احال بها غريمه صحّت حوالہ کیا محیل نے اپنے اوس مال کا جو زید کے پاس ہے حالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرحپر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر اوسکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجرہ ہے جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان هلكت الوديعة برئ المودَع وعاد الدين على المحيل لان الحوالة مقيدة بها بخلاف المقيدة بالمغصوب فانه لا يبرأ لان مثله يخلفه پہر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعتدار بری الذمہ ہوجائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کیوجہ سے بخلاف اوس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے کیونکہ مثل یعنے بدل مغصوب اوسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرحپر کہ وہ مستحق ہلاک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العيني وتصح ايضاً بدين خاص فصار الحوالة المقيدة ثلثة اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بہی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہوگیا ہم یعنے ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقییدہ بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانند اوسکے اور کسی دین کے ساتہہ مقید کرے وحكمها ان لا يملك المحيل مطالبة المحتال عليه ولا المحتال عليه دفعها للمحيل مع ان المحتال اسوة لغرماء المحيل بعد موته اور حوالہ مقید کا حکم یہہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ محیل کو اوسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتہہ برابر ہے اوسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مریگا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال بہ محیل کے سب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہے کہ اوسپر کسیکا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا بہی وہ مملوک نہین ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالة المطلقة كما بسطه خسرو وغيره بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنے محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ کرسکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دیسکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کرسکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اوسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی وفتح القدیر مین ہے کہ حوالہ مطلقہ یہہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ مینے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہہ نہ کہا کہ محتال علیہ اوس مال سے ادا کرے جو میرا اوسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے پاس مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اوسکو طلب کرسکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین ہوا اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ مین کشایش اور گنجایش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہہ صورت ہے کہ اوس پر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہے نہ کہ پاس اوسکا عین ہے انتہی باع بشرط ان يحيل على المشتري بالثمن غريماً له اى للبائع بطل ولو باع بشرط ان يحتال بالثمن صح لانه شرط ملائم كشرط الجودة بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والیکو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہہ ہے کہ اوس شرط کو عقد بیع مقتضی نہین اور اسمین بائع کا فائدہ ہے کیونکہ جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بہی باطل ہوگیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت مین اکثر اوس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہہ جودت ثمن کی شرط کی مانند ہوئی کذا فی الدرر ادّى المال في الحوالة الفاسدة فهو بالخيار ان شاء رجع على المحتال القابض وان شاء رجع على المحيل وكذا في كل موضع ورد الاستحقاق بزازيه محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اوسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے پہیرلے اور چاہے محیل سے پہیرلے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اوس مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محتال کا

استحقاق ہی ہو ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق نکلی ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے
چاہے بائع سے لے چاہے قابض سے اپنا مال لے کذا فی البحر و فیہا و من صور فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلاً لعجزہ عن الوفاء
بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ و ذلک لا یجبر علی البیع و لو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ
میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے جسمیں شرط محال ہو کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محال علیہ کے اوسکے دینے سے
جسکا التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر کا بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا چنانچہ اسطرح سے جائز ہو اگر حوالہ کو محال علیہ قبول کرے لیکن بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے
ثمن سے عطا کرے و لیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیع پر اور اگر بیع کر دیگا تو ادائے محال پر زبردستی ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا
محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اوسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل
بیع کے ہاں اگر بیع کر دیگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی النہر الفائق ملخصاً و لا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت مالک علی فلان
علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ کذا فی المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں
تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اوس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل
دین کے طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن پر ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط و کرہت السفتجۃ
بضم السین و فتح التاء اور کہا گیا ہے کہ سفتجہ بضم سین و سکون فا و فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شی محکم ہے چونکہ اس
قرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہو گئی لہذا اسی کا نام سفتجہ ہوا و ہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی یہ کہ قرض دینا خطر
راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک تاجر یا مہاجن کو بطور قرض تاکہ وہ اوسکے دوست یا وکیل کو مثلاً
دوسرے شہر میں دیدے تاکہ اس طریقہ سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث
بن ابی اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچ لاوے وہ بیاج ہے
اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اوسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن
جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف میں عن خالد الاحمر عن
حجاج عن عطاء سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اوس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا اور
دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اثمان میں صحیح نہیں
فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہو گیا تھم شارح نے یہ
وجہ مناسبت سفتجہ کی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدین ہے مانند کفالہ
اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ والی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اسجہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اوس مال کا جو مستقرض پر
ہے اپنے وارث یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے قالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ و لا متعارفۃ فلا بأس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت
مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اوسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ
کراہت اوس نفع کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن میں اور کئی متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ سفتجہ کی کراہت جبکہ نفع ہو خواہ مشروط ہو یا نہو
اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتاوی صغری اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہیدیہ میں اور بزازیہ کے
باب الصرف میں بھی اسکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا

سفتجہ یعنی ہنڈی

اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کیطرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ کہا فی
کہا کہ عدم شرط کے ساتھ ہر وقت حلال ہے جب کہ اسکا لینے دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہہ فعل اسواسطے
ہوتا ہے یعنی یہہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہے طحطاوی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونیکا محل وہ ہے جب
امکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کما فی النھر والبحر عن صرف البزازیۃ و لو ان المستقرض وھب
منه الزائد لم یجز لانه مشاع یحتمل القسمة نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض نے اسمیں سے زائد کو ہبہ کر دیا تو جائز نہیں
کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہے م شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنیمیں
بلا شرط کچھہ مضائقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن میں راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور
اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل ہو اور بین الکیلین جاری نہو تو وہ اسکو لینے دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درم کو سو درم میں
بالاتفاق پھیر دے اور نصف درم میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اسمیں سے زائد کو ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ
وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہے اور اسکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں ہے پھر تو
عارف سنان افندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو اونھون نے قاضی خان سے بزازیہ کی مانند نقل کیا پھر یہہ کہا کہ جسمیں احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ
مشاع کذا فی الطحطاوی و لو توکل المحیل عن المحتال بقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کے طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے
صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء مؤبد حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخہ میں بجای عن المحتال علی المحتال ہے تو وہ مان علی بمعنی عن ہے ق
لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح و یطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح
ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل
حوالت ہے کذا فی العالمگیریۃ و فیھا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحتال و ادعی جحود المال لم یصدق و ان برھن لان المشھود علیہ غائب
فلو حاضرا و جحد الحوالۃ و لا بینۃ کان القول له و جعل جحودہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے
انکار مال کا دعوے کرے تو اوسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوے کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنے محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور
وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عقد حوالہ کے تو محال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اوسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا م تو اس صورت میں محیل پر دین عود کریگا
کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہے اور یہہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کالاب او الوصی اذا احتال
بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املاء صح سراجیہ و الا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوھرۃ قلت و مفادہ عدم الجواز لو تساویا او
تقاربا و به جزم فی الخانیۃ و الوجه له لانه حینئذ اشتغال بما لا یفید و العقود انما شرعت للفائدۃ انتھی باپ یا وصی جب کہ مال یتیم کا حوالہ قبول کرے
تو اگر یہہ یتیم کے حق میں بہتر ہو بایطور کہ دوسرا شخص یعنے محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیۃ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا
جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربۃ میں ہے میں کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل اور محال علیہ متساوی ہوں مالداری
اور ادای دین میں یا دونوں متقارب ہوں اور اسکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسیکی مقتضی ہے اسواسطے کہ درصورت تساوی یا تقارب حوالہ
قبول کرنا اوس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور مشروعیت عقود نہیں مگر فائدے کے واسطے واللہ تعالی اعلم م مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے
سطرح غائب ہو گیا کہ اوسکا مکان معلوم نہیں بسبب اوسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھیر لے تو اوسکو رجوع بالدین محیل پر جائز
نہیں جب تک محتال علیہ کی موت ثابت نکرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

یہہ کتاب ہے مسائل
قضا یعنے جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون و البیاعات اعقبھا بما یقطعھا ظاہر گا کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع

مناسب ہکو لایا ہو اور کی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہو دیون سے مراد دیون
ہوتے ہیں جو مصنف دیون اور بیاعات کے مناسب ہکو لایا ہو ... اور بالف مقصورہ ہی آیا ہو لغت میں بمعنی حکم ہے ہم ہر چند قضا
میں جیسی کنا را ور عوالہ واقع ہو تام ہو بالمد و یقصر لغۃً الحکم قضا بالف ممدودہ ہے اور بالف مقصورہ ہی آیا ہو لغت میں بمعنی حکم کے ہی
لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہاء و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اختصار کیا تا کہ لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت
ظاہر ہو جائے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہو فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے یعنی
وہ فیصلہ خصومات میں واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجح جیسے قطع ہو تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا
بہتر یہ تہا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتے تا امیر اور محکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات
اور بعضوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے ہم از انجملہ بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین
الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اسطرح کہ اوس پر دلیل قطعی ہو جیسے نص مفسر کتاب یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع
سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبۂ ظن کی موجب ہو کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اون مسائل اجتہادیہ میں ہے جنمیں خلاف
فقہا ہے یا جنمیں سلف سے روایت نہیں تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسیطرح وہ حکم جو
مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق اون سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی جیسے مثلاً
حنفی یا شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کو مرجح
حکم کر گیا جان کر تو اوسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اوسکا ابطال حکم مناسب ہے اور بعض روایات میں اوسکی قضا امام صاحب کے نزدیک جائز
ہے برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر ارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح بعدها التحقیق
حکم و محکوم بہ وله و محکوم علیه و حاکم و طریق ۔ اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کیے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ
چھ ہیں جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ا حکم ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ بدریہ کا مصنف ہوا ہو
اطراف سے مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جسکو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے حکم کیا یا الزام کیا
یا تجھ پر قضا میں نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا
تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی یہ حکم ہے اوسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہیں ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اوسکی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور
محکوم لہ یعنی مدعی اوسکی شرط یہ ہے کہ دعوے اوسکا صحیح ہو اور مدعی اون میں ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں شرط
ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سالم
رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا فقط دعوے کی سماعت کیواسطے اور مقرر ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبارت ہے بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی
قضا واھلہ اھل الشھادۃ ای اداءھا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا کا وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی
المسلمین کے لائق ہو کذا فی الحواشی السعدیۃ ہم ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہے نہ ادائے شہادت
اور مراد اوس سے یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کی طرف ہے یعنی جو مسلم بالغ عاقل عادل ہو نا اندھا نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ
اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو قول اصح
ہے کہ اوسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر وبرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکورہ
پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا کہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب
التحکیم میں ذکر کیا ہے ہم حاصل اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اوسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق

نرا بیہ اعتراض ہے صاحب بحر کا جواب اعتراض یہہ ہے کہ یہہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہہ خود ظاہر ہے کہ شاہد مسلم شاہد علی الذمی ہو
ہی تو شمے پر اوسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی وشرطہ اھلیۃ الشہادۃ ای شرط اھلیتہ فان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ
علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے
اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر ملزم ہے اور قضا مخاصم پر ملزم ہے
اسی واسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہی کذا صرح ابن الکمال ہم جلبی نے کہا کہ ماتن کا یہہ قول مکرر ہوگیا اوسکے قول سابق کے ساتھہ طحطاوی
نے کہا تکرار کو فائدہ یہہ ہے کہ قول آیندہ یعنے والفاسق اہلہ اوسپر مترتب ہو والفاسق اھلہا فیکون اھلہ لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ
کما فی شہادتہ بہ یفتی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نکیجے اور اوسکا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوتا ہی
جیسے اوسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسکا فتوی ہے ہم مغرب مین ہی کہ لغت مین فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب
کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نچاہئے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امر دین مین امانت داری کے لائق نہین
اوسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتے بہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو
جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضاء فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے
خصوصا اس زمانہ مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہوجاے خصوصا ہمارے زمانے مین لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی
اصح ہی چنانچہ خلاصہ مین ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ
فلیحفظ در اور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہی جب کہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہوجاے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے
کذا فی المدنی یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نکرے یعنے اصلا قبول کرنا صحیح نہین واستثنی الثانی
الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیہ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق
بینہما انتہی قلت سیجئ تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنے کرلیا ہے کیونکہ اوسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی
کذا فی البزازیہ بحر الرائق مین کہا تو موجب اس قول کے اوسکے قاضی کرنے مین بہی گنہگار نہوگا جب کہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہہ کہ ابو یوسف قبول شہادت
اور قضا کی تقلید مین فرق کرتے ہون انتہے ملخصا النہر مین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اوسکے طرف رجوع کرو ہم کتاب الشہادۃ مین فتح القدیر سے مذکور
ہوگا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہین کیونکہ یہہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا
فی وجود العدالۃ ظاہرا ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات مین ہی کہ ہرگاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی
ہمارے زمانے کے قاضیون مین وجود عدالت مین تو امر سلطانی وارد ہوا اوسکی تقدیم کا جو فضیلت مین زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین ہم مفتی ممدوح کے
زمانے مین تہا اور ابتو عدم عدالت مین تساوی موجود ہی تو ابکسکو مقدم کیجئے معروضات مفتی سے وہ مسائل مراد ہین جو مفتی موصوف کے زمانے مین سلطان کو روبرو
معروض ہوئے اور اونسے جواب متین امر کیے کذا فی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ اذا کانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بہا لا ینفذ کذا
یعقوب باشا فلا یصح قضاؤہ علیہ لما تقرر ان اھلہ اھل الشہادۃ قال المصنف وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن
عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین اوسکے دشمن پر جب کہ دونون مین دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اوسکا
حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہین اسواسطے کہ ثابت ہوچکا کہ اہل قضا وہ ہی جو اہل ہے شہادت کا مصنف نے
اپنی شرح مین کہا اسی کا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا لا یصح السجل العدو ولا یقبل علی عدوہ کہا مفتی امین الدین نے
اور اسطرح سجل عدو کا مقبول نہین اوسکے عدو پر یعنے سجل عدو سے مراد قاضی کا مکتوب ہی دوسرے قاضی کیطرف قاضی کاتب کے دشمن کے مقدمہ مین اور سجل سے وثیقہ موثق کا

کی طرف کیون کہ یہہ عبارت مصنف کی مراد نہین کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے نزدیک جائز نہین ہے پس اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور ضمیر قال راجع سے مفتی مذکور کے

ثم نقل عن شرح الوهبانية انه لو لم يقلد القاضي عندنا و ينبغي النفاذ لو القاضي عدلا ۔ پھر مصنف نے اپنی شرح میں موجود نہیں کر لئے وہابیہ کے غیر

علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے یہہ نقل کیا کہ دشمن پر قضاء قاضی کے مسئلے کی نقل نظر نہیں پڑی ہمارے نزدیک اور نفاذ قضاء لائق ہے اگر قاضی عادل ہو قال ابن وهبان بعد ان حكى ان ما يحكم على عدوه ان قال بشهادة العدول بحضرة الناس جاز انتهى اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا اپنے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو تو اپنے بوجب اوسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر شہادت عدول ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہو انتہی کلامہ قلت

واعتمد القاضي محب الدين في منظومته فقال ع ولو على عدو قاض حكمه ان كان عدلا مر ذلك وابرم ﴿ واختار بعض العلماء وفصلا ان كان بالعلم تفنى لن يقبلا وان يكن بحضرة من الملا و بشهادة العدول قبلا ۔ مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین سو یون کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا اگر قاضی عادل ہے تو یہہ حکم صحیح ہے اور مبرم ہے اور بعضے علما نے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر حکم دیا تو مقبول نہوگا ہرگز اور اگر قضا جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہو قلت لكن نقل في البحر والعيني والزيلعي

والمصنف وغيرهم عند مسئلة المقلد من الجائر عن الناصحي في تهذيب ادب القاضي للخصاف ان من لم تجز شهادته لم يجز قضاؤه

ومن لم تجز قضاؤه لا يعتمد على كتابه انتهى وهو صريح او كالصريح فيما اعتمد المصنف كما لا يخفى فليعتمد وبه افتى محقق الشافعية الرملي

وفي خطه نقلت انه لو قضى عليه ثم اثبت عداوته تبطل قضاءه ۔ فليحفظ مین کہتا ہون بحرالرائق اور عینی اور زیلعی اور مصنف وغیرہم نے

سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی مین ناصحی سے یہہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہین اوسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہین اوسکے

مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اوس قول مین جسپر مصنف نے متن مین اعتماد کیا چنانچہ یہہ پوشیدہ نہین تو اسی پر

اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا ہے اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کری

تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي ثم انما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لا بمخاصمة

نعم هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصي وشريك ۔ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت

تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ فقط مخاصمت سے ہان مخاصمت مانع شہادت ہے اوس مقدمہ مین جسمین مخاصمت واقع ہوئی ہے جیسے

شہادت وکیل کی اوس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ٹہیرا اور جیسے شہادت وصی اور شریک کی ہم معنے وصی کی گواہی اوس امر مین مقبول نہین جسکی اوسکو وصیت ہوئی

اور یہہ شریک کی مال شرکت مین کذا في الطحطاوي والفاسق لا يصلح مفتيا لان الفتوى من امور الدين والفاسق لا يقبل قوله في الديانات ابن

ملك زاد العيني واختاره كثير من المتاخرين وجزم به صاحب المجمع في متنه وله في شرحه عبارات بليغة وهو قول الائمة الثلثة ايضا

اور فاسق صلاحیت نہین رکہتا مفتی ہونیکی یعنے امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول

نہین ہوتا کذا شرح ابن ملک علامہ عینی نے اتنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہے اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہے

اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین اور یہی ائمہ ثلثہ کا بہی قول ہے وظاهره ما في التحرير انه لا يحل استفتاءه اتفاقا كما بسطه المصنف اور

جو تحریر مین ہے اوسکا ظاہر مطلب یہہ ہے کہ فاسق سے فتوے لینا اور مسئلہ پوچہنا بالاتفاق حلال نہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین شرح بیان کیا ہے و

قيل نعم يصلح وبه جزم في الكنز لانه يجتهد حذار نسبة الخطاء اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکہتا ہے اور اسی قول پر

کنز مین یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب بتانے مین کوشش کرتا ہے نسبت خطا کے خوف سے یعنی اس عرف سے کہ کوئی اوسکو خاطی کہے

طحطاوی نے کہا ہے یہہ تہا کہ شارح حذر نسبة الخطاء کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنے احذر ہے جیسے امر کذا في القاموس ولا خلاف في اشتراط اسلامه

وعقله وشرط بعضهم تيقظه لا حريته وذكورته ونطقه فيصح افتاء الاخرس لا قضاءه ۔ اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل

ف مفتی کو کیا باتین ضرور

شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہے نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اوسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے
نہ اوسکی قضا مثل گونگے کا فتوی دینا اوسوقت صحیح ہے جب کہ اوسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جاوے کہ یہہ چیز کیا جائز ہے پہر وہ سر ہلا دے
یعنی ہان کہدے تو اوسکے اشارہ پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہے منزا دار یہہ ہی کہ مفتی خوارزم مروت سے منزہ اور
فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہے اوس شخص کا جو اوسکی لیاقت رکہتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش
کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اوسکو جو لیاقت نہین رکہتا اور شرائط فتوے سے یہہ ہے کہ ترتیب مستفتیون کی یاد
رکھے اغنیا اور عوام سلطان اور امرا کے طرف میلان نکرے بلکہ پہلے اوسکا جواب لکہے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہہ ہے کہ
کاغذ استفتا کو بحسن بے ادبی سے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑہے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جاوے پہر جواب لکہے اور یہہ شرط ہے کہ کاغذ کو پہینک
نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہے کیونکہ اسمین اللہ تعالے کا نام ہے اور تعظیم مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہہ ہے
کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکہے اور واجب ہے کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے
واسطے احتیاج کرے اور اگر فتوے دینے مین چوک جاوے فورا رجوع کرے اور اسمین سے نہ شرماوے نہ ننگ کرے اور یہہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے
اور اوسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہین افتا اوس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام
اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوے نہ دے اوس حالت مین جبکہ اوسکے متغیر ہون اور بہتر یہہ ہی کہ للہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو
جائز ہی باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اوسکے واسطے کچہہ روزی مقرر کر دین تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس
اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہے بولچال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اوس مفتی کو
جائز نہین جو اونکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب اون سے
کوئی مسئلہ پوچہتا تو پوشاک مین عمامہ باندہکر بیٹہتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہے
فرمایا کہ جب اوسکا صواب اکثر ہو اوسکی خطا سے انتہے بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہہ ہی کہ اوسکے جواب کے بعد
واللہ الموفق یا بالله التوفیق لکہے کذا فی النہر ویکتفی بالاشارة منه لا من القاضي للزوم صيغة مخصوصة كحكمت والزمت بعد دعوى صحيحة
اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین بلفظ صیغہ
حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہہ گونگے کے اشارہ کرنیسے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش وهو من يسمع الصوت القوي فالاصح انه يصح
بخلاف الاصم اور اطرش یعنے جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اوس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا ولیفت القاضي ولو في مجلس القضاء و
هو الصحيح درر من لم يخاصم اليه ظهيرية وسيتضح اور فتوی دے قاضی اوسکو جو اوسکے پاس فیصلہ کروانے نہین آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہہ
مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی کا جائز ہے اگرچہ اثنا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح و
یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابي حنيفة على الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنے خواہ صاحبین امام کے ساتھہ متفق
ہون یا نہون ھم جامع الفصولین مین ہے اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے اصحاب مختلف ہون تو اگر ابو حنیفہ کے ساتھہ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول کا
لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے انتہی اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابو حنیفہ سے تو اگر اختلاف اونکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہان صاحبین کا
قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت مین بہی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے
کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ یہان ابی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابي يوسف ثم بقول محمد
ثم بقول زفر والحسن بن زياد وهو الاصح منيه وسراجية وعبارة النهر ثم بقول الحسن فتنبه پہر ابو حنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پہر زفر کا

بعد محمد کا قول لے پھر اوسکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ
کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خبردار ہو جائے کہ مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق میں اور حاویہ اور سراجیہ میں زفر اور حسن بن زیاد دونوں کو برابر
ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقید میں دونوں
قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ حاوی ہو ملنے کے یعنے معتبروں سے ایسا ہی واقع ہوا و تصحیح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط قرار
حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر مع تصحیح حاوی الحاق میں کے مقابل ہے اور مدرک نیچے را سے سے شہر
یعنی ادراک یعنے دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہو اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل
صاحب نہر نے قول اول یعنے حاوی اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص اور عام کو شامل ہے عام وہ جو شخص قوت مدرک کو ادراک نہیں
کر سکتا علاوہ اسکے کہ ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اوسکے برخلاف ہوتا ہے کہ جسکی دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور
صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر یہ شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہے جب کہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبا
دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ
یہ مسئلہ بہت مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں اوسکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل
کیا کہ کسیکو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک یہ نہ جانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو
اوسکا یہی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اونکو معلوم ہوتی تھی اور اونپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اوسکے
موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ اونکو رتبۂ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانہ میں تو حفظ
یعنی محفوظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور بموجب اس
تقریر کے جس قول کی حاوی میں تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنے
مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ اونہوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے اونکے حق میں یعنی
واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اوسکی دلیل بیان نہ کی انتہے مضمون البحر کذا فی الطحاوی ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد
متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب در مختار
اور قاضی مختار نہیں اختیار مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اوسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے
فتویٰ کیواسطے چنانچہ مصنف نے اسکو شرح بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدمہ میں ذکر کر چکے
ہیں اور آگے بھی مذکور ہوگا وفی القہستانی وغیرہ اعلم ان کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی
وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علما نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رای ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما
ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں تو نفوذ حکم قاضی نافذ
ہوتا ہے جب کہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اوسکا نافذ نہیں ہے یہ حکم ہے قاضی مجتہد کا اسواسطے کہ ابھی معلوم ہوچکا کہ قاضی مقلد پر اتباع
معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہوا ہو یا نہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اوسکا حکم مخالف ہو
کذا فی الطحاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما سراجیہ اور جب کہ دو مفتی ایک مسئلہ کے
جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیہ یعنی جو دونوں میں زیادہ فقیہ اور زیادہ پرہیزگار ہو تو اوسکے قول پر قاضی
عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا رای لہ فیہ شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما راہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون

غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ اور ملتقط مین ہی اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہوا اور اوسکی رای اوسمین نہو یعنی اوسکا
اجتہاد کسی شئے پر واقع نہو تو علماسے مشورہ لے اور اونکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اوسپر حکم کرے نہ اوس
قول پر کہ اوسکے سوا ہے مگر اس صورت مین جب کہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد مین قویتر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اوسکے جائز ہے
ہم یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ مین اور اگر قاضی مجتہد
نہین تو در صورت اختلاف جو اوسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اوسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے ثم قال و
ان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم واتباع رأیہم فاذا قضی بخلافہ لاینفذ حکمہ پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اوسپر تقلید اصحاب
مذہب اور اونکی رای کا اتباع واجب ہے تو اگر برخلاف اوسکے حکم کریگا تو اوسکا حکم نافذ نہوگا ہم کہتے ہین در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور در صورت
اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الخطابی والمصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا فینفذ فی القری وفی
عقارکا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونیکی شرط ہے ظاہر الروایۃ مین اور روایۃ النوادر مین شہر کا
ہونا شرط نہین تو حکم اوسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اوس زمین مین جو اوس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصہ اور اسی قول
غیر ظاہر الروایہ پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اخذ القضاء برشوۃ للسلطان او لقومہ وہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی
ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ شرنبلالیہ وحکم لاینفذ حکمہ قاضی نے عہدۂ قضا لیا بادشاہ یا اوسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ
قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کراکے قضا لی کذا فی جامع الفصولین و فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اوسکے عملہ و کارندے
قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اوسکا حکم نافذ نہین ہے جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اوسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی
اور رائش پر لعنت وارد ہے راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دونون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ سے رشوت حاصل ہوئی
ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیئے خصوصاً مصر کے قاضیون کو طرفہ ماجرا یہ ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دیکر قضا لیتا ہے
اگر اوسکو ملامت کیجئے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز
مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس
اوسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اوسکو لائق ہے کہ اوسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ مین ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے
علم مین بحر الرائق مین ہے کہ اگر قاضی کے عملہ مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اوس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہہ جو مصنف نے اختیار
کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہہ ہے کہ جس مقدمہ مین رشوت
لی اوسمین حکم نافذ نہین اور اوسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہے اور یہہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ دونون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول
یہہ ہے کہ دونون مین نافذ ہے اور یہہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق
موجب عزل نہین تو ولایت اوسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحاوی تتمہ رشوت بضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہے بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہے
جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونون پر حرام ہے مثلاً
تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہہ بھی آخذ اور معطی دونون پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق
تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اوسکا امر درست کر دے یعنی اوسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ دفع ضرر ہو یا جلب منفعت
یہہ لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اوسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف نہوگا کہ یہہ
رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونیکا حیلہ لینے والیکے واسطے یہہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھلے کہ یہہ اجارہ صحیح ہے

در تقسیم رشوت واحکام آن

قواعد کے متابع ملوک ہو جاتے ہین گے پھر اوسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بھیجے اور حواشی فتح مین ہے کہ اگر بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تہا
بعضے امراء سے ہو اسلئے کہ فلانے شہر مین اوسپر سے دفع ظلم کیا کرے پھر اوس بادشاہ مرگیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجر لازم ہے تو مین نے اسکا
کا جواب یون دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہ اجارہ ایسا تہا اوس طاعت پر جو اوسپر واجب متعین تہی یعنی وہ شخص ناظم ملک تہا اور ناظم پر حفاظت رعایا
اور دفع ظلم واجب ہے انتہی دلیل اس جواب کی وہی ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہو کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے بطرف محبت کے
واسطے دوسری قسم وہ جو جانبین کو حرام ہے یعنے ہدیہ لینا ظلم کی امداد کاری کے واسطے تیسری قسم ہدیہ کے لینے والیکے طرف سے حرام ہو نہ دینے والیکے
طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا اور حیلہ اوسکا یہ ہو کہ اوس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنیکے واسطے پھر وہ اوس سے کام لے بشرطیکہ وہ
کام کرتا اوسپر جائز ہو لیکن اور بلاشک اس نقل کا اوسکو لینے اور بادشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا لیکن دفع ظلم ناظم پر واجب ہو جاتا ہے
کہ اوسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دیے یعنے ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے
والی پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اس قسم رابع سے اوسکو شہرایا ہے جسکو شاعر لیتا ہو کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہے اور رشوت
کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھہ مال بطریق ہدیہ دیتا اوس کا مطلب سلطان سے درست کرا دیا اوسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر
ہے اول یہ کہ حاجت اوسکی حرام ہو تو اس وجہ مین دینے والیکو دینا اور لینے والیکو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہ کہ حاجت اوسکی مباح ہو اوسکی بہی دو صورتین
مین پہلی صورت یہہ کہ شرط کرے کہ یہ اسواسطے دیتا ہون تا اوسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین لینیکو لینا حلال نہین اور اس مین اختلاف ہو
کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال ہے اور حلت عطا اور اخذ کا یہ حیلہ ہے کہ نزدیک کہ اول مقدمہ اوس
ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اوسکا کام کرے بعوض اوس مال کے جو اوسکو دیا چاہتا تہا تو یہ اجارہ صحیح ہوا اجیر مستحق اجر ہوگا پہر مستاجر کو
اختیار ہے چاہے اوس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام خصاف نے کہا کہ یہ حیلہ اوسوقت صحیح ہو جب کہ وہ کام جسکے واسطے اوسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جسپہ
استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اوسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور رشوت کو اعطا بدون اس حیلہ کے حلال ہے یا نہین اسمین
اختلاف ہو بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی صحیح ہے حلت عطا کا قول اصح ہے یہہ اوسوقت ہے جب کہ اوسنے قبل اتمام
مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والیکو دینا حلال ہے اور لینے والیکو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہو دوسری
صورت یہہ ہو کہ درستی مقدمہ کو صریحا شرط نکرے لیکن مطلب اوسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اوسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف
مشائخ ہو اکثر مشائخ کا یہہ قول ہے کہ یہہ مکروہ نہین یہہ اوسوقت ہو جب کہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین مہاداۃ نہوتی باہم نہ دینے لینے کی عادت
نہو اور اگر دونون مین مہاداۃ کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پہر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیا تہا پہر وہ اوسکا مقدمہ درست
کردے تو یہہ خوب بات ہو کیونکہ یہہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہو کہ اگر ہدیہ باشرط ہو ولیکن بالیقین معلوم ہو کہ
اسواسطے ہدیہ لایا ہو کہ اوسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے کہتے ہین کہ اسکا کچھہ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام باشرط اور بلا طمع کردے پہر
اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچھہ مضائقہ نہین اور عبداللہ بن مسعود سے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی سے انتہی و ثمنه ما
لو جعل لہ علیہ شیئا لی محل شہر باخذ ثمنه و یعرض الیه قضاء تاحیثیر فتاوی المصنف لکن فی الفتح من قلدہ بواسطة الشفعاء کمن قلدہ
احتسابا و مثله فی البزازیة مراده و ان لم یحل الطلب بالشفعاء اور یہی حکم نافذ ہو جو شرح مین ہے کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والیکو کچھہ دینا مقرر کرے کہ ہر
مہینے مین اوس سے لیا کرے اور اوسی پر اوسکو قضا سپرد ہووے والا کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہو کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ مانند اوسکے ہو
جو قاضی ہو بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے انتہی اور یا وہ اسکے ساتھہ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے سے حلال نہین ہو سبب
استدراک یہ ہو اس تفسیرین کا ہو قبیل اس فن کے مذکور ہوچکا ولو کان عدلا ففسق باخذها او بغیرها وحکم لانه المعقول استحق العزل اجماعا

وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک ۔ اور اگر قاضی عادل پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق
معزولی کے ہوگا بنابر وجوب کے تنبیہ سلطان پر اوسکا معزول کرنا واجب ہو کذا فی البزازیہ اور وہ مسئلہ بحث کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے بغیر
بدون معزول کرنیکے اوسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے انتہی رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق
ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ہم عادل وہ ہے جو احکام شرع بجالاوے اور اوسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہہ کہ حکم الہے سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے جیسے
استماع غنا و رقص و اخذ رشوت وغیرہ ذلک ۔ فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اوسکا بیٹا یا کوئی اور قرابت دار جسکی گواہی اوسکے
حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اوسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر
فھو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر ۔ اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح
اور متقی ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اوسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اوسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اسی قول پر بحر الرائق
میں اعتماد کیا ہے یہہ قول مبنی ہے اوس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے
وہ اوسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اوسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی
الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانھا مبنیۃ علی القھر والغلبۃ ۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم
انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بنا امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اوائل دعوی الخانیۃ ان الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب
الدعاوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے ہم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل
کے معزول نہیں ہوتا تو یہہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفھمہ وعلمہ بالسنۃ
والآثار ووجوہ الفقہ ۔ اور سزاوار یہہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے
علم میں ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہے محرمات اور خوارم مروت سے بازرہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اوس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی
کامل العقل چاہئے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ در نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی
قلیل السوء ہو نہ شارب نبیذ نہ ستابہ جال نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس الناطقہ کسب تدابیر اور سطالب
کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے وہ طرق
مراد ہیں جن سے فقہ مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنا فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ مستحب
کی شرط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے
اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں دریافت کرنا چاہئے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی
چیز کے حاصل کرنے کے واسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح میں کہا بذل طاقت
سے مراد یہہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شرط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا
اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بقدر متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا عالم
ہونا اور یہہ شرائط تو مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اس پر معرفت
اوسیقدر کی لازم ہے جو اوس حکم خاص سے متعلق ہے مثلا حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں اور یہاں اجتہاد سے مراد اول
مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر فیصح تولیۃ العامی ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علاوہ براں
خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

ف۱۵ طریقہ کا سلیم ہونا کنایہ ہے درستی ہی سے یعنی جس سے ہم کو ایذا نہ پہنچے ۱۲ منہ

ف۱۶ یعنی نبیذ پینے والا مسخرہ اور ٹھٹھا کرنیوالا اور پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانیوالا ۱۲

قاضی جاہل غیر شخص کے فتوے سے حکم کرے اسواسطے کہ مقصود قضا سے حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوے سے کذا فی البحر ابن عرس صاحب فوائد نے بیان
کیا کہ فقہا کی مراد جاہل سے جاہل محض نہیں بلکہ ناقص العلم مراد ہے اور فہم درست اور کثیر مرتبہ یہہ ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام
شرعیہ کا کتب مذہب اور مسند و مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور عادی اور سمجھ بات کیفیت آثار اور حقیقت سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ ولکن فی
ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی
الدیانۃ والقضاء عالما دینا کالکبریت الاحمر واین الکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی
ظاہر پر حکم کرتا ہے یہہ قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو ویسے ہی اور فرمایا یعنی قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور
اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہہ ثابت ہوا کہ بنای فتوی دیانت پر ہے یعنے
بمابینہ وبین اللہ اور بنای قضا ظاہر پر تقدیر ہے اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر مقدمہ میں تفصیل نہیں
اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو اور فروج کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ دونوں میں خونریزی اور تلاف اسباب کی ضرر زائد ہے گو طلاق
کہا بعض نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اقتضا سے دو مراتب جسپر کہ قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو
تو دو مین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے اور مسائل مین ہے نہ ہر مسئلہ مین و شاہد نیا فذ کہ المفتی اور قاضی کی مانند اور نصاب ذکر کر
مین مفتی سے یعنی مفتی کا بھی موثوق ہونا شرط اور صفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین دیکھو عبارت ان الاصولیین المجتہد
اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور معنی اسکے یون ہین کہ رو کہ عبارت ہو مجتہد کی
اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اوسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہے چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر مین مشرح بیان کیا ہے فتح
القدیر مین ہے رای اصولیین اسپر مستقر ہوگئی ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اوس سے کوئی سوال کرے
تو اوسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلا امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے مین علما موجودین کا فتوی در حقیقت فتوی نہیں بلکہ
وہ کلام مفتی کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنیکے دو طریقے ہین یا یہہ کہ ناقل کی اس نقل مین مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ ثقات سنا ہو یا
یا ناقل ان کتابوں سے جو مشہور ہو دست بدست متداول ہو قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکے تصانیف مشہورہ مجتہدین پس کیونکہ
کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا کچھہ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسألہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے
قضا کی اپنے دل سے اور نہ اوسکا سوال کرے اپنی زبان سے حکم ہیہ نقل ہے بعض نے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس سے مروی ہے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا تعالی کیطرف سے توفیق خیر اسکو نہو گی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جبرا
زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اوسکے طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری مین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ای عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال نکیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اوسکے طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجھکو امارت دیجائیگی
تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہین حرام ہے اسواسطے کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوای خذلان اور بیہودگی
دارین اوسکا کیا ثمرہ ہے اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنی رب پر توکل کریگا تو وہ کچھہ الہام ہوگا
فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل عن القاضی الاول بعد حکمہ
نہ ہوا اور خلاصہ مین ہے کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب کہ طالب پر قضا متعین ہوجاے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا حسب اتی قاضی جدید سے
یہہ دعوی کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہے کہ جیسے طلب جائز نہین ویسے ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور اسمین کچھہ فرق نہین ما بین قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہہ تنفیذ شرط کی طلب ہے

[illegible]

اور صورت دعوی بتقصور ہی اگر قاضی جدید سی بحالی عہدہ قدیمہ طلب کری تو قاضی اوس سی کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پہر اوسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر
قاضی متعین ہو اسطرح کہ اوسکے سوا کوئی لیاقت قضا نرکہتا ہو تو اوسپر طلب قضا واجب ہی تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ
والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہی طلب قضا کو شخص گمنام کے واسطے تاکہ اوسکا
علم ظاہر ہو ویختار المقلد الاقدر والاولی بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اوس شخص کو اختیار کری جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنی غیر
سی یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم مین فضل ہو اوسکو یہہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی مین ابن عباس سی مروی
ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شی مین پہر وہ حاکم اور عامل کرے ایک مرد کو اور حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اونمین
یعنی مسلمین مین کوئی شخص اولے بایں عمل ہے اور اوس سی زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا تو البتہ اوس نے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور
جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلے موصلی مین مروی ہے اور سلطان کو لازم ہی کہ قاضی کا رزق بیت المال سی مقرر
کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی اور مقدور والا ہو اور اگر کچہہ نلے اور ثبت عمل قضا کری تو افضل ہے اور اصل اسمین قول ہی اللہ تعالی کا
مال یتیم مین جب کہ وصی اوسکی کارندگی کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو
فقیر ہو تو دستور کی موافق کہاوے عمر فاروق سلیمان بن ربیعۃ باہلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اونکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو
درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضے شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کے عیال فاروق اعظم کے وقت مین کم تہے اور غلہ ارزان تہا اور خلافت مرتضوی
مین اونکی عیال بکثرت تہی اور غلہ گران تہا تو قاضی کی روزی مین کچہہ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہین
کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند
معاند حق نہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یعنے احکام شرعیہ کے جاری کرنے مین خلیفہ ہے ہم عینی نے کہا مقصود قضا سی رفع فساد ہی اور اخلاق
مذکورہ تو آپ ہی فساد ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفہ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے
نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفہ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنے پر محمول ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہہ لفظ مخصوص
بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داود علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم او العجز یکفی احدھما فی
الکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اوس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سی ڈرے ظلم اور عجز مین سی ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہی کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار مین کرہ التقلید ہی اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہی اور یہی مناسب ہی اور اسطرح ملیگا قول مین والتقلید رخصۃ ہی اور بہتر والتقلد رخصۃ ہی
کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اوسکے واسطے متعین
ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سی بیخوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پہر اگر لیاقت قضا اوسی شخص مین منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہم
ہم فتح القدیر مین ہی محل کراہت اوسوقت ہی جب کہ قضا اوسپر متعین نہو اور اگر اوسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اوسپر واجب ہی کہ آپکو ظلم وغیرہ
سی تہامی رہی مگر یہہ کہ سلطان سی فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ بزازیۃ فالاولی عدمہ اور
قضا کا قبول کرنا رخصت ہی یعنی مباح ہی اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم در صورت عدم خوف ظلم
قبول قضا مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ مین ہے کہ بعضے فقہا کی نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر بزبردستی
سی اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہی اور صحیح یہہ ہے کہ دخول عزیمت ہی اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولے عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہہ ہی
کہ دخول بیچ قضا عزیمت ہی اور امتناع رخصت ہی بزازی نے کہا عامۃ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین آخر یقین کیا ہی اس دلیل سی کہ اکثر خطر
پڑتی ہی اوس شخص کے گمان مین جو اپنی نفس پر اعتدال کا گمان رکہتا ہی پہر اوسی سی خلاف اوسکے ظاہر ہوتا ہی کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاھل الدخول

نیہ للناس غیرہ تردد فی طہرہ فتعینت الاحکام الخمسۃ اور حرام ہوتا اول پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمۃ تو یہ احکام خمسہ ہیں ہم علماء
نے یہ ہو کہ قبول قضا کا امر فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جب کہ اوسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت
قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جب کہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے درصورت بیخوفی ظلم و ترک
انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے
کہا یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباسؓ سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنے جسنے قضا طلب کی وہ بے
چھری ذبح ہوگیا و لہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہانتک صبر کیا کہ قید
خانہ میں مرگئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قضا مثل سمندر ہے کیونکر اوسکے پار ہو سکوں تیر کر اور ایک
نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ آپ تو گویا اب بنا ہی چاہتے کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم میں ابو ذرؓ سے روایت
ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم کیجیو دو شخصوں پر اور
مال یتیم کا متولی ہو جیو اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک
مرد وہ جسنے حق کو دریافت کیا پھر اوسیکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ جسنے حقکو دریافت کیا اور پھر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا
تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک وہ ہے جسنے حقکو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ
صدیقہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کیدن تو شدت حساب میں ایسا گرفتار ہوگا
کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نکیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول
کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباسؓ سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اوسنے اونمیں اونکی خوشی
ناخوشی کیموافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اوسکے ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اوسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نلی اور حکم میں
اور ظلم نکیا تو حق تعالے اوسکے قید اور بندش کو چھوڑا دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اوسکے بائیں ہاتھ
و داہنے ہاتھ کیطرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈالدیا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کان کافرا ذکرہ
مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا
اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جب کہ بادشاہ مذکور قاضیکو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے عادل وہ ہی جو ہر شے کو اوسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا
جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وقیل غیر ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں ہے حالانکہ
صحابہ سلف نے اوسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اوس بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کفار کے
قبضے میں ہیں وہ بلا شک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ اونہوں نے اونمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو اونکی اطاعت
بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کہ کفار کے طرف سے حاکم مسلم ہے تو اوس میں اقامت جمعہ
اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامے جائز ہے کیونکہ اون پر مسلم مستولی ہے اور طاعت کفر تو مخادعہ ہے اور وہ بلاد جن پر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو
اون میں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہوجاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں ابن ہمام اور
مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کے طرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال بغلبۃ کفار وجب علی
المسلمین تعیین وال وامام للجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح

فتح القدیر مین ہی کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ ہو جسے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین مین اب کافر غالب ہو گئے ہین جیسے قرطبہ مین تو مسلمین پر واجب ہی
کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کرین اور اوسکو والی قرار دین پہر وہ قاضی کو مقرر کرے یا وہ اونمین فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹہرا دین جو انکو
جمعہ پڑہایا کرے انتہی اور یہہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر وَمِن سُلطانِ الخوارِجِ وَاَهلِ البَغیِ وَاِذا
صَلَحَتِ التولیۃ صحّ العزلُ واذا رُفِعَ قضاءُ الباغی الی قاضِی العدلِ نفذہ وقیل لا وبہ جزمَ النّاصحیُّ اور جائز ہی قضا قبول کرنا خارجیون کے
بادشاہ اور باغیون سے اور جب کہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو اونکا معزول کرنا بہی صحیح ہے یعنے اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی
مقرر کرے تو صحیح ہے اور جب کہ قاضی باغی کا مرافعہ ہو قاضی عادل کیطرف تو اوسکو جاری رکہے اور بعضون نے کہا کہ جاری نکرے اور اسی پر یقین کیا ہی ناصحی نے
ہم بحر الرائق مین ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح مین فاسق صلاحیت قضا کی رکہتا ہی اور
یہی قول معتمد ہی انتہے تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا تقلّد القضاءَ طلبَ دیوانَ قاضٍ قبلہ یعنی السجلاتِ پہر جب کہ عہدۂ قضا پر منصوب
ہو تو قبل کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان اصل مین معنے جریدہ حساب ہی پہر حساب پر اوسکا اطلاق ہوا پہر موضع حساب پر اور یہان مراد
وہ تہیلیان اور بستے ہین جنمین سجلات اور محضر وغیرہا ہوں دستور یہہ ہی کہ قاضی دو نسخے لکہتا ہی ایک اپنے پاس رکہتا ہی کہ شاید اوسکے طرف کا ہی حاجت ہو اور
دوسرا خصم کے ہاتہ مین دیتا ہی اور جو خصم کے ہاتہ مین ہی وہ اعتماد کے لائق نہین تو قاضی مغضوب دو شخص یا ایک امین کو بہیجے تا قاضی معزول یا اوسکے امین سے
کاغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اوس سے پوچہے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تہیلی مین رکہے تا نکالنا آسان ہو پہر بعد قبض کے اوسپر مہر کرے تغییر کے خوف
سے سجل وہ جسمین خصومت متخاصمین اور اقرار مدعا علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا بنکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ نرہے اور اوسکو محضر بہی کہتے ہین اور صک وہ ہی جسمین
بیع یا رہن اور اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ تینون کو شامل ہے اور حال کے عرف مین سجل وہ ہی جسکو شاہدون نے واقعہ مین لکہا اور قاضی کے
پاس ہی اور اوسپر قاضی کا خط نہین اور حجت وہ جسمین سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اوسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اوسکے شاہدون کا خط ہو اور خصم کو
دیا جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر فی حالِ المحبوسین فی سجنِ القاضی اور قاضی نظر کرے اون قیدیون کے حال مین جو قاضی کے قیدخانہ مین ہین
ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قیدخانہ مین بہیجے اور وہ قیدیون کے نام اور اونکی اخبار اور اونکے مقید ہونے کا سبب لکہے اور دریافت کرے کہ کسنے اونکو مقید
کیا وامّا المحبوسُ فی سجنِ الوالی فعلی الامامِ النظرُ فی احوالِہم اور جو شخص حاکم کے قیدخانہ مین محبوس ہے تو امام یعنے بادشاہ پر اونکے حال کا نظر کرنا لازم ہی
فمن لزمہ ادبٌ ادّبہ والّا اطلقہ سو جس قیدیکو ادب دینا لازم ہو تو اوسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہین تو اوسکو چہوڑ دے ہم یون کہنا مناسب تہا
جیسا کہ بحر الرائق مین شرح ادب سے ہی کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چہوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہی کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اوس سے قضیہ متعلق ہو ولا یبیت
احدٌ فی قیدِ الّا رجلٌ مطلوبٌ بالدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید مین مگر اوس مرد کو جو خونریزی مین ماخوذ ہو ونفقۃُ مَن لیسَ لہ مالٌ فی بیتِ
المالِ بحر اور اوس قیدیکا خرچ جسکے پاس مال نہین بیت المال مین ہے کذا فی البحر یعنے مفلس محبوس کی خوراک اور پوشاک بیت المال مین ہی اور یہی حکم ہے
مشرکین کے محبوسونکا اور سزاوار یہہ ہی کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اونکے نام لکہے ہون اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیا کرے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے
ہاتہ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقرّ منہم بحقٍّ او قامت علیہ بیّنۃٌ الزمہ الحبسَ ذکرہ مسکین وقیل الحقّ سو محبوسین مین سے جو حق کا اقرار کرے
یا اوسپر گواہی قائم ہو تو اوسکو حبس لازم رکہے اسکو مسکین نے شرح مین ذکر کیا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ اوسپر حق لازم کردے یہہ قول عینی اور ابن ہمام کا ہی
والّا نادی علیہ بقدرِ ما یریٰ ثم یُطلِقہ بکفیلٍ بنفسِہ فان ابیٰ نادی علیہ شہرًا ثم اطلقہ اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اوسپر منادی کرا دے
جسقدر کہ مدت قاضی کی راے مین آوے پہر محبوسکو چہوڑ دے اوس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اوسپر مہینہ بہر منادی کرا دے
پہر اوسکو چہوڑ دے ہم طریقہ منادی یون ہی کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلہ مین منادی کو بہیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچہہ دعوی ہو وہ حاضر
ہو تا اوسکی روبکاری ہو وعمل فی الودائعِ وغلّاتِ الوقفِ ببیّنۃٍ او اقرارِ ذی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم عصری نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامیٰ کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ورثہ یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول لا لمحاباۃ بل لازعاماً و شہادۃ القاضی لا تقبل خصوصاً بفعل نفسہ درر و مفادہ ردہا ولو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب تہمت ہو جانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذاتی فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد یہ ہے کہ شہادت معزول اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جب کہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہ گیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود رہے گی قلت لکن افتی قاری الھدایۃ بقبولہا و تبعہ ابن نجیم فی فتاویہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب نے اسکا اتباع کیا ہے مترجم کہتا ہے واضح ہو کہ مرحوم طحطاوی نے کہا بحرالرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوی میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہو الا ان یعترف ذوالید انہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما لانہ ثبت بالید لذی الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول و یضمن المقر قیمتہ ای مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی بتسلیمہ لیعنی اقرار القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جب کہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقرلہ کو تسلیم کیے جائیں گے اور تاوان دے گا مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو واسطے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقرلہ کو تسلیم کرے و یقضی فی المسجد و یختار مسجداً فی وسط البلد تیسیراً للناس و یستدبر القبلۃ کالخطیب والمدرس خانیۃ اور قاضی مسجد میں بیٹھ کر حکم کرے اور مسجد ایسی اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے اور چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہوا اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے عمری نے کہا قضا فی المسجد بزمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانہ میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں و یختار المفتی علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ و فی الخانیۃ علی المدعی علیہ و ہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنیوالے کی مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت مذکور مدعی علیہ پر ہے اور یہی قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنیوالے کی بیت المال میں ہے بحرالرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اوسی شہر میں نصف درہم سے درہم تک اور خارج شہر میں ہر فرسنگ تین درہم سے چار درہم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے تنخواہ کی درخواست کرے و کذا السلطان والمفتی والفقیہ اور اسی طرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے ولو قضی فی دارہ و اذن عموماً یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم علامہ شامی نے کہا کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور وہاں دربان اور حاجب نہ مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر بخوف ازدحام عوام کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت میں اور جس روز جلوس کا ارادہ کرے تو نفل روزہ نہ رکھے اور اسکے حسن ثیاب اور اعدل احوال میں کذا فی الطحطاوی و یرد ھدیۃ التنکیر للتقلیل ای کل ہدیۃ اور قاضی ہدیہ اور سوغات نا پھیر دے میں کہتا ہوں عمری نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا تنکیر واسطے تقلیل کے ہے یعنی تھوڑی سی چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ بیت المال میں نہ رکھوا دے تو یہ اکثر مشائخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وھی تملک بلا اشتراط اعادۃ بخلاف الرشوۃ ای علماء اور ہدیہ بدوں شرط واپس ہو جاتا ہے

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہہ فرق ہے کہ ہدیہ مین اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربراری
مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والیکو پہیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا
کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیہ کا پہیر دینا اوسکی عدم معرفت یا اوسکے مکان کی دوری
سے متعذر ہو تو اوسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تاتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہہ ہے کہ آپکے
ہدایا آپ کے مملوک تہے کذا فی التاتارخانیہ ھم سیہ دفع دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول علیہ السلام کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول
فرماتے تہے پہر کیا وجہ کہ قاضی قبول نکرے اوسکا جواب یا کہ یہہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید
واللہ اعلم یہہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تہے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نتہی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام
قبول الہدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی
اور تاتارخانیہ کا مفاد یہہ ہے کہ امام یعنے سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین والا خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول
کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اوسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے لینے اوسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربراری کا احتمال ہے ھم
شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کو
ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہہ لازم نہین آتا
کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکہدین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو
جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین مین صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیئے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الامن ابعاض السلطان والباشا اشباہ ای
وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پہیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا
کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اوس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی
کذا فی الدرر یعنے بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا مین رجوع نہو ھم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اوتنا پہیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار
اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان اور اوسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بہی عدم خصومت کی قید لگائی جاوے سلطان اور نائب کے
ہدیہ قبول کرنیکی یہہ وجہ ہے کہ اونکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف مین سے ہے اور ظاہرا قبول ہدیہ ان صورتون مین ہے جب کہ حلت
غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے
مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تہا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت اور اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد ای یجانب
دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم ومعتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کو مان لینے کو
قبول نکرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نکرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول بعض یہہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے
ھم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ
اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا
کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب
بحر نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نکرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وفی
شرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نکرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت
عامہ ہو بسبب تہمت کے ھم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایکبار پہر وہ ہر ہفتے مین بعد قاضی ہونیکے دعوت کرے تو قبول نکرے اور اگر طعام اکثر

ويعود المريض ان لم يكن له ... ويشهد الجنازة كذا في المحيط وعن التاتارخانية
عادت قدیمی سے نہ قبول کرے مگر بصورتیکہ جب کہ شخص مذکور کا مال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی المحیط وعن التاتارخانیہ ... ماتہدین
لها ولا عليهما دعوى كذا في التبيين والظهيرية ... عن البرجاں اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعا علیہ نہ ہوں
وسمع عنهما ... والنظر والاشارة ... والاقبال ... بن الخصمين جلوسا ووجوها ... كذا في النهر ويسوى
كذا في السراجية عن البرہان ہم مگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر اور واجب ہو کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنے مدعی اور مدعا علیہ کو یکسان
بٹہاوے اور دونوں کی طرف یکسان متوجہ ہو اور رفع صوته على احدهما ولا يسار احدهما ... اور واجب ہو کہ قاضی مساوات اور برابری کرے ... اور بازرہے
رکھے باعتبار بیٹھنے اور متوجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے اور دیکھنے کے اور بازرہے ایک کی سرگوشی سے یعنے چپکے ایک کے کان میں بات کرے اور بازرہے
ایک شخص کے طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ و ایک پر شور نکرے ہم امور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے
واجب ہو تا دوسرے کی دل شکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحٰق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا بقضا بین المسلمین ہو تو اونمیں مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز نہ بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور
اس امر سے ابوموسے اشعری کو لکہا کہ مساوات بین الناس کر اپنے متوجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تا شریف تیری ظلم میں طمع نکرے اور ضعیف تیری عدل سے
نا امید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نکرے اور نہ وجہہ سے مخفی بات کرے اور کسی کو تلقین حجت نکرے بسبب تہمت کے فوازل اور فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ
مخاصمت کی اگر کسی کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اوسکی نشست گاہ میں آکر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بیٹھے
اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ اونہوں نے امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کو اور اونکے مخاصم کو اسطرح بٹہلایا اور
باتفاق اہل علم یہ مستحب ہو کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹہلاوے اور ایک کو اپنی داہنے اور دوسرے کو بائیں نہ بٹہلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق
ہو کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹہیں دو ہاتہ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹہتا ہے استاد کے روبرو اور چار زانو یا پڑیوں پر نہ بیٹہیں اور اگر اسطرح بیٹہیں تو
تعظیم قضا کے سبب قاضی اونکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اوسکے سامنے کہڑے رہیں بہیبت قضا کے واسطے پہر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے چاہے اون سے ابتدا
بہ تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہو اور چاہے سکوت کرے یہانتک کہ وہی کلام آغاز کریں پہر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرا خاموش کیا جاوے تا وقتیکہ وہ اپنا کلام پورا
کرے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پہر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اوس سے طلب کرے یہی قول
اصح ہو تا علم بالمقصود حاصل ہو اور محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی اول دعوی اول کا فیصلہ کرے پہر دوسرے پہر تیسرے کا دعلی ہذا القیاس
اور اسپر ایک امین غیر مرتشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکہے اور امین کو چاہئے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہو اور اگر سابق میں تردد واقع ہو تو قرعہ ڈالے
اور خصوم پر شتابی نکرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بہول جاتا ہے اور معلوم کر کہ قاضی کے روبرو کہڑا ہونا معروف نہتا
یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نہتا تو یہ بہی اون محدثات سے ہے جسکے طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال والادب ہیں تو قاضی عمل کرے بمقتضای حال اس
خبیر کا ارادہ کرے نہ حشمت منتج تکبر کیطرف پہنچاتی ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں عبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا غضب اور تواضع اور انکسار
ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہئے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکہے تا سجل فاسد نہو جاوے بعضے شروط کو ترک کر دینے سے چنانچہ
دیکہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر محیط نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق التسویہ بین الخصمین نے الجلوس عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت
اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو گریہ کہ اگر بادشاہ مدعا علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے خصم کو
وہاں بٹہلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی والضحك في وجهه وكذا القيام له بالاولى اور قاضی بازرہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسطرح
ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے بازرہے بطریق اولی ہم اسواسطے کہ قاضی کی ایسی حرکت سے دوسرا شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جاویگا کذا فی النہر وضيافته اور قاضی کسی
شخص کی دونوں میں سے ضیافت نکرے ہم اسحٰق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسنؓ سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضیٰ کے گہر میں آکر اوترا آپ نے اوسکی ضیافت
کی پہر جب اوسنے یہ کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کروں تو علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے اوٹہہ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر اوسکے ساتھہ اوسکا خصم ہو اور اسیطرح عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت میلان ہے کذا فے الفتح نعم لو فعل ذلك معهما جاز ہان اگر اسکو دونون کے ساتھہ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اوسکا یہہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کے طرف اشارہ کرے تو جائز ہے انتہے ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرهما لذهابه بمهابته اور قاضی خوش طبعی نکرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنه حجته وعن الثانی لا بأس به عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکہادے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچہہ مضائقہ نہین کذا فی العینی ہم تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاهد شهادته واستحسنه ابو یوسف فیما لا یستفید به زیادة علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نکرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دلہنت حاصل نہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچہہ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعا علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کردیئے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرلے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بقضا ہوئے اور دیکہا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادای شہادت سے بند ہوجاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نکرین تو حق ضائع ہوجاے کذا فی الفتح والفتوى على قوله فیما یتعلق بالقضاء لزیادة تجربته بزازیه اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونیکے سبب سے ہم اور قنیہ مین بہی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے نہ کلی وفی الولوالجیة حکی ان ابا یوسف وقت موته قال اللهم انك تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومة نصرانی مع الرشید لم اسو بینهما وقضیت علی الرشید ثم بكى انتهى قلت ومفاده ان القاضی یقضی على من ولاه وفی الملتقى ویصح لمن ولاه وعلیه وسیجیٔ اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مینے میلان نہین کیا یعنی مین نہین جہکا احد الخصمین کیطرف یہان تک کہ دل سے بہی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھہ مینے دونونکو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مینے ہارون رشید پر یعنی اوسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پہر ابو یوسف روئے انتہے مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اوس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقے الابحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اوس سلطان کی نفع اور مضرت مین جسنے اوسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملة ادب القاضی انه لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفه الآخر بدائع مین ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہہ ہے کہ قاضی کلام نکرے احد الخصمین سے اوس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہے وفی التتارخانیة والاحوط ان یقول للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمهما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعا علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کردون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچہہ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہوجائیگا دونون کی تحکیم سے ہم یعنی قاضی حکم کرنیکی دونون سے اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچہہ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امره السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمه بزازیه قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پہر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پہر نئے سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنے دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فے البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہے کہ قاضی پر یہہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیه نسخة السجل من المقضی له لیعرضه علی العلماء

امرہم بکم امر لا ان ثم ال رسمہ تعلمون بذلک بہ امر المنادی ؎ اور اگر کسی نسخہ میں کا انحو اور سے ہو تو بنا ہو گا کہ ملا کے سامنے کریں کہ میرہم و دیتیم
سو اوس نے نسخہ یا زوشے اوسپر لگا دینا تو تم کرو سے وا سطے کہ لئے جواہر القضاء و فی الفتوی متی امکنا قام الملحق بلا ابقاء صدق یکان اولی
ادرج القدیر میں ہے کہ جب تک قاضی بیکنہ اعتراض بے تعجب تک ہو تو بہتر ہے ہم طریقہ دیکھا بسط میں یوں مذکور ہے کہ جو شخص بلاے اوس کے قاضی مقرر
کرو اور وجہ حکم اوس پر بیان کرو اللہ کہو کہ بہت تیری محبت تسی اور دریافت کی یکن حکم شرع اسطرح تھا لئے سوا نہیں ہو سکتا تھا بیہ چند امر ہوا تو سے
کو وہ لوگوں سے شکایت کرے اور قاضیکو ملامت پالنے اور لوگ اوسکی شکایت سنکر بدگمان نہوں کہ لئے المعلامات مفتا وھل یقبل قصص الخصوم
فی مجلس للقضاء والا احدہما ولا یاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نکرے جواب یہہ کہ
یہہ ہو کہ تاترخانیہ میں ہے کہ اسطے میں حکایات تو قبول نکرے اور اگر منظور نہیں تو بہتر قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ لیکر ہو مگر اوس بات کو ات
کہ جو مبتلا اوسنے باقرار صریح اور کیا ہم حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوے سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب کا یوں کہنا کہ میں مال مضاربت کو سفر میں لیگیا
اور فلانے شہر میں اوسکو بیچا اور ادس کا جناس کو خرید کیا اور ما نند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوے سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات
اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہے سطر چہ گذشتہ سے کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر میں لیگیا پھر
اوسنے وہاں جو کچھ کیا سو مال ضائع ہو گیا اب میں اوس کا تاوان چاہتا ہوں تو مدعا علیہ جواب میں کہے کہ تاوان یا اوسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح ہو
کہ مضارب کہے کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارہ پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں تمال کے لانیکے واسطے گیا پھر جو کنارہ پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی
الملتقط الملاوی **فصل فی الحبس** یہہ فصل ہے حبس کے احکام میں جو یہہ کہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص الحکام کثیرہ تھا اسلئے مصنف نے اوسکو علیحدہ فصل کر کے
ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اوسکا اطلاق ہوا کہ اسکو اہل ہند جیل کہتے ہیں اور بندیخانہ اور جیلخانہ بولتے ہیں
ہو مشروع بقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے نفی کئے جائیں یعنی زمین سے یعنی نکالے جائیں ہم نفی سے نفی من جمیع الارض
مراد نہیں کہ متصور نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد متہم کو
مسجد میں محبوس کیا اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جبکہ حبس نہ تھا تو مسجد میں یا دہلیز پر
ایک قول یہہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر مکہ میں چار ہزار درہم کو خرید کیا اور اوسکو حبس بنایا واحدث الحبس علی رضی اللہ عنہ وبناہ من قصب سماہ
نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وکسرہا موضع التخییس وہو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قیدخانہ
ایجاد کیا اور اوسکو بانس سے بنایا اور اوسکا نام نافع رکھا سو اوس میں نقب دیا چوروں نے یعنی اور قیدیوں کو نکال لیگئے پھر حضرت مرتضے نے اوسکے سوا دوسرا
حبس بنایا مٹی سے ڈھیلوں سے اور اسکا نام مخیس رکھا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بفتح یا موضع خوار قیدیا
اور کسرہ سے اسم ظرف ہو یعنی محل تذلیل اور بکسرہ اسم فاعل سے یعنی ذلیل کرنیوالا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ الا ترانی کیسا مکیسا بنیت
بعد نافع مخیسا حصنا حصینا وامینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھکو نہیں جانتا دانا عقلمند کا دانا بنے والا میں بعد نافع کے مخیس بنایا
مکان مضبوط اور محفوظ اور دانا امانت دار اور قائل یہہ امام ظاہر ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور ناسکے جو وزیرا جو یہہ ہے
قال ما کتابی الرحیم صفتہ ان یکون بموضع لیس فیہ فراش ولا وطاء یتحقق فیہ صفت قیدخانہ یہہ ہو کہ ایسا مکان ہو جہاں فرش اور بستر کچھ نہ
تو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے یہ بہتر ہے کہ مصنف نے یکون موضع کہا کہذف با اجازت اور روشنی کو بوزن کتاب و سحاب ہر خلاف نیاء چنانچہ قاموس
میں ہے تو معلوم ہوا کہ فرش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کے واسطے بچھایا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہو
جو گرانی المعادی دمفادہ انہ لو مبیع لہ بہ منع منہ اور مفاد و تعلیل یہہ ہو کہ اگر محبوس کے واسطے کچھ لایا جاوے تو منع کیا جاوے ولا یمکن احد ان یدخل
علیہ للاستیناس الا اقاربہ وجیرانہ بستیلہ للمشاورۃ اور کوئی قادر کیا جاوے اوسکے پاس جانے پر دل لگانے کے واسطے مگر اوسکے اقارب

اور پردیسی جاننے پا دین مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ھم یعنے یہواسطے کہ اوسکے مشورہ سے حصول مقصود منصور ہے یعنی ادای دین ولا یمکن عند طویلاً ومفادہ
ان زوجتہ لا تحبس معہ لو ھی الحابسۃ وہو الظاھر اور اقارب اور ہمسائی اوسکے نزدیک یا دونہ ہوین اور مفاد عدم طول مکث اقارب یہہ ہی کہ مجبوس کی
زوجہ اوسکے ساتھہ قید کیجای اگر قید کرانے والی وہی ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ھم زوجہ اقارب اور جیران مین داخل نہین تو انا دہ مذکور کہان حاصل ہوا اور
یہہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنیسے نہر الفائق مین یون مذکور ہے کہ جب مجبوس جماع کا محتاج ہو تو اوسکی زوجہ یا لونڈی اوسکے پاس جای
اگر وہان اسکا امکان ہو اور اسمین دلیل یہہ ہے کہ زوجہ اوسکی قید کی جای اوسکے ساتھہ اگرچہ حابسہ ہو اوسکی اور یہہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بھی یہہ خلل
ہو کہ حابسہ ہونیکی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق مین ہی کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے
ساتھہ قید کیجای کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی مین ہے کہ مجبوس کو قدرت دیجای اوسکی لونڈی کی قربت پر
اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض فغیرہ اولی اور مجبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض
یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولے نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ
لا غیرھم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونیکے واسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ھو کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول اور فروع
جنازہ کے واسطے نہ سوای اونکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضاً اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر بیمار ہوے ایسا کہ
ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اوسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنے سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنیوالا ہو یا ضامن نپاوے
تو نہ نکلے اسیکا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب بل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس حاوی اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے
بلکہ محبس مین بھی کسب نکرے اور اگر مجبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے قاضیکے پاس جاوے پہر قید کیا جای کذا فی الحاویہ ولا یضرب المحبوس الا فی
ثلاث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ
اور نہ مجبوس پر مار پڑے مگر تین صورت مین ایک یہہ کہ کفارۂ ظہار نہ اوا کرے یعنے باوجود قدرت دوسری یہہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نکرے تیسرے یہہ کہ اپنی
زوجات کے درمیان باری ترک کرے نصیحت کرنے اور سمجھانیکے بعد اور قاعدہ کلیہ یہہ ہی کہ جو حق کہ فوت ہوجای تاخیر سے اور کوئی چیز اوسکے قائم مقام نہو سکے
اوسکے ترک مین ضرب ہی کذا فی الاشباہ ھم ضرب اسواسطے ہوتی ہی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہی اور زیادتی حبس مین قرابتدار کا ضرر ہے کیونکہ اوسکا نفقہ ساقط
ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح مزید حبس مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما فی الوھبانیۃ سہ وان فر یضرب دون قید تادیبا وتقییدین با
العنایۃ ذکرہ مین کہتا ہون اور مسائل ثلثہ ضرب پر وہ مسئلہ زیادہ کیا جای جو وہبانیہ مین ہے یعنے اور اگر مجبوس بہاگے تو اوسے دینے کے واسطے مارا جای بدون
بیڑی ڈالنیکے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا سرکشی مین مذکور ہے ھم یعنی اگر مجبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جای اور ایک سوراخ
اسمین رکہا جای جس سے روٹی پانی اسکو دیا جای اور دوسرا قول یہہ ہے کہ اسمین قاضی کی رای کو دخل ہے جیسا مناسب دیکہی کرے کذا فی الطحطاوی ولکن لو
اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی حبس اللصوص وھل یطین الباب الرای فیہ للقاضی بزازیہ اور مجبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جای مگر جب کہ
نہ سکے بہاگ جانیکا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اوس محبس مین بدل دیا جای جو چورون کے واسطے مخصوص ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جای اسمین قاضی کا
اختیار ہی جیسا مناسب دیکہی کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد اور نہ مجبوس برہنہ کیا جای کپڑے اتار کر ولا یؤاجر وعن الثانی یؤجر لقضاء دینہ اور نہ مجبوس
محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مزدوری کرائی جای اوسکے ادای دین کے واسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اھانۃ اور نہ
مجبوس صاحب حق کے آگے کہڑا کیا جای اوسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلد لا قاضی فیہ لازمہ لیلاً ونہاراً حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور
اگر صاحب حق اوس شہر مین ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھہ بنا رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پا جای کذا فی جواہر الفتاوی ھم صاحب حق کو ملازمت
کا اختیار ہی اور یہہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب نکرنے دے یا گہر مین نہ جانے دے اور اسیکے طرف اشارہ حدیث شریف مین ہی کہ لصاحب الحق الید واللسان انتہی ملازمت

مراد ہو اور نہ بال سو سخت تماشا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سو متعلق ہے بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہو کذا فی البحر و
تعیین مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادۃ صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار مین ہے جب کہ صاحب حق نے تعیین
مکان کا ارادہ نکیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا اخر جنیبہ لذلک قنیہ مگر جب کہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو وہان سے کذا فی
القنیہ واتی المصنف بہا لیفاد المداہ بان العبرۃ فی ذلک لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر
کہ اسمین یعنی تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ان الشیخ لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحو اور نہر
الفائق مین ہو لائق یہ ہے کہ قبول نکیا جاوے اگر شرط یہ ہے مجبور کرنا مدعا علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان مین طلب کیا ہو فرع مسئلہ متعلقہ
فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے اور عورتون کے واسطے علحدہ مردون سے محبس جا
باعث فتنہ دفع کرنیکے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی بظہور المطل
بانکارہ اور جب کہ مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اوسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہی درہم کا تو قاضی اوسکو جلد قید کرے
مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر ہو جانے نادہندگی کے مدعا علیہ کے انکار سے ہم درہم ہوتا ہے ستر رتی اور چھٹی حصہ ہی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی
شہری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اوسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین ولو لا یثبت ببینۃ بل
باقرار لم یعجل حبسہ بل یامر بالاداء فان ابی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اوسکی حبس مین
جلدی نکرے بلکہ اوسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نمانے تو اوسکو قید کرے ہم جب کہ اقرار سے ثابت ہو تو اوسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اوسکی حبس مین
شتابی نکرے اور ادائی دین کا اوسوقت امر کرے جب کہ اوسکے ادائی دین پر خود تیار نہو اطرح پر کہ مدعا علیہ دوسرے پر دعوی عین یا دمیت کیا ا
اس مو یکو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اوسکے پاس نکلی تو قاضی اوسکو لے اور ادائی دین کرے کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بعکس کہا سرخسی نے
یعنی اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نکرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعا علیہ کہہ سکتا ہو در صورت گواہی کہ مجھکو اس کا دین معلوم
تہا مگر اب معلوم ہوا سو مین اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز واللہ والدرر واستحسنہ الزیلعی اور کنز
اور درر مین صورت گواہی اور اقرار مین برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ہم یعنی گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل کرے اسواسطے
کہ ایندا دین مجمل ہے تو حبس مین شتابی نکرے تا وقتیکہ اوسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایۃ والوقایۃ و
المجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا انتہی اور قول اول یعنے متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے
نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی منیۃ المفتی لو ثبت ببینۃ یحبس فی اول مرۃ بالاقرار یحبس فی الثانیۃ والثالثۃ دون الاولی فلیکن
التوفیق مین کہتا ہون اور منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جاوے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار
اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اب اقوال ثلثہ مذکورہ مین اتفاق ہو جانا چاہئے ہم یہ توفیق لستوی کے قول مین ظاہر نہین ہوتی
اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اوسکے نزدیک حبس مقر مین شتابی ہے نہ منکر مین تو یہ نہین کہہ سکتے کہ حبس مقر مین تعجیل ہے دوسری اور تیسری
بار حبس منکر مین تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ ہے قول رابع ہے اور واقف اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نکیا بحر الرائق مین قلانسی سے مذکور ہے کہ جب حق ثابت
ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اوسکے حبس کا طالب ہو تو قاضی اوسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی فحفظ ویحبس المدیون فی
کل دین ہو بدل مال او ملتزم بعقد دراہم وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعۃ کالاجرۃ والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالۃ و
لو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیہ لانہ التزمہ بعقد کالمہر وہذا ہو المعتمد خلافا لفتوی قاضیخان لتقدیم المتون والشرح
علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاوے مدیون ہر ایک اوس دین مین جو عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ

ثمن یعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اوسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہون کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہی برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم قاضی خان نے کہا کہ در صورت دعوی افلاس حبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس تحقیق اظہار مفلسی مین لیکن یہہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہی لہذا معتمد نہین اشیاء مذکورہ مین حبس کرنیکی وجہ باوجود دعوی افلاس یہہ ہے کہ جب مال اوسکے ہاتھ مین آیا یعنے بیع اور قرض تو اداء دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیشقدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اوسکا یہہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہہ قول مناقض کے مانند ہی بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بہی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی نعم عدّہا فی الاختیار بدل الخلع ہٰہنا خطأ فتنبہ ہان اختیار شرح مختار مین بدل خلع کو یہان شمار کرنا خطا ہی سو اگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہان شمار کرنا یعنے جہان حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہہ بہی زیادہ کیا ہے کہ مدعا علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اوس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکہتا ہی چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہا ای غیر ما ذکر وہو نیف وثلثون بدل خلع ومغصوب ومستہلک ودم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب ونفقۃ زوجۃ ومہر مؤجل حبس نکیا جاوے اسکے غیر مین یعنے اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی تیس صورتین ہین ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ مستہلک یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت دار ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر اطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنے اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بہی حبس نہین وفی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہٰہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کی نفقات مین ہو کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہان یعنی نفقات مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ ما لم تثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا کہ تنگدستی میں اوسکا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہے تاوقتیکہ اوسکی تونگری ثابت نہو تو اوسکی طرف مراجعت کر ہم مدار استدراک اسپر ہی کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہی اور اوسکے غیر مین شہادت سے کیونکہ اوسکی عبارت مین تعیین نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرہن الدائن علی ما ذکرہ الطرسوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونون مین خلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل مال کا نہین ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول معتبر ہوگا تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نکرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکہا ہے ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی فقر ہو **فرع** مسئلۃ لطیفۃ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد دلہ السفر معہ فاذا حل منعہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل مین اور اسی طرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہی کہ اوسکے ساتھہ سفر کرے پھر جب مدت دین پہونچے تو اوسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالۃ مین ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلئے کہ اصل تنگدستی ہے ہم یعنے ہر شخص کے حق مین عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور یہہ امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اوسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقتراض او بتقاضی غریم لہ مگر یہہ کہ اوسکا صاحب دین اوسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا اداء دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کو تقاضا کرنے سے

۱۲ ایک نسخہ مین خطا کے بعد ظاہر ہی ہے

فاسق ہو ہم شارح نے خنا کو بعقوبت علی الزنا ہاسواسطے تفسیر کیا تا معلوم ہو کہ خنات سے خناسی نکرہ مراد نہیں تو اگر مدیون قرض دینے والے اور وہ قرض چاہے تو
وہ ظالم ہے محبوس ہوگا کیونکہ حبس جزاء ظلم ہے اور اوسکا ظلم ثابت ہو چکا بوجہ متعرض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اوسکا مال دوسری جگہ ہو تو اوس
تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نکرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحاوی عن
البحر ثم حبسه حينئذ باتفاق ولو بيّنا ما هو الصحيح مدت قاضی حبس کرے اوسوقت مین جسقدر مدت کہ اوسکی رای مین آوے کہ مدیون حبس کرنے سے تو اسقدر مدت
ہم تلنے جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی رای پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اوسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس پر
آپ کو ظاہر کر دیتا تو محبوس سے سوال کرے کہ چھوڑ دے محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہا
مین کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رای پر مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی النزیل فی شهادات الملتقط قال
ابو حنيفة اذا كان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسه وفی الخانية ولو تقرر ما قاله سأل عنه عاجلا وقبل البينة على الافلاس وخلى
سبيله فهذا بحر ملتقط کی شہادات مین ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو مین اوسکو محبوس نکرون یعنے اوسکے حبس کا حکم نکرون اور خانیہ مین ہے
کہ اگر اوسکی محتاجی ظاہر ہو تو اوسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اوسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی النهر وفی البزازية
قال المديون حلفه انه ما يعلم انی معسر اجابه القاضی فان حلف حبسه بطلبه وان نكل خلاه واقره للمصنف وغيره اور بزازیہ
مین ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس نہین جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کہا وے تو اوسکو حبس کرے مدعی کی درخواست
سے اور اگر قسم نکہاوے تو اوسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکہا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن له ملكة الاجتهاد فتنبه یعنی
مین کہتا ہون ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ اوس قاضی کی رای کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنے قاضی غیر مجتہد کی رای کا کچہ اعتبار نہیں ہم حلبی نے
کہا کہ شارح مسکین وقہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر یعنے تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں لہذا تقریر علیه حلبیه
رآه لو حاله مشكلا عند القاضی والا عمل بما ظهر بحر واعتمده المصنف پھر مدیون کے حبس کرنیکے بعد بقدر اوس مدت کے جو اوسکی رای مین آوے اگر
اوسکا مال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اوسکی نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اوسکا حال دریافت کرے اور اگر ظاہر ہو تو بموجب
ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہو سأل عنه احتياطا لا وجوبا من جيرانه ويكفی عدل والاثنان احوط پہر بعد
حبس اوسکا مال اوسکے پڑوسیون سے پوچہے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچہنا صاحبین کی نسبت یعنے اوس کا
مشہور ضرور نہین ہم جو اخبار کرتا ہے اس امر مین ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا اولی
اور کیفیت اخبار یہ ہو کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس مین اور حال اوسکا تنگ ہے اور ہمنے اوسکا حال خلا ملا مین
تحقیق دریافت کیا ہے کذا فی الطحاوی واما المستور ... وافق قوله رأی القاضی عمل به والا لا نفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور
مخفی ہو تو اگر اوسکا قول قاضی کی رای کے موافق ہو تو اوسپر عمل کرے اور نہین تو نہین کذا فی نفع المسائل بحثا مگر بحر الرائق مین ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول
نہیں ولا يشترط حضرة الخصم ولا لفظ الشهادة الا اذا تنازعا فی اليسار والاعسار قہستانی اور شرط نہیں اخبار مین حاضر ہونا مدعا علیہ اور نہ لفظ شہادت
البتہ ... تنگدستی اور کشادہ دستی میں نزاع کرین کذا فی القہستانی یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہو اور
اسیطرح خبر واحد ... مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لكنها للاعسار للنفی ليست بحجة ولذا لم ... السؤال انفع الوسائل ... کی تنگدستی کی گواہی یعنی خنا کو
گواہی ہو اور نفی کی گواہی حجت نہیں لہذا اوسکے مال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی نفع الوسائل سو خبردار ہو جاو بحر الرائق مین شنقاقی سے منقول ہے کہ بینہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ
اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ ... کہا کہ شہادت ... کہ مدعا علیہ فقیر الحال کثیر العیال ہو اور یہ نفی نہیں یعنے
ثابت ہو کذا فی الطحاوی فان لم يظهر له مال خلاه بلا كفيل الا فی ثلث مال يتيم ووقف واذا كان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اوسکو چھوڑ دے بلا ضا

اگر تین صورتون نہین ضامن ہیگا جیسے شریتیم کا مال ہین اور وقف کا مالین اور جب کہ صاحب دین غائب ہو ہم مفلس کے چہوڑدینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اوسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہوگئی تو وہ مہلت دینے کا لائق ہوگیا بوجب آیت قرآنیکے تو بعد اسکے اسکو قید کرنا ظلم ہی اور مال وقف کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہی مال یتیم پر اور علماء متاخرین اوسکے تابع ہوگئی ہین قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسہ ثانیاً للاول ولا لغیرہ حتی تثبت غرمائہ غناہ بزازیہ پہر جب بن افلاس کے سبب سے حبس چہوڑا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نکرے اول مدعی کے واسطے اور اوسکے غیر کے واسطے تاوقتیکہ صاحبان دین اوسکی مالداری ثابت نکرین کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی ان یقضی بہ حتی لا یعید الدائن ثانیاً اور قنیہ مین ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس کی گواہی دی اور صاحب دین نے چہوڑ دینا چاہا اوس بات سے کہ قاضی اوسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اوسکی مفلسی پر حکم کردینا تا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نکرا دے ہم شارح نے یہان ایک قید کا ضعف کردیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنے صاحب دین قبل مفلسی اوسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدائن وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علمہ وقدرہ اخذہ او کفیلاً والا خلاہ خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہوگیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اوسکو یا دیون سے ضامن لے اور اسکو چہوڑدے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنے مال ضامن اور حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہی کہ چہوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اوسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جب کہ اوسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اوسکا چہوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہے ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ ہمنے اوسکے طرف اشارہ کردیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اوسنے جسکے محبوس کرنیکا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اوسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹہیرا دیوے اور اسکو قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمایش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہوگئے ہین یعنے اتنے عرصہ مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہوجاتا ہے ولو لہ عقار یحبسہ ای لیبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجئی تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اوسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اوسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اوسپر ہے اگرچہ بیع بثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرمائہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین مدیون سے اوسکے دینوالے بنا بر ظاہر الروایۃ ہم یہہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ ای للمدیون مال خلاہ مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اسکو چہوڑ دیوے اور اگر ارباب دیون اوسکے ساتہہ رہنے کا قصد کرین تو قاضی اونکو نروکے یہی ظاہر الروایۃ ہے امام سے خلافاً للصاحبین امام کی دلیل یہہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اوسکے ساتہہ رہین تاکہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہاراً لا لیلاً الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتہہ لگے رہین نکو رات کو مگر یہہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بہی ساتہہ رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہی ہی جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود مین ملازمت کرے اور اوسکو جو رو لڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونون وقت کے کہانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جای ضرور کے جانے سے خواہ وہ آپ اوسکے ساتہہ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہہ جائز نہین کہ اسکو دہوپ مین رکہے یا برف پر یا ایسے مکان مین کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمرأۃ امرأۃ تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکہی جاوے جو اوسکے ساتہہ بنی رہے کذا فی القنیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمۃ ففی الحجر الہدایۃ یخیر الطالب الا بضرر بین اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاویگا مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اوسکے گہر مین نجانے دیوے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس راجح ہی کذا فی البحر وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل بالنفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اوسکو مکلف کیا ہی ہم بزازیہ مین ہی کہ اگر اوسکی ملازمت مین اوسکی وقت جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اوسکو چہوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقراً بحقہ اور طالب کو اوسکی ملازمت کا اختیار ہے بدون قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اوسکی حق کا

ولا يقبل برهانه على افلاسه قبل حبسه لقيامها على النفي وصححه عزمي زاده اور مقبول نہين مديون كے گواه لانا اپنے افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے
بسبب قائم ہونے گواہی کے سے پر یعنی نفی پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے م لانہ جس گواہی نفی پر مقبول نہیں اسواسطے کہ جب چند مدت
محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اوسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب نہایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن البدایۃ وصحح حبک قبولها اور عزمی زادہ اور علما نے قول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے م اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور اسمعیل
بن حماد بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیه رأیه کما زرتان محلها اعساره قبلها والا لا
نهر فليحفظ اور اعتماد اسپر ہے کہ قاضی کی رای ہے سو اگر قاضی اوسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہین کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
وبينة يساره احق من بينة اعساره بالقبول لان اليسار عارض والبينات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اوسکے
افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیاں تو اثبات کے واسطے ہیں نہ نفی کیواسطے م یعنے اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری
اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے بدلیل گزشتہ نعم لو بينا سبب اعساره وشهدا بانه فقد ما
لا بناها امر عارض فالمثبتة يستاد اعتمادا فی النهر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانیکا سبب بیان کرے اور گواہ اوسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی
مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکور کے امر عارض کو یعنے یہ گواہی اثبات کی ہوئی نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی
القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما یملك تقبل والا لم تقبل قبولها لانها قامت للمحبوس وهو منکر والبینة متی قامت للمنکر لا تقبل اور
قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اوسکا قبول
کرنا ممکن نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر
لانه جزاء الظلم قلت وسيجيء في الحجر انه يباع ماله لدينه عندهما وبه يفتى وحينئذ فلا يتابد حبسه فتنبه اور محبوس مالدار کی دائمی
کیجائے اسواسطے کہ حبس بدلہ ظلم کا ہے میں کہتا ہون اور کتاب الحجر میں آگے آویگا کہ مدیون کا مال اوسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور
اسی کا فتوی ہے اور اسوقت میں تو اوسکا حبس دائمی نہیں رہتا تو خبردار ہو جا م یعنے بموجب قول مفتی بہ مال بیچکر دین ادا کرکے وہ چھوڑدیا جاویگا پھر دائمی
حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقة زوجته وولده اذا ادعی الفقر وان قضی بها لانها لیست بدل مال ولا لزمته بعقد علی ما
مر حتى لو برهنت على يساره حبس بطلبها اور قید کیا جاویگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گزشتہ کیواسطے جب کہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے
نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہ ہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اوسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہان تک کہ اگر زوجہ زوج کی
مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اوسکی درخواست سے حبس ہوگا م خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ میں حبس نہین در صورت ادعای فقر مگر اوس صورت میں
جب کہ زوجہ اوسکی مالداری ثابت کرے کذا فی النہر بل یحبس اذا برهنت علی یساره بطلبها کما لو ابی ان ینفق علیها او علی اصوله وفروعه
فيحبس احياء لهم فليحفظ بلکہ زوج محبوس ہو جب کہ اوسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے
سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاویگا اون لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وهل یحبس لمحرمه لو ابی لم اره وظاهر تقییدهم
لا لكن تامر من الاشباه لا يضرب المحبوس الا في ثلاث فيضيف تامل عند الفتوى میں کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر
نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع کی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ
دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہے تو تامل کیجو فتوی دینے کے وقت م منجملہ صور ثلاثہ ایک
صورت یہ ہے جب کہ انفاق نکرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب میں داخل نہین اور اقارب میں کسیکا نفقہ
واجب نہین مگر قرابتدار محرم کا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہون کہ یہ عدول جائز نہین قول مرتجم سے اور اس تقیید کیطرف جو ذکر کی ہے وکذا یجوز وسیجیء حبس الولی

بدل دین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہو اوسکے ادا کرنے سے ولی اوسکا مماطلت کرے تو ولی محبوس ہوگا
کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل و ان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والمعتمد عندہما بیع عقارہ کمنقولہ
بحر فلیحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا اسی طرح اپنے فرع کے دین مین بلکہ قاضی فرع کا دین اصل کے عین مال سے یا اوسکی قیمت سے ادا
کرے اور صاحبین کے نزدیک معتمد بیع اوسکی اراضی کی ہے مانند اوسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہین کہ
حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب سے مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا بموجب نص قرآنی کے تو حبس تو اوس سے فوق
ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین مین اور ایک قرابتدار دوسرے قرابتدار کے
دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اوسوقت قضاء دین کرے جب کہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اوسوقت جب کہ مال موجود اوسکے حق کی جنس سے
نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاض نائبا الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہنا
اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت
فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اوسوقت جب کہ بادشاہ کیطرف سے اسکو
نائب کرنا مفوض ہوگیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ والی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ مینے
تجھکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت
مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونونکا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ والی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی
القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے
استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین
کرسکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نے نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کیا ہے اور کتابت اقرار کی اجازت دی ہو اور نہ حکم دینے کی تو اوس
امر کے موافق کرے اور اوسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اوس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو
گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اوس شخص کے
جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑہانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کرسکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنابر دلالت حال کے کذا ذکرہ
ابن ملک وغیرہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اوسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہوجاے اور یہہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ
ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اوسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہہ ممکن نہین کہ سلطان کا انتظار کیا جاے اسواسطے کہ
جمعہ تاخیر عن الوقت کا محتمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب
اگر بیمار ہوجاے یا اوسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اوسوقت جائز
ہے جب کہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرائط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اوس امام کے جسکا وضو ٹوٹا
اور اوس نے اوسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تہا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے
کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو وقال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے
درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اوسکی کچہہ اصل نہین وہ تو اوسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجہا ہے اور البتہ یہہ گفتگو جمعہ مین ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا
کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہین بلا اذن انتہے یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اوس نے بضرورت جائز کہا
اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک

ذکر مسائل استخلاف قاضی

ان بیّن له عمّر بعینه تفويض بمنزلة العزل ايضا كوكيل وكّل وكذا لا ينعزل ايضا بعزله ولا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله زيلعي وعيني
وابن ملك ذكره في الوكالة واعتمده في الدرر والملتقى وفي البزازية وعليه الفتوى وتمامه في الاشباه وفي فتاوى المصنف وهذا هو
المعتمد في المذهب لا ما ذكره ابن الغرس لمخالفته للمذهب اور قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے معزول کرنا و نائب بنانا بھی
سلطان کیطرف سے اور اسوقت میں تو قاضی اوسکے معزول کرنیکا مالک نہیں بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزول لیکن پھر بھی مثل اوس وکیل کے جسنے وکیل کیا اور دیگر
بھی باذن موکل کہ وہ معزول نہیں ہوتا اوسکے عزل سے اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنیسے اور نہ اوسکی موت سے اور نہ سلطان
کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنیسے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور ابن ملک نے کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا ہے اور درر اور ملتقی میں
اوسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو
ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے منقول کے واسطے مذہب کے ہم ابن غرس نے فوائد بدریہ میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہوتا ہے قاضی کی
معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح وتلك حيل ای عند المفوض له ان قضى عنده او فی غيبته واجازه الاصل صح قضاءه كوكيل
بل لو قضى فضولي او هو في غير نوبته واجازه جاز لان المقصود حضور رأيه بحر قال وبه علم دخول الفضولي في القضاء اور غیر قاضی
مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اوسکا نائب اگر فیصلہ کرے تو قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو
جائز کرے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا جو نائب غیر نوبت قضا میں فیصلہ
کرے اور بعد قاضی ہونیکے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب تو وہ رائے کا حاصل ہونا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر جسطرح
بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا في الاشباه والمطوية الجمعة لو فوض السلطان القضاء لعبد
صح ولو حكم بنفسه لم ينفذ ولو عتق نفذ حكمه بخلاف صبي لم يبلغ اشباہ مسئلہ عجیب ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو بعہدۂ قضا مفوض کیا اور اس
غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں اور اگر بعد اوسکے آزاد ہوا پھر اوسنے حکم کیا تو صحیح ہو کلات صبی کے
برخلاف ہے ام صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا والی جب بالغ ہو پھر سے کرد ... مرتو تقلید جدید کی حاجت ہے اور اوسمیں
قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر موصل الی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع اليه حكم قاض حرام الحكم ودخل الميت والمعزول الحكم
لرأيه لانه نكرة في سياق الشرط فيعم فافهم امضاه ای الزمه الحكم به فلذلك كذلك ان كان لقد اى الحكم والعمل
مقتضاه اور جب کہ مرفوعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا نزاع سکو نافذ کرے یعنی اوسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کرنا لازم کرے گو یعنی لانے حکم کے
حکم کو نافذ اور لازم کرے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم کو نکل کیا اور قاضی بیت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنی مذہب کے خلاف حکم کیا داخل کیا
اسواسطے کہ نفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جمیع اقسام مذکورہ کو سو اسکو سمجھلے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اوس
قاضی کا حکم قبل اسکے تب قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا ہوگا ذکر اس کمال هم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اوسکے حکم کا مرافعہ
ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہوتا چنانچہ باب التحکیم میں
آویگا اور عموم قاضی میں اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اوسکے حکم کو نافذ کرے جبکہ اہل عدل کے موافق ہو جیسا کہ بغی میں
مستور ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اوسکو رد نہیں کرسکتا اور اگر ثانی نے رد کر دیا تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری
کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتهدا فيه عالما باختلاف الفقهاء فيه ولو لم يعلم لم يجز قضاءه ولا يمضيه الثاني في ظاهر
المذهب زيلعي وعيني وابن كمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہوا ہو مستند بدلیل
اور قاضی جانتا ہو کہ اسمیں فقہا یعنی مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری

کری ظاہر مذہب ہین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ہم خلاصۂ مقام یہہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین کہ مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ
ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اوسکی تنفیذ واجب ہے یہہ مشہور تعین ہے جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر
نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی شافعی اوسکو جاری کرے اور اگر عمدًا حکم کیا تو اوسمین دو روایتین ہین یعنے تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین
کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اوسکا حکم نافذ نہین ہے اسواسطے کہ اوسنے اوسکا حکم کیا جو خود اوسکے نزدیک خطا ہے اور فتوی
صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہی کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے
تو نافذ ہوگا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہوًا یا عمدًا قضا نافذ نہین اسوجہ کہ جو اپنا مذہب
عمدًا چھوڑتا ہی تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور ناسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اوس کی تقلید نہین کی مگر اوسکے مذہب کی جہت
سے نہ اوسکے غیر کے مذہب سے اور یہہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہے تاکہ وہ ابوحنیفہ کے مذہب
پر مثلاً حکم کرے اور وہ خلاف نہین کرسکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے
یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہے اور اوسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہوا اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف
حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اوسی قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی
البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ ہے مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہہ ہی کہ قاضی
مقلد جس نے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اوس قاضی مجتہد کے ہی جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہوچکی کہ حکم
اوسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہو گی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہی پھر شرنبلالی نے کہا کہ
یہہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصة وتفتی بخلافہ وکانہ تیسیرًا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اوسکے
فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم خلاف اوسکے فتوی دیا گیا ہی یعنی قضا علی المخالف نافذ ہی خواہ قاضی اوس مسئلہ مین
اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فواکہ بدریہ مین ہی کہ مین کہتا ہون لائق یہہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نکیجیے خصوصًا ہمارے زمانہ مین
اسواسطے کہ ہمارے زمانہ کے فقیہ تو انہون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جای علم مذاہب بقیہ مجتہدین پہر اوسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی
نے کہا مذکور ہوچکا کہ یہہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنے جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہی نہ مقلد کو تو
اب فقہاء زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بیمحل ہے اسواسطے کہ فقہاء زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنی
دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر ہم حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہی الزم کا یعنے قاضی حکم کو لازم کرے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اوسکے
سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہہ ہی کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنے حکم قاض کیطرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم
اسوقت نافذ کرے جب کہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور حضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہے بزازیہ مین ہے
کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکہدی پہر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء
اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اوس سے مال دلادے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہے نام لینا قاضی کا اور بیان اوسکے نسب کا انتہی ولو کان افتاء
فیحکم بمذہبہ لاغیر بحر اور اگر ایسا نہین تو یہہ افتاء ہی تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر کے کذا فی البحر ہم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتاء ہی بقرینہ قولہ
کان افتاء اور یہہ اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ ہے کہ کان افتاء حکم اول کے طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہو
انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہہ افتاء ہے یعنی طلب فتوی ہی نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق
فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور حاصل مضمون طحطاوی یہہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتاء ہے نہ قضا

تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وینبغی اخرالکتاب وانہ اذا تاب فی حکمہ الا ان لہ طلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی
مسائل شتے میں قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکور و آویگا اور یہہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد ہو اور شبہہ پڑے کہ قاضی اول کے حکم میں تو اوسکو اختیار
ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ یحصل ان
ما فی زماننا لا تعتبر لتولیہ ما ذکرہ صاحب بحر کے کہا اور اس سے یعنی اشتراط شہود وغیرہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ کی تنفیذات معتبر نہیں
بسبب ترک کرنے اوس چیز کے جو مذکور ہو چکی ہم تنفیذ قاضی ثانی کا جاری کردینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا مادہ وہ جاری کردیتا ہے اسطرح کہ
صاحب واقعہ گواہ گذرا ثابت ہے فلانے قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اوسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اوسکو نافذ کردیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے
میں کہتا ہوں اور گاہے یہہ لکہدیا جاتا ہے قاضی اول کے دستخط پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب
اور البتہ رائج ہوگیا ہے ہمارے زمانہ کے قاضیوں میں قضاء بالموجب یعنی موجب پر حکم کرنا ہم شارح نے قضاء بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب
نہر نے ابن غرس سے تو مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ بدریہ میں کہا قضاء بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو مرسوم
فیصلہ ہونے تھے مثلا یوں کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گہر کا فیصلہ ہوا یا گہر دینیکا یا تسلیم میں جبیہ کا حکم یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور صاف
حکم صریح ہونا اصل ہے ہم اسباب میں پہر قضاء بالموجب متعارف ہوگئی توسیع اور آسانی کے واسطے پہر توسیع ہوگی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو قاضی کہ فرع کے
مدلول اور معنے سے آگاہ نہیں وہ کہتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی لحفظہ موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شی واجب کرے اور اسکو مقتضے بہی کہتے ہیں
اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعا من حیث قضاء بالموجب
انہ یقتضی بہ اور موجب عبارت ہے اوس معنے متعلق بعقد سے جو عقد کہ شرعا مضاف اور منسوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اوسکا حکم
کرتا ہے ہم مثال اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اوسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضای بیع ہے یعنی خارج ہونا
مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اوسکا مشتری کی ملک میں اور دینا تسلیم اور تسلیم ثمن اور ہم ثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہہ معنی لکھ کر
جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن میں شرعا وہی موجب ہے یہاں اور اسکو عقد بیع مقتضی ہوا اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت
نکل گئی کہ مثلا قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے
کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہیں اور قاضیکو اوسکا دہیان بھی نہیں تو یہہ موجب متعلق بالحکم نہوا اسپر اسیکو کہ قاضی نے اوسکا بھی حکم کردیا فتامل کذا
فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب کہ قاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب
اوسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنا غلام مدبر کو بیچا پہر اوس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے
اس بیع کے موجب کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہہ ہوگا کہ یہہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت میں وہ معنے ہیں جو اس بیع محکوم بہ کیطرف مضاف ہیں
شرعا قاضی کے ظن میں یعنے اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشیء لا یقتضی بطلان نفسہ
اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونیکو مقتضی نہیں ہوتی ہم
یعنی اگر قاضی یا موثق یوں لکھے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہہ حکم باطل ہے
سو جواز قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دیسکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ محل تنفیذ کو نہیں ہوسکتا اسلئے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر حکم نہ ہوا اسلئے کہ اس بیع کا کچھ
مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب اعم منہ اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہوگیا کہ حکم
بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی البحر نہر الفائق کی عبارت مختصر سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے
فواکہ میں کہا لازم یہہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی

صورت مین انہو اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کی قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہہ ہے کہ موجب یہان مقتضا کی سابقہ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا ہی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال سے فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہے الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی الا ما عری عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معرا ہو دلیل سے اوسکو جاری نکرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جب کہ چند سال صاحب دین مطالبہ نکرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویله السلف کمتروك التسمية یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا بلزوم حل متروک التسمیہ عمداً ہم سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق ہو درایت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمداً حلال ہے اوسکا کہانا اور بیع اوسکی صحیح ہے اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہین نہ اوسکی بیع صحیح ہے بدلیل آیت قرآنی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه یعنی اوسکا کہاؤ اوس جانور کو جسپر الله کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہرا آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اوسکو باطل کریگا جاری نکریگا او سنة مشهورة كتحليل بلا وطى لمخالفته حديث العسيلة المشهور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے ہم سعید بن مسیب کا یہہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہے بدون اسکی وطی کے حلالہ کرنا زوج اول کو ۱۲ تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اوسکو نافذ نکرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا كحل المتعة لاجماع الصحابة على فساده وكبيع ام الولد على الاظهر وقيل ينفذ على الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دینا بسبب اجماع صحابہ کرام کے اوسکے فساد پر اور جیسے ام الولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہے بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہہ مذہب ہے کہ ام ولد کی بیع صحیح ہے تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول ہے محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہے اور شیخین کا یہہ مذہب ہے کہ قضاء مذکور نافذ ہے کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم آوے اور فتح القدیر مین ہے کہ نفاذ قضاء مذکور دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر متوقف ہے بدائع مین ہے کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نکرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلك ما لو قضى بشاهد ويمين المدعى لمخالفته الحديث المشهور البينة على من ادعى واليمين على من انكر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کردے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اوسپر ہین جو دعویٰ کرے اور قسم اوسپر ہے جو منکر ہو او بقصاص بتعيين الولى واحدا من اهل المحلة یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعض علما نے کہا کہ یہہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہے کہ جب مدعا علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہرہ ہو اور اسکی عداوت غیر مدعا علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ مدعا علیہ محلہ مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم دے ولی مقتول سے اوسکے دعوے پر پھر جب وہ قسم کہا لے تو اوسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہے تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اوسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہہ قضا مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحة نكاح المتعة او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نکرے او بصحة بيع عبد بعتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نکرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمین ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہہ قضا فصل مجتہد فیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدين بمضى سنين یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحة طلاق الدور وبقاء النكاح كما مر في بابه یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقائے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین وقضاء عبد وصبي مطلقا

عہ یعنی عسیلہ ... [illegible]

عہ اسکا بیان کتاب النکاح جلد دوم مین گذرا ۱۲

اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقاً نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کریں یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الحجی وقضاء الکافر علی مسلم ابداً و نحو ذلک
کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لاینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اوسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم بنا دائی
کی گواہی سے انمین سے کسی مین نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ بین وحققہا فی الاشباہ نیفا و اربعین اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے اشباہ مین چالیس اور چند
مسائل شمار کئے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکورہ اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین ہو تھی سے کہا اور بعض مسائل مین قضاء قاضی متعرض ہوئی
ہوا منہا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر مین سے جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکر فی
المالدرمالاینفذ بسکم مولیہا مالو قضت المراۃ بحدٍ او قود وسیجی متناخلا کالمیا ذکرہ المصنف شرحگا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین
ذکر کین او نمین سے ایک یہ صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن مین آویگا کتاب القاضی الی القاضی مین اوسکے برخلاف جسکو مصنف
نے شرح مین ذکر کیا ہم کہتے ہین قول بین خانیہ مین نفاذ مذکور ہے اور بزدوی نے قضا جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الخطاوی والاصل ان
القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے
موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کے واسطے ہم یہ تفرقہ عرفیہ ہے والا
فقد قال تعالیٰ (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور ما لا کہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہین اور مراد شارح
یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اوسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وهل اختلاف الشافعی
معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہان معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ مین
ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء
بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین ہے اوس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اوسکی تاریخ
معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برھن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برھنت امراۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک
قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہ لائی کہ میت مذکور نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو ثبوت نکاح کا
حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث اوسکے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب ابن
علی الموت سے ہوتا ہے تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہیون
پر عمل ممکن ہے ولو برھن علی قتلہ فیہ فبرھنت ان المقتول نکحہا بعدہ لاتقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی
کہ مقتول نے اوس سے نکاح کیا بعد اوس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اوسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا
جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود جیسے بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسے قرض
اور ترویت مستہلک یعنے جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا
بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اوس زوجہ کے مسئلے مین جسکے ساتھ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے
اوس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اوسکی ولوالجیہ مین یون ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعویٰ کیا
کہ اوس نے اوسکے باپ کو عمداً اکلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اوسکا وارث ہون کوئی اوسکا وارث نہین سوای میرے اور اسپر گواہون سے
ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اوسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اوس نے گواہی قائم کی اس پر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مقتول باپ نے مجھ سے نکاح کیا اور یہ
لڑکا اوسکا ہے اور اوسکا وارث ہے اس مسئلے میں امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین یہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور ولد کا
ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کردون اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہو اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعویٰ کرے اور لڑکا

فرق درمیان خلاف و اختلاف
[illegible]

سابقہ ولادت تو ابن مدعی کے گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی واستثنیٰ محشوھا من الاول مسائل
منہا ادعیاہ میراثا فلا تسبق فیہا تاریخا اور شباہ کے محشیون نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں از انجملہ یہ مسئلہ ہے
کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو میراث اوسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہو پھر ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مینے اسکو اپنے باپ سے
میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی
تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برھن الوکیل علی وکالتہ وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع
قبض دین کیلئے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مرگیا بعد
توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنے وکیل اب مطالبہ نہیں کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہیں رہتا طحطاوی نے کہا
یہان حکم کہان ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہیں ہے تو فقط دفع ہے دعوی کا برھن انہ شراہ من ابیہ منذ سنۃ وبرھن ذوالید
علی موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اوس نے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر
دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ہم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ
یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن دفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ
بخلاف القتل فانہ من حیث ہو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اوسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے رفع
نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہیں کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہیں اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے
پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اوسکا وارث پائیگا بالخصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہیں ہم اغیاس میں ذکر
ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے سطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی حق لازم نہیں تو ضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل معلوم ہوتا
نہیں قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخر مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہو چکا اسقاط ہے اوسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ
یہہ نہیں ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق
اعتبار کے نہونگے بواسطہ متضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہیں اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہیں اسلئے
کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھہ جسطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین درباب ارث تعارض نہوا اور اسکے اسقاط اور اثبات
مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادۃ الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور
باطن مین ہم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا
فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات
اوسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے
اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالے کے اور نسا لونڈیان ہین اور مولی کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالے
کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا
عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورھم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے
کذب کو نجانتا ہو ہم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی
کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح
والفسوخ کاقالۃ وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین

ك اور ایک نسخہ مین بعد رضی اللہ عنہ کے لکلک المراۃ ہے یعنی بعد ارشاد علی کا مستفتی رد ہوا اوس عورت کا الخ ۱۲

مانند اقالہ یا طلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا اور امام کی دلیل سے تردید ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت
پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اوس پر قائم کیے تو آپ نے ان دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین
اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اوس سے کر دیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا تو اگر دونوں میں نکاح
منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع کرتے باوجودیکہ عورت طلب نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسیطرح دونوں کو محفوظ
رہنا تھا زنا سے اور شہود بلا شبہہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی البدر۔ بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اوس نے اس لونڈی کو
اتنے ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہہ حکم نافذ ہے باطن میں بھی
امام کے نزدیک اور مشتری کو اوسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اس پر شہود زور قائم کیے اور
قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اوسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہیں
اور زوج ثانی کو ظاہراً اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہیں دی اسیطرح اگر زوج ثانی اوسی شاہدین
میں سے ہو تو بھی حقیقت حال جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریۃ۔ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب
ہو گی حلت کا تو اسکا جواب یہہ ہے کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھیرایا بلکہ قاضی نے بسبب اسکے حکم دینے کے گویا عقد جدید کا انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے
نزدیک حضور شہود شرط ہے ملنے در صورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود پر واقف نہیں اور قضا مرتب ہے
شہادت پر اور اوسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر عدم ظہور قادح شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کے جانب سے کذا فی الطحطاوی
در مسئلہ ہبہ بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم القضاء سے یہہ ہے کہ اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کے کہنے سے تو نافذ ہو ظاہراً اور باطناً تو لا تعرض
بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کے جانب سے کذا فی الفتح۔ **وقالا وزفر والثلاثۃ ظاہراً فقط وعلیہ الفتوی** شرنبلالیۃ
عن البرہان۔ اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا بشہادت زور سو فقط ظاہر میں نافذ ہے اور یہی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان یعنی قضا بشہادۃ زور ظاہر میں نافذ ہو گی باطن
میں نہیں اسواسطے کہ شاہد دروغگو ظاہر میں حجت ہیں باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہو گی باطن میں نہیں اسیلئے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کذا فی القہستانی عن الحقائق۔ سو منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن
فتوی ہے اور بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہی اوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی۔ **ویجیز لا فی الاملاک المرسلۃ** ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک **فظاہراً فقط** بالاتفاق یعنی
املاک مرسلہ میں قضا یعنی وہ املاک جو ذکر سبب سے مطلق ہیں فقط ظاہر میں نافذ ہو گی بالاجماع و سبب تمام ہے اسکے ہم معنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہیں کہ انمیں ظاہر ہی میں نفقط
قضا نافذ ہو وجہ اسکی یہہ ہے کہ انشا کا ضمن نکاح مقدم ہو جاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ میں نے تیرا نکاح اوس سے کر دیا اور تم دونوں میں نکاح کا حکم کیا
قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب مقرر نہیں اور بعض سبب اولی نہیں بعض سے بسبب ازدحام
اسباب ملک تو بیان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہیں بطریق اقتضا پھر جب باطن میں قضا نافذ نہوئی تو مقتضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال نہیں اور
مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اوسکی نسبت فسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیۃ۔ **حتی لو**
ذکر سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاءہ تو اگر املاک میں سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہو گا بشرطیکہ وہ سبب ایسا
جس کا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہبہ یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری ملک ہے بسبب ہبہ کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور
قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہو گی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی میں نافذ ہو گی نہ باطن میں **والا فلا**
اتفاقا کالارث اور اگر ایسا سبب مدعی نے مذکور نہیں کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن میں کذا فی الطحطاوی نافذ نہو گی باتفاق امام اور صاحبین کے
جیسا وراثت یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہو لیکن ایسا سبب نہیں ہے جسکو قاضی انشا کر سکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اوس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا
ہو سکے طحطاوی نے کہا بدائع میں ہے کہ میراث اور مطلق ملک دعوی میں برابر ہے اور یہی قول کرخی کا ہم کہتے ہیں نہیں دیکھتا **لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ**

او ردّۃ وکالو علم القاضی بکذب الشھود حیث لاینفذ اصلاً کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی ونکاح الفتح اور چنانچہ اگر عورت محرم یعنی محرم
پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور چنانچہ اگر قاضی گواہوں کی دروغگوئی سے واقف ہو جاوے کہ وہاں ہرگز قضا نافذ نہو گی جہوٹی قسم کی قضا
کے مانند کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر ھم بہتر یہہ تہا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا ارث کے ساتہہ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونو
صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں نہ ظاہر میں نہ باطن میں بخلاف ارث کے کہ اسمیں فقط باطن میں نافذ نہیں یمین کاذبہ کی یہہ صورت ہی کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ
زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اوسکا منکر ہے تو قاضی نے اوسکو قسم دی اور اوسنے قسم کہائی انکار پر اور عورت جانتی ہی کہ بلاشبہہ
طلاق واقع ہوئی تو اوسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اوسکی میراث لینا اوسکو درست ہے خلاصہ میں ہے کہ زوج کو اوسکی وطی حلال نہیں
اجماعاً کذا فی الطحطاوی وطی ہو اسواسطے حلال نہیں کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سی قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف
رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لاینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندھما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی
قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رای کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہو گا مطلقا بہول کر نہ عمدا صاحبین اور
ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سی فتوی
منقول ہے کذا فی الطحطاوی ھم یہہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کالحنفیۃ زماننا بخلاف
مذہبہ عامداً لاینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندھما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب
اوسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجہکر تو حکم مذکور نافذ نہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بہول کر حکم نافذ نہو گا صاحبین کے نزدیک
ھم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہو گا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے
تو یہہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ درر میں ہی یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقلید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹہیریگا کذا
فی الطحطاوی وتوقیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلاخلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے
ساتہہ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہی تو قضا بلاخلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی
وقد غیرت بیت الوھبانیۃ فقلت ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلا کیسطر اور البتہ میں نے متغیر کر دیا وہبانیہ
کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کی مخالف تو ہرگز صحیح نہیں نہ عامدا نہ ساہیا اسکو لکہہ رکہنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف
فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التتارخانیۃ وغیرھا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور امیر کا حکم تو جب کہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا
نافذ ہو گا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم کر کہا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے لایقضی علی غائب ولا لہ ای لایصح بل ولاینفذ علی المفتی
بہ بشرح نہ حکم دیا جاوے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اوسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں بر قول
مفتی بہ کذا فی البحر ھم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا
اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح جو ابو داود میں مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بہیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جب تیری سامنے دونوں خصم بیٹہیں تو حکم نکیجو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور ترمذی اور طیالسی اور حاکم نے بہی
روایت کیا ہے تو اس حدیث سی معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہہ ثابت ہی خصم کے غائب ہونیسے یا اوسکے نائب کے غائب
ہونے سے اور یہہ اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہی کہ منکر عاجز ہو دفع اور طعن سے اوسکی شہادۃ سی اور اوسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونیکے
معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں
مگر اوسکے نائب کے حضور میں نائب سی مراد وہ شخص ہی جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اوسکا وصی اور متولی وقف کا خواہ

وکیل خصومت ادا دعویکا ہو جاوے حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی ہو اور اسنے کسیکو وکیل مقرر کیا تو اوسپر حکم ہو تو قضیہ میں ہوا اسنے
بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اوسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا صورت پر اقامت بینہ ہوئی سو وہ مرگیا اور اوسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر
اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو یہ مذکورہ بالا سب پر اوسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے اسیطرح وصی تو وہ وصی بمنزلہ میت کے
طرف سے ہو تو اسکے طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل کھڑا نہ ہو کذا فی الحاوی افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی
الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ احکام
الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ جتلایا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی محل
میں یوں لکھے کہ میں نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے سامنے کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف سلام الحصر فان
احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین والاجنبی من مال الیتیم وبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف
ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیل سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنے نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف میں منحصر نہیں اسواسطے کہ ایکشخص
وارثوں میں سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف
اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جن پر وقف ہوا ہے اونمیں سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر
وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف میں مذکور ہو چکا او حاشیہ شرعا کو صی نصبہ القاضی نخرجہ المسخر کا یہ معنی ہے کہ قضا جائز ہے غائب پر اوسکے
شرعا نائب کے سامنے جیسے نائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اوسکا ذکر آویگا هم مسخر وہ ہے کہ قاضی
ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالۃ لما یدعی
امۃ ثم ادعی ان مولاها زوجها من فلان الغائب واراد ردها بعیب الزواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقها وزال العیب او مات الا ان یدعی
علی الحاضر یا قضا جائز ہے نائب پر اوسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے نائب پر وہی لامحالہ بلا احتمال سبب ہے اوس دعویکا جو شخص حاضر پر دعوی کیا
جاوے تو اگر ایکشخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو
پھیر دے اسکو ہونے کے عیب سے تو دعوی اوسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا افهم یا ابن کمال
هم شارح نے یہ تفریع کی لامحالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنے تزویج غائب سے
الموت کا سبب قطعی نہیں انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرهن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ
لا محالۃ اس مثال سبب لا محالہ کی چنانچہ دعوی کیا اوس گہر کا جو ایک مرد کے قبضہ میں ہے اور مدعی قابض پر اسبات کے گواہ لایا کہ میں نے اوس گھر کو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ
خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ قطعا هم اس صورت میں ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے
خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنے بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیۃ ولہ صور کثیرۃ ذکرها فی المجتبی تسعا وعشرین اور غائب کی نیابت
حکمی کی بہت صورتیں ہیں اونمیں سے مجتبی میں انتیس صورتیں مذکور ہیں هم انکا مجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اوسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے
اور یہ شخص حاضر اوسکا ضامن ہے باوسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہا تو غائب پر حکم نہوگا اور از انجملہ
یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گہر فلانے غائب سے اور میں اوسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اوسکے
خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اوس کے خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور از انجملہ مسئلہ متن ہے اور از انجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ جسکو

شارح ذکر کریگا کذا فی الشمادی عن السراج عن المجتبی ولو کان ما یدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ
انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید و برھن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذا کان فیہ ابطال حق الغائب فلو
لم یکن کما اذا علق طلاق امرأتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے
طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جب کہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین
تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے
تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھہ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونیمین ہم قہستانی الشرطین اختلاف مشایخ
ہو اور صحیح یہہ ہے کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہہ ہے کہ سبب اصل ہے نسبت مسبب کے حاضر نائب ہو گا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور
ایسا نہین جب کہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت مشروط کے تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی
الغائب ان یدعی المشھود علیہ ان الشاھد عبد فلان فبرھن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ تقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے
حیلون مین سے ایک حیلہ یہہ ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ یہہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اوسکے مالک غائب نے اسکو
آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق حیلۃ الکفالۃ بمھرھا معلقۃ بطلاقھا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کی مہر کی کفالت کا
معلق بطلاق عورت ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیری مہر کا ضامن ہون جو
زوج پر ہے سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو اوسنے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے
متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی تصریح ہے اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کیواسطے جامع الفصولین
مین ہے کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشایخ کے سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ
عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو مین نفقہ عدت کا
ضامن ہون سو اوس نے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف
ومن اراد ان لا یزنی فحیلتہ ما فی دعوی البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ
الغائب وانکرت طلاقہ فبرھن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نکرے تو اوسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اوسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی
عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اوس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اوسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہ
طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہوگی جب کہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر
یہہ دعوی درست ہے تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہے کہ دعوی دروغ مین یہہ حیلہ جاری ہے اور
حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہے اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ برہان طلاق مثبت زوجیت ہے حالانکہ دونون مین تلازم
نہین سو اگر یہہ مراد ہے کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظھر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ منلا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان
کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہہ محمول ہے اس صورت پر جب کہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین بحر
الرائق مین ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کی نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگون نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ عام سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب

پس قضاء علی الغائب جائز ہے خواہ معی جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر ایسا فتویٰ اوس قاضی کے حق میں ہے جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہو اسواسطے
کہ حنیفہ کا اجماع ہو کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں چنانچہ مشائخ نے شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہے اور اگر عالم ہو تو ہمارے اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ
اوسکی قضا نافذ نہیں ہوتی ہے مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ وترجیحہ غیر واحد فی المنیۃ والبزازیۃ وجامع الفتاوی وعلیہ الفتوی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ قضاء علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہے اکثر علماء نے اور منیہ اور بزازیہ اور جامع الفتاوی میں کہا اور اسی
قول پر فتویٰ ہے وترجیح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض اخر اور فتح القدیر میں قضاء علی الغائب کی موقوف ہونیکو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر
یعنی قضاء علی الغائب اوسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اوسکو جاری کرے ہم طحطاوی نے کہا یہان شارح اسکا مقتضی ہے کہ توقف کا قول تیسرا قول ہو حالانکہ
یہ بعینہ وہی قول ہے عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ دہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہے اور قول
معتمد یہ ہے کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلوں میں ہے ہم مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنے جسکو قاضی سماعت
کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتری بالخیار فتوارے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی چیز شرط خیار خرید کی سوائے جب ہم یعنی مشتری نے
مدت خیار میں رد بیع کا قصد کیا اور بائع چھپ رہے تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تاکہ اوسکو بیع پھیر دے صاحب
بحر نے اسمیں دو قول نقل کئے ہیں بار جبیر تحقق المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول لہ چھپ رہا ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا
شرط پر کہ اگر اوسکو کل حاضر نکرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہے سو مکفول لہ کل غائب ہوگیا اور کفیل نے اوسکو نہ پایا یہان تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال
لازم ہوگیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اوس نے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اوسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور
یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے تو یہ ابو یوسف کی بعض روایات میں ہے کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفینہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہے
کہ دیون نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہوگیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حیث سے ڈرا تو قاضی
غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اوسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ میں کہا اسی قول پر فتویٰ ہے شرف الدین بزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت
نہیں اگر قاضی کو دین ادا کر دیگا تو حانث نہوگا برقول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہے اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا بقول مفتی بہ کذا فی
الطحطاوی جعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت
چھپ رہی لیسے بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنیکے واسطے الخامسۃ اذا توارے الخصم والمتاخرون ان القاضی ینصب
وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیۃ پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ چھپ رہے دار القضا میں حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتون
میں اور یہ قول ہے ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل ترجمۃ الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بابہ مدۃ
براہا ثم ینصب لہ وکیلا اور وہبانیہ کے شارح نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین کا قول ہے اور یہ کہ قاضی مدعا علیہ کے
گہر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اوسکو مناسب معلوم ہو پہر وکیل قائم کرے ولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للوارث لعدم ملکہم حیث کان
الدین محیطا ہو ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہے نہ وارثون کو بسبب مالک ہونے وارثون کے جب کہ دین وارثون کے سوا اوروں کا
ہو ہم مثلاً متروکہ ہزار پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اوسکو بیچکر ادا دین کریگا نہ اوسکے وارث مگر جب کہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون
اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہے تو اگر وارث اتخلاص کا قصد کریں اور مال نقد ادا کریں تو ارباب دیون سے زیادہ حق قبول کر دیا جاویگا اور اگر وارث
نہیں کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر کریں تو قاضی کو بیع متروکہ میں اختیار ہے کذا فی الطحطاوی ویقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ
والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ
اور مال یتیم مالدار امانتدار کو جب کہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

هم قاضی کے بسبب کثرت اشغال کے بذاتِ خود اموالِ مذکورہ کی حفاظت نہین کرسکتا لہٰذا مستحب ہو کہ بطریق قرض کے دیدے کیونکہ قرض مین تاوان ہوتا ہے ودیعت مین امانت ہوتی
کو مناسب ہے کہ قرض لینے والون کا حال دریافت کرتا رہے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو واپس مال کر لیوے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ آخذ کا ذمہ مگر غنی ہے
نہ محتاج ہو ولہٰذا محتاجکو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا
منع ہی چنانچہ قنیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کمائی کا ہو ۱۲ کاسب ولہ اخذ المال من اب
مبذر ووضعه عند عدل قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اوسکو کہیں چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے
کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصک ندبا لیحفظه اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے هم حموی نے
کہا صک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے لا اقرض الاب ولو قاضیا لانه لا یقضی لولده نہ قرض دیوے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ
باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کرسکتا اپنے فرزند کے واسطے هم یعنے اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اوسکی سماعت
اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضیکو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہو گئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی و
لا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزهم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دیوے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دیوے سو اگر
باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا اون پر لازم ہوگا بسبب اونکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر
هم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس معنوی روایت کا کہ باپکو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اوسکی قاضی کی ولایت سے
عام تر ہے اسواسطے کہ نفس اور مال مین دونوں کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت مین باپ زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہرا باپ اوسکو قرض دیگا جو لیکر
منکر ہو جاوے خلاصہ جواب یہہ ہو کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے
بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نپاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم
اور دانست پر حکم کریگا یا التحال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضهم للضرورة کحرق ونهب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے
اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنے ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زدگی یا غارتگری کا خوف ہو تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر ومتی جاز
للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جبکہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اوس وقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا هم یعنے جب کہ بعد تعریف
ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اوسوقت اوسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت مین قرض دینا بھی جائز ہے ولو قضی بالجور فالغرم علیه فی ماله ان
متعمدا واقر به ای العمد ولو خطأ فالغرم علی المقضی له درر اور اگر قاضی نے عمداً جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اوسکے ذاتی مال مین اگر
بقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا بقصد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی له پر ہے جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر هم حکم قاضی جب کہ خلاف حق واقع
ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہہ کہ حق العباد مین تو اگر حق العباد مین ہے اور اوسکا
رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہو گئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کریگا
غلام مالک کو دیگا اور عورت اوسکے زوج کو اور مال ضامن کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا
تو مقضی له پر قصاص کا حکم ندیگا کیونکہ شبہہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی له کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہہ سب کچھ اس صورت مین ہے جب کہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی له کے اقرار سے ثابت ہوا اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہہ مقضی له کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک کہ حکم کو مقضی له کے حق مین باطل
نکریگا اور اگر قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار
یا محدود فی القذف ہین تو تاوان اوسکا بیت المال مین ہے اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کیا حکم مین اور ایسکا اقرار کیا تو اوسکے مال مین تاوان ہوگا بسبب زجر
مذکور مین اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الهندیہ ملخصا وفی المنح تعزیرا بالسراج قال ... لو قال

قاضی اگر حکم مین خطا کرے

لتعلق حق الغیر انعزل عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ ردت قضایاہ وشہاداتہ اور ینابیع میں ہے کہ اگر کوئی مرتکب
کبیرہ کا ہوا کہ اگر قاضی نے کسی کو عمدا ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اوسکے فیصلے
اور گواہی مردود ہو **فروع** مسائل متفرقہ شتی کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی حتی یعنی حکم قاضی مظہر
ہے حق کا اس واسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اوسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں ہے اسی صورت میں ہے جب کہ حکم واقع کے مطابق ہوا اور
اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم شہادت کا ذکر گذر گیا کذا فی الطحطاوی ویتخصص بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع
الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان اور مکان اور خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماع دعوی کا
پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہ ہوگا عم ظہیریہ کی مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مرد کو ایک دن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے
اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصومت استثنا کرے جیسے یوں کہے کہ فلانا مقدمہ فیصل نکرنا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الان بعدہا
الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اب بعد امر سلطان کے دعوی سنا جاویگا پندرہ
برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی مسموع ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے عم حموی نے اپنے استاذ یحیی مستاری سے نقل کیا کہ سلاطین جیسے سلاطین روم اب اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ
دعوی نسنیں پندرہ برس کے بعد سوای وقف اور ارث کے انتہے اور یہ نہی قطع حیل اور دفع تزویر کے واسطے ہے اور یہ جو روایت تیس برس یا
چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے درباب عدم سماع سو یہ روایت قبل صدور نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفل اور دیوانگی اور
غیبت کذا فی الطحطاوی مختصرا امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف
الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا ہوتا نافذ نہیں
ہے جب تک شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کی پانچویں قاعدہ اور فوائد شتے میں مذکور ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کی قسم
لینے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اوس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر نکروائیے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا
غضب یعنی اگر تیری اطاعت کریں تو خالق کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہے عم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ امام کی اطاعت غیر معصیت میں
واجب ہے تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا عم فیہ سو جواز تحلیف منقول ہے کہ قاضی کو شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو
سعود نے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب رای ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب الرای نہو تو
تحلیف نہیں جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاض مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اوسکا قاضی
کیطرف جائز ہے اگر سلطان کی طرف سے قاضی معین نہو عم باشا امیر کو کہتے ہیں روم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول اصح مفتی بہ نافذ ہے
چنانچہ ادب القضا میں ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور حکم یعنی پنچ قاضی کی مانند
ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز یعنے بحر الرائق میں عم بحر الرائق میں سترہ مسئلے مذکور ہیں اسطرح کہ حکم جب فیصلہ کرے تو فیصلہ نقض نہ ہو
میں پھر اوسکا مرافعہ ہو قاضی کی طرف تو اگر اوسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کر دیوے آور تحکیم پر قاضی ضمین ضرور ہے آور تحکیم کی تعلیق
آور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں آور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں آور فسخ یمین مضافہ میں جواز تحکیم کا فتوی
نہ دیا جاوے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہوا اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہیں ہوتا اگر ادعا سے الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلہ میں آور جائز
نہیں مکتوب محکم کا قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اوسکی طرف جائز نہیں آور محکم حکم کرے تو قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں خصم راضی ہوں آور اگر
محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی آور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول کرے تو قا

اور دوسری پنچکو اوسکا قبول کرنا درست ہی اور پنچ کا حکم ایک وارث سی باقی وارثون کے طرف نہیں پہونچتا اور محکم کا حکم بنفسہ بائع کے بائع کے
طرف نہین پہونچتا مگر جب کہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اوسکا حکم موکل کیطرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اوسکا بیٹے کے
وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہین بلکہ اوسکو حاکم جائز ہے جیسے بلا دین یعنی بعد رضای متخاصمین اور اگر محکم تین
اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہے کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہے فلانے فقیہ کیطرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے
فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین جیسے کہ کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم
انتہی ملخصا اور منجملہ مسائل مذکورہ یہہ ہے کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہے کذا فی الخطاء و فی الفصل الاول من
جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم و یعزل و یعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور
معزول کیا جاوے اور تعزیر دیجاوے و فی الاشباه لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطه الا فی ثلاث لریبة و لرجاء صلح القارب و اذا
استمہل المدعی اور اشباہ مین ہے کہ جائز نہین قاضیکو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک اور اشتباہ
کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جب کہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے
پاس ایک مقدمہ مین گواہی دی اور ہنوز اونکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ اونمین سے بولا استغفر اللہ مینے جہوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہہ
کلام سنا مگر یہہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہہ کلام کیا سو قاضی نے انکو اونسے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر
حکم نکرے اور لسان الحکام مین ہے کہ جب قاضی کے پاس بہائی یا چچیرے بہائی جہگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہے کہ اونکو تہوڑا ٹالے اور جلدی حکم نکرے شاید
وہ باہم صلح کرلین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بہائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین محصور
نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینہ کا مورث ہی لہذا حتے الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور یہہ مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ
قضا فی الفور صورت پر محمول ہے جب کہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا موید ہوتا ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہے کہ جب قاضی کو رضای خصمین کی
توقع ہو تو اونکے رد کرنے مین کچھ مضایقہ نہین اور دونون مین حکم جاری نکرے شاید صلح کرلین اور اونکو دو بار سے زیادہ رد نکرے اور اگر توقع صلح نہو
تو حکم جاری کردے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعا علیہ سے جب کہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو
نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جب کہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نکرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت
کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ خلاصہ مین ہے کذا فی الخطاء لا یصح رجوعه عن قضائه الا فی ثلاث لو بعلمه او ظهر خطاؤه او بخلاف مذهبه
اور قاضی کو اپنے حکم سے پہر جانا یعنی اوس پر عمل نکرنا اور اسکو باطل کردینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر یا حکم کی خطا ظاہر ہوگئی
یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا اما اپنے علم پر حکم کیا پہر ظاہر ہوگیا کہ اوسکا علم وہم تہا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار
کیا اور دونون وہان سے غائب ہوگئے پہر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہہ شخص وہی معترف ہی پہر معلوم ہوا
کہ یہہ اوسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہی اور ظہور خطا کی یہہ صورت ہی کہ مثلا حنفی المذہب نے متاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا
حکم دیا پہر اوسکو اپنی خطا ظاہر ہوگئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمدا یا سہوا سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہے کہ امام کے نزدیک قاضیکو اپنے علم پر
حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کی وقت اوس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہے اوس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض یا غصب
یا طلاق قبل عہدہ قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پہر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اوسکے سامنے آوے یا اپنی حالت قضا مین جان چکا
غیر شہر مین پہر اوس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اوسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہے پہر وہ معزول ہوگیا پہر بحال
سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نکرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین تو قضا بالعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصرا فصل

شرط القضاء بالعلم قاضی

لقاضي حكم فلو زوج اليتيمة من نفسه او ابنه لم يجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر وصی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں
ہو قول سے مراد وہ ہو جو قاضی سے سو ما مدہو بالتغلیط میں حکم نکاح مذکور ہوا اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل ہو کر جب کہ حکم نہیں ہوا تو جائز ہونا چاہئے کیونکہ قاضی کو
اپنی ذات کیواسطے یا بیٹے [illegible] کے واسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہے یہ اشباہ میں ہے قول القاضي حكمت
[illegible] كذا في البحر امر القاضي الولي القاضي بتزويجها كان [illegible] ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل
ہو قاضی جب وکیل ہوا تو فعل تزویج حکم ہوگا تو اگر اوسکے عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی
من الاستاء واذا اعطى فقيرا من وقف الفقراء كان له اعطاء غيره دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو بایں وقف سے [illegible]
قاضی کو اوسکے سوا اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مسئلہ میں قید یہ ہے کہ قاضی نے تعین کے واسطے حاجتہ نہ مقرر کیا ہو اور فقیر قرابت دار کے واسطے حکم کردیا
والا قسمت آئی کو نقض اوسکا جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضي حكم الا في مسئلة الوقف المذكورة [illegible] فلو صرف لغيرهم حتى لو قاضی کا
یہ کہنا مسئلہ وقف میں جو مذکور ہوچکا تو اوسکا منع ہے لہٰذا اوسکے سوا اور کسیکی طرف صرف کرے تو صحیح ہے [illegible] قاضی کا یوں کہنا دعا علیه [illegible]
رہاں کے بعد کہ [illegible] تسلیم کرا [illegible] اگر [illegible] سے اشباہ میں ہے اور [illegible] کہ وقف کیا فقرا پر [illegible] واقف کے محتاج [illegible]
سو قاضی نے امر کیا کہ [illegible] میں [illegible] تو یہ امر [illegible] سے بیان تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ [illegible] دوسرے فقیر کے طرف صرف کرے
صحیح ہے القاضي يحلف غرماء الميت ولو اقر به المريض قاضی قسم دے میت کے [illegible] والیکو اگرچہ مریض نے اوسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
میں [illegible] کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہئے اور اگرچہ وارث قسم طلب نکریں کذا فی الطحطاوی ولا يقبل قول امين القاضي انه حلف المخدرة الا بشاهد
عادل [illegible] کہ امین کا یوں کہنا کہ اوسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہد [illegible] [illegible] وہ عورت پردہ نشین ہو جسکو [illegible]
دیکھیں گواہی ہو یا حاجی [illegible] اور وہ عورت [illegible] عروسی میں [illegible] ادسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضی بلاد میں عادت ہے [illegible] نہیں کرتے
الحموی میں اعتمد على امر القاضي الذي ليس بشرعي لم يخرج عن العهدة [illegible] قاضی کے اوس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدہ سے خارج نہوگا [illegible]
بری الذمہ ہوگا انتہے کلام الاشباہ ہم مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دوسرے
شہر [illegible] اور وہاں تک [illegible] اور موصی کا اوس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درم ہیں تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکور فقیروں کو
دیدے تو مدیون پر اوسکا دین باقی رہیگا اور مدیون کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقال ساقي النوح
عن المنظومة المحبية معزيا للمبسوط ان السلطان مخالفة شرط الواقف لو غالبه قرى ومزارع واته بعمل بامرة وان غاير الشرط [illegible]
اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ محبیہ سے [illegible] کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہوں اور یہ کہ عمل کیا
جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اوسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم مفتی ابو السعود نے فتویٰ دیا کہ ملوک اور امراء کے اوقاف میں [illegible]
کی شرطوں کی رعایت نہیں [illegible] کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی مملوک ہیں یا بیت المال کے طرف راجع ہیں اسطرح پر کہ واقف اوسکا [illegible] ہے بیت
المال کا جسکی گواہی ثابت نہیں لہٰذا اور [illegible] حکم مطلق نہیں بلکہ اون اراضی میں سے جنمیں واقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر اونکی ملک ثابت ہو تو شرط کی
مخالفت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی ثم ابتعرف قلت وايجاب مفتي افندي بانه متى كان في الوقف سعة ولم يقصر في اداء خدمة لا يلزم قطعه
میں کہتا ہوں اور مفتی افندی نے یوں جواب دیا ہے کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا شرط واقف وہ اپنی
خدمت کے ادا کرنے میں قصور نکرے تو ممنوع نہیں [illegible] اوسکو وظیفہ لینا حرام نہیں [illegible] یہ بھی ابو السعود پر محمول ہے جبکہ وقف واقف کا ملک نہو
[illegible] اسی اعتبار پر ہے کہ [illegible] وقف ظاہر امر [illegible] ہے کہ اصل اوسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفي الولوالجية يحبس الولي للدين
الصغير حتى يموت او يظهر فقر الصغير قلت لكن قدم شارحها عن قاضيخان الحر والعبد والبالغ والقبلي في الحبس سواء قلنا الا في الحبس

هذا قاله الشرنبلالی اور وہبانیہ مین سے محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اوسکو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونیمین برابر ہین تو غور کرنا چاہیئے ولی کی نفی حبس کو یہان یہہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اوسکا اوسکو محبوس ہوگا هم خلاصہ مین ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین استہلاک کے ولیکن اوسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا ہے اور ظاہر اوسکا توفیق مین القولین یہہ ہے کہ قاضیخان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال وليس للقاضي البيع مع وجود اب او وصي هي فائدة حسنة قلت وفي القنية ومتى باعا فللقاضي نقضه لو اصلح كما نظم الشارح فضمنته لكن مغيرا لبعضه فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین وجود باپ یا وصی کے اور یہہ خوب فائدہ ہے مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ تو قنیہ مین ہے اور جب کہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اوسکا توڑدینا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یون کہا ہے وينقض بيع من اب او وصيه ولو مصلحا والاصلح النقض يسطر اور توڑی جاے بیع باپ یا اوسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہو یہہ حکم مسطور ہے کتب مذہب مین سے ويحبس في دين على الطفل والد ووصي وللتاديب بعض يصدق اور حبس کیا جاے طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعض علما حبس صغیر کی بہی صورت بتاتے ہین یعنی بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہے تاکہ وہ ڈہیٹ نہوجاے سه وفي الدين لم يحبس اب في مكاتب وعبد لمولاه كعكس فمعسر اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب لڑکے دین کتابت ودیگر دین مین غلام مولی کے دین مین اور نہ مولی غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے نعم لو العبد مديونا يحبس المولى بدينه لانه للغرماء ان اگر غلام پر غیر شخص کا تو مولیٰ محبوس ہوگا اوسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب صاحب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ اونکو وہ دیون حاصل ہوجاوین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وكذا المحبس بدين مكاتبه الا فيما كان من جنس الكتابة اور اسیطرح مولے محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین مین مگر اوس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلا دس درم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغایر ہے دین کی تو مولے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بہی دس من گیہون پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹہیرا تو محبوس نہوگا ففي عتاق الوهبانية سه وفي غير جنس الحق يحبس سيدا بمكاتبه والعبد فيها مخير سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہے اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولے کو مکاتب اوسکا اور غلام کتابت مین مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفي حجرها سه ويحبس ذو الكتب الصحاح المحرر على الدين اذ بالكتب ما هو معسر اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہے اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین هم قنیہ مین ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اوسکے پاس کتابین ہین تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ و وجوب زکوٰۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہہ باب ہے تحکیم مین یعنے پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بہی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنے پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہے جسنے اسکو پنچ ٹہیرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ ہنے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز مین تو میرے پاس آتے ہین سو مین اونمین حکم کردیتا ہون تو مجہہ سے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح هو لغة جعل الحكم فيما لك لغيرك اور تحکیم لغت مین عبارت ہے اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولية الخصمين حاكما يحكم بينهما اور تحکیم عرف مین عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے وركنه لفظه الدال عليه مع قبول الاخر ذلك اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا مخاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھہ قبول کرلینے دوسرے کے یعنی محکم کے اسکو هم یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجہکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اوسکے یہہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین

اسکو قبول کرلیں محیط میں ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نکرے تو اوسکا حکم کرنا جائز نہیں مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطہ ای
شرط المحکِّم بالکسر العقل والحریة والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم کی بابت جو پنچ مقرر کرنے والے کیطرف سے منقول ہے آزاد ہونا اور
مسلمان ہونا تو صحیح ہوئی تحکیم آدمی کی ذمی کو مسلم پنچ ہونا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایة وشرطہ من جهة
المحکَّم بالفتح صلاحیته للقضاء کا تو اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنی پنچ کے طرف سے لیاقت رکھنا اوسکا ہے قضا کیواسطے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنی پنچ
کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نابینا نہو اور گونگا نہو اور وسنے القذف فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہو کہ جائز ہو ہمارے
نزدیک انتہی ہم ظاہرا فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے وہیں کہ قاضی بنا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاھلیة المذکورة وقته ای التحکیم و
وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم فحکم لا ینفذ کما هو الحکم فی المقلد فی مقابلة الا مسندة کذا فی جلاب
الشهادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کی وقت اور حکم کرنیکے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں غلام کو پہر وہ آزاد ہو جاوے یا صغیر کو پہر
وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پہر وہ مسلمان ہو جاوے پہر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادای شہادت
کی اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کیوقت وقد مر انه لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح معزیا الی المبتغی اور پہلے ہو چکا ذکر کیا ہے
کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پہر وہ آزاد ہو جاوے پہر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور مصنف نے اس قول کو مبتغی کیطرف نسبت کیا ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف
ہے اور ظاہر روایت کے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالة فحکم بینهما بینة او اقرار او نکول
ورضیا بحکمه صح کونه غیر حد وقود ودیة علی عاقلة متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سوا اوس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور
دونوں اوسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگرچہ حد اور قصاص اور دیت عاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو تو معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین
پنچ مقرر کریں اسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اوسکے مجہول ہونیکے ہم شارح نے جو رضامندی متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اسلئے متن کی عبارت
اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضای متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح نے رضیا بحکمه کہا عوض رضیا بحکمه کے تو خوب ہوا کہ تحکیم
شامل ہو جاتی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے نہ حقوق اللہ میں تو تحکیم اموال اور
طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور ضمان متلفات میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی اور قہستانی میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور کفالت
اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں اسواسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ راضی نہیں اوسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اوسی
ما فیہ جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی فیما الاصل ان حکم المحکم بمنزلة الصلح وهذه لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم
بمنزلہ صلح کے ہے اور حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہونگی ویقدر احدهما نقضه ای التحکیم قبل
وقوعه کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربة وشرکة ووکالة بلا التماس طالب اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم
از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہو لغو عقد کا مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے خواہ
خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو ولو حکم لزمهما ولا یبطل حکمه بعزلهما لصدوره عن ولایة شرعیة پہر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اوسکا ماننا
لازم ہو گیا اور اوسکا حکم باطل نہیں ہوا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا یتعدی حکمه الی غیرهما الا فی
مسئلة ما لو حکم احد الشریکین وغریمه رجلا فحکم بینهما والزم الشریک تعدی الی الشریک الغائب لان حکمه کالصلح بحر اور متعدی
نہیں ہوتا حکم محکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر ایک شریک اور اوسکے قرضدار نے ایک مرد کو حکم ٹہرایا سو اوس نے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھہ لازم کر
دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہی تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی
ہوگا کذا فی الطحطاوی من الہدایة ولو حکما فی عیب بمبیع فقضی برده لیس للبائع رده علی بائعه الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمه فتح

تو اگر بائع اور مشتری نے اوسکو حکم مقرر کیا مبیع کے عیب مین سو اوس نے رد مبیع کا حکم کیا تو جائز نہین بالعکو اوسکا پہیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اوس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحة التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافة الی الملک وغیر ذلک پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ تین یعنے حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کا استثنا کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہدین مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونیکا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ھم از انجملہ یہہ ہے کہ خود شدا من کی شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پہر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہے کذا فی الخطاوی ملخصاً لکن ھذا یعلم ویکتم وظاھر الھدایة انہ یجیب بلا حل فتأمل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجئے اور چہپاڑالئے اور ظاہر ہدایہ یہہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہین ہے سو تامل کرے ھم یعنے اگر مفتے سے کوئی اسطرح کا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب دے کہ حلال نہین ہے اور اول قول پر مفتے سکوت کرے اور کچہہ جواب ندے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہر مذہب پر دلیر نہو جاوین ق

صح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالة الشاھد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمھما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت مین اپنی ولایت کی حالت مین یعنے درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ھم یعنے اگر مدعا علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اوسکا اخبار اس حال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے کذا فی الخطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہین اوسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہو جانے اوسکی ولایت کے یعنے حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نرہی تو وہ بمنزلہ رعایا کے ہوگیا تو اب اوسکا اخبار بجای شہادت شاہدین نہین ہو سکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہین ھم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بہائیون اور چچون اور ماموؤن کی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے اوسکا حکم صحیح ہے جیسے اونکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمھما ای القاضی والمحکم علیھم حیث یصح کالشہادة بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ھم حکما رجلین فلابد من اجتماعھما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعا علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونونکا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب ایک رای پر فیصلہ صحیح نہوگا تا وقتیکہ دونون متفق الرای نہون ولو رفع الی القاضی حکمہ ان وافق مذھبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافاً اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اوسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہین ھم اسواسطے کہ ولایت محکم مین قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اوسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنے اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہین اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکم اسکو جائز رکہے تو جائز نہین مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الخطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیة اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق لمذھبہ حکم ابتداء بلزومہ بشرطہ ولا یمضیہ لانہ لو یقع معتبرا پہر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا اوس قاضی کے طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سرنو سے لزوم وقف کا حکم کرے اوسکی شرط کے ساتھہ اور محکم کے حکم کو جاری نکرے کیونکہ وہ معتبر نہین واقع ہوا ھم لزوم وقف کی شرط یہہ ہے کہ صادر ہوا اہل سے اپنے محل مین کذا فی الخطاوی والحاصل انہ کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منھا سبعة عشر منھا لو ارتد انعزل فاذا اسلم احتاج للتحکیم بحلاف القاضی خلاصۂ مقام یہہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہین اونمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار کئے ہین از انجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہوگا پہر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا ومنھا لو رد الشھادة لتھمة فلغیرہ قبولھا اور از انجملہ یہہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی

الحبس ولکن اردا اور لائق تر یہ ہے کہ حکم متولی حبس نہو اور یہ جو اسکو صریح نہیں لکھا ہم نے یہ بحث ہو صاحب بحر کی غلطی سے کہا مصدر شہید نے تصریح کی ہے کہ اگر
کرحبس کا اختیار ہو وکذا الامر بالحکم فتی لہ الهدایۃ وینبغی ان لا یجوز ان یهدی الیہ وقت التحکیم اور اسیطرح ہم نے نہیں دیکھا کہ حکم کرنے کے وقت حکم کو ہدیہ دیا جائے
کرے کا حکم اور لائق ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر منتا ہمسٹم اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

باب قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کیطرف اور باب تحریر خط کا بیسنف نے وغیرہ کا ارادہ بعینہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ سے ہے
لعط وغیرہ سے انتہاء قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور الحکام میں ہم کتاب بھی مکتوب ہو اور غیرہ
عطف ہو کتاب پر کذا فی الطحاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی الحکام آئیں گے یکتب القاضی
الی القاضی فی کل حق بہ یثبت مع الشبہات استحسانا قاضی کتوب الیہ بھیجا ہو دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق میں جو ثابت ہوتا ہے شبہوں کے ساتھ استحسان کے طریق سے یعنی ہم
اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا اور موت اور وراثت اور قتل موجب مال اور نسب اور غصب اور امانات اور مضاربت اور ایجاب
منقولا اور غیر منقول سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے امام محمد سے اور یہی ہمارے مشائخ کا فتوی ہے اور سبکا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی
الی غیر حد وقود لا یثبت مع الشبہۃ قاضی خط لکھے سوائے حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ سے ثابت نہیں ہوتے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا
اسقاط پر ہے اور میں خط پر عمل کرنا اسکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدرر وکان شہدوا علی خصم حاضر حکم بالشہادۃ وکتب حکمہ لیحفظہ اگر
شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تاکہ محفوظ رہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہیں بلکہ تحریر مکتوب الی القاضی کی
توطیہ ہے کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جاوے الا تحریر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے یا اسکے
وکیل سے مگر جب کہ غائب ہو جاوے حکم کے بعد اور حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیئے تاکہ اسکا حق ثابت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی فی
کتاب الحکم وہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کی کتاب
وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح انہی سلف میں اور ہماری عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمیں لوگوں کے نزاع
اور مقدمات لکھے جاویں ہم شرح میں ہے کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہے جسمیں اسنے اپنا حکم لکھا ہو اور دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے پاس اجرا
کی روایتی وصف دعوی اور اسامی شہود اور دوامی کتاب اور کفایہ میں ہے کہ محضر وہ ہے جسمیں دعوی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اوسنے جواب دیا یا اقامت
بینہ ہوئی تو وہ توشیح ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی الطحاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ
الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رأیہ وان کان مخالفا لرأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ
ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور لکھے گواہی کو اوس قاضی کے طرف جسکی ولایت میں خصم ہو
تاکہ قاضی مکتوب الیہ گواہی پر اپنے مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اوسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتدا حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ
نقل ہے شہادت کی سنے حقیقۃ یہ ہے اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب ہے کتاب حکمی ہے اور سجل ہم سجل اسواسطے
ہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقرأ الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود الطریق او
قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا اونکو فقط مضمون سے مطلع کرے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر اونکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی
کے پاس جائیں دوسرے قاضی کے پاس اور اونکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت سے تا اوائے شہادت طرفین کے
نزدیک کذا فی السراج فتوی یہ ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہیں اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ
ای باطنہ وعنوان یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو نام لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ ہے کہ اسمیں اپنا
نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے ہم یعنی فقط نام اور کنیت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ دادا اور لقب لکھے جس سے دونوں مشہور ہوں

اسواسطے کہ نام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں اور حموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہیں انتہے اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ کا نام بوجہ امتیاز لکھے اور حق اور سبب ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان متعاونا علی ظاہرہ لم یقبل قیل ھذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیتعلق بہ سواے عنوان لکھنے سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف میں تہا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا واکتفی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی العزمیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اوسکا خط ہے یعنی خط کا پڑہنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ عزمیہ میں کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہے اسلئے ابو یوسف قاضی ہوئے تہے اور اونہوں نے وقائع کو دیکہا اور جسمیں مصلحت تہی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہیں ہوا تو معاین تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پہر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اوسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نکرے یعنے اوسکو نہ پڑہے مگر خصم اور اوسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچہہ حاجت نہیں اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھہ قاضی کا خط ہے تو اوس سے خط کی گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑہے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں جو اسکی گواہی دیں کہ یہہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب اونکے گواہ ہونیکے مسلم کے فعل پر یعنے اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہوں تو بہی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنے قاضی نے اونکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم ای الشہود مگر جب کہ مدعا علیہ نے دعویکا اقرار کیا تو شہود کی کچہہ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمیں شہود کی کچہہ حاجت نہیں کیونکہ وہ لزم نہیں یعنے سلطان چاہے امان دے چاہے ندے ہم منح الغفار میں عنایہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے لکہے تو اب اسکی حاجت نہیں کہ شہود گواہی دیں کہ یہہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہے تو بہتر تہا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان و یلحق بہ البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور کتاب الامان سے ملحق ہیں فرامین سلاطین درباب وظائف ہم براآت سے مراد فرمانات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنیکے واسطے اور یہہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی اونکے بہی کہاتے پر ہم دفتر بیاع عطف ہے کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب سے ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اوسکے قول پر خرید فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اوسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں تو کتابت میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازم ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مینے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہیں تو اوسپر دین لازم ہو گیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہے تو موضوع مسئلہ اسصورت میں ہے کہ جب کاتب پر دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ الاکمل میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچہہ مال معین لکہا یعنی مجہپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اوسکا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہے پہر وہ مرگیا اور وہ اوسکا حساب دین لکہا اور اوسکے وارثوں سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اوسکے دین کا حکم ہوگا اوسکے ترکہ میں انتہے طرطوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کہلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکہتا مگر وہ دین جو اوسکا ہے اور اسپر ہے انتہی جیسے دائر

اپنے وسیع کر دیا تاکہ مسائل کتابت کی اصل میں اور مشائخ میں یہ کہ کتاب پڑھے چنانچہ نصوص سے مستند ایسا معلوم ہوتا کہ لوگوں سے یہ کہا کہ سرادیں ثانی پر
آسانی ہو اسپر ہرگز عمل ہوگا اسواسطے کہ یہ کوئی بھی نہیں کہا مگر سننے والوں نے اس وجہ سے کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہی اور عامہ مشائخ وہاں کا
من اصحاب وکہا ہے کہ کہاں سے شبہہ ہوکر معلوم ہوا کہ سوای الا اور ما یجئے وہ کچھ نہیں کہا اسواسطے کہ کتابت مراد و مراد اسکے سوا ہی کہا
کیا مصنف نے کہ تمام مقدمہ علیہ اور مسلم ہو چنانچہ کہ مشائخ ایسا ہی ہے اس زمانہ میں تو کیونکر عمل کیا جائیگا اوسکے خط پر اوسکے دہی ثبوت میں اور جو بکاری کی
دی وہ عاجل ہے اصل بس مراد اکمل سے اور مسائل خط تعلیل اس وجہ سے ہے کہ لان الخط یشبہ الخط و تخوہ تحکما و قاس و شاہد ان تستقن
رہ دیل وہ یکھنی اور مجموعہ خط پر عمل کرنا جائز کہا ہے اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اوسکا یقین ہو تو معصوص کہا اور اسکا مسوی ہم حرام
اکمل میں ہے کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز کہا ہے جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور جانتا یاد ہو اور یہی فیصل میں
کہا اور سید صاحب نے قول پر ہے مدد سوائے نیق خط اگر یہ لوگ شاہد کے ہاتھ میں ہوا اسواسطے کہ غلط نادر ہوا اور تغییر او جعل کے اثر سے اطلاع ہوگی
ہوا کہ سید پہلے خط پر وہم ہے تو جب یقین ہوجاوے تو اسپر عمل جائز ہے تا لوگوں پر وسعت ہوجاوے گی اسمیں ایسا ہی ہے کہ لان الخط یشبہ الخط
عرب تتمہ حاشیہ میں ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ میں گھر ہوا ایک مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہوا اور اوسپر صک ظاہر کیا جسمیں خطوط
اسی دو ملا دستاویز ہیں اور قاضی سے اوس نے حکم طلب کیا اس وقت کا علماء نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم
کرتا ہی اور حجت شہادت ہی یا اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اسی
خانیہ میں ہے کہ اگر دیہات کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کا خط اور اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں
اور اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر ہوئی تو اسمیں علماء کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہے
کہا اور یہہ جو جاری رہا ہے اسمیں ہے کہ اگر صک لکھے وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص یاد نہ ہو کہ ماتی ہوا اور اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار ہو اور حاکم نے آخر سند میں لکھا
ہو کہ یہ بوقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہد کے ہو کر ماضی ہو اوسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اسمیں
نکرے اور اگر تہمت کرے اور صادقیت عدم تزویر کی قسم کہا لے تو بھی اوسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ دونوں کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نکھاوے تو اوسکا حجت ہونا باطل
ہی سو یہہ قول جاری کا مخالف قاضیخان کی حاشیہ کا ہو اصل مذہب کے موافق ہو کہ لان الخط یشبہ الخط ولا دلیل من مسائلہ نکتہ ایام من القاضی کالشہادۃ
علی الشہادۃ علی الظاہر وتحوہ تما الثانی بحیث لا یتوقف علی ثبوتہ وعلیہ الفتوی ملاکیہ وغیر ملحیہ اور مرور سے مسافت من کی دونوں
قاضیوں کے بیچ میں جیسی شہادت کی شہادت میں شرط ہے ویسا ہی مذکور و مرور ہی ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادۃ
کو جائز کہا ہے اور اتنی مسافت میں جس میں آدمی عود کر سکے اسیدن اور اسی پر فتوی ہے کہ لان المستر شدلیہ ولسیہ اجنبیہ وبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ
قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراۃ واجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اسکی معزولی سے قبل پہنچنے
خط کے دوسرے قاضی کے طرف بعد وصول خط قبل اسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہی وانما تعین تمام الاطلاع بعد وصول کتاب اور بعد قراءت
اگر کاتب مرگیا یا معزول ہوگیا تو خط باطل نہیں یعنی اوسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وارتدادہ وحدہ للقذف وعماہ وفسقہ بعد عن التبلیغ
شرح وجہ عن الاھلیۃ والاجازۃ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے اور اوسکے حد قذف لگنے اور اندھا ہونے اور فاسق ہوجانے
شہادت کے عادل ہونے کے سبب حمل ہوئے کاتب کی جہت او تصانیف کو والمیت قضاس اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ وعزلہ
عن الاھلیۃ اگرچہ منقطع خط باطل ہوجاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب
الیہ مگر سوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب نے بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کردی یعنی یوں لکھا کہ یہہ خط ہی فلاں قاضی
کیطرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہے خلاف مالو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ خلاف لہ

اگر ابتدا سے تعمیم کی ہو تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم ابتدائی کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصہ لا یبطل بموت الخصم أیّاً کان لقیام وارثه او
وصیّه مقامه خط باطل نہیں ہوتا ہے خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اوسکے وارث یا وصی کے اوسکے مقام پر قلت وکذا
لا یبطل بموت شاهدِ الاصل کما سیأتی متناً فی بابه خلافاً لما وقع فی الخانیة هنا فانّه مخالف لما ذکره بنفسه ثمّه فتنبّه اور ایسے ہی خط باطل
نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادۃ کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اوسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اوس
قول کے جو خود مصنف خانیہ نے وہاں یعنے شہادت علی الشہادۃ کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت
فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی واعلم انّ الکتابة بعلمه کالقضاء بعلمه فی الاصحّ بحر فمن جوّزه جوّز هذا ومن لا فلا الّا انّ المعتمد عدم
حکمه بعلمه فی زماننا اشباه. اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے نہ حکم کرنیکے اپنے علم و دانست سے ہی قول صحیح
میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بعلم قاضی جائز رکھی ہے اوسنے کتابت بھی اوسکی دانست سے جائز رکھی اور جسنے قضا بعلم جائز نرکھی اوسنے کتابت بھی جائز نہ کی مگر یہ ہے
حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم پھر جب قضا بعلم معتمد نہوئی تو کتابت بعلم کیونکر معتمد ہوگی وفیها الامام یقضی بعلمه
فی حدّ قذفٍ وقودٍ وتعزیرٍ اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فقیدُ الامام قیدٌ کما قدّمناه
فی الحد ولم اره لکن فی شرح الوهبانیة للشرنبلالی والمختار الآن عدم حکمه بعلمه مطلقاً میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہی قضا بعلم کے
مسئلے میں چنانچہ ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقاً
ہم شارح نے شرح وہبانیہ سے استدراک کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقاً خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف
اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمه فی الحدود الخالصة لله تعالی کزناءٍ وخمرٍ مطلقاً جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود
خالصہ اللہ تعالے میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقاً یعنے خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینی سے مست ہوا ہو یا نہوا ہو چنانچہ
اس پر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انّه یعزّر من به اثر السکر للتهمة مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اوس شخص کو جسمیں اثر ہی مستی کا بسبب تہمت کے
ہم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرعیں وعن الامام انّ علم القاضی فی طلاقٍ وعتاقٍ وغصبٍ یثبت الحیلولة علی وجه الحسبة
لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق
اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کریگا زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت الازواج اور مولے کو عدم استخدام لونڈی اور عدم وطی کا امر
کریگا اور غاصب کو امر کریگا رفع مغصوب کا یا اوسکو کسی امین کے پاس رکھواوے لیکن یہ امر بطریق احتساب اور امید ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی
ولا یقبل کتاب القاضی من محکّمٍ بل من قاضٍ مولّی من قبل الامام یملک اقامة الجمعة وقیل یقبل من قاضی رستاقٍ الی قاضی مصرٍ او
رستاقٍ واعتمده المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کیطرف سے بلکہ اوس قاضی کے طرف سے جو معین ہے سلطان کیطرف سے کہ جو اقامت جمعہ کا مالک ہے
اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہے اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب
کتاباً الی من یصل الیه من قضاة المسلمین فوصل الی قاضٍ ولّی بعد کتابته هذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایته وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اوس شخص کے طرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہنچا اوس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد
کتابت اس مکتوب کے تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اوس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو
اس کا مخاطب بھی نہ ٹھہرا یہ تعمیم ابتدائی بمذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیها لو جعل الخطاب للمکتوب الیه لیس لنائبه ان یقبله اور
وسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کے طرف معین ہو گیا تو اوسکے نائب کو اوس کا قبول کرنا جائز نہیں ہم اسیطرح اگر نائب کے طرف خطاب ہو
تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والمرأة تقضی فی غیر حدٍّ وقودٍ وان اثم المولّی لها لخبر البخاری لن یفلح قومٌ ولّوا امرهم امرأة اور عورت

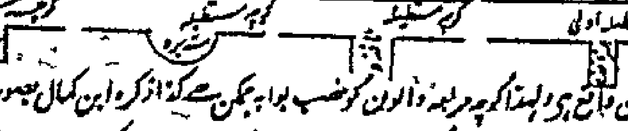
قاضی ہو سکتی ہے سوائے حدود و قصاص کے اگرچہ عورت کو قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہیں ہوا اوس قوم کا جسنے اپنا کاروبار عورت
کو دیا ام بحرالرائق میں لکن شیخ خیر الدین سے نقلہ ہے ہرگز بھلا نہوگا اوس قوم کا جنہوں نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ اونہوں نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو ترجمہ
لائق اوسکے ہو سکیگی وتصلح ناظرۃ لوقف ووصیۃ لیتیم وشاہدۃ فتح فیصح تقریرہا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر
عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونیکی اور یتیم کی وصی ہونیکی اور شاہد ہونیکی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اوسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت میں اگرچہ
بے شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ
صاحب بحر نے کہا اور مینے فتوی دیا اوس شخص کے بارہ میں جسنے شہادت کی شرط کی اپنے وقف میں فلانے شخص کے واسطے پھر اوسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مر گیا اور اوسنے
ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم کہتے ہیں یہ فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ عرف وہ نہیں
واجب الرعایۃ ہے اور حال یہ ہے کہ اسکا اتفاق نہیں ہوا کہ عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اونکے الفاظ کا صرف کرنا اونکے عرف پر تو واقف کی مراد
شاہد کامل سے تو اوسکی غیر مراد کے طرف کیونکر اوسکے لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز
کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ میں بجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ میں عورت کے نبی ہو سکنے کو اختیار کیا ہے نہ اوسکے رسول
ہونے کو کیونکہ عورتوں کا حال ستر اور اخفا پر مبنی ہے اور رسول کو اختلاط رجال کا ضروری ہے تعلیم اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہ نہیں ہو سکتا مگر مردی
اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہیں ہے الامالی میں کہا کہ عورت کبھی نبی نہیں ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم کلام میں فتح القدیر نے جسمیں عقیدہ امام غزالی کی شرح کی
کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد او قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ بخلاف تحکیم عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد
اور قصاص میں پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے طرف جسکے مذہب میں عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص میں جائز ہے پھر اوس قاضی نے عورت کا حکم جاری و نافذ
کر دیا تو اوسکے غیر کو اوسکا ابطال جائز نہیں بخلاف ترجیح کے کذا فی العینی ہم کہتے ہیں ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتوں کی شہادت حد اور
قصاص میں جائز ہے پھر جب اونکی شہادت جائز ہوئی تو اونکی قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا
کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کی مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اوسکا حکم غیر حد اور قصاص میں صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ او
لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ لا یجوز قضاؤہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور روایت کر
کہ جب قاضی یا اوسکے ولد کو کوئی واقعہ حادث ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب یا اسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اوسکی قضا جائز ہے
چنانچہ اگر قاضی نے اوس سلطان کیواسطے حکم کرے جسنے اسکو عہدہ قضا سپرد کیا یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ہم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ
کیواسطے حکم قاضی جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاؤہ لہ وعلیہ انتہی خلافا للجواہر وا
الملتقط فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان میں قاضی کی گواہی مقبول ہے تو اوسکے نفع اور نقصان میں اوسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی
برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اوسکے ولد کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر
دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ویقضی لنائب ما شہد بہ عند الاصل وعکسہ وہو قضاؤہ الاصل بما شہد بہ عند النائب فیقضی
القاضی ای یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب وعکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اوسکا جسکی گواہی دی گواہوں نے اصل کے پاس اور بالعکس ایسکے
یعنی اصل کا حکم کرنا اوس گواہی پر جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اوس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس ایسکے یعنی نائب حکم کرے
قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الخلاصہ **فروع** مسائل متفرقہ شتی کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب من
لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاؤہ بہ اشباہ حکم نکرے قاضی اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع مگر جب
قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اوس شخص کے واسطے جسکے واسطے اوسکی گواہی مقبول نہیں تو اب قاضی کا حکم کرنا بوسیلہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ

ھ میں الحکام میں ہے کہ قضا کے مانند افتا بھی نہ چاہیے کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جب کہ قادر ہو انتہی یعنے جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے
کذا فی الحموی ٭ فیہا لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنی ولد کے واسطے مگر وصیت میں ھ یوں
منا جیسا کہنا اگر ایسا میں صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہے یا قاضی کے بعض اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہے پھر صاحب دین
مرگیا پھر دوسری مرد نے دعوی کیا کہ میں میت کا وصی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے
جائز ہے کیونکہ اس حالت میں قاضی شاہد ہوسکتا ہے تو قاضی بھی ہوسکے گا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ
ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اوس مرد کو جو آپ کو وصی گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اوسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اوسکی وصایت کا
حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اوسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادای دین قاضی اس مرد کا شاہد نہیں ہوسکتا کیونکہ اس
گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں تو اگر قاضی مذکور مرجائے
یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اوسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اوسکے قرابدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی
وجوز الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امراتہ ولامراۃ ابیہ ولو فی حیوۃ امراتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ
کی شرح میں صحت قضای قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماکیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنی زوجہ اور اپنے باپ کی زندگی میں دیا ہو وانہ یقضی فیما تحت
نظرہا من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہہ کہ قاضی حکم کرتا ہے اون اوقاف میں جو اوسکی تحت نظر ہیں اور شرنبلالی نے بمضمون مذکور دو بیتیں
زیادہ کین سو یون کہا ہے ٥ ویقضی لام العرس حال حیوتہا ٭ وعرس ابیہ وہو حی تقرر ٭ اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی ماکیواسطے زوجہ کی حالت حیات میں
اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے یہہ حکم محرر ہے ٥ وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ ٭ بمیراث مقضی بہ فلیتبصروا
اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے بشرطیکہ جسکا اوسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اوس حکم کرنی جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو جیسا کہ
اوس وقت میں دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماکیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فلیتبصروا برای بیت ہے یعنی بعبارت حاصل کرو
اس حکم کو دریافت کرکے ٥ ویقضی بوقف مستحق لنعتہ ٭ بوصف القضا والعلم وکان ینظر ٭ اور حکم کرتا ہے قاضی اوس وقف میں جسکی آمدنی کا بوصف قضا
وعلم مستحق ہے یا وقف قاضی کی تحت نظر ہو ھ یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز

مسائل شتی

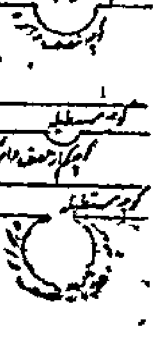
ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ھذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہیں ھ
شتے جمع شتیت کی ہے بمعنے متفرق و مختلف قال تعالے (ان سعیکم لشتی) یعنی مختلف الجزا وجاؤا شتی ای متفرقین عرب بولتے ہیں وہ لوگ شتی آئے یعنے
متفرق آئے ٭ یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وہو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے
مکان والا جس پر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہے اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی میں ھ ایک مکان دو منزلہ ہے نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہے اور اوپر کے
مکان کا دوسرا شخص مالک ہے تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا بتصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف
جائز ہے خانیہ میں ہے کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں کنواں وغیرہ کہودے تو امام کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک
بعلت ضرر جائز نہیں او ینقب کوۃ بفتح وضم الطاقۃ وکذا العکس دعوی المجمع یا اپنا تحتانی روزن کہودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی
المجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بنادے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنادے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوہ بفتح وضم کاف وتشدید واو عبارت
ہے طاق سے بلا رضی الآخر وھذا عندہ وھو القیاس بحر یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کہودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے
روکا جاویگا اور یہہ حکم امام کے نزدیک ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر وقالا لا یمنع من فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونوں میں سے ہر ایک کو وہ فعل
درست ہے جو دوسرے کو ضرر نکرے ھ ظاہر قول شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول معتمد ہے کیونکہ وہ استحسان ہے اور استحسان مقدم ہوتا ہے قیاس پر

ولو انہدم السفل بلا صنع ربه لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا
حصہ بھی مین ترسیع ہو تو مستقل ہے کہ بنی محل منتفع ہو کے واسطے تیار ہے
مکان گر گیا اور اسکے مالک کے بدون کرتب کے تو اوسپر اوسکے بنانے مین زبردستی نہو گی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع ما انفق ان بنی
بامرہ او امر قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بنا دے یعنی نیچے کے مکان کو درصورت انہدام پھر
جو اوسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھر لے اگر اوسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اوسکی قیمت ہو بنانے کے دن
اوسکو بھرے اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اوسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اوسپر تاوان نہیں کیا
فی الحصاد ہو ائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ یتشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل اخر یمنع اہل الاولی عن فتح باب للمرور
لا للاستضاءۃ والریح مبنی فی القصوی الغیر نافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلہ یعنی لنبا کوچہ ہو
جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہو مانند اپنے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسری مکان کے طرف یعنی بند ہو دوسری جانب سی تو روکے جاوینگے
پہلا کوچہ والے چلنے کے واسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ اونکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ
کے اوسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے تبنی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنیکے واسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے
ہم کہتے ہے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ مین اسطرح کہ اوسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کو کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہیں پھوڑ سکتا کہ کوچہ پیر اوس
مین نکل آوے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہو یا اوسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اوسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون سے
وہ ہلا ہے ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اوسمین ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ کے تا یہ کہ اونکو پہلے کوچے مین دروازہ لگا
درست ہو کیونکہ اوسمین اوکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اوسمین سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع
نہین بلکہ مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین بحق محمد مصرح ہے اور یہ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن
اوسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ بعد ترکیب باب بہ طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعای حق مرور کی تمہید ہو کذا فی فتح القدیر ہم
معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور شعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاہا ای
نہایۃ سعتہا الی جانب المستطیلۃ لا یمنع لانہا ساحۃ مشترکۃ فی دار ادر گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سی متصل ہون
پھوڑنا منع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ بمنزلہ اوس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہو دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت
کشادگی ہے ہم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے نہایت اوسیکے
کردگی ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی فتح باب تو موقت ہے جب کہ مستدیرہ نصف دائرہ کی برابر ہو یا نصف
کم ہو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اوسمین فتح باب جائز نہیں تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیئے پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری
صورت مین اور فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھیریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اوسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ
دوسرا موضع غیر مستطیلہ کا تابع ہوا کذا نے شرح الوقایہ ہم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دایرہ ہو دوسری یہ کہ کم
نصف سی تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہو گی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یحکم



ثم قیل لتوابہ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ

بخلاف کوچہ مستدیرہ مربعہ کے کہ وہ بمنزلہ اوس کوچے کے ہے جو کوچے مین واقع ہو ولہذا کوچہ مربعہ والون کو غضب بوا ہے جکم ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح
ہم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگا دین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف الرقم ہین لیکن مقام سے قریب الفہم ہین
کہ اونکی لنظا و ہدایہ مترجم نے بسہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کردین ہین تقلہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ میں اور دوان کے لوگون ہین



ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چہوڑی اور مٹی جلد اوٹہالی اور یہہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نکیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی
دیوار دوسرے شخص کے گہر مین ہے سو اوسنے اپنی دیوار مین مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے
گہر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گہر مین پڑی ہے سو اوسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے
یا اوسکا نابدان ہے دوسرے کے گہر مین سو اوسنے اوسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اوسکے گہر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہو تو اوسکے ہمسایہ سے
کہا جائیگا کہ یا تو اوسکو داخل ہونے سے منع نکرنا وہ درست کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اوسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہے محمد بن حسن سے اور یہی
قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑہا کہودا سو اوسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہو گئی تو ایسے
زبردستی نہین پہر اگر دیوار منہدم ہو گی تو اوسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر مذہب ہے **حکایت** ہو کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنی گہر
مین کنوان کہودا ہے یعنے میری دیوار کو اوس سے ضرر ہے امام نے کہا تو اپنے گہر مین اوسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کہود سو اوسنے
ایسا ہی کیا تو اوسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہو گیا اوسنے ناچار ہو کر کنوان بند کر ڈالا امام نے منع جائز کا فتوی ندیا بلکہ انکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہو گیا
کہود ڈالا ۱۲
کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی بزازیۃ واختارہ فی
العمادیۃ وافتی بہ قاری الہدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وھذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نکیا جائے شخص اپنی ملک مین تصرف
کرنے سے مگر جب کہ اوسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اوس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ اور اسکو پسند کیا ہے
عمادیہ مین اور اسکا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کہڑکی اور روزن کہولنے سے اور یہہ جواب ہے مشائخ کا بطریق
استحسان کے ضرر بین سے یعنے ضرر صریح وہ ہے جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسے
روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسکو علما نے فتوی کے واسطے پسند کیا ہے اور اگر اندک منفعت بہی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جائے رازی نے
کتاب الاستحسان مین ذکر کیا کہ ایک گہر اگر متصل چند گہر ون کے ہے اور اوس گہر کا مالک یہہ ارادہ کرے کہ اسمین تنور بناوے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین دوکان نون
کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دہوبیون کے کندی کرنے کی پٹڑی بناوے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ
تنور مذکور سے بکثرت دہوان بشدت پہیلیگا اور چکی اور کندی کی پٹڑی سے دیوارین لودی ہو جاوینگی بخلاف حمام کہ وہ مضر نہین مگر بسبب طراوت کی اور اس سے
بچاؤ ممکن ہے درمیان مین دیوار اوٹہا کر اور بخلاف تنور صغیر کے جو گہرون مین ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول
پایا جو روزن بنانے کے واسطے اوس عمارت مین جو مشرف ہے کسیکی زمین یا گہر پر لائق اختیار ہے وہ یہہ ہے کہ اگر روزن دہوپ یا نسیم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا
اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نجائیگا یعنے اگر سفل عمارت مین روزن ہو تو پہلی صورت ہے اور اگر عالی عمارت مین ہے یا اوسپر شباک یعنی جالی ہے تو وہ
دوسری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کیواسطے ہو کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین و
ابن الشحنۃ ووالدہ ورجحہ فی الفتح وفی قسمۃ المجتبی وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثمہ فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ
انتھی قلت وحیث تعارض متنہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہے ہر طرح سے خواہ پڑوسیکا ضرر
صریح ہو یا نہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور اوسکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ
مین ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمۃ مین اسی پر اعتماد کیا ہے سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع
ہوا ہے اور لائق یہہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہے مین کہتا ہون اور جب کہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو
عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کر مترجم جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنی ملک کے تصرف مین مختار ہے کسیکا ضرر
ہو یا نہو اور تجہکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنے درصورت ضرر صریح جائے منع تصرف ہے نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

قلت وهي ما لو اشكل هل بعد تمام الاو قد خرج تعقیبی الاشباہ المنہ قیاسا علی مسئلۃ الشمل والعیلو انہ لا یبتدا اذا اصرح وکذا اذا اشکل علی
المفتار المعنوی کما فی نعامیۃ وفی المحشی لکن التقدیرہ ویلکہ ان امرہا واشکل بعم وان لم یقدر لم یتم قال ولم ار من نبہ علیہ
تلکینتکر وانہ من خواص کتابی اسمی میں کہتا ہوں اور باقی رہی یہہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضرت با ہیں تو البتہ
مشتبہ واب میں محشی اشباہ نے مع مصنف کی تحریر کیہ ہے مسئلہ شل اور علو پر قیاس کر کے کہ صاحب شل یا صاحب علو منع و لیا ہیں نہ ہو سکیگا جب کہ دوسری کو
ضرر کرتا ہو اسطرح حکم تصرف کرنے دو واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اوس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہو چنانچہ خانیہ میں ہے محشی نے کہا تو ایسی صورت
انسان کا تصرف اپنی ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں تو منع کیا جائیگا محشی نے کہا میں نے
ہمیں دیکھا اوس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو پس اوسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ یہہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے اسکے کلام محشی ختم طحطاوی نے کہا کہ محشی
اشباہ سو شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہیں اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادای مطلب میں کافی ہے ادعی علی آخر ھبۃ ثم قبض فی
وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنی الھبۃ فاشتریتھا منہ او لم یقل ذلک ای جحدنی تھا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ ہو قبضہ
ایک وقت میں شاید دعوی کیا اوس شخص نے فلانی چیز مجھکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اوس نے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کر کے منکر ہو گیا
ہبہ سے تو میں نے اوس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے ہبہ کے بعد انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اوسکے بعد خرید کا دعوی کیا
لا مکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام من اقوال اربعۃ اور مفاد عدم قبول انکا یہہ ہے کہ امکان توفیق اور یہہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے
جملہ چار قولوں کے ہر جس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اوسکی توفیق سے رفع تناقض میں تھا اسکے چار قول ہیں پہلا قول یہ
ہو کہ توفیق کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقا خواہ مدعی کیجانب سے یا مدعا علیہ کی
طرف سے یہہ توفیق متعدد وجہ ہو تیسرا قول وہی خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد
متعدد کیونکہ تعدد وجوہ پر جب یہہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کر کے خرید کا دعوی کیا تو مدعی
کے کلام میں قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو بیان مذکور بالفعل توفیق
کلام میں نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختار الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی لان الاستحقاق
مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کی طرف سے کافی ہو مگر
مدعی کیجانب سے نہ ہو کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دفع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیہ
امکان توفیق کے نزدیک وجوہ اور وقوع اوسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع میں حجت ہے نہ استحقاق میں کذا فی البحر فان اقام بینۃ علی الشراء بعد تاریخھا ای تاریخ
الھبۃ تقبل فی الفصول الثلثۃ پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی
ایک صورت یہہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھ سے انکار کیا دوسری صورت یہہ کہ نہ کہا ہو لعدہ وقتہا مقبولۃ بشرائط انہ اقام کما فی العینی وقبلہا
لا لوجوہ التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول
ہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ہم حاصل مسئلہ یہہ ہو کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ
طلب ہوئے تو اوسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال میں خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین ممکن ہے
اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اوسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان میں خرید کیا تو اسمیں قول محشی
ثابت ہوا تشہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا ملک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا
مقبول نہیں ولو لم یذکر لھما تاریخا او ذکر لاحدھما تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ نہ کہی یا فقط

ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ ذکر کی تو دعوی مقبول ہے بوجہ ظہور امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہو گی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو۔ وهل يشترط كون الكلامين عند القاضي او الثاني فقط خلاف وينبغي ترجيح الثاني لان به التناقض اور کیا شرط ہی کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہون یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہی اسمین خلاف ہے اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہی ھ علامہ مقدسی نے کہا کہ یہہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونون مجلس قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض يرتفع بتصديق الخصم وبقول المتناقض تركت الاول وادعي بكذا وبتكذيب الحاكم وتمامه في البحر واقره المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سی اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی ھ تکذیب حاکم کی یہہ صورت ہی کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اوسکے مدیون کا ضامن ہے سو محمود نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اوسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی کیا کہ مین اوسکا ضامن ہوا تھا اوسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہے اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہے یعنے مدیون یہہ نہین کہہ سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہے یہہ صریح تناقض ہے اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعًا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کی کذا فی البحر بتصرف کذا لو ادعى اولا انها اي الدار مثلا وقف عليه ثم ادعاها لنفسه او ادعاها لغيره ثم ادعاها لنفسه لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہے مجھپر پھر اوسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے پھر اوسکی ملکیت کا اپنی واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ھ کہہ تشبیہ ہی نفی قبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوے کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقيل تقبل ان وفق بان قال كان لفلان ثم اشتريته درر في اواخر الدعوى اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دی مدعی نے اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مین نے اوسکو خرید کیا تو مقبول ہے چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہے (قال) ولو ادعى الملك لنفسه اولا ثم ادعى الوقف عليه تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی ملک کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھپر وقف ہی تو مقبول ہے ھ منح الغفار مین اسیطرح ہی اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو بموجب عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہے اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی نے اسکو وقف کر دیا اور درصورت التقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہے جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہے کہ اونکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاها لنفسه ثم لغيره فانه يقبل چنانچہ اگر اوسکا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہے اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو

ومن قال لاخر اشتريت مني هذه الجارية وانكر الاخر الشراء جاز للبائع ان يطأها ان ترك البائع الخصومة واقترن تركه بفعل يدل على الرضى بالفسخ كامساكها ونقلها المنزله لما تقرر ان جحود جميع العقود ما عدا النكاح فسخ اور جس شخص نے دوسری سے کہا کہ تو نے مجھسے یہہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اوس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہی اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اوس فعل سے متقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے جیسا کہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سوای نکاح کے فسخ ہے یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردها بعيب قديم لتمام الفسخ بالتراضي عيني تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہی بباعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ھ اوس عیب قدیم سے مراد وہ ہی جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل فسخ کے والا وہ جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہے عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اوسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا فی

معلوم ہوئے اما البیان فلا یبطل الصحۃ اصلا ملتقط ولو جحد انہ تزوجہا ثم ادعاہ واقام البینۃ علی النکاح تقبل بینتہ اور نکاح تو فسخ نہیں ہوتا ہے قبول ہیں کرتا تو یہی
دعوی کرنے تو جیسے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو قبول اوسکی مقبول ہے ہم کہتے ہیں کہ نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے
تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں ہے تو قاضی کو حاجت ہے
کہ اسکے مدعیوں سے کہیں کہ ہم دونوں میں تفریق کر دیں اور دونوں سے کہے کہ یوں کہو کہ میری بیوی ہو تو بھی اسکو طلاق ہے اور اگر مرد نے عورت سے نکاح کا
دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد مر گیا عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الخلاصۃ بخلاف البیع فانہ اذا انکر
ثم ادعاہ لا یقبل لان الجحود فسخ لہ بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اس واسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں کیونکہ بیع
ہو جانے سے انکار بیع فسخ ہے تو فسخ نکاح کے تحت میں ہے یہاں تک کہ شارح نے بخلاف النکاح کو حذف کر دیا اوسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں
ساتھ اگر یہاں انکا ذکر اس واسطے ہوا تا حکم قضا اسمیں مذکور ہو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بیمینہ لان اسم
الدراہم یتناولہا بخلاف الستوقۃ لانہا لیست منہا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر سکے بعد دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ ہیں تو اوسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اس واسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ اونکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے اونکی مس کے ہم
زیوف ہم سے ترتیب کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سوداگروں میں اوسکا لینا جائز ہوا اس واسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا
جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا ہو اور دونوں طرف چاندی ہو اور مسعودی نے سوٹ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ میں ستوقہ
ہونے پر جیسا چو نشر سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی ولو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق ان کان البیان مفصولا وصدق ان کان موصولا
نہایۃ کالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر پھر مقر نے کہا بعد دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اوسکی تصدیق نہ
ہوگی اگر یہ بیان جدا ہو اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا وصل اقرار قبض سے کذا فی النہایہ تو تفصیل مذکور مفصول میں ہے موصول میں ہم کیا
تفصیل ہے تو زیوف اور نبہرجہ میں اور ستوقہ میں بصورت اتصال بیان یہ ہے کہ اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور اگر ستوقہ
کہا تو بطور انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے دراہم کے قبضہ کرنیکا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ ہیں تو تصدیق نہ
ہوگی مطلقا اگرچہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جب جیادت کا اقرار کیا تو اب اوسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ قبض
حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعوی الزیافۃ لو بین موصولا لا مفصولا اور اگر اقرار کیا کہ اوسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ
کیا یا اوسنے اپنا حق پورا بھر لیا تو اوسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یہ کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی لیکن بشرطیکہ اسکو موصول بیان
کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہ ہوگی اور اقرار سے رجوع ہوگا دعوی زیافت کے کیونکہ اوسکا حکم ایک ہی ہے جیسا کہ عنایہ میں ہے
اور اگر پہلے قبض حق کا دعوی کیا پھر لوٹ کر کہا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحاوی وکان قولہ حقا کی تفسیر کو
لا یحتمل تاویلا بخلاف غیرہ لانہ ظاہر والنص یحتمل التاویل اس واسطے کہ مقر کا بیان یعنی کھرے درم کہنا نص ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف
غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اوسمیں تاویل کا احتمال ہے کہ اوسکو ابن کمال نے منعت لیس مشدد وہی وانص سے زیادہ تر واضح ہو اس طرح کہ اوسکے
ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید تر ہو کذا فی الطحاوی تو جب جید کہا تو غیر جید
کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق قبض ثمن یا استیفا حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے پس تو اوسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال
بعید ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض وبعضہ ربوا و اقام علیہ بینۃ تقبل بینتہ کما فی القنیۃ عن علاء الدین وفیہ نظر لان الاقرار کیا
دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض ربوا ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے علاء الدین سے اور آگے کتاب الاقرار

ہیں اور یہ کہ قال لا اخر لک علی الف درہم فرد المقر له ثم صدقه فی مجلسه فلا شیء للمقر له الا بحجة او اقرار ثانیا و کذا الحکم فی کل ما فیه الحق له
ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ تیری مجھ پر ہزار درہم ہیں سو جسکے واسطے اقرار کیا اوسنے اوسکا اقرار رد کیا اسطرح پر کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں
یا فلانے شخص کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر لہ نے مقر کی تصدیق کی اوسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اسی
طرح کا حکم ہر ایک اوس اقرار میں جسمیں ایک شخص کا حق ہے ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کر دینے سے اور
بعد انکار کے تصدیق کرنا یہہ دعوی ہے تو اوسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت
اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا
تو مردود نہوگا اسیطرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہوجاتا ہے پھر رد کرنیسے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اوسنے قبول کیا پھر
رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کریگا تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ حق ثابت نہوگا
ایک شخص کے حق کی مثال یہی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہاں مقر لہ منفرد برد اقرار ہے بخلاف اوسکے اگر یون کہا کہ تو نے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا
تو اوسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں عقد میں نہیں خلاصہ یہہ ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا
حق ہے اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کے طرف قبل اثبات کے کہ شخص جس امر سے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے چنانچہ بیع اور نکاح اور جسمین
میں ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اوسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن ادعی علی اخر مالا فقال المدعی علیه
ما کان لک علی شیء قط فبرهن المدعی علی انه له علیه الف وبرهن المدعی علیه علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء
ای الحکم بالمال اذا ادعی انه بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلة المخمسة کما سیجیء قبل برهانه لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی
ویبرأ منه دفعا للخصومة اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار
ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا
اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی میں آویگا
تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابراء میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے
اور حق سے ابرا کیا جاتا ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں مال دیچکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی
ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا
مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ
مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہہ ہے کہ اوسمین علما کے پانچ قول ہیں وسیجیء فی الاقرار انه لو برهن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شهودی
کذبة او لیس لی علیه شیء صح الدفع الی اخره وذکره فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار میں آویگا یہہ کہ اگر
مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اوسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہے الخ اور درر میں
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثنا میں ذکر کیا ہے اشترا معنے خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی اخر فانکر المدعی علیه فبرهن
المدعی علی القصاص ثم برهن المدعی علیه علی العفو او علی الصلح عنه علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا
دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص کے پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص کے یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص کے عوض مال کے ہم
یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اسپر قصاص تھا اور اوسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص کو
معاف کرا لیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیة شخص فانکر فبرهن المدعی ثم برهن العبد ان المدعی اعتقه یقبل ان لم یقطعه

اور اپنا سا حکم ہے دعوی ترک میں بہی حال ہے اگر دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اوس نے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اوسکی حاضرے پر پہر غلام گواہ لایا کہ اوس نے اوسکو آزاد کر دیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگرچہ اوس نے صلح کر لی ہو مدعی سے تم تصدیق برہان اور صورت عدم صلح مقبول ہے اور اگر والی انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کر لی پھر گواہ لایا ایفا یا ابراء پر تو اوسکی برہان مسموع نہ ہو گی ایفا پر کذا فی الفتح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ ثم قبل برھانہ علی الایفاء عن اور اگر مدعا علیہ نے ایفاے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کر لی تو اوسکا برہان ایفا پر مقبول ہے کذا فی البحر یعنے صلح وجہ ابطال برہان نہیں اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کرتے ہیں فرق بھی ایا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ وعن ابن انہ ادعی مائۃ ثم اقر ان علیہ لا ینکر تلک مائۃ سقط عن المنکر الثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا فان تمسکہ عن تسلیمہ کان زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اوسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو ہیں تو چار سو میں تین سو ساقط ہو گئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور یہی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہے کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اوسکا امر مشغول نہیں اوسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنے باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوگا واللہ اعلم وان قال کلمۃ ذکا اوداکل وحق لکا ایمانک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور بعد اسکے جنا بجیرلیں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہے جب تک یہ ہو نہ توفیق کے ہم یہی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ حق یا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں بولا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے کچھ معاملت اور ملاقات نہیں اور نہ دینا اور نہ لینا یا میں اور تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوئے اور بعد اسکے پہر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ میں ہے کہ عدم قبول بسبب عدم توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء دون معرفت کے نہیں ہوا کرتا وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر وکلاءہ بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی الاعمال بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنے قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہ ہو اذیت ہوتی ہے اپنے دروازہ کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سو وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کرنے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اوسکو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اون لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اوسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہو گی ہم کہتے ہیں یہ قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص دیکھ نہ سکے کذا فی الطحطاوی بعض لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال عقد دعوی فی آخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار اور اگر مدعا علیہ اوس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر بعد آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض میں صحت اقرار مانع کا نہیں ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اوس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جب توفیق ممکن نہ تو تناقض مندفع نہو گا چنانچہ اوسنے کہا کہ میں نے اوسکو کچھ نہیں دیا پھر اوس نے دین کا دعوی کیا تو مسموع نہو گا کیونکہ محال ہے کہ شئی واحد میں واقع بغیر واقع ہو اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جیسے جبکہ دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اور اسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اوس نے یہ اقرار کیا کہ دین اوسکو پہونچ گیا ہے یا دین میں سے یا مجرا اوسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحطاوی بیعت اقر ببیع عبد من فلان ثم جحد صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیہ اقرار کیا اپنے غلام کی بیع کا فلاں شخص سے پھر اوسکا انکار کیا تو اوسکا انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہے چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہے ہم صحت انکار کا سبب یہ کہ کلام تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں ادعی علی حرۃ انہا امتہ منہ فقال الآخر انہا منک ذکر فوہمن المدعی علی الشراء منہ ثم وجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرھن البائع انہ ای المشتری برئ الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ

المبایعۃ للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اوس نے اپنی لونڈی اوسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اوس سے کبھی نہین خریدی ہرگز پس گواہون نے بیع پر گواہی دی
سو خرید کرنے پر پھر مشتری نے لونڈی مین عیب پایا اور اوسکے پھیرنے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے براءت کر چکا اوسکے
ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ھ وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ براءت بیع بدون
بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہو کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب
ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابرا وکیل کے عیب سے ھ جب اوسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ مین نے بیع نہین کی یعنی بذات خود مینے
بیع نہین ہوا اور براءت عیب کی نسبت اپنے طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعۃ سمرقند اور از منجملہ مسئلہ متن واقعہ ہے
سمرقند کا جس مین تناقض واقع ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعۂ سمرقند کو صراحۃ بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا او طالبتہ بالمہر
فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلا زوجہ نے دعوی کیا کہ اوس نے مجھ سے
نکاح کیا اتنے مہر پر اور اوس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اوس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اوس
عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا
نکاح اوسکے باپ نے کردیا ہوا اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصۃ ھ یعنے اوسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور
نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی ویبطل جمیع صک
ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی اخرہ باطل ہوجاتا ہے تمام مضمون اوس صک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہے ھ شارح نے
بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہے خواہ اوسمین ایک شے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی مین ہے وقالا اخرہ فقط کی
ہو استحسان راجح علی قولہ فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہو جو ان شاء اللہ سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان
ہی جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ھ وجہ استحسان یہہ ہو کہ جمل مین اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہو اعتماد او
وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کے طرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اوسیکے طرف راجع ہوگا جو
اوس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر کہ فرجہ خط مین فاصل
سکوت کی مانند ہی ھ فرجہ یعنی اشارہ تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہی جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ بعد فرجہ کے طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد
سکوت کے طرف راجع ہوتا ہے وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ کے راجع ہونے پر
کل کے طرف اون جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور اونکے اخیر مین شرط ہو ھ چنانچہ ایک شخص نے یون کہا کہ اوسکی عورت مطلقہ
ہو اور اوسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے ان شاء اللہ تو شرط تینون جملون کے طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی
کچھہ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا واما الاستثناء
بالا واخواتہا فللاخیر الا بقرینۃ کانہ دراہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اوسکے امثال سے اخیر کے
طرف راجع ہوتا ہی مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوجاتا ہی چنانچہ اسقول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہہ استثنا اول یعنے درمون کے طرف
راجع ہی نہ اخیر کے طرف بطریق استحسان کے ھ قرینہ یہان اتحاد جنسیت مستثنے منہ او مستثنے ہی واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین
فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کے طرف بالاتفاق راجع ہے ھ جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہی جسمین تعلیق
واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق
فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا بعد طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کے طرف راجع ہوتا ہی محمد کے نزدیک

لہ یعنی جس جملہ [illegible] ۱۲

ملخ [illegible]

اور یہ کہ مسئلہ امام موتا ہو ابو یوسف کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق اثنتین اسنادہ طلاق معلق اهد
کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور حسب خلاف معلق مسئلہ اور مسئلہ میں تو دونوں کا اتفاق ہے ولو لا عقلیۃ ادیہ تعدد
للاخیر لغا اور اگر شرط واقع ہو بعد ہر متعاطفہ کے یا ملوں میں عطف ہو لیکن اس میں سکوت واقع ہوا ہو اوسط میں جیسا مر واقع ہو امام اعظم
انتہا اختر کسطرح ہے اتفاق ہے مراد بعد سکوت کہ لفظ لطلاق وعطفہ بعد سکوتہ لغو ان آمیہ تشدیدا علی نفسہ
وضامنہ فی الحنث اور عطف کرنا ساکن بعد جو سکوت کے لغو ہے مگر جس لغو جس میں سخت گری ہے اوسکی ذات پر اور پورا پایا اسکا بحر الرائق
میں ہو شرح حسین مسئلہ کی ذات پر درست ہو تو قال عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے
پھر چپ ہو رہا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جس میں سخت گری ہوا ہی
ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ اس میں میں داخل ہو گی کما
فی البحر ماتت ذمیۃ فقالت زوجہا اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدق لتحکیم الحال ذمی مرگیا سو اوسکی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان
ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی واسطے تحکیم حال کے
اسی دلیل استصحاب حال ہو اسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام پر وہ سے الحال ثابت ہو تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہے کہ استصحاب الحال
ہو اوس امر محقق کی بقا حکم ہے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحون یعنی حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے
مسئلے میں ہم نے پن چکی کرایہ شخص نے اجارہ لیا تو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اوسکے پانی جاری نہ ہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر رہا تو اسکا حکم
فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اوسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں بھی جاری تھا اور اگر فی الحال
جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا مگر الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لائق حجت
ہونے کی فقط دفع ہو نے کے واسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں استحقاق کے واسطے کافی نہیں ماتت فقالت غیرتہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ
فالارث لہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف الی اقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اوس مسلمان کے اب میں جو مرگیا سو اوسکی زوجہ ذمیہ نے کہا کہ میں
اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اوسکی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اوسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا
قول معتبر ہوا اسواسطے کہ جو چیز اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے تو یعنی مابعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کی طرف منسوب
ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم کہا ذمی نے کہا ظاہر تمثیل اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال
استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں نہ تھا متن میں تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا
اور دونوں میں وجہ شبہ اعتبار قول ورثہ ہے مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں لانے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو عبارت مسئلہ طاحونہ آخر
رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی ہمعنیٰ فرع ۶ مسئلہ شارح کا و ثم الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول لمدعی الاسلام جہاں واقع ہوا
اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکے والدین ذمی اور بیٹا
مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مرگیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر
المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے جسکے پاس کوئی ودیعت ہو اوس نے کہا کہ یہ شخص میت کے مودع
کا بیٹا ہے جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اور اوسکا یہ بیٹا ہے کوئی اور اوسکا وارث نہیں سوا اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اوس شخص کو تو تعین ان
تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت دائن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او
وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی او وکیل ہے

ہو میت سے تو اوسکو ودیعت نہ دے فان اقر ثانیا بابن اٰخر لہ لم ینفذ اقرارہ اذا کذبہ الابن الاول لانہ اقرار علی الغیر پہر اگر امانت دار دوسرے بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اوسکا اقرار مقید نہوگا جب کہ پہلا بیٹا اوسکی تکذیب کرے کیونکہ یہہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا کہ اوسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ویضمن للثانی حظہ ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب لڈثانی کو بقدر اوسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کے کذا فی الزیلعی ہم قول بضمان بھی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے اور مقابل اوسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکۃ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود ولم یقولوا نعلم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ الدرر وغیرہا لا نعلم لہ وارثا او غریما لم یکفلوا خلافا لہما لجہالۃ المکفول لہ ترکہ منقسم ہو گیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے اون گواہون کی گواہی سے جنہون نے یہہ نہین کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسطرح ہے لفظ لا نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخون مین اور عبارت درر وغیرہا کی یون ہے کہ اون شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنہون نے یہہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین جانتے ہین تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن احد شرحین نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اوسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا مبنے للمجہول مضعف العین ہے اور ضمیر ورثہ وغیرہم کے طرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہہ ہے کہ ایک شخص متروکہ چہوڑکر مر گیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین لیکن اونہون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کر دے اونین اور اون سے ضامن طلب نکرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچھہ مدت قسمت ترکہ مین تاخیر کرے پہر قسمت کا حکم کرے ہم تاخیر احتیاط کے واسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پہر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم سے نہ تاخیر دفع بعد القضا اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا صحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضامنی دین باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشہود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہین یعنے یون کہین کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا انکے نہین جانتے ہین تو نہ ضمانت دین بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وادعی علی اٰخر دارا لنفسہ ولاخیہ الغائب ارثا وبرہن علیہ علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل جحد ذو الید دعواہ او لم یجحد خلافا لہما وقولہما استحسان نہایہ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گہر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بہائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گہر لے بطور مشاع اور چہوڑے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اوسکے پاس نرکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایہ ہم امام کی دلیل یہہ ہے کہ حاضر خصم نہین غائب کے طرف سے استیفا وارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ جب اوس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اوسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اوسکے پاس رکہنا مضرت سے خالی نہین ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للمیت حتی تقضی منہا دیونہ اور گواہی کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جب کہ مدعی کا غائب بہائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے مخاصم ہوکر میت کے طرف سے یہان تک کہ ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پہر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کے طرف سے انہین جو میت پر دعوی کیا جاوے تو شرطون سے جو مشرح مذکور ہین بحر الرائق مین ہم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ شارح بشروط ثلثۃ کہتا ایک شرط یہہ کہ عین کل وارث کے ہاتھہ مین ہو دوسری یہہ کہ اسمین قسمت نہوگئی ہو تیسری یہہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شروط نہین بلکہ بعضے شرط

مین اور بعض احکام اور وہ بھی آیتہ مین مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا والفرق بین الدین والعین اور حق یہہ ہیکہ دین اور عین مین فرق ہے ہم
اور یہ خصم نہین باقی وارثون کے طرف سے اوس مین کہ دعوی مین میت پر ہے مگر جب کہ عین اوسکے ہاتھ مین ہوا اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے
تو ہر وارث خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب گرچہ اوسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اسواسطے کہ وارث ہر حق مین میت کا قائم مقام ہے برخلاف عین مدعا بہا اور
اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہہ ہے کہ دعوی دین مین بھی عین ترکہ کا کل ہاتھ مین ہونا شرط ہے بحرالرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہے یعنی فرق نہ کرنا
وہی حق ہے باقی سمجھا اور یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر وارث میت کا مدعی ہو تا بعض تو اگر
اپنا دعوی ثابت کرے تو اوسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اونکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نکر سکا ہو
اور مدعا علیہ نے اوسکا دفع کردیا ہو بطرح پر کہ میت نے اوسکو تیری تورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کرچکا ہو تو دعوی ارث کا جاتا اور غائب کے
حق مین بھی دفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وهذا في مثل العقار المنقول فيما ذكرنا من الاحكام اور اسی طرح غیر منقول کے ہند منقول کی
مواریث کو مین یعقول اصح کذا فی الدرر یعنی اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے
لکن اعتمد فی الملتقی انه یوخذ منه اتفاقا ومثله فی البحر لکن شیخ الاجوبین متن پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لیا جائیگا ذی الید سے اتفاقا
اور صاحبین کے اور اسیکے مانند بحرالرائق مین ہے ہم اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہوا اور اوسمین ہو سے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہو اور زمین تو
خود محفوظ ہے قال واجمعوا انه لا یوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائیگا یعنی منقول
مین اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ دونون حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی
حکم ہے اوصی له بثلث ماله یقع ذلک علی کل شیء لانها اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہہ وصیت
ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع ملک پر اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہم جنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ہو
ولو قال مالی او ما املکه صدقة یقع علی جنس مال الزکوة استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوة کی
جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب پر یعنی جس چیز مین حق تعالے نے بندہ پر واجب کیا
اوسمین ایجاب بندہ بھی واقع ہوگا مال زکوة مین سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیا دین کو مستغرق ہون
ہو یا نہون اسواسطے کہ جنس چیز مین زکوة واجب ہوتی ہے اوسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اوسکی مقدار اور شرط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیره
امسک منه قدر قوته فاذا ملک غیره تصدق بقدره ۱۲ اور اگر شخص مذکور نپاوے سوای مال زکوة کے یعنی اوسکے پاس سوای سوائم اور نقدین اور
اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اوسمین بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کردے پھر سوای اوسکے جب کہ مالک ہو تو بقدر اوسکے تصدیق کرے
ہم علماء متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھیرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کے واسطے ایک دن کی قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا
کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینہ کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکھ لے جو اوسکو کفایت کرے یہانتک کہ اوسکو
مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکه صدقة فحیلته ان یبیع ملکه من رجل بثوب فی مندیل بقبضه
ولم یره ثم یفعل ذلک ثم یرده بخیار الرؤية فلا یلزمه شیء بحرالرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون مثلا اگر زید سے کلام کرون
تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہے تو اوسکا حیلہ یہہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اوس کپڑے کے جو رومال مین لپٹا ہوا ہے
اور اوسپر قبضہ کرے بدون اوسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اوس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اوسپر کچھ صدقہ
لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی کلام زید کے وقت کوئی چیز اوسکی ملک مین نہتی بسبب جدائی کے اسواسطے کہ ملک کا
اعتبار حنث کے وقت ہوتا ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درهم من مالی صدقة ان فعلت کذا ففعله وهو یملک اقل لزمه بقدر ما یملکه

و لو لم یکن له شیٔ لا یجب شیٔ اور اگر بولا کہ ہزار درہم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے
تو اوسپر اوتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اوسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح
تصرفه اور صحیح ہو وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا یعنے اگر ایک شخص نے دوسری کو اپنے طفل صغیر یا ترکہ پر وصی کیا
اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اوسکی بیچڈالی تو صحیح ہے لا یصح التوکیل بلا علم الوکیل نہین صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون
علم وکیل کے یعنے اوسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف الوصی خلافة والوکیل نیابة اور ایصا اور توکیل مین فرق یہہ ہے
کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق
ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت
کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو کیا ان علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درہم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین مثلاً زید کو
اوسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونیکا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے جسسے
تاوان چاہے زید سے اور اگر جسپاس اور کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرا دیا اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل
ولو من ممیز او فاسق صح تصرفه سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہوا تو اب اوسکا تصرف صحیح ہے ولا یثبت
عزله الا باخبار عدل او فاسق ان صدقه عنایة او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے
سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایة یا معزولی ثابت ہوتی ہے دو شخص مستور العدالة سے یا دو فاسقون کی خبر سے
قول صحیح مین کاخبار السید بجنایة عبده فلو باعه کان مختارا للفداء مانند خبر دار ہونے مولے کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین
جنایت عبد کی مولے کو خبر ہوئی پھر اوسنے اوسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اوسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا والشفیع بالبیع اور جیسی شفیع کو
بیع کی خبر پہونچانا یعنے اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین شفیعکو بیع کی خبر پہونچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر بالنکاح اور جیسی بکر کو نکاح کی خبر
پہونچانا یعنے سکوت بکر رضا نہین مگر جب کہ اوسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ ساکت رہی تو
یہہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یهاجر الینا بالشرائع اور جیسے اوس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کے طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہونچنا
یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اوسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہے یہانتک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اوسپر
لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہہ ہے کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہے وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکة
وعزل قاض ومتول وقف فهی عشر تشترط فیها احد شطری الشهادة لا لفظها اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدار کو اور اوسکے بیچنے والیکو اور منع
تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو جزون
سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو یا زیادہ ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار مین ایک جز شرط ہے
یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی اور متولی وقف بحث ہی صاحب بحر کی نہ نقل مذہب کذا فی الطحطاوی ویشترط سائر الشروط فی الشاهد
اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنے آزاد اور بالغ ہونا اور یہہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو یا مع عدد یا عدالت حاصل یہہ ہے کہ مخبر مین
وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہے بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور یہہ نسبت کو امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر
شرط ہے کذا فی الطحطاوی وقیده فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقه ویکون الخبر غیر المرسل والرسول فانه یعمل بخبره مطلقا کما سیجیٔ فی
بابه اور قید لگائی ہے بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جب کہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو سو
پیام رسان کی خبر پر مطلقا عمل ہے چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہی اور عزل حکمی مین توقیل علم

سے دلی سے معزول ہو جاتا ہے قول ہے کہ یہ ہے کہ موکل مر جائے یا اسکو جنون مطبق ہو جائے تو تعبیر مرتبہ غلط ہے بلکہ صواب غیر منصرم ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے
پس اگر صرف جنون متعدد ہو اور بعد الیہ مجنون منہدم ہو اور اگر ثمن کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو وہ بائع طلب واجب ہے اگر ثابت کر دیا تو ثمن ساقط ہو جائیگا
کی بری ہو جانا ہے اسکا لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الظہیریہ ولو باع القاضی او امینہ وان لم یقل حلفتک امینا معہ علی
الصبی والحجبۃ عبدا للدین للغرماء واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی واستحق العبد او ضاع فلا ضمان فلیجتمع لانہ امین
القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یلحقہ ضمان ولا یحلف بخلاف امین الناظر فانہ یلحق اور اگر قاضی نے بیع کیا ہو کر
یہ ہے جسکو ابن منذر کہا اور اسکی بیع میں تعلیل یہ ہے کہ لئے اور والجبیہ غلام کو بیچا یعنی قرضخواہوں کے ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اوسکا ثمن ضائع ہو گیا
قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر تھا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں ہے اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی
سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک اونمیں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اونکو قسم بھی نہیں دیجاتی بخلاف ناظر وقف کے نائب کے کہ اوسکا قول بدون قسم کے
معتبر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہیں کہ اگر اون پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو ہمارے مصالح معطل
ہو جاوینگے کذا فی العینی ویرجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن قرضخواہوں سے پھیر لے بسبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر اور قاعدہ یہ ہے کہ جب متعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اوس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہو اور عقد کی طرف
اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اصحاب دیون ہیں جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیچنا حکم نہیں دیتا جبتک
صاحب دین طلب کرے کذا فی العینی شرح کنز ولو باعہ الوصی للغرماء لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض
المعقد من الوصی وضاع الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد انابۃ عن المیت ورجع الوصی بہ وهو رجوع
علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اوسکے حکم کے پھر غلام مستحق ٹھہرا یا مر گیا
قبل قبضہ کردینے غلام کے وصی کیجانب سے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا ہے مگر اب تک
حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہوں گے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اونہیں کی منفعت کیواسطے ہم جو کہتے ہیں کہ
اور اوس کام کے سبب سے ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اوسی شخص کے واسطے کام کرتا تھا مطلقا وصی نے بیچا ہو یا ہمارا کہنا سب ترجیح کو مانا گیا ہے
تو ترجیح کے ولو ظهر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اوسکے میت کا مال ظاہر ہو تو قرضخواہ اپنا دین اوس مال میں سے
لیں اس مال سے اخرج القاضی لثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من الفقراء والثلثان للورثۃ لما مر
قاضی نے متروکہ موصی کو تہائی نکالی فقیروں کے واسطے اور انکو نہیں دیا یہانتک کہ وہ تلف ہو گئی تو فقیروں کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہائی
وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی قاضی فقیروں کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان ہوگا اور کہا قاضی عدل نے تو عامل تھا قبل
او صرب ذی حلیل تعزیبہ بامرکم وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای طالب جسکو قاضی عادل نے اور کہا فانی محسن کی سنگ کا یا یہ
کسی ہاتھ کاٹنے میں یا ماریگا حد میں جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی حرج دیجیے قطع یا ضرب کا حکم دیچکا تو تجھکو اوسکے فعل میں گنجائش ہے بسبب واجب
ہونے طاعت حاکم کے یعنے طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے وعنہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ
فی زماننا وفی العیون وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد نے یا وقتیکہ جب ثبوت کو معاینہ کر لے اور علماء نے اوسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور عیون
ترجمہ کسی قول کا فتوی سے ہے اور یہ استحسان ہے مذکور فساد قضاۃ سے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت لیکر مقصد حاصل کرتے ہیں احکام اور کم علی ہیں
اور حاکم قطع وغیرہ کا غیر حکم ہے بحر الرائق میں کہا لیکن بعد اسکے شہید کی شرح آداب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے منتقی میں کہ قول سے رجوع
کیا ہے چنانچہ امام مشائخ سے جنہوں نے روایت کی ہے وہ اسی کے موافق ہیں اور کہا کہ محمد اسی طرح کے موافق رہے یہ قائل ہیں اور مذکور کے ہم ہیں اور اسکا رجوع کرنا ثابت نہیں کیا

قول کے طرف صحیح ہوا کذا فی الحطابی الا فی کتاب القاضی للقاضی درج کر قاضی کے خط مین اوسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت
کے یعنی بضرورت احیاء حق اور اسواسطے کہ خیانت اسمین کم واقع ہوتی ہے کذا فی الحطابی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رحیم فیلچ یا مثر کا
قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم تہمت و بعث فساد اور غلط کی ظاہر ہے اور یہہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور
اسبیجابی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اوس صورت مین ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق
قضا کے نہین اور اوسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی الحطابی وان عدلا جاهلا ان
استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہے اگر اوس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی ہم مثال اوسکی زنا مین یہہ ہے کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اوس نے زنا کیا اوس کا
سوال مقر سے کیا تو اوس نے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہی اور اوسپر مینے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک حجت ثابت ہوا کہ
اوس نے بقدر نصاب بمکان محفوظ سے لیا جسمین کچہہ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اوس نے عمدا بلا شبہہ قتل کیا تو اب اوسکی تصدیق اور قبول قول
واجب ہی کذا فی المنح وکذا لا یقبل قوله لو کان فاسقا عالما کان او جاهلا للتهمة فالقضاة اربعة اور اسطرح قاضی کا قول مقبول نہین اگر قاضی
فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہے یا جاہل غیر عادل ہی تو قاضی
اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اوسکی واجب ہی اور قطع جائز ہی اور ثالث اور رابع کا
قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعة الا ان یعاین الحجة ای سببا شرعیا مگر جب کہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا
قول مقبول ہے عدم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نرہی شارح نے حجت کو ماول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صبّ دهنا لانسان
عند الشهود فادعی مالکه ضمانه وقال الصاب کانت الدهن نجسة وانکره المالك فالقول للصاب لانکاره الضمان والشهود یشهدون
علی الصب لا علی عدم النجاسة ڈہلکا یا کسی آدمی کا تیل گواہون کے سامنے سو اوسکے مالک نے اوسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈہلکانیوالے نے کہا
کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اوسکا انکار کرتا ہے تو ڈہلکانیوالے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈہلکانے پر نہ کہ تیل کی
عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب عدم ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاوے تو اوسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا
درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اوس پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی
الحطابی ولو قتل رجلا وقال قتلته لردته او لقتله ابی لم یسمع قوله لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانه یقتل ویقول کان القتل لذلك
وامر الدم عظیم فلا یهمل بخلاف المال اقوا بزازیه اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اوسکے ارتداد کے یا
بسبب اوسکے مارڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کہل جاوے یعنی اگر اوسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد
عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مارڈالے اور اوسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہے کہ قتل
اوسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چھوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیة من کتاب الاقرار ہم خون کا امر عظیم ہی لہذا
مال مین ایک قسم کفایت کرلی ہے اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منك الفا قضیت به ای
بالالف لبکر ودفعت الیه او قال قضیت بقطع یدك فی حق وادعی زید اخذه الالف وقطعه الید ظلما واقر بکونهما ای الاخذ
والقطع فی وقت قضائه وکذا لو زعم فعله قبل التقلید او بعد العزل فی الاصح لانه اسند فعله الی حالة معهودة منافیة للضمان
فیصدق الا ان یبرهن زید علی کونهما فی غیر قضائه فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعة تصدیق کیجاویگی اوس قاضی معزول کی بدون قسم کے
جس نے زید سے کہا کہ مینے تجہہ سے دو ہزار درم لیے جنکا مین نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور مینے اوسکو دیئے یا قاضی نے کہا کہ مینے حکم دیا تھا تیرے ہاتہہ کاٹنے کا حق پر

ملہ
مترجم اول ... قتل
... قول
... قاضی کو
... مطلب
... فتوی
... قول ... قاضی
مترجم ... تعبیر
... علماء ان کی یعنی
مترجم ... قتل
... کہ قتل
... کے ...
... ۱۳۰۶

اور دینے ... [illegible] ... دینے اخذ اور قطع اوس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوا ... [illegible] ... ہے کے قول اصح میں اسواسطے کہ دینے قاضی کے قبول کی اوس حالت میں یعنی قضا کے وقت رشوت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہو گی اگرچہ کہ دو گواہ اوس پر گواہی دیں کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوا تو اب قاضی باطل ہو گا اس شکل میں کہ اوسنے رشوت لیکر حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اوسکا ثابت ہے کہ یا ہر ایک قاضی ظالم کا حکم نہیں کرتا اور ضمانت ہم اسواسطے نہیں کہ فعل اوسکا قضا میں بشبہ اسنے مح ہوا کذا فی المحیط **فرع** مسئلہ المحقق شیخ کا نقل ان الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شیء فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف ہے اشباہ میں نقل کیا کہ یہ مذہب ہے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر نہو تو اوسکو دسواں حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہو لینا درست ہے صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب قنیہ سے نقل کیا پھر اسکے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ المتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلے کا بیان کرتے کہ ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح نہیں ہے بلکہ خانیہ میں یون منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مر گیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کے واسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی پن چکی ہے ایک شخص کے قبضہ میں بطور مقاطعہ جسمیں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اوسکی پن چکی والے لوگ اوسکا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اسمیں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجرت عمل کے تو جب اوسنے بدون عمل کے لینے کا ارادہ کیا یہ سب ہے ہو کہ عشر جو متولی کے واسطے اس وقف میں مقرر ہوا تو مراد اوس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا اجرت مثل سے تو اوسکو بقدر اجرت مثل کے دیا جاوے اور بقیہ اوسکا ... [illegible] ... یون ہے کہ متولی کو اجرت مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق تلک الرسالۃ فی الدرر ... [illegible] ... ما یجب علی القاضی والمفتی فعلہ اخذ الاجرۃ علیہ کالنکاح ... [illegible] ... لانہ واجب علیہ وجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ میں کہتا ہوں لیکن جائز ہے کہ جو عمل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ ہرگز اوسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر اونکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم کہتے ہیں کہ قاضی کو سجلات وغیرہ کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں اور اوسکے سوا جو حلال ہے اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لیگا تو حکم نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور صحیح یہ ہے کہ مقدار اجرت کی بقدر مشقت کرے اور کام ایک یہ کہ ... [illegible] ... کی مشقت جنسی اوس ... [illegible] ... اکثر لابد للقاضی کی مشقت پر ... [illegible] ... اور ... [illegible] ... بعض ... [illegible] ... کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درہم اجرت ہو سو مستند نہیں ... [illegible] ... ہے ... [illegible] ... نہیں اور کوئی مشقت ہر کاتب کو کثرت ... [illegible] ... تحریر میں ... [illegible] ... اجرت مثل ... [illegible] ... اور بقدر اوسکی صنعت اور مانند ... [illegible] ... اور شفاعت مشقت تقلید میں ... [illegible] ... اجرت ... [illegible] ... اور یہ قول ... [illegible] ... اور کتاب سجلات میں ہے کہ صحیح قول ہے کہ ... [illegible] ... کے طول اور قصر ... [illegible] ... کی مقدار ... [illegible] ... درہم ... [illegible] ... اجرت ... [illegible] ... اور ... [illegible] ... قال ... [illegible] ... شرح وہبانیہ ... [illegible] ... اور قاضی کے ... [illegible] ... بیت المال ... [illegible] ... مقرر ... [illegible] ... فالقول الاول ... [illegible] ... للمفتی ... [illegible] ... کتابت ... [illegible] ... کتابت میں ... [illegible] ... واجب

اور لازم نہیں ہے شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابوالمحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضایقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے میں اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تا قیل اور قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں ہم شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغۂ جمع لایا باعتبار اوسکی انواع کے اخرها عن القضاء لانها کالوسیلة وهو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلۂ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ هی لغة خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک اور تردد نہیں وشرعا اخبار صدق لاثبات حق فی قلت فاطلاقها علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بلفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشهادة اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت متعین ہے تو تعبیر بلفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامة اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہوگئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادات حسبہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبها طلب ذی الحق او خوف فوت حقه بان لم یعلم بها ذو الحق وخاف فوته لزمه ان یشهد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جب کہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونیکا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہوجانے حق سے تو اوسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنی آدمیکے حق میں شہادت شاہد پر واجب نہیں بلا طلب مدعی مگر در صورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادا شہادت میں تو شاہد شرعا مطالب ہے شرطها احد وعشرون شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکانها واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط یہ ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر تہا کہ شارح یوں کہتا کہ شرط مکانها واحد وشرائط التحمل ثلثة العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینة المشهود به الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونیکی شرطیں تین ہیں عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اوس چیز کا جسکی گواہی دیجاوے مگر اوسکا معاینہ شرط نہیں جسمین لتسامع سے گواہی ثابت ہے ہم جب عقل کامل ہوئی تو مجنون اور صغیر لایعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل ہو یا غلام یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہوجاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور اشخاص مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعة عشر عشرة عامة وسبعة خاصة اور ادا شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منها الضبط از انجملہ ضبط ہے یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونیکے خلافا للصاحبین والولایة فیشترط الاسلام لو المدعی علیه مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہونا مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اوسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرة علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیه اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنیکی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونوں میں فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم

کتاب الشہادات

قرابۃ ولادۃ او زوجیت کا معلوم شرائط عدم قرابت جو باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہو تو گواہی اصل کی فرع کے واسطے اور اسکے برعکس جائز نہیں
اور اسیطرح زوجین کی گواہی او قال والتی چیز تیسرا اور بجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہے تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اور دفع مغرم او جلب نفع
کا سبب بھی انہیں جملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا ہونا ہے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہہ شرط ہے کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ حاصل
ہو اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے تم مانن اور شارح نے شہادت کی شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح سے کہ بعضی شرطیں
شاہد کے طرف راجع ہیں اور وہ نہیں سو پانچ وجوب قبول کی شرطیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو
اپنی ذات کے واسطے جو منفعت نکرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹاوے اور یہہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کے واسطے اور وکیل کی
موکل کے واسطے مقبول نہیں اور یہہ کہ مشہود بہ خوب یاد ہو اور بعضی شرائط شہادت کے طرف راجع ہیں اور یہہ ہیں کہ دو دفعہ شاہدوں کا اتفاق
گواہی میں اور یہہ شرط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں او نہیں سے کلام ہے اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی
مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمیں تو افق شرط ہے اور قیام رائحہ
شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد تقادم اور شہادت حد زنا اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت علی الشہادۃ میں قدرے
ادا شہادت کی شرطیں ہیں اور مکان شہادت یعنی مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرطیں ہیں اور شاہد یا
مشہود بہ فقط تحمل کی شرط ہونا ادا کی تو یہہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا مستحسن ہے یہہ شرط سن بالغ ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہے تو تحمل
سے کیس شرطیں ہوتی ہیں کذا فی البحر اور ذکر کیا لفظ اشہد کا لا غیر لتضمنہا معنی مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول اقسم باللّٰہ
لقد اطلعت علی ذلک وانا اخبر بہ وھذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو زاد فیما اعلم یطل للشک اور شہادت کارکن لفظ
اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوا اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنے شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو قرت شاہد نے لفظ اشہد بولا کہ
گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کہاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اور سچ اور میں اسکی خبر دیتا ہوں اور یہہ معانے تینوں حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو
اسیواسطے لفظ اشہد کا متعین ہوگیا یہانتک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنے یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنے میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق
تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے عدم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جب کہ رکن شہادت کا ہوا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں اسواسطے کہ صیغہ
ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کے واسطے موضوع ہے تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جب کہ لفظ
اشہد متعین ہوگیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنے اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہے تو
شہادت مقبول نہیں اور اسلیے یہ شرط ہے کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نبولے جو شک پر دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یعنے ظنی کذا فی الطحطاوی
وحکمہا وجوب الحکم علی القاضی بموجبہا بعد التزکیۃ بمعنی افتراضہ فورا الا فی ثلاث ذکرناہا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہے
قاضی پر بمقتضاء شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم سے افتراض حکم ہے فورا مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہم یعنی جب
تزکیہ شہود ہوگیا تو اب قاضی پر بمقتضاء شہادت کے سنے فورا حکم کرنا فرض ہوگیا مگر جب کہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں شہادت تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہے کذا فی البحر نقلا عن الیہ فلو امتنع بعد وجود شرائطہا اثم لترکہ الفرض
واستحق العزل لفسقہ وعزر لارتکابہ ما لا یجوز شرعا زیلعی سو اگر قاضی بمقتضاء شہادت حکم ہونے سے شرائط متقدمہ کے پائے جانیکے
بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور مستوجب عزل کرنیکے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانیکے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے
مرتکب ہونے اوس چیز کے جو شرعا جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفر ان لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد افتراضہ ملکیہ ابن ملک وظاہرہ
الاکتفاء بکفرہ واستظہر المصنف الاول اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نجانے یعنے اگر حکم فرض ہونے کا یعتقد اور معتقد نہو تب کافر ہوگا

کما ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کلام فتح سے قاضی کا کنز امتناع حکم سے متعلق کہا بلا قید عدم انتفاذ شبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول یعنی
کفر درصورت عدم اعتقاد فرضیت کی تقویت کی ہے ہم کا فیضی کب عالم ہی جسکا رسالہ مسمّٰی بسیف القضاۃ علی البغاۃ وکذا فی البحر ویجب اداءھا
بالطلب ولو حکما کما مرّ اور واجب ہوا ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ گذر ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف
ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلاطلب ادای شہادت واجب ہی ہم افتراض ادای شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالے نے فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن
یکتمہا فانہ آثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے بوقت تقاضی سے اظہار کرم
ہوا شاہدون پر پھر کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اوسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید ہے تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہر دل کے طرف
جو اشرف الاعضا ہے اسلیے بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو دہی بالکل معصیت کا محل ٹھیرا بخلاف باقی اعضاء کے جن کا تعلق اعضاء ظاہر
سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن مین حق تعالی کے اس قول مین کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ
وہ بلائے جاوین کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادای شہادت مین لیکن تحمل مین متعاقدین کو شاہد کرنیکے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو
انکے پاس حاضر ہونا لازم نہین اور ادای شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کیواسطے
آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہوجاتا ہے اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے
واسطے کوئی نہو تو شہادت فرض عین ہے اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہے مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور ذکر کی
مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسیطرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہے کہ کچھ
مضایقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادای شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ نہون تو
امتناع جائز نہین کذا فی المحیط ولکن وجوبہ بشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ
اسرع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدل لہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحملٍ او
اداءٍ ولیکن اداء شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین ازانجملہ عدالت قاضی اور اوسکا مکان قریب ہونا اور شاہد کو
قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اوسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہو بشرطیکہ اوسکا بدل یعنے شاہد کا عوض نہ موجود
نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کے واسطے سوای دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ
پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو
قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ ادا ادای شہادت اوسپر متعین ہو دوسرے قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور
اوسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اوسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالے نے فرمایا ولا
یضار کاتب ولا شہید یعنی اور ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو تیسرے علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اوسپر گواہی دینا لازم
نہین یا علم سرعت قبول یعنے اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اوسپر ادای شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بہی
شاہد مقبول الشہادۃ ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاید یہ ہی کہ جب وہان وہ شخص موجود ہے جس سے
حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہے چوتھے طلب مدعی تو بلا طلب ادای شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت
شاہد پنجم شاہد پر ادای شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو بایطرح پر کہ وہان اور بہی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور انہون نے گواہی دیدی
ہو اور مقبول بہی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط ششم یہ ہے کہ شاہد کو
دو عادل شخصون سے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ ملی ہو تو اگر اوسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کرچکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی

یعنی کسی نے مدعوم کو آزاد کر دیا یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا تھا تو اب جسکو وہی اور نکاح اور نسب اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر
مخبر عدل نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے یا بین گواہی دیں اور خاموش رہے مخبر کی خبر جانب کردیں اور چاہیں گواہی میں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک
شہادت میں ضائقہ نہیں شرط مانع ہے ہو کہ شاہد کو ہسبیلوم ہو کہ مقبرہ اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوس خوف سے اقرار کیا ہے
تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دیکر کذا فی الطحطاوی ممضا بتصرف وکذا الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا الشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل
وبه تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور مطیع کاتب کا حکم یہ ہے کتابت فرض ہے جب کہ کاتب متعین ہو یعنی نسخے جب اوسکا کوئی بدل نہو لیکن
کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر یگا تو اوسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سوار ہو تو
سو گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود هم عذر یہ ہے کہ شاہد ضعیف پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو
اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس سے یون روایت کی ہے کہ اکرموا الشہود فان الله تعالى يستخرج
بهم الحقوق ويدفع بهم الظلم یعنی کریم اور توقیر کرو شاہدوں کی اسواسطے کہ الله تعالى اونکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور اونکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا
فی المقاصد اور تیر پیر مرد عاجز کو سواری دینا بطور توقیر اور تکریم کے ہے وجوّز الثانی الاکل مطلقا وبه یفتی بحر واقره المصنف اور ابو یوسف نے شاہد کو
کھانا مطلقا جائز کہا ہے اور یہی فتویٰ ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں هم تجویز اکل مطلقا ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہد کو
ملنے سے پہلے یا نہیں اوسکے واسطے طیار کیا ہو اور محشی نے مطلقا منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشهادة
فی حقوق الله تعالى اور ادای شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت الله تعالى کے حقوق میں ہو هم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ
ہو خواہ فرض عین حق الله میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی بمنزلہ مدعی کے ہے
جس پر یہ واجب ہے تو شاہد مدعی ہوا اس جہت سے اور شاہد ہوا اس جہت سے کہ بلفظ الشہادۃ قادر ہے جیسی کہ بحر صاحب نہر نے اور بعضون نے حق الله میں
قاضی کو مدعی کہا ہے وهی کثیرۃ عدها فی الاشباه اربعة عشر اور حقوق الله تعالى کے بہت ہیں اونمین سے اشباہ میں چودہ شمار کئے ہیں ہم
حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوای حد قذف سرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حرمت
اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقف میں جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو
قوم پر باعیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہیں اور اگر فقیروں یا مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہیں اور صاحبین
کے نزدیک بدون دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بے دعوی
مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول ذکر ہے اور اضحی میں اختلاف ہے بعضون نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال
فطر پر اور نسب میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہیں اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت میں
شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرعًا حق الله ہے اور عتق عبد میں صاحبین کے نزدیک
حق الله غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق الله متعلق ہوتے ہیں جیسے وجوب زکوۃ اور حج اور جمعہ اور عید اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے
اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد شهادته صاحب تنویر نے کہا کہ جب
شاہد حسبہ اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اوسکی مردود ہوگی هم شرح الملتقی میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعض مشائخ
نے اون گواہوں میں جواب دیا جنہوں نے حرمت مغلظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اونکی گواہی مقبول نہیں کا کئی نے کہا جب وہ ہو
ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأة اى بائنا وعتق امة وتدبيرها حق الله چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی
اور اوسکا مدبر ہونا هم عورت عام ہو خواہ ولی ہو یا لونڈی ہو بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں زوجین کا باہم رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

نہین اسواسطے کہ پہلا حکار ہنا رجعت مین شمار ہوگا تو لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولے پر اوسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اوسکی
شرمگاہ وارثون پر حرام ہے مولے کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وکذا عتق عبد و تدبیرہ کا شرح وہبانیہ اور اسیطرح ہر غلام کی
آزادی اور اوسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہو اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق
اللہ ہے کذا فی الخلاصۃ وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہے چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وھل یقبل جرح الشاھد حسبۃ
الظاہر نعم لکونہ حقاللہ تعالی شباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہے یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ ہان مقبول ہے کیونکہ وہ حق اللہ
ہے کذا فی الاشباہ ہم حسبۃ مال سے جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر امقبول ہے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ حسبۃ شاہد سے حال
واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہے کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے
سے مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کئے یعنی عتق عبد اور اوسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق
امۃ اور اوسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بلفظ کثرت اوسکے طرف
اشارہ کردیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہین ہے ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنے اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہے اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہین
مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولے مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وسترھا فی الحدود افضل لحدیث
من ستر ستر فالاولی الکتمان الا لمتہتک ہم اور شہادت کا چھپار کھنا حدود مین نیک تر ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جائیگا
تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہے مگر بیحیا پردہ درکے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہے کذا فی البحر ہم ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان
عام ہے لیکن اوسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اسواسطے کہ اسمین پردہ پوشی ہے ازانجملہ وہ حدیث ہے جو ابوہریرہ سے
بخاری اور مسلم مین مروی ہے من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اوسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی
کریگا وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہہ ہے کہ شاہد چوری مین یون
کہے کہ اوسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نکہے کہ اوسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے ہم یہہ قول بمنزلہ استدراک کی ہے
یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہے کہ چوری کی گواہی مطلقا نہو کہ وہ مستلزم حد ہے اوسکا جواب دیا کہ اوس طرح کی گواہی دے
کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی بھی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہے خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعاء ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق
کی مستلزم حد نہین اور باوجود اسکے اسمین سرق مند کی بھی مصلحت ہے اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا
منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح **لطیفہ** امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اونمین قاضی
ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوسنے اوسکا مال اوسکے گھر سے لیلیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے
سوال کیا اونہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اوسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہے پھر مدعی نے
دعوی کیا کہ اوسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اونکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے
کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اوسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اوسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب
اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہے تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے و نصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا ہ
شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید مین صریح ہی استحباب
پردہ پوشی کے طرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہے اور ابن زوج کی نفی مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب باپ

یعنی مولا اس زوج کی اور زندہ ہو اور اگر ایسا ہو تو اس زوجہ کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ خیرالدین رملی کا قول مشتبہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور
ایک عورت کے باہم بیٹے ہوں اور انہیں دو چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اوس نے زنا کیا اوس کی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جب
اوس کا باپ وہی زندہ رہا اوس کی ماں زندہ ہو تو گواہی اوس کی مقبول نہیں کذا فی المحیط ولو علق عتقه بالزنا وقد تم حکمه ولا حد اور اگر مولی نے اپنے غلام
کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد مقبول نہ ہوگی
یعنی اگر دو شاہد ہوئے کہ زنا کی گواہی دیں تو ہر چند کہ حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهد اربعة انه اعتقه ثم زنا
بعد ما احصن شهدا انه اعتقه القاضي ثم رجمه ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته لمولاه والاخرون ديته له ان كان له وارث اور اگر دو شاہد
احصان ہونے کی گواہی دیں پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اوسکی آزادی کا حکم کیا پھر
غلام محصن کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اور چار گواہ
اور زنا کے چار گواہ مولی کو اس کی دیت کا بھی تاوان دیں اگر سوائے غلام کا وارث ہو ولعقيبة الحد وجد القود لا يمتنع من الاسلام كارد كرنا
القتل بخلاف الارتداد ومسلم زنا بشهادة رجلين اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اوس میں قصاص کا ذکر
اسی کی گواہی ہے کیونکہ گواہی کا شہادت کا اوس کا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کا فر کی شہادت ارتداد مسلم سے مرد کا فر
کی اسلام کی گواہی ہیں دو مرد اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کا فرہ کے اسلام پر عورتوں
کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اوسکا انجام قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ در صورت اصرار
اسکا بھی انجام قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے
نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا تجوز شهادة
النساء في الحدود والقصاص یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہے کہ جائز نہیں عورتوں کی
گواہی حدود اور قصاص میں اور خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق سے اسواسطے کہ متفق علیہ ہیں ورنہ آپ کے بعد دونوں کے زمانے
میں ہوا اور انکے بعد اور خلفا ہیں سو ان کا اتباع انتہی ولو المعلق فيقع لا يحد كما لو شرط عتق معلق واقع ہوگا اور حد جاری نہ ہوگی چنانچہ مذکور
مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر بعض مشہود عورات ہوں تو عتق معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا
غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اوسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت
عورات کی جائز نہیں کذا فی المحیط والولادة واستهلال الصبي للصلوة عليه والارث عندهما والشافعي واحمد وهو الارجح والبكارة
وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اوسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت
اور عیوب نساء کے واسطے جس عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت
کی آواز طفل میراث کے واسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح تر ہے کذا فی الفتح یعنی امور مذکورہ میں ایک عورت
کی شہادت کافی ہے قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی محض ثبوت نسب بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے
طفل کے زندہ رہنے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی ہاں اوسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے
ہی قبول ہوگی اور عیوب چنانچہ شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت زائد ہونا تو اس میں مزید کرنے میں اسکو دریافت کی حاجت ہوتی ہے زیلعی نے عورت شاہدہ میں العدالة
کی قید زیادہ مذکور کی ہے کذا فی المحیط و فتح القدیر میں ہے کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہے جسکو مبسوط میں محمد بن حسن نے روایت کیا ابو
یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعيد بن المسيب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع

النظر الیہ یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اوسمین جسکے
طرف مرد نہین نظر کر سکتے یہہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہہ ہے کہ النسا جمع محلّی بالالف واللام ہے اور مراد اوس سے جنس ہو تو قلیل اور کثیر کو
شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی
گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادات نسا و عیوب نسا انتہے والاصح قبول رجلٍ واحدٍ خلاصہ اور ایک
مرد کی گواہی مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصہ ہم بحر الرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان
جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اوسپر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اوس نے کہا کہ مینے بالقصد اوسکے طرف نظر کی تو گواہی
مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا وفی البرجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفرداً فی حوادث الصبیان تقبل
شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جب کہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے انتہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تاخون مفت ضائع نہو ونصابہا لغیرہا من
الحقوق سواءٌ کان الحق مالاً او غیرہ کنکاحٍ وطلاقٍ ووکالۃٍ ووصیۃٍ واستہلال صبیٍّ ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور
حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے
ہو الا فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفرداً قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اونمین تو تنہا معلم کی
گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ہم ابو سعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہان
صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجلٌ وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنے زنا اور حدود اور قصاص کے سوا امور حقوق مین نصاب شہادت
دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ تعالے فان لم یکونا رجلین فرجلٌ وامرأتان یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت
چار قسم ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص مین دو مرد اور اونکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اون
امور مین جن مین مرد مطلع نہین ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نسا ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرّق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدٰہما
الاخرٰی اور جدا ای کرنا نچاہیے دو گواہ عورتون مین بدلیل حق تعالی تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری عورت کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہہ بدون اجتماع
نہین ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربعٍ بلا رجلٍ لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین چار عورتون کی گواہی بدون مرد کے تا عورتون کا نکلنا کثرت
سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اونکو دار الحکومت مین آنا پڑے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع
مین ثابت نہین وخصّہ الائمۃ الثلٰث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھہ مخصوص کی ہے اموال اور
اونکے توابع کے ساتھہ ہم یعنی حقوق غیر مالیہ مین اونکی گواہی مرد کے ساتھہ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ شرط
خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی کے مذہب کے
موافق ہے اور دوسری روایت ہماری مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع
لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونیکے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت مین یہہ
ضرور ہے کہ گواہ یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اس کا
تو مقبول نہین کیونکہ یہہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالے
واشہدوا ذوی عدلٍ منکم واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ
منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے

کہ لفظ شہادت اور یہ اخبار اور تیقن سے کیونکہ بستے شاہد اور قسم اور اخبار کے ہیں بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے
اللہ اکبر کے لیے انتظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ میں منحصر نہیں انتہی محضا بتصرف وکل ما لا یشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورؤیۃ ہلال ہو
اخبار لا شہادۃ اور جس میں کہ لفظ شہادت کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا رؤیت ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں والعدالۃ
لوجوبہ اعلم بتب اربع میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد کے
عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ یعنے شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ
عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر شخص مخبر تو اس سے
اوسکا راست ہونا لازم نہیں آتا کہ اوسپر عمل کیا جائے کذا فی الفتح وفی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب بظہورہ
من البطن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور ازانجملہ کذب ہے بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبدالبر نے
کیا تفسیر عدالت میں بہتر قول یہ ہے کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے
صدق اوسکے استعمال میں ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا
چاہیئے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی لفظ شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اوسکی
شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور برجندی نے اوسمیں یہ
قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اوسنے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے کہ یہی قول کا
فتوی ہے کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ اثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بر
خلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من
القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاؤہ باقوال
ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کردے اوس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا مؤقت اور مقید ہو سکتی
ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہوگی اقوال ضعیفہ میں وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ
فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادقہ
کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اسطرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے
مقابلہ میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق جب کہ لوگوں میں
صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اوسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اوسکی پردہ داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے
واسطے کوئی اوسکے واسطے اجرت مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ یہ تعلیل
نص کے مقابل میں تو مقبول نہیں اسکے بعض نے مراد نص قرآنی ہے یعنی وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ علماء نے کہا مروت عبارت ہے آداب نفسانیہ سے
جو بیان اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہوں وہی ان علی حاضر یحتاج الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ
لو عینا لا دینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنیکی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی
دیتا ہے بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یوں کہے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پاس ولو علی غائب
کما فی نقل الشہادۃ او میت فلابد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای
بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو چنانچہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اوسکے مقبول ہونیکو واسطے

منسوب ہو نسبت مشہود علیہ کے اوسکے دادا تک تو ذکر کرنا اوسکے نام اور اوسکے باپکے نام اور اوسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہین مگر جب کہ وہ اوس پیشہ کے ساتھہ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اوس حرفہ میں اوسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنی لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسئال عن شاھد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندھما یسئال فی الکل ان جھل بحالھم سرا وعلنا بہ یفتی وھو اختلاف زمان لانھما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اونکا حال نجانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا اچھے مخفی سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ بھی کہتے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اوس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اوسکی تصریح نکرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جب کہ اوس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اوسکی شہادت پر حکم ہوجائیگا تو اب تصریح فسق کرے چنانچہ نہایہ مین ہے اور خفیہ سوال کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہہ نکہے کہ یہہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر زیلعی نے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہوگئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہوگیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون پھر وہ لوگ جو اونکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو اون سے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہان تک کہ مرد قسم کھائے گا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہہ مبنی ہے اس پر کہ قرن پچاس برس کا ہو چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اوسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مینے نہین دیکھا انتہے طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز جمع وبہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول میں تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ھو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار اذ الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فنفی بعبارتہ جواب عن النقض بالعبد وبدلالتہ عن النقض بالمحدود ابن کمال ور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بسبب دار الاسلام ہونیکے کذا فی الدر یعنی شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اسمین اصل حریت ہے تو یعنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اوسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا ہے

ﻟﻪ یعنی جسمین مدت من کر گواہ شہود علیہ کے دادا کا ذکر کرے ۱۲

ﻟﻪ تزکیہ پاک کرنیکو کہتے ہین یہان مراد گواہون کی راستی کے ثبوت سے ہے مزکی وہ شخص جو گواہون کی راستی بتلاوے ۱۲

اوس وقت مسلم ہو جب کہ صریح لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا
نہیں ولہذا شرنبلالی کا مختار یہہ ہی کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادۃ ہوا اور ساتواں باپ جب کہ
اپنے فرزند کے واسطے گواہی دی تو مزدور سے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہے
خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطیں ہیں اول یہہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہہ کہ مزکی شاہد کا آزمایا ہوا
شرکت یا معاملہ بیع کے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا لازم ہے چہارم یہہ کہ شاہد دینار اور درہم کی خوش معاملگی میں مشہور ہو پنجم یہہ کہ
ادای امانت میں ظاہر ہو ششم یہہ کہ راست گو ہو ہفتم یہہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہے ما فی الطحاوی والتعدیل حین
الخصم الذی لو رجع الیہ فی التعدیل لم یعتبر اور تعدیل یعنے عادل کہنا اوس مدعاعلیہ سے جسکے طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا ہے صحیح نہیں ہے
جب کہ مدعاعلیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں ہوسکتی کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ مدعی اور اوسکے گواہ کے
گمان میں مدعاعلیہ کاذب ہے انکار دعوی میں اور مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ
فی التعدیل یصح بزازیۃ تو اگر مدعاعلیہ اون لوگوں میں ہو جن کے طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اوسکی صحیح ہے کذا فی البزازیۃ و
المراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول لکنہم اخطاوا او نسوا او لم یزد اور مدعاعلیہ کی تعدیل سے مراد اوسکا تزکیہ کرنا یوں کہنے سے
کہ شاہد عادل ہیں خواہ اوسنے یہہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہد نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب مدعاعلیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اوسکی
تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ
عند الجحود اختیار اور مدعاعلیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدل ہیں سچے ہیں یہہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اوسکے اقرار پر
حکم کریگا نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار یعنی اگر مدعاعلیہ دعوے مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہہ درحقیقت اقبال دعوی ہے
تو اب یہاں مدعاعلیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھہ حاجت نہیں اور اوسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب
یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی او
بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں پہچان سکتا مجہول کو اور
مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اوسنے صیرفیہ سے نقل کیا پھر کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے
ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانہ میں خود مجہول ہے تو وہ
شاہد مجہول کو کیا بتاویگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہو چکا ہم کتاب القضا میں قبیل تحکیم کے اشباہ سے
مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں کو تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء پر اوسکا نصیحت کرنا واجب ہے اس طرح کہ کہیں کہ تکلیف نہ دیجئے قاضیوں کو اوس
امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہے علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول
مذکور تہذیب کے کہا کہ یہہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ
سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہو اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کی نسبت غالبا اور مجہول ثابت یا نہیں کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ نفس
الواقع حال اسطرح ہے لیکن فقیہہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت اور تعمق بہت ہی نہایت کا وکاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور
کوئی مومن بلا عیب نہ نکلے چنانچہ قائل نے کہا ہے شعر ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا * کفی المرء نبلا ان تعد معایبہ کذا فی الطحاوی یعنی ایسا کون ہے
جسکی سب خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اوسکی برائیاں گنی جاویں والشاہد لہ ان یشہد بما سمع او رای
فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اوسکی جسکو سنا یا دیکھا جیسی

مانند ہین اگرچہ بیع بطریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکہنے کے ہو تو یہہ اقرار
من جملہ مبصرات ہوگا ھم یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اوسکو سُنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہی شی مسموع
اور مرئی دو نون ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب اور قبول سے ہوا تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے
ہو اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دین گے تو بہی جائز ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے اور خریداری کی شہادت مین
بیان ثمن ضرور ہی اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات سے ہو اور اقرار بالکتابۃ مرئیات سے لیکن معلوم
کرنا چاہیئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکہا اور کچہہ نکہا تو یہہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکہنا
کبہی آزمایش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہی اور اگر کتابت مستند اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکہے کہ اما بعد
فلک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرای مخاطب کہ تیرے مجہپر اتنے درم ہین اور اگر لکہے اور شہود کے روبرو پڑہے تو اونکو اوسکے اقرار کی گواہی
دینا درست ہی اگرچہ کاتب نے یہہ نکہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکہا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر اونکو اوسکا نوشتہ
معلوم ہو تو یہہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگی کی کتابت تو بالضرور مستند اور معنون چاہیئے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار نہو کذا فی الطحطاوی ف
حکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یکتب علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفھمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور
قتل کی اگرچہ شاہد کو اوسپر گواہ نکیا ہو گو کہ شاہد اوسوقت چہپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا مونہہ دیکہتا ہو اور اوسکا اقرار سمجہتا ہو ھم خلاصہ مین ہی کہ
اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے سُنا گواہی نہ دینا تو بہی گواہی دینا جائز ہے انتہے تو درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہی اور اگر شاہد
مقر کو دیکہتے نہون اور اوسکا کلام سُنتے ہون تو اونکو گواہی اوسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر درصورت آیندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشھد
علی محتجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسّر لا تقبل در اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہو اوسپر
گواہی نہ دے اوسکی بات سُنکر مگر جب کہ ظاہر ہو جائے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹہری مین سوا اوسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماع کو بیان کریگا تو گواہی مقبول
نہوگی کذا فی الدرر ھم یعنی جب کہ شاہد کوٹہری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو دیکہا پہر شاہد نکل کر اوسکے دروازہ پر بیٹہا اور اوس کوٹہری مین
کوئی راہ نہین سوای دروازہ کے تو اب اوس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصھا ای القائلۃ مع شھادۃ
اثنین بانھا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ھذا للشھادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت
کلام کرنیوالی کا جسم دیکہے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتہہ کہ وہ عورت فلانی ہی فلان بن فلان کی بیٹی اور یہہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے
اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہی اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین ھم رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت
کی صحت پر اوسکا چہرہ دیکہنا شرط نہین بعض مشایخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہین کہ یہہ
فلانی عورت ہی تو اوسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہی کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکورہ
بتا دین تو عادلین کو لائق ہی کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالۃ دے کذا فی الطحطاوی ف
مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الجواھر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشھادۃ لان عند الاداء یبغضھم المدعی علیہ فیتضرر جواہر مین ہے
محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی لکہنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادای شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اون سے تو
بغض اوسکو ضرر کریگا ھم وجہ ضرر یہہ ہی کہ یہہ ناحق بغض ہے اون لوگون سے جو شرعًا محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعًا لازم ہے اور تحمل شہادت
آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکہنا خوب ہی یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ اہل علم مین تحمل یا ادای شہادت متعین نہو وان کان
بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابھۃ ظاھرۃ علی انھما

خطاً واحداً لا يحكم عليه بالمال هو الصحيح حاوية وإن أفتى قارئ الهداية بخلافه فلا يعوّل عليه وإنما يعوّل على هذا التصحيح لأن قارئ الهداية من أجل من يعتمد على تصحيحه كذا ذكره المصنف هنا وفي كتاب الإقرار واعتمده في الأشباه اور اگر خطوط میں تشابہ ہو بایں طرح کہ مدعی اقرار نامہ کالے مدعا علیہ کے خط سے سو مدعا علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعا علیہ سے آزمایش کے واسطے کچھ لکھایا گیا سو اوس نے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہے کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعا علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاویہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتویٰ دیا ہے یعنی ثبوت مال کا فتویٰ سو اوس پر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اس حاویہ کی تصحیح پر ہوگا اس واسطے کہ جن لوگوں کی تصحیح پر اعتماد ہوتا ہے انہیں سے قاری ہدایہ زیادہ تر جلیل القدر ہیں ایسا ہی مصنف نے اسی طرح یہاں اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہے کہ تشابہ خط اس سے زیادہ نہیں کہ مدعا علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اسکو لکھا ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے تو اس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہ ہوگا کذا فی البحر لكن في شرح الوهبانية لو قال هذا خطي لكن ليس علي هذا المال إن كان الخط على وجه الرسالة مصدراً معنوناً لا يصدق ويلزمه المال ومثله في المنتقط وفتاوى قارئ الهداية فراجعه ذلك لكن شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر یہ مال نہیں ہے اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعا علیہ کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اوس پر لازم کیا جائیگا اور مانند اسکے منتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے تو اوسکی طرف مراجعت کر میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہے قاضی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے کہ اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اس واسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف پر ہیں اس واسطے کہ لکھنا کبھی تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر ملخصاً ولا يشهد على شهادة غيره ما لم يشهده عليه وقيد في النهاية بما إذا سمعه في غير مجلس القاضي فلو فيه جاز وإن لم يشهده لأنه حكم لا بقية عن الملتقى الخ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنی تو گواہی دینا جائز نہیں اور اگر قاضی کی مجلس میں اسکو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی البحر بلانیۃ عن الجوہرۃ وجہ جواز یہ ہے کہ شہادت اب ملزم ہوئی اور یہ تعلیل اسکے مقید ہے کہ قاضی نے اوس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اس واسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہیں وخالفه تصوير صدر الشريعة وغيره اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس ادائے شہادت کی سنا تو اسکو اوسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجئے تو منافات مرتفع ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی وقولهم لا بد من التحميل وقبول التحميل وعدم النهي بعد التحميل على الأظهر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر قولهم عطف ہے تصویر پر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مستدرک پاس قبیل کا وجہ مخالفت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا اور قبل قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی وتقبل الشهادة بالقضاء إذا كانت صحيحة وإن لم يتذكرها القاضي عليه وقيده أبو يوسف بمجلس القضاء وهو الأحوط ذكره في الخلاصة اور حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہے اگرچہ قاضی نے اسکو یاد نہ کیا ہو اور امام ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی تا اوسکی قضا اوسوقت صحیح ہے جب کہ شاہد نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور یہی زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصہ وکفی عدل واحد في إثبات مسألة على ما في الأشباه وهي أخبار القاضي بإفلاس المحبوس بعد المدة کفایت کرتی ہے ایک عادل کی خبر اوس

مسئلون مین چنانچہ اشباہ مین ہے از انجملہ قاضی کا خبر دینا ہے محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالۃ
کی خبر اوسیطرح مستورین کی خبران چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اوس مال مین
جو دوسرے مال کا عوض ہے اور مدعا علیہ نے اپنے افلاس کا دعوے کیا تو اوسکی تصدیق نکرے اور مناسب حال مدت تک اوسکو مقید رکھے
پھر جب اس مدت کے بعد شخص عادل اوسکے افلاس کی خبر دے تو اوسکی خبر کو قبول کرے اور اوسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللتزکیۃ ای
تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ فشہادۃ اجماعاً اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ مین یعنے تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے
بالاجماع ہم تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہے جو شہادت مین شرط ہے سوای لفظ شہادت اور ظاہر اتزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور
دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیئے کہ ایسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو
اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہے اور کون کفین لایحی اور مفلس ہو تا اہل پاکر وہ کھانکہا وے اور اگر شاہد کے شہر وسیمن یا اہل
بازار مین کوئی شخص لائق عتماد کے نھو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنے عدالت شہود مین کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور
شاہد اور خصم کے ترجمہ مین ایک عادل کافی ہے ہم مصباح مین ہے ترجم کلامہ عرب بولتے ہین جب کہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجم
کلام غیرہ بولتے ہین جب کہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور گاہی جیم
اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہے امام عظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو
مترجم کی کچہہ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی
سیکھکر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی
مین قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخص اسکے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہے ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی مین قاضی کے طرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیۃ
عبد لصبی ووالد لولدہ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولے کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی
وقد نظم ابن وھبان منھا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کئے ہین سو یون
کہا ہے ویقبل عدل واحد فی تقوّم وجرح وتعدیل وارش یقدر اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھیرانے مین اور جرح اور تعدیل
شاہد مین اور دیت مقدر مین ہم یعنی صید محرم کی قیمت ٹھیرانے مین اور تلف کردہ مال کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کرڈالی
اور مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اوسکی تھی تو اوسکے اثبات قیمت مین عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن
نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ مین ہے اور سر کے زخمون کی دیت ٹھیرانے مین مثلاً ایک عادل کافی ہے
ہ وترجمۃ والسلم ھل ھو جید + وافلاسہ الارسال والعیب یظھر + اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے ہم سلم سے مسلم فیہ مراد ہے یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہو اوسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے اور جب کہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب
مبیع کے اثبات مین تو عادل واحد کا قول اسمین کافی ہے کذا فی الطحطاوی ہ وصوم علی ما مرّ وعند علۃ + وموت اذا للشاھدین یخبر +
اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونیکے وقت اور موت مین جب کہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین
عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے ایسی روایت ہے حسن کی امام ظاہر الروایہ یہہ ہے کہ درصورت علت مذکورہ
عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اوسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ ان
تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم یعرفہ المسلمون سالوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور

تزکیہ ذمی کا ہوا ہو امانت داری سے اوسکے دین اور زبان اور ہاتھ میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہے بشہرت نہیں ہی پس اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے
ہوں تو اسکا حال عدول مشرکین سے دریافت کریں کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہ ہے کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور
زبان کی امانت داری یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری یہ ہے کہ سارق نہو اور بہتر یہ ہے کہ شایع کہا کہ اگر مسلمان پہچانتے ہوں
تو ثانی عدول کفار سے اوسکا حال دریافت کرے چنانچہ محیط اور اختیار میں ہے کذا فی الخلاصۃ وفی الملتقط عدل النصرانی ثم اسلم قبلت
شہادتہ ولو سکر الذمی لا تقبل اور ملتقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ
گواہی جو قبل اسلام دی تھی اور اگر ذمی نصرانی مست ہوا تو گواہی اوسکی مقبول نہیں ہم طحاوی نے کہا اسواسطے کہ نشہ اوسکی انجیل میں حرام ہے
تو وہ فاسق شریر النصاری کے دین میں ہے ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکر الحادثۃ کذا فی الخلاصۃ اور جو شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ
اوسکو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط بالخط ایضا یعنی قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر جبتک یاد نہ آئے
بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور میں تنگی وہی اختیار کی لہذا اونکی روایت احادیث
میں قلت واقع ہوئی باوجودیکہ کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع سے
اور روایت کے وقت تک پس امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال اور کتنا قرضہ ہے وغیرہ اور سوا اسکے کوئی چیز
یاد ہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر یاد ہو وے اسکے گواہی دیگا تو وہ مشابہ ہے کذا فی
الینابیع اور ملتقط میں مجلس شہادت کافی نہیں ویجوز لہ لو فی حرزہ ویہ ماخذ بحجۃ من ابیق اور صاحبین نے اوسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ قوم امام کے
قبض اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو اور دوسرے کے
ہاتھ میں نہو کہ اوسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی ہو اگر ایسا نہو تو اوسکو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف نے بیع قاضی اور راوی
کے واسطے جائز کہا ہے بیشتر کے واسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے عمل کرنا کتاب پر جب کہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو
پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح بند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہیں اور جو بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہوگا اور جو اصح
اور ذہبی میں ہے ابو یوسف نے کہا دوم ثانی تو ان ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الخلاصۃ ومنہا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع
الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اوس چیز کی جسکو اوسنے معاینہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معاینہ گواہی
درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح میں ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معاینہ یا سماع سے اوسکی گواہی
دے ہاں سماع کی تمثال عشرہ میں کذا فی الخلاصۃ منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیۃ منجملہ مسائل عتق ایک عتق ہے اور ولا
ابو یوسف کے نزدیک تو میں یہی قول اصح ہے کما فی البزازیۃ ہم شمس الائمہ سرخسی ذکر کیا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے
استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سوا ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو مستند عدم قبول ہے عتق میں جیسے ولا میں عند عدم قبول تہ
ہوا اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت حلال نہیں ہے نزدیک خلاف کے اسنے پھر اونہوں نے حلوانی کا قول تمہیدہ در
کیا اور ولا میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر الامام کا قول ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ
مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بسماع میں چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو ذکر کیا ہے اور اسکے ماخذ ہی بحر الرائق میں ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانۃ
اور شرنبلالیہ میں ہے خلاصہ کذا فی الخلاصۃ والنسب ہم نسب ہم توجہ ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک
کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اوسکو اسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوسنے اوسکی ولادت اور اوسکے فراش پر نہیں دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے
کذا فی الخلاصۃ والموت ہم موت ہم تو جب اوسنے سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اوسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوسنے موت کا معاینہ نہ کیا بزازیۃ

مین ہی کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا شوہر مر گیا تو اوسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اوسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جائز نہین کہ اوسکی موت کی خبر دے جب تک کہ شخص معتمد اسکو یہہ خبر نہ دے کہ مین نے اوسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا سے موت پر مقدم ہو جاتی ہین خطا کی راہ سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الخلاصہ والنکاح ۞ نکاح ۞ تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادل سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عمادیہ مین ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اوسکو اوسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اوس نے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اوسکی جورو ہے کذا فی الخلاصہ والدخول بزوجتہ ۞ دخول بزوجہ یعنی یہہ بھی بتسامع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب ۞ وولایۃ القاضی ۞ تولا قاضی ۞ یعنے جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اوس نے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے ۞ واصل الوقف ۞ اصل وقف ۞ یعنی گواہی دے کہ یہہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور خزانہ مین ہے کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ۞ طحطاوی نے لکھا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبے مین ہے قول مختار یہہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر مین واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ ویتوقف علیہ والا فمن شرائطہ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جس پر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہے ۞ تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور مسلم ہونا اور حاکم کو اوس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہین جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فلہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا ۞ بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطئہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح ۞ تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جب کہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جس پر شاہد اعتماد رکھتا ہے اوس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سوای موت کے کہ اوسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ۞ فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین گر موت مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کو جائز ہے دفع حرج کے واسطے اور تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوای خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوای دائی جنائی کے اور سبب تقلید سلطان سے سوا اوسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سوای وزیر وغیرہ خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی المجتبی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہے نہ قضا کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کی وقت

ایک ہی شخص مرد و عورت کا ... سے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی پھر دونوں اس گذشتہ کے دیکر گواہی دیں تو قاضی انکی شہادت پر
حکم کریگا کذا فی البحر و فتاویٰ قاضیخان والوہبانیۃ بان لا یکون الخبر منہما کوارث یدعی لہ اور شارح وہبانیہ نے بجز موت میں یہ قید
لگائی ہے کہ وہ مخبر بیٹا یا وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو نہ ہو تحقیق یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے مورث کی موت بیان
کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شیء سوی الرقیق الذی یعلم رقہ ولا یعبر عن نفسہ ولا یعرف رقہ قال لی ان تشہد
بانہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبضہ اور تصرف میں کوئی چیز ہو سوائے ایسے رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور
وہ اپنا حال بیان کر سکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہے کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو وہ متاع اور اسباب کے حکم میں ہے تو تجھکو اس متاع مقبوض کی بابت گواہی
دینا درست ہے کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے حاصل یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے
سوا منقول ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبضہ اور تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا
درست ہے اسواسطے کہ قبضہ اور تصرف ملک کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ جس اسباب میں ملک کی دلالت قبضہ ہو تو اسی پر کفایت ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ
تصرف میں دیکھی پھر وہی چیز دوسرے شخص کے قبضہ میں نہیں دیکھی تو اسکی گواہی ... بلکہ گواہی بنا بر قبضہ کے ہو کہ وہ چیز اسکی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت
بیان کر سکتا ہو تو محض معاینہ قبضہ سے اسکی ملکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کر سکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اسکی ملکیت
کی گواہی معاینہ قبضہ سے درست ہے ملخصاً واضح ہو کہ یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سے مراد یہ ہے اور شارح کو وہم ہوا ہے شرنبلالیہ کی عبارت میں ...
عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ رقیق کبیر ہو یعنی جب تک یہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبضہ سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معین کی رقیت کی
گواہی دے ... یعنی معاینہ قبضہ سے مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کر سکتا ہو تو اسکی مملوکیت کی گواہی محض معاینہ قبضہ سے نہ دے مگر جبکہ اسکی
رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں نکلتا اگر شارح یوں کہتا الا الرقیق الکبیر الذی یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہو جاتا
شرنبلالیہ میں ہے کہ شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ علت شہادت میں یقین ہونا اصل ہے تو بقدر یقین کے وقت شہادت قلب کی طرف
ہوگی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہو اور اسکا سبب حاصل ہوئے گمان ملک کو پھر جب دل نے گواہی دی تو ظن حاصل ہوا ... قبضہ ... علمانے کہا ہے
کہ جب انسان گرانبہا موتی ... دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی اہل علم نہیں ہوا ہو تو اسکی ملک کی گواہی
قابض کے واسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہیں ... اور اگر ... کہ شاہد کو ... عادل اسکی خبر دے کہ یہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہے تو اگر خبر
دی تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہیں مگر جب کہ تیرے دل میں یہ جم جائے
کہ یہ شخص صادق ہے تو اب تجھکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہے ... والا لا ... اور یہیں تو نہیں ...
اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء
بہ بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اوسکو یعنی قبضہ اور تصرف کو معاینہ کرے تو اوسکو حکم دینا قابض کی ملک کا جائز ہے کذا فی
البزازیہ یعنی اسوقت حکم جائز ہے جب کہ مالک اسکی ملک کا دعویٰ کرے اور اگر دعویٰ نہ کرے تو جائز نہیں حاصل دعویٰ ملک کی قید بیان کی ... صاحب بحر کا ...
اور صاحب بحر نے اس قید سے تطبیق دی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبضہ جائز نہیں
علاوہ ... البزازیۃ تو صاحب بحر نے ... اور بزازیہ کا کلام حصول دعویٰ پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعویٰ پر مفتی ابو السعود نے کہا
کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہے اور
متاخرین کے نزدیک جائز نہیں تو صاحب بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وذلک

ثم المشاہدۃ للقاضی اثبات شہادۃ بالتسامع ... بمعاینۃ الید ... فی العبید الا فی الوقف والموت ... الا ...

انہ بہ تقبل علی الاصح خلاصۃ اور اگر شاہد لبتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اوسکی گواہی تسامع سے ہے یا معاینہ قبض سے تو گواہی مقبول
مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اوسنے جسپر ہمکو اعتماد ہے
تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ہ حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اوسکی تفسیر اگر ہو یعنی
لتسامع یا معاینہ قبض نہ کرے بل فی الغرمیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقول شہدت لانا سمعنا من الناس اما لو قال لم نعاین ذلک
ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت
بالتسامع یہہ ہے کہ شاہد کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگون سے سنا اور اگر یون کہین کہ ہم نے اوسکو معاینہ نہین کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک
مشہور ہے تو جمیع امور مین شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہ شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہہ ہے کہ
شہرت وہ ہے جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین یہہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول

وعدمہ ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا ولا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ
المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ ۱۲ یہہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب
نہین نہ یہہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہین بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق
مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر
وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی
اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھہ مذہبون سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے
بہتر فرقے ہوگئے ہ ہوی کی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل ہوا [illegible] ہین بلکہ جو مخالف سنت کے ہو بنا بر دلیل فاسد وہ اہل ہوی ہے ہ بعض شرح
کہ اہل اہوا وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت سے باہر ہو گئے [illegible] اہل قبلہ ہین یعنی سب کو مسلمان کہتے ہین اور انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ
اونکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت مین اونکو [illegible] سے بچتے ہین [illegible] بدعت اعتقادی بخلاف فسق من حیث
الاعمال کے اسلئے یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہین بخلاف فاسق عملی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اوسکی گواہی مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت
عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالے کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خوارج
وہ لوگ ہین جو حضرت علی اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہتے ہین فاللہ اعلم اور مشبہہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کی صفات ثابت کرین اور قہستانی مین عوض انکے
مرجیہ کا ذکر ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھہ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل تعطیل اور معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات
سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوا مین سے جن کی تکفیر ثابت ہے چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین
انکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی ہ شارح نے ان فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہے چنانچہ
کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھہ ہین پھر شارح نے فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف الا الخطابیۃ صنف من
الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لمذہبہم ذکر اہل ہوا
کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہین روافض سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے شیعون کے واسطے اور ہر اوس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ
مین حق پر ہون تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکے مذہب کا ذکر باقی نہین رہا کذا فی
البحر یعنی اوس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا ہ خطابیہ منسوب ہے ابو الخطاب محمد بن وہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب نے کوفہ مین خروج
کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کے طرف دعوت کی اور یہہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدای اکبر ہین اور

باب القبول وعدمہ

جیسے صادق خطابیہ جو ایک گروہ ہے سو یہ بھی ہوئی داگی خطابیہ کی سو شہادت نقطہ بدعت سے اسواسطے نہیں کہ محض بدعت والی ہیں بلکہ شیعوں میں سے یہ ہیں کہ بیشبہ اپنے
دوست کی بابتہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بولنے میں جھوٹا نہیں ومن الذمی لو عدلا فی دینہم جوہرۃ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی
کی گواہی اپنے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگرچہ عادل ہوں اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں جیسا کہ
اشباہ میں ہے منجملہ مسائل پانچ کے ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہو جانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں
اور بنصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکو اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی ۲ جب کہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم لکھا ہے یعنی ہو اور
ترکہ اوا میں کفایت نکرتا ہو ۳ جب کہ ذمی کی غیر ذمی پر مسلم پر گواہی دیں اور مسلم منکر ہو ۴ جب کہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اوس نے عورت مسلمان
سے زنا کیا مگر مستور سکرا اسلیے ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور کافروں نے گواہی دی کہ وہ اوسکا غلام ہے اور فلانے
مسلم قاضی نے اوسکا حکم دیا ہے ویبطل باسلامہ قبل القضاء وکذا بعدہ لو بعقوبۃ کقود بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اوس کے
مسلمان ہو جانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو جیسا کہ قصاص کذا فی البحر ہم اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہو جائیگا تو
گواہی باطل ہو جائیگی کیونکہ اگر اوسپر گواہی پر حکم دیا جائے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری
اور ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ دونوں کی ملتیں جدا ہوں جیسا کہ یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے والذمی علی المستامن
لا عکسہ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر لیکن برعکس اسکے یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے کہ دار
الاسلام میں رہتا ہے والمرتد علی مثلہ فی الاصح اور مرتد کی گواہی مقبول ہے دوسرے مرتد پر مقبول اصح ہے وتقبل منہ علی مستامن مثلہ
مع اتحاد الدار لان اختلاف دارہما یقطع الولایۃ کما یمنع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی دوسرے مستامن پر ایک ملک میں
رہنے کے ساتھ یعنی جب کہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلا
ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک
مختلف ہونا جیسا کہ اختلاف سلطنت وملکیت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من التقول
علیہ کما سیجئ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اوسمین اطمینان نہیں دروغ
گوئی سے جیسا کہ آویگا اسی باب میں ہم یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہی واجب ہوتی
ہے جیسے کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اوسکے منع کرنے سے وہ باز نرہے ولہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت
دینی ہو کذا فی الحموی وانما الصدیق لصدیقہ تقبل الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر فتاوی
المصنف معزیا لمعین الحکام اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جب کہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے
دوست کے مال میں تو اب مقبول نہیں جیسا کہ مصنف کے فتاوی میں ہے معین الحکام کیطرف منسوب ومن مرتکب صغیرۃ بلا اصرار ان اجتنب
الکبائر کلہا وغلب صوابہ علی صغائرہ درر وغیرہا قال وہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اوسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ پرہیز کیا ہو سب
کبائر سے اور غالب ہو اوسکا صواب اوسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنے عدالت ہیں ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار
کرے یا اوسکے کرنے سے خوشی ہو یا اوسکو کھلا کرے یا عالم ہو اور لوگ اوسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول ہم
ہے امام ابو یوسف کا تفسیر عدالت میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نکرے اور صغیرہ پر اصرار نکرے اور پردہ پوشی کرے ہو پردہ دری سے اور صواب اوسکا اکثر ہو
خطا سے اور مروت اوسکی غالب ہو اور مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور نیکیاں اوسکی
زیادہ ہوں بدیوں سے اور اگر ایک نیکی کرے اور برائی کرے اور گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل فعل یرفض المروۃ والکرم

واقرہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑا دیوے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ابن کمال نے ھم فتح القدیر میں اسپر
اعتراض کیا ہے کہ یہہ قول منضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی وقال وا
متی ارتکب کبیرۃً سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جب کہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اوسکی عدالت ساقط ہو گئی ھم حموی نے کہا مگر زوال
عدالت کا اوسوقت حکم ہوگا جب کہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں پہنچے ولہذا شرب محرم میں ادمان شرط ہے اور قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ مختار یہہ ہے کہ کبائر کے
اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب کبیرہ ہوا تو اوسکی شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو عن عذرٍ والا لا وبہ نأخذ بحر اور غیر مختون کی
گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہوا اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ھم عذر یہہ کہ ختنہ ترک کری اپنی
جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اوسکی شہادت مقبول ہے ویسے ہی اوسکی امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں
کہا مختار یہہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس میں اور آخر وقت بارہ برس میں کذا فی المنح والامۃ اذا کفر بشیءٍ من الشرائع کفر ابن
کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخصیٍ واقطع اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ
کی ھم اسواسطے کہ خوجی کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا اوسکی گواہی اوسوقت مقبول ہے جب کہ وہ
عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا ولو بالزنا خلافاً لمالکٍ اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب
کے ھم اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثیٰ کانثیٰ لو مشکلاً والا فلا اشکال اور خنثیٰ عورت کی
مانند ہے اگر خنثیٰ مشکل ہوا اور اگر خنثیٰ مشکل نھو تو کچھہ اشکال نہیں ھم شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثیٰ مشکل جمیع احکام میں عورت کی مانند ہے تو اوسکی گواہی
دوسری عورت کے ساتھہ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثیٰ مشکل نہو یعنے اگر علامت مردمی غالب ہے تو اوسکا مرد کا حکم ہے اور نہیں تو عورت کا

وعتیقٍ لمعتقہ وعکسہ الا لتہمۃٍ لما فی الخلاصۃ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائعٍ ومشترٍ لم تقبل
لجرّ المغنم باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنیوالیکے واسطے اور آزاد کرنیوالیکی گواہی غلام آزاد کے واسطے مقبول ہے مگر بسبب
تہمت کے مقبول نہیں اسواسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونیکے بعد یہہ گواہی دی کہ
ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ھم جر منفعت کی وجہ یہہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری
دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کے واسطے اسواسطے مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضیٰ کے
واسطے قبول کی تھی اور قنبر اونکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرمٍ رضاعاً او مصاہرۃً الا اذا اشتد الخصومۃ
وخاصمہ معہ علیٰ ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتہ کے محرم
گواہی مقبول ہے مگر جب کہ نہایت جھگڑا ہوا اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھہ تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ قنیہ میں ہے ھم محرم رضاعی جیسے رضاعی
بیٹا اور سسرالی رشتے کی محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور سوتیلا باپ اور سوتیلی ما اور یہہ اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہے
کہ املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایکدوسرے کی مال میں تصرف نہیں کرتا تو محل تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جب کہ شاہد
مدعی کے ساتھہ خصومت کرتا پھرے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعا علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعیٰ علیہ
تقبل لو عدولاً اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ھم یہہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہے صاحب بحر نے
توفیق بین القولین کے واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہے یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالیٰ اعلم ومن کافرٍ علی عبدٍ کافرٍ مولاہ مسلم او
علی وکیلٍ حرٍّ کافرٍ موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علیٰ مسلم قصداً او فی الاول ضمناً اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس غلام کافر پر
جس کا مولیٰ مسلم ہے یا اوس وکیل حر کافر پر جس کا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصداً اور اول میں

عله خنثیٰ مشکل وہ ہے کہ جس میں دو وجود علامتیں یکساں ہوں اور کسیکو غلبہ نہ ہو ۱۲

قبر شہادت تمنا ہو تو قضاء القاضی جائز نہ ہوگی اور اگر قضاء کا حکم کیا ہے ہو کہ گواہی دے کہ فلان مسلمان غلام پر جسکا مولیٰ کافر ہے کذا فی المحیط و تقبل

علی نصرانی میت و صیة مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم شرا اور مقبول ہے گواہی کافر کی اوس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہو جبکہ میت پر

کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر و الاشباہ ولا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما اذا و فی مسئلتین فی الایصاء شہادتہ کافر

علی کافر انہ اوصی الی کافر و احضر مسلما علیہ حق للمیت و فی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق

و فیہ استحسان و وجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہین مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو کہ مسلم

کی گواہی جبکہ کافر ہون یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلون مین وصیت کرنے مین چنانچہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ

اوسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اوس مسلم کو یا یہ کیا جس پر میت کا کوئی حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافرون نے

گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہو سو اوسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہو اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے ہم استحسان یون

مذکور ہے کہ مسلمین نصاری و غیرہم کفار کی موت مین موجود نہین ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہو اور ثبوت نسب کا سبب نکاح ہو اور

اہل اسلام کفار کے نکاح مین نہین ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت تسلیم نہ ہو اثبات ایصا مین جو موت پر مبنی ہو اور نسب مین جسکی بنا نکاح پر ہو مقبول نہو تو وہ حقوق

ضائع ہو جاوین جو ایسے متعلق ہین تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دائی کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا کہ ظاہر المراد

اوس صورت مین ہو جب کہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو دو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر

مسلم منکر دین ہو تو ذمیون کی گواہی اوسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی یہی محل ہے جب کہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی

الحطاوی والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے عمال بضم عین و تشدید میم عامل کی جمع ہے عامل سے مراد وہ لوگ ہین جو

حقوق واجبہ مثل خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہین یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین کہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذا فی

الطحاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین

فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق

النخاسین حتی عد من الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح و بحر مگر جب کہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کرنے مددگار ہون تو اونکی گواہی بسبب غلبۂ

ظلم کے جیسے رئیس شہر یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اوسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے

اور صراف کی اور جہازون کے سرگروہ کی یعنی جو تجار اہل جہاز اور مشتریون میں شناسائی کرا دیتے ہین اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری اور چودھری کی

اور اوسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرتا ہے اور بناوٹ کی وکیلون کی گواہی اور قبالہ نویس کی اور جہات کے ضامن لوگون کی

گواہی مقبول نہین ضامن لوگون جیسے شہر والون کے بازار کو یا نخاس کے بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہین یہان تک کہ شاہد پر لعنت کرنا علامت

بسبب اوسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیتا ہے وہ خوشی سے رکھے اور عرفاء سے

مراد پیشہ ور ون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہین اور وکلاء مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہین جو

دعاوی اور خصومات مین ذمہ دار ہو جاتے ہین تو اونکی گواہی بسبب مسائلات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور اونکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ اونکی

جعل سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہین اور وکیل حقیقے کا قصد نہین کرتے اور صکاک بضم صاد و تشدید جمع ہو صکاک یعنی صاد کی

یعنی کاتب وثائق و قبالہ نویس اونکی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ وہ لکھتے ہین کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور قبضہ مین لیا اور جس پر قبضہ کیا

اگرچہ اوسنے کوئی واقع نہوا اور کتابت مانند نطق کے ہو لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ ہے اور ضمان بضم ضاد و تشدید

میم ضامن کی جمع ہو ضامن کی فتح القدیر مین ہے اور گواہی مقبول نہیں ہو اور قرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دینے اور اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ

البتہ ہر ا اوسکے تصنیف پر گواہی لکہنا ہی مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اون پر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال ہے اون لوگون کا مباشرین سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات فاسدہ پر گواہی دیتے ہین انتہے نخاسین نخاس کا جمع ہے اور بعضی کتب مین نخاس کی جمع نخاس ہے یعنی بائع دواب ورقیق کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانية امیر کبیر ادعی فشهد له عماله ونوابه ورعایاهم لا تقبل کشهادة المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہے امیر کبیر نے دعوی کیا سو اوسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اوسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب گمراہی کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفة لا تلیق به وهی حرفة آبائه واجداده والا فلا مروة له لو دنیئة فلا شهادة له لما عرف فی حد العدالة فتح واقره المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادہ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اوسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہو اور اگر اوسکا پیشہ نالائق ہے باپ دادا کے مخالف تو اوس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی نہین اگر اوسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اوسکی گواہی بہی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکہا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا فعل نکرے جس سے اوسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گہٹ جاوے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روشن ثیاب اور حفظ لسان اور سبکی عقل کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہے لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بها ولو قضی صح وعم قوله مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندہے کی مطلقا یعنی اندہے کی گواہی سے قاضی حکم ندے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہو مصنف کا مطلقا کہنا عام ہے اوس صورت کو کہ شاہد اندہا ہو گیا بعد ادای شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت تسامع سے جائز ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہہ ہے کہ ادای شہادت مین اشارہ اور تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندہا امتیاز نہین کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اوسکو کچہہ خصم تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہے وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اوسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہے یا اوسکے غیر مین خواہ اشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اوسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال صحته اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ یہہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہے تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہو کذا فی الطحطاوی الا ان تحملا فی الرق والتمیز وادیا بعد الحریة ولو لمعتقه کما مر وبعد البلوغ مگر یہہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادای شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد ابصار واسلام وتوبة فسق وطلاق زوجة لان المعتبر حال الاداء شرح تکملة اور اسیطرح گواہی اندہے کی مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادای شہادت کا حال ہے کذا فی شرح التکملہ ہم علت اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل مذکورہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برده لعلة ثم زالت فشهد بها لم یقبل الا اربعة عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہے جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پہر وہ علت

زائل ہو جائے پھر اس نے وہی مقدمہ میں گواہی دی تو مقبول ہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی غلام اور صبی اور اعمیٰ اور کافر کی مسلم پر حادثہ
اولیٰ لیکن چند امور پر لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں بھی اسکی گواہی مقبول ہے بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم نے شاہد کی گواہی
ایک حادثہ میں رد کر دی تو دوسرے حاکم کو اوسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اوسکے نزدیک شاہد عادل ہو مع اشعار وغیرہ میں سے
چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور شریک اور طفیل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں اور قبول شہادت بتاہی لیجئے
اس مجبول ہو کہ تحمل اور ادای شہادت حال نیابت میں ہوا اور تحمل و ادا اسکے درمیان تنافی واقع ہوگئی اور یہی بر شارح کا قول سابق محمول ہے
یعنی وکذا البدایع والاسلام کذا فی المطاری ولو صار الکافر احل الرجم بعد تمام الاربعۃ تحمل اور واصل کر کمال الدین بن ہمام کا ارادہ بھی
احکام اربعہ مذکورین کے ساتھ اسموہو ہو چنانچہ فتح القدیر میں عبارت گذری وحد فی قذف تمام الحد وقیل بالاکثر ولم تاب بکن بیعۃ
لنفسہ ہو لاف الزین تمام الحد بالنقض اوسکی گواہی مقبول نہیں جس پر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اگرچہ اکثر حد محدود
فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کر کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے بنص قرآنی سے حد قذف
حق میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم
شہادۃ ابدا واولئک ہم الفاسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم یعنی جو حرام کاری کا عیب
لگاویں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور اونکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے اور
نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر اسلوب ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ عدم قبول شہادت حد کا اندر داخل ہے
اسواسطے کہ عدم قبول شہادت مؤلم اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی مؤید ہے واللہ تعالیٰ اعلم والاستثناء منصرف لما
تلیہ وہو واولئک ہم الفاسقون اور استثنا جو اوس سے متصل ہے سو وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون جو استثنا یعنی الا الذین تابوا سے
واولئک ہم الفاسقون کے طرف ہے نہ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جب کہ جمل متعاطفہ کے بعد
واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہے مگر جب کہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کے طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں اور امام شافعی کے
اور امام کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے تا بہ فی الفتح الا ان یحد کافرا فی القذف ثم یسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ
بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جائے پھر وہ مسلمان ہو جائے تو اوسکی گواہی مقبول ہوگی
اگرچہ اکثر حد قذف بعد اوسکے مسلمان ہونے کے ماری جائے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف اوس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا
تو اوسکی گواہی مقبول نہ ہوگی اور کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہے کہ کافر نے اپنے اہل شہادت ہونے کی حالت میں رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے
دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اوسکی گواہی مسلمانوں پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں رقیت کیجہت
میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حد وقت شہادت پر موقوف رہا پھر جب اوسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب
رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی الزنا او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل
الحد یعنی محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راستگوئی پر اسطرح پر کہ چار گواہ لاوے جو مقذوف پر زنا کی گواہی دیں یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی
البحر اوسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاتا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی
اوسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اوس پر سے اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود فی القذف
والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جب کہ توبہ کرے تو اوسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے
بھی مقبول نہیں ہے مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اوسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشہادۃ

الزور لو عدل لا تقبل ابدا الملتقط لکن سیجیء ترجیح قبولها اور شاہد زور اگر عادل ہو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول
شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگاتے ہین کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دیکر توبہ کریگا تو گواہی اوسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود
یہہ ہے کہ فقیہ ابوجعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور یہی ہر عنہا وہی کذا فی النہر ومسجون فی حادثۃ تقع فی
السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجۃ
لمنع الشرع عما یستحق بہ السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیۃ وصغری
وشرنبلالیۃ لکن فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند
الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہین گواہی محبوس کی اوس حادثہ مین جو واقع ہو محبس اور جیلخانہ مین اور
اور اسیطرح لڑکون کی گواہی مقبول نہین اون حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اوس واقعہ مین جو حمامون کے اندر
واقع ہوا اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اوس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات
نسا کی تو عدم قبول شہادت مین تقصیر اونہین کے طرف منسوب ہوئی نہ شرع کے طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی مین ہے کہ فقط
عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہو جاوے انتہے تو مفتی کو چاہئے فتوی دینے کے وقت خبردار
رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان مین ہم عبارت صغری ظاہرا اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال مین حاضر
ہو تو اوسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہ وہان جانے سے فاسق ہوگیا اور ہر محبوس کے فسق مین گفتگو ہے اسواسطے کہ کبھی انسان بقصور بھی
قید ہوجاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نسا مین البتہ ظاہر ہے نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعا مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والزوجۃ
لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہے گواہی زوجکی
زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپکے
حق مین اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوجکی اپنی عورت کے واسطے اور نہ شریک کی اپنی شریک کیواسطے اوس چیز مین جو دونون مین
مشترک ہے لیکن غیر مشترک مین جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولے کے واسطے انتہے لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی
سند طویل سے روایت کی عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد
لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی کذا فی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی
زوجہ کی مضرت پر جائز نہین ہم پہلا مسئلہ یہہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدون کے ساتھہ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہہ کہ زوج نے
اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی حال ۃ عن ثلث
لما فی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم منع الزوجیۃ
عند القضاء لا التحمل والاداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ مین ہے
کہ زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت مین ہے تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوجکے واسطے اور اگر گواہی
دی پھر اوس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کیوقت نہ تحمل اور ادای شہادت کے وقت ہم شامی کو
مناسب تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تا کہ تفریع زیادہ تر واضح ہوجاتی وہ مسئلہ یہہ ہی کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور
حاکم نے اوسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اوس نے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اوسکی گواہی نافذ ہے انتہے جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی
تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور بعد القضای عدت اوس نے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین مذکور

ط
یعنی جائز نہین شہادت والد کی بیٹے کے واسطے اور نہ لڑکی اپنے والد کے لئے اور نہ عورت کی اپنے خاوند کے لئے اور نہ شوہر کی اپنی بی بی کے لئے اور نہ غلام کی اپنے آقا کے حق مین اور نہ آقا کی اپنے غلام کے حق مین اور نہ شریک کی شریک کے لئے اور نہ نوکر کی اوس شخص کے واسطے جس نے اوسکو اجرت پر رکھا ہے ۱۲

ہو چکی کہ ان الطحاوی والفرع لاصلہ ... فلا اور مقبول ہیں گواہی شاگرد کی اپنی ... کے واسطے یعنی اولاد کی آباء اور جد اور کے واسطے اگرچہ اصل لینی
یعنی دادا پر دادا اور نانا پر نانا ہو دلیل اسکی قول شریح ان الحدیث یا ... سے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آباء میں متصل ہیں تو من وجہ
اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی و لہذا اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب شریح قاضی کا یہانتک کہ حسن مجتبیٰ کی گواہی حاد ... نے قبر کی
سیاہیہ علی رضی کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نکی تو علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی
کہ حسن اور حسین دو سردار ہیں جوانان اہل جنت کے تو شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ ... ایتنی
روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ نے انکو قضاء سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور ... انکا زیادہ کر دیا تو بعضوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ ...
کے قول کی طرف رجوع کیا کہ لیے ... الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ ... مگر جب کہ دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے
بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب محیط ذاہب گواہی کر ... میں ... وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا ... اور
دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج ہو ... اور زوج منکر ہے تو ... کے اب ... کے ... اس اقرار پر گواہی دی کہ وہ ... شوہر
اور دونوں کی گواہی مقبول ہے ... العتابیہ میں ... کہ ... مطلقاً مقبول ہے ... اور ... کہ وجہ قبول
... کے ... صداقت کی قر ... کا مقام ... کا محل ...
... کہ یہ شہادت ... الا اذا ... ولو طلق ...
والام فی تاجیہ صاحب ... نے کہا اور جائز ہے گواہی ... اپنے باپ پر گواہی ... کے واسطے اگرچہ اسکی ... کی
طلاق کی گواہی ہو ... کہ ... کا ... اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ ... تہمت نہیں ... تہمت ...
واسطے مقبول نہوگی کہ اسمیں جر منفعت ہے ... لاتقبل شہادۃ الانسان لنفسہ ...
القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول ... اشباہ میں ... کے بعد کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے ...
... قاتل ہو جب کہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی ... القاتل کا الف لام جنس کا ... صادق ...
میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو ... قتل کیا پھر انہوں نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کر دیا ... کہا کہ گواہی ...
اسطرح گواہ ... دو شخص کہیں کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو ... صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ ... تو ... گواہی مقبول ہے
حسن نے کہا کہ ... حق میں مقبول ہے ... ابو یوسف کے قول پر ... لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے
ہوئی ... کی گواہی ... تیسرے شخص کے حق میں ... قبول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی ... کہ اسے
الطحاوی ... دالعکس للتہمۃ اور ... اصل کی گواہی ... حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ... اتصال منافع اصول اور فروع
... گواہی دی ... والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما ... مقبول نہیں ...
اپنے غلام اور مکاتب ... اور شریک کی گواہی شریک کے حق میں ... مال میں ... شرکت ... اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی ...
... الاشباہ ... ان ... ثلثۃ ... وحل ... کہ ... جائز ہے کہ ...
... شریک ... کہ ... میں ... گواہ ... کرنا چاہیے ... اور اگر ... کہ ...
... مقبول ہے ... گواہی ... مقبول نہیں ...
... صاحب ... کہ ... لو شہد ... بعض اہل القریۃ ... علی ... لا تقبل
الا ... لکن ... المساجد ... کے واسطے ... کہ اگر گواہی ... اہل ... زیادتی ...

تو قبول نہیں جب تک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہدوں کے واسطے خراج مین منفعت نہو اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے
کیونکہ اسمین منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جب کہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا من قریتہم لا تقبل
وکذا اہل سکۃ یشہدون بشیء من مصالحہا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا آخذ
شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اونکے گاؤن مین ہے تو مقبول نہین اور
اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دین منجملہ مصالح اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے محلے مین سے ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب جر
منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ مین اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اوس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو
گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھہ نلونگا تو گواہی مقبول ہوا اور اسیطرح وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہے ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
ھ وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے
کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہہ ہے کہ شاہد کا اوسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے ولا الاجیر الخاص لمستاجرہ
مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ وہو
معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی
اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصہ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص کی
ہے جو استاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اوسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اون سے یعنی گہر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنے سوال وتذلل نہ قناعت سے ھ اجیر خاص کی مراد مین اختلاف
ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھہ کہائے اور یہی مراد ہے قانع سے
جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ وار ہی اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اوس حدیث کا جو ابو داؤد مین عن عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بہائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے
اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکہی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد
ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گہر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت نہ ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین جو اپنے رئیس اور
کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی چنانچہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دہوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اوسکے
منافع مستاجر کے مستحق ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کر سکتا مدت اجارہ مین تو اگر اوسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم
آوے کیونکہ اسکی شہادت بہی منجملہ اوسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہے ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ
ھ اور مفاد حدیث مذکور کا یہہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اونکا محتاج نہین بخلاف اجیر
خاص کے ھ یہہ مسئلہ فتح القدیر مین اسیطرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق
فعل کرے اور لواطت کراوے ھ نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین اونکے ساتھہ مشابہت کرے فعلی
مشابہت یہہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا فقط
فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی

لست کرے اسے مردون میں سے مخنث پر اور عورتون میں سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین واما بالشین فالتکسیر والتلیین
فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ فیقبل ع اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو پیدایشی نرم مزاج ہے اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے
کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں پیدایشی ہے بخلاف مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا لحرمۃ رفع صوتہا در اور گانیوالی عورت
کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنیکے کذا فی الدر
م قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم من الصوتین الاحمقین النغمۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ شعر بعینہ گا
لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصا جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بلا اختلاف حرام ہے
کذا فی الطحاوی من الحلبی وینبغی تقییدہ بمداومتہا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو نحو الوانی اور گانے
ہو راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تا کہ قاضی کے نزدیک اوسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط
ہے کذا ذکرہ الوانی ھم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گناہ
کرتی ہے اور یہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا کرے تو حرام نہیں ہے ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا باجر درمختار زاد العینی فلو فی مصیبتہا
تقبل وعللہ الوانی بزیادۃ اضطرارہا وانسلاب صبرہا واختیارہا فکان کالشرب للتداوی اور اوس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول
نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور وانی
وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اوسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اوسکے صبر اور اختیار کے تو اوسکا نوحہ اپنی مصیبت
مین مانند شرب مسکر کے ہے علاج کے واسطے وعدو بسبب الدنیا اور مقبول نہین اوس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو تو بسبب دینی
ھم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ مین لٹا اوسکی گواہی
رہزن غارتگر پر اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اوسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر جملۃ ان کان عکس الفرع لاصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ کے
عکس قرار دیا ہے تو اوسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اوسکے ضرر پر واعتمدہ فی الوہبانیۃ والمحبیۃ فتقبل ما لم یفسق بسببہا
قالوا الحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو
گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ھم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار
متاخرین ہو قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اونکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع
الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء اشہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا یتجزا ھم اور اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام
کے قاعدہ کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اوسکے غیر پر اسواسطے کہ
عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب
تعلمہ شرعا فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ ولا غیرہ وللعالم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من
التراکیب کما یحق وینبغی اور مصنف کے فتاوی مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اوس چیز کے ترک
کرنیسے جسکا سیکھنا اوسپر واجب ہے شرعا یعنی احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اوسکی گواہی مقبول نہین ایسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور عالم کو
جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنے کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے
ھم عالم کی تفسیر اسواسطے کی تاکوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور استخراج معنے سے مراد فہم ہے اور ظاہر مراد تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ ادبیہ

بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحاوی ومن یجازف فی کلامہ اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راستگوئی
کی پروا نکرتا ہو جسکو یاوہ گو اور بکّی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحاوی ص فتح القدیر مین حکایت ہے کہ
فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اوسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے
کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اوسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مینے اوس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا
کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر
قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ جو کوئی یون کہتا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی قائم بخدمت ہون اور یہ قسم
اور مجاز کلام مین شائع ہے یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص مین آپ کو ذلیل کرنا اور دنیا کے
واسطے چاپلوسی کرنا ہے الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہے انتہے مختصرا او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ
کبیرۃ کذا یا گواہی مقبول نہین ہے اوسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کہاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر اولاد کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے
کی عادت کبیرہ گناہ ہے ص کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہے مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہے اور
گالی دینا یا اوسکے سامنے ہے یا پیچھے اگر سامنے ہے تو شوخ چشمی ہے اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہے جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہے تو غیبت
ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط العدالت ہے اور اگر اسیطرح دشنام بلفظ لعنت ہے چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحاوی عن ابن عابدین
کذا ترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریتہما جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ص یعنی تاخیر ادائی زکوۃ بلا عذر فسق ہے
یہی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل فوق شبعہ بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کہانا آسودگی سے زیادہ
بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ص بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل فوق الشبع کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفافا اور فسق سے ترک نکرے بلکہ تاویل سے
ترک کرے مثلا امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑہتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالہ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا تاویل
فسق امام ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بعذر مرض یا نیت
یا نیت روزہ زیادہ کہائے تو ساقط العدالہ نہین کذا فی الطحاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے
ظہیریہ مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نکلین بلکہ تماشے کے واسطے تو ساقط العدالہ ہین کذا فی الطحاوی ورکوب بحر
اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ص اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا اہ ما قالہ
ہو کر اپنے گہر مین پلٹ آوے تو اوسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچہ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہرا رکوب بحر
علی الاطلاق منع نہین بلکہ واسطے تحصیل دنیا ہے اور یہ حکم اوسوقت تہا جب کہ ہندوستان تمام کفرستان تہا چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر
منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقا اباحت ثابت ہے مگر جب کہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی عظیم دلیل ہے جواز کی
انتہی کذا فی الطحاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون
بائع الدابۃ بحضرتہ وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کے طرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے
والا اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وغیرہ وفی شرح الوہبانیۃ
لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہے
کہ مقبول نہین شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہے تو صاحب عدالت نہ ہوا
ص ایک نسخہ مین یقبض ہے بجای یقرض کے اور اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہے بیای تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

ولا شہادۃ الاشراف من اھل العراق لتعصبہم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی انکے تعصب کے سبب ہم اہل عراق کی عادت ہو گئی
اس سبب سے کہ جب کوئی مصیبت پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو جب ایسی عصبیت ہو
گواہی دو یسی ہے اسی قدر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح ابن البرد نقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ
الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار
کرے ہم مصنف نے آمرات میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے جو بسبب قلت مبالات فی الاعتقادات کے اور اسکو براءت ہو کہ شافعی
سوا انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کے کہ کوئی غرض حاصل ہونیکے واسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں انتہی مختصرا
مذہب ابوحنیفہ کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ مشترک ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا بائع الاکفان
والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا تمنے اپنی شرح میں اور اسیطرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس
شخص کی موت کو ہم جو دفعتا کفن فروشی کرتا ہو اسکی گواہی مردود ہے جو پیشہ کرتا ہے والیکن کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی
مقبول نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کے دو وکیل اور دو
دلال گواہی دیں اور کہیں کہ ہمنے اس چیز کو بیچا ہو ولانے کے انتہی تو گواہی مقبول نہیں انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے
جیسے حلال خور اور جولاہے اور حجام اصح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہو تو جبتک تارک شہادت ہونا معلوم
نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہو سکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا
امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات
نکاح کی گواہی ہو اور اگر یوں گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے
اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیۃ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد
نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی
اجارۃ معینہ معزیا للبزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلین علی ابواب القضاۃ
فی فتاوی مؤید زادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب معین المفتی کی
الاجارہ میں بزازیہ کی طرف نسبت کر کے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور ان کی جو مدعی اور مدعا علیہ
قاضی کے پاس حاضر کرتے ہیں اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں اور یہ مسئلے فتاوی مؤید زادہ کے فتاوی میں ہے ہم
فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا
کہ مراد حاکم اور جو وکیل کہ قاضیوں کے دروازوں پر رہتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ حق مستحق کے ابطال میں کوشش
کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا وصی اخرجہ من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا وکذا الوکیل بعد
ما اخرجہ من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤید زادہ میں ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت
سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج از وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نکی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہیں ہم اس مسئلہ کا ذکر فیہ الکورین کے متن میں آ چکا وممن یشرب لغیر الخمر
لان قطرۃ منہا کبیرۃ فترد شہادتہ ورماہ ابن الکمال غلط فاحش وفی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لانہ شرب
صغیرۃ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشا پینے والے کی سوای شراب کے اسواسطے کہ شراب کا ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اسکی مردود ہو گی

(اہل صناعات دنیہ کی گواہی)

(قدری افندی)

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے چنانچہ بحر الرائق مین اوسکی تحریر کی ہے اور سوای شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم کہتے ہین جو شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہے نہ خمر مین سو لائق اعتماد کے نہین کہ صریح نقول مذہب کے مخالف ہے کافی مین ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہہ فعل اوسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے پوشیدہ اور اوسکا یہہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اوسیوقت ساقط ہوگی جب کہ شرب ظاہر ہو اور اوس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اوس سے کہیلین تو ایسے شخص مین مروت نرہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہے اور نہایہ مین ہے کہ ادمان شرط ہے خمر مین بہی سقوط عدالت کے حق مین انتہے تو یہہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہے بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہو گی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہے انتہی تو خمر مین ادمان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللھو لیخرج الشرب للتداوی فلا یسقط العدالۃ لشبھۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کہیل کی قید اسواسطے لگائی ہے تاکہ دوا کے واسطے نشا پینا نکل جاے تو عدالت ساقط نہو گی بسبب شبہہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنیسے لہو اسطہ اوس قول اور فعل کے جو بمقتضای حکمت نہین اور اور مراد کہیل سے وجود وارکے واسطے نہو تو عادت کا پینا بہی کہیل مین داخل ہے اور قول اصح یہہ ہے کہ دوا کے واسطے بہی پینا حرام ہے ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھہ کہیلے اوسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہے کہ اگر بڈہا نوجوانون سے کشتی کرے مجامع مین تو اوسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہین کیونکہ وہ سخیف ہے والطیور الا اذا امسکھا للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایۃ اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کہیلے مگر جب کہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکہے تو مباح ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کہینچ لیتا اور پکڑ رکہتا ہو تو مباح نہین بسبب اوسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایۃ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ موجب غفلت ہے اور وہ محمول ہے اوس صورت پر جب کہ کبوتر اوڑانیکے واسطے کوٹھے پر چڑہتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور و کل لھو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اوسکی گواہی مقبول نہین جو طنبورا اور ہرایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہے لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنیکے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جب کہ اوسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اوسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہے کذا فی الخانیہ بسبب اوسکے داخل ہونیکے حد کبائر مین کذا فی البحر ہم محیط مین بہی یہی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایۃ مین ہے کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہے وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشب کے ہون یا قصب کے چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجکو بہیجا ساری عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانیکے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح مین اور نکاح کے مانند ہر سرور حادثہ اور اسکے غیر مین دف بہی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر مین بہی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی

ہے اور حدیث مذکور مشکوٰۃ میں مسند احمد سے منقول ہے معازف آلات سرود اور قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں جیسے عود اور طنبور کے
اور مزامیر جمع مزمار آلہ ہے گانے کا جیسے قصب یعنی نے اور نفیری یعنی گاوں جسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے
کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے اور فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سننا ترک دائی ترجمہ لمعات۔ قال الشیخ عبد الحق الدہلوی ومن
یغنی للناس لا تقبل شہادتہ لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو
کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی آفندی یفید تقییدہ باجرۃ تا قال اور سعدی آفندی کا کلام مغنی پر
اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہے یعنی اوس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو طحطاوی نے کہا قید
مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ و
صححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لئے تو اوسکا کچھ
مضایقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق
جائز ہے محل اباحت سرود وہ ہے کہ اجانب اوسکے ساتھ ہوں اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جب کہ شامل
لہو پر ہو چنانچہ عود اور بنایہ اور عنایہ میں ہے کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں ومنہم من اجاز فی العرس کما جاز
ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع
الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ قالہ المصنف اور بعض فقہا نے جائز کہا ہے سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا
جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقا بیاہ ہو یا نکاح ہو یا غیر کا انتہی کلام العینی اور بحر
الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقا حرام ہے تو اختلاف علما کا منقطع ہوگیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ سرود کبیرہ گناہ ہے اگرچہ اپنی ذات کے
واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں منح بحر الرائق میں ہے کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور بنایہ اور عنایہ میں ہے
کہ مغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اوس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک
من جملہ انکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنین اور مغنیات کے واسطے ہو اسمیں تو ثابت ہو گئی نقل مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہوگیا
انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہیں کیونکہ بنایہ اور عنایہ کی عبارت مقید لہو ہے اور زیادات
کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اوس وقت ہو گی جب لوگوں کے سامنے گاوے جیسا افادہ بعض۔ شہرت یہ ہے کہ وصیت منصرف ہوتی ہے
متعارف کی طرف اور عرف میں مغنیہ یعنی نہیں کہتے مگر اوسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح
قول وہ ہے جو فتاوی عالمگیری میں ترانۃ المفتین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اوسکی جو لوگوں کے واسطے گاوے اور اونکو سناوے اور اگر تغنی اپنی
ذات کے سنانے کیواسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اسبات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اوسکا مضایقہ نہیں اور عدالت اوسکی ساقط نہیں ہوتی
قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہے بالاتفاق اگر کوئی کہے کہ صاحب ہدایہ کا
تعلیل کرنا مغنی لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقا حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات
سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استفادہ و تعلم قوافی اور فصیح اللسان ہونیکے واسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے
سنانیکو واسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ
مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ بادشاہ میں تھے اور وہ شعر
کرتے تھے اور یہی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور محمل حدیث براء بن مالک کا

یہ ہی کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑہتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھین اسواسطے کہ لفظ غنا جیسے غنا معروف کو شامل ہے ہین ویسے ہی غیر معروف کو بہی کہتے
ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پہر جب کہ خلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہے کہ صاحب
ہدایہ نہیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت
معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اوسکے طرف یا ہجو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلیم قصداً و بلا قصداً اور اگر اشعار
غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑہا گیا اور حضرت نے اوسپر
انکار نہین فرمایا ہان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہون مغنی مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے
مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہی نکاح اور اوسکے مانند اور سرور حادث مین اور اوسکے غیر مین مکروہ ہی عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہی کہ جب
آواز دف کی سُنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اوسکے سوا اور کچہہ ہوتا تو درّہ لیتے اور خناس مین ہی کہ محمد بن شجاع سے اوس شخص کے حال
سے سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتہہ ترنم کرتا ہی جواب دیا کہ یہہ اوسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک
منع ہے اور مختار یہہ ہی کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہین تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچہہ علما نے ذکر کیا ہی اور ہم باب
الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تحسین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہہ تفصیل بےمعنی ہی انتہے مافی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ
مَن یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بھم وترکہ الامر بالمعروف
یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اوس شخص کی جو راگ سنتا ہی یا راگ کی مجلس مین بیٹہتا ہی عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شراب کی
مجلس مین بیٹہتا ہے اگرچہ وہ نشا نہ پیا ہو اسواسطے کہ اوسکا مختلط ہونا اونکے ساتہہ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اوسکی عدالت کا مسقط ہی ہم مجلس غنا میں
بیٹہنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہی اور اسطرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹہا ہو کذا لمفی الطحطاوی او یرتکب ما
یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو مرتکب ہو اوس چیز کا جسکے سبب سے اوسکو حد ماری جاوے
بواسطہ فسق کے اور مطلب اوسکا یہہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اوسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچہہ کہا ہی مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف
ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہی یعنی حق یہہ ہی کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جس پر دوزخ یا عذاب شدید
کی وعید وارد ہو قرآن مجید مین حسب بیت صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اوسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ تارک صلوۃ متعمد اکو یا اوسکے
مرتکب پر شرعمین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور شراب اور قطع طریق اور شرب یا امور مذکورہ کے برابر یا ان سے زیادہ تر ہو شرا در برائی مین بحکم بداہت
عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہے شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین کہا کہ
مین نے اون احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الٰہی
اور بیخوفی مکر الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور
دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتہہ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی
عقوق والدین انتہے حق تعالے اپنے کرم سے ہمکو ان سے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے
واسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بالنرد او طاب مطلقا قامر اولا یا اوسکی گواہی مقبول نہین جو کہیلے نرد یا طاب سے مطلقاً
خواہ بازی بدی یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کہیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کی مانند اوسکو بلا حساب اور بلا فکر پہینکتے ہین جو
کہیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اوسکو کرتے ہون اور وہ مطلقا حرام ہے انتہے معلوم ہوا کہ طاب ایک کہیل ہی جو پاسے کے پانسون کی طرح
اوسکو پہینکتے ہین اما الشطرنج فللشبھۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہہ خلاف کے

قولہ وقتی نسے قرآن کو خوش آوازی سے پڑہنا وہ مراد نہین ۱۲

ف تفصیل کبائر

سقوط عدالت کیواسطے چیزون سے کوئی ایک چیز مشروط ہے تو اسیواسطے مصنف نے کہا یا جوا ہو شطرنج سے تو اوسکی گواہی مقبول نہیں ہم امام مالک اور
شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقا مسقط عدالت نہیں کہا او یترک به الصلوة حتی یفوت وقتها یا شطرنج کی وجہ
سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہو جاوے ہم ترک صلوة سے عدم فعل مطلقا نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیه کثیرا یا شطرنج
کھیلنے میں قسم بہت کہاتا ہو ہم زیلعی اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف لا کذب یا کذب بلا کثرت سے
شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحاوی عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا اشباہ
یا شطرنج راستے پر کھیلے یا اوسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیزیں ذکر کرے جیسے فاسق ہمیشہ کہے چنانچہ شتم اور قذف اور غنا او یداوم علیه
ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اوسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل
کیا ہم اسواسطے کہ مداومت لہو کی دلیل ہے اور غالبا بعض ضروریات میں خلل پڑتا ہے یہان تک کہ بعضے شطرنج بازون کا لڑکا مرگیا اور اوسکی تجہیز
اور تکفین کے واسطے اونھون نے بازی سے توقف نکی نعوذ باللہ من ذلک الشمنی او یاکل الربوا مقیدا بالشہرة ولا یخفی ان الفسق یمنعها مطلقا
الا ان القاضی لا یثبت ذلک الا بعد ظهوره له فالکل سواء بحر ملتقط یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کہاتا ہو بیاج کہانے میں علما نے شہرت
کی قید لگائی ہے اور یہہ امر مخفی نہیں کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعا مگر یہہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک
تو سب گناہ اسمین برابر ہیں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کہائے
ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہیں اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہیں فسق ہونے مین دونو برابر
ہیں اور اشتراط شہرت میں دونون یکسان ہیں شہرت تو اتنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے
او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروة ومنه کشف عورته لیستنجی من جانب البرکة والناس حضور وقد کثر
فی زماننا فتح یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کہائے راہ مین اور اسیطرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہو از انجملہ اپنی شرمگاہ کہولنا تالاب کے کنارے
استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے اوسکی گواہی مقبول نہیں جو فعل
مستحقرہ لائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے رو برو راہ مین کہانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر چلنا پہرنا اور لوگوں کے رو برو پاؤن
پہیلانا اور وہان سر کہولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اور حیا ہیں انکو شمار کریں اسواسطے کہ جو شخص اقیہا ہو اوس سے بعید نہیں کہ جہوٹی گواہی دے
اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہہ ہے کہ جب تجھکو حیا نرہے تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہی حکمار کی مجلس
افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹہنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور
بازار مین غل اور شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور صلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور سبکی عقل سے کنارہ
کرنے اور ارتفاع برخلق دنیا سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور عینی قال المصنف و
انما قیدنا بالسلف تبعا لکلامهم والا فالاولی ان یقال سب مسلم لسقوط العدالة بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی
السراج والنهایة یا اوسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اوسکے فسق کے بخلاف اوس شخص کے جو سلف کو مخفی کہتا
ہو اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنی وہ مقبول الشہادة ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہای
مصنفین اور نہیں تو یون کہنا بہتر تہا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادة نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے
اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہے ہم سب یعنی دشنام اور گالی یہہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق مین عیب ہے
حدیث مین وارد ہے کہ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر وفیها الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

ف فرق سلف و خلف

منهم ابو حنیفة رضی الله عنه والخلف بالفتح من بعدهم فی الخیر وبالسکون فی الشر مجمع اور نهایه مین هی که درمیان سلف اور خلف کے فرق
یه هی که سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول هے اورنهین سے امام ابو حنیفه رضی الله عنه هین اور خلف بفتح لام وه لوگ هین جو تابعین کے بعد نیک لوگ هین
اور خلف بسکون لام بدکار لوگ هین جنکو عرف مین ناخلف کهتے هین کذا فی البحر هم صدر الشریعة نے کها که سلف سے مراد صحابه اور علماء مجتهدین تابعین هین
رضوان الله علیهم اجمعین وفیه عن العنایة عن ابی یوسف لا اقبل شهادة من سب الصحابة واقبلها ممن تبرأ منهم لانه یعتقد دینا
وان کان علی باطل فلم یظهر فسقه بخلاف الساب اور بحر الرائق مین غایه سے منقول هے که ابو یوسف سے مروی هے که مین قبول نهین کرتا گواهی
اوسکی جو صحابه کرام کی بدگوئی کرے اور اوسکی گواهی قبول کرتا هون جو صحابه سے بیزار اور ناراض هے اسواسطے که وه ایک دین کا معتقد هے کالخوارج
والروافض اگرچه وه باطل پر هے تو تبری سے اپنا فسق ظاهر نکیا دلمین رکها بخلاف بدگو کے که اوسنے اپنا فسق ظاهر کر دیا هم ظاهر یه مسئله متفق علیها هوا اور
ابو یوسف کے طرف اسواسطے منسوب هوا که وه مخرج هین اسکے شهدا ان اباهما اوصی الیه فان ادعاه صحت شهادتهما استحسانا کشهادة
دائنی المیت بدین لهما والموصی لهما بوصیة لثالث علی الایصاء دو بیٹون نے گواهی دی که همارے باپ نے فلان شخص کو وصی کیا هے تو اگر شخص مذکور
اوسکا دعوی کرے تو دونون کی گواهی صحیح هوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنون کی گواهی ایک شخص کے وصی هونے مین اور میت کے دو مدیونون
کی گواهی کسی شخص کے وصی هونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اونکی گواهی کسیکے وصی هونے مین اور میت کے دو وصیون
کی گواهی تیسرے شخص کے وصی کرنے مین صحیح هے کذا فی الخلاصه وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصایة یعنی اور اگر وه شخص
قبول وصایت سے انکار کرے تو گواهی اشخاص مذکورین کی صحیح نهین اسواسطے که قاضی کا یه نهین که کسیکو زبردستی وصیت قبول کراویگا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شهدا
ان اباهما الغائب وکله بقبض دیونه وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے
مقبول نهین گواهی اگر دو بیٹے گواهی دین که همارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا هے اپنے دیون کے قبض کرنیکا خواه وکیل وکالت کا دعوی کرے یا انکار کرے اور
فرق وصی اور وکیل کے مسئله مین یه هے که قاضی مالک نهین غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کے اوسمین قاضی کو اختیار هے شهد الوصی
ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزله القاضی عن الوصایة ونصب غیره او بعد ما ادرک الورثة لا تقبل شهادته للمیت فی ماله
او غیره خاصم او لا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسه بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسه فاستوی خصامه وعدمه
عدمه گواهی دی وصی نے یعنی میت کے وصی نے میت کے حق مین بعد اسکے که قاضی نے اوسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواهی
دی بعد بالغ هونے وارثان میت کے تو اوسکی گواهی میت کے حق مین اوسکے مال اور غیر مال مین مقبول نهین خواه وصی نے خصومت کی هو یا نکی هو بسبب هونے
وصی کے بجای میت کے اور اسیواسطے وصی اپنی ذات سے معزول کرنیکا مالک نهین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے هوگیا تو
اوسکی خصومت اور عدم خصومت برابر هوگئی هم درصورت بقای وصایت وصی کا بجای میت کے هونا ظاهر هے اور درصورت معزولی ظاهر نهین مگر باعتبار
ماکان یعنی بسبب بجای میت کے هونے کے گویا اوس نے اپنی ذات کے واسطے گواهی دی لهذا مقبول نهین بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شهد الوکیل بعد
عزله للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شهد بعد عزله لا تقبل اتفاقا للتهمة بخلاف وکیل کے که اوسکی خصومت اور عدم خصومت
برابر نهین لهذا اسیواسطے مصنف نے کها اور اگر گواهی دی وکیل اپنے معزول هونیکے بعد موکل کے حق مین اگر اوسنے خصومت کی هی مجلس قاضی مین پهر
گواهی دی بعد اپنے معزول هونیکے تو گواهی بالاتفاق مقبول نهین بسبب تهمت کے هم تهمت سے مراد تهمت تصدیق هے یعنی وکیل جسمین خصومت کر چکا
هے اوسمین اپنی صداقت ظاهر کرتا هے گواهی دیکر والا تقبل لعدمها خلافا للثانی فجعله کالوصی سراج اور اگر خصومت نهین کی تو گواهی وکیل
کی موکل کے حق مین بعد معزولی کے مقبول هے بسبب نهونے تهمت مذکوره کے بخلاف ابو یوسف کے که اونکے نزدیک درصورت عدم خصومت بهی مقبول نهین
تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹهیرایا کذا فی السراج وفی قسامة الزیلعی کل من صار خصما فی حادثة لا تقبل شهادته فیها ومن کان

مترجم

لم تقبل شہادتہ ان کان صار خصمًا ولو لم ینتصب خصمًا بعد تقبل وہذا الاصل متفق علیہما وتمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الشہادات میں ہے کہ جو
شخص کہ مخاصم ہوگیا کسی مقدمہ میں تو اوس مقدمہ میں گواہی اوس کی مقبول نہیں اور جس کا مخاصم ہونا در پیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہیں ہوا تو اوسکی
گواہی مقبول ہے اور یہ دونوں قاعدے بالاتفاق ہیں اور پورا بیان اس کا اوسی شرح میں ہے ہم نے اپنی شرح میں کہا تو اصل اول کی جنس سے
وکیل بالخصومۃ ہے جب کہ اوس نے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہوگیا تو اوسکی گواہی مقبول نہیں اور شفیع ہے جب شفعہ طلب کیا یعنی قاضی
پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اوسکو ترک کیا تو اوسکی گواہی بیع میں مقبول نہیں اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جب کہ اوس نے خصومت نہ کی اور
شفیع ہے جب کہ اوس نے شفعہ طلب کیا اور گواہی دی تو دونوں کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحاوی قیدنا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم
فی قدیم ثم عزلہ قبلت عندہما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ وعلیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہم نے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل
نے مجلس قاضی میں خصومت کی ہو پھر موکل نے اوسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی
اوس مقدمہ کے سوا میں جس میں وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ وکلہ
بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل
بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی وخاصم وتمامہ فیہا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو
اوس نے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اوسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہیں تو گواہی
مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اوس صورت کے کہ اوسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اوس نے
خصومت کی تو گواہی مقبول نہیں اور پورا بیان اسکا اوسی کتاب میں ہے ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی میں یون ہے کہ اگر فرض کرے کہ وکالت معلوم ہو
اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور وکیل اپنی وکالت گواہوں سے ثابت کرے پھر موکل اوسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی
اوسکی مردود ہے ہر ایک اوس حق میں جو وقت وکیل قائم ہے مگر جب کہ اوس حق کی گواہی دی جو پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی
مقبول ہوگی کذا فی الطحاوی کما قبلت عندہما خلافًا للثانی شہادۃ ابنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد المشہود لہما للشاہدین
بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقًا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغیر عین
کما فی وصایا المجمع وشرحہ ویجیئ تمامہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین
کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمہ پر اور ذمہ حقوق
متفرقہ کو قبول کرسکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اوسمین بخلاف اوس وصیت کے جو غیر عین میں ہو چنانچہ مجمع اور اوسکی شرح میں ہے اور اوس کا
ذکر کتاب الوصایا میں آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ میں ثابت نہیں بلکہ شرکت مقبوض میں بعد قبض ثابت ہوا اور وہ مانع
شہادت نہیں بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اوسکے واسطے ثلث میں وصیت کی ہے تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ اونکا حق ترکہ میں ہے یعنی ثلث میں اور وہ دونوں فریق میں منقسم ہے تو یہ گواہی ہے حق اسمین جو دونون
میں مشترک ہے اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری
چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہیں وکشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ
فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان علی اقرار المیت بشیئ معین لوارث بالغ تقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث
کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا میں کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ میں چنانچہ اگر دو وصیوں نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی
وارث بالغ کیواسطے تو وہ مقبول ہو کذا فی البزازیہ ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہیں بسبب ... کذا فی الطحاوی وکذا

شهد اى ماله اى الميّت لاخلافاً لهما ولو لصغير لو بجر اتفاقاً وسيجئ فى الوصايا اور اگر دو وصيون نے ميت كے مال مين گواہى دى تو مقبول نہين بخلاف
صاحبين كے اور اگر صغير كے واسطے گواہى دى تو باتفاق امام اور صاحبين كے جائز نہين اور يہہ مسئلہ كتاب الوصايا مين آويگا ولا تقبل الشهادة على جرح
بالفسق اى فسق مجرد عن اثبات حق لله تعالى او للعبد جيسے مقبول نہين گواہى جرح مجرد پر يعنى اوس فسق كے اظہار پر جو خالى ہے اثبات حق الله
يا اثبات حق العبد سے جرح بالفتح اصطلاح شرع مين عبارت ہى اظہار فسق شاہد سے كذا فى البحر حق الله جيسا كہ حد اور حق العبد جيسا كہ قذف يا قتل قہستانى نے كہا
جرح مجرد وہ ہى جسپر دفع خصومت مشہود عليہ سے مترتب ہو فتح القدير مين ہے كہ جرح مجرد كى گواہى دو وجہ سے مقبول نہين ايك يہہ كہ گواہى مقبول ہوتى ہے
حكم كے واسطے تو ضرور ہى كہ مشہود بہ تحت حكم داخل ہو اور فسق تحت حكم داخل نہين اسواسطے كہ حكم الزام ہے اور قاضى كے اختيار مين نہين الزام فسق كا كسى
شخص پر كيونكہ فاسق اوسكے دفع پر فى الحال قادر ہے توبہ كرنے سے دوسرى وجہ يہہ ہے كہ بمجرد اس گواہى كے شاہد فاسق ہوجاتا ہى كيونكہ اشاعت فاحشہ
نص قرآن سے ممنوع ہے اگر كوئى كہے كہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہين بلكہ مشہود عليہ سے دفع ضرر مطلوب ہے اوسكا جواب يہہ ہى كہ دفع ضرر
اشاعت مين منحصر نہين اسطرح پر كہ برملا قاضى كى مجلس مين گواہى دے بلكہ اگر پوشيدہ قاضى كو خبر كردے تو بہى مطلب حاصل ہے انتہى فان تضمنته قبلت
والا لا تقبل سو اگر گواہى اثبات حق الله يا اثبات حق العبد كى متضمن ہو تو مقبول ہے اور نہين تو مقبول نہين بعد التعديل ولو قبله قبلت اى
الشهادة بل الاخبار ولو من واحد على الجرح المجرد كذا اعتمده المصنف تبعاً لما قرره صدر الشريعة واقره منلا خسرو وادخله
تحت قولهم الدفع اسهل من الرفع وذكر وجهه واطلق ابن الكمال ردها تبعاً لعامة الكتب وذكر وجهه جرح مجرد پر گواہى مقبول
نہين بعد ثبوت عدالت شہود مدعى كے اور اگر قبل ثبوت عدالت طعن مجرد پر گواہى ہو تو مقبول ہے بلكہ اخبار مقبول ہے اگرچہ اخبار ايك ہى شخص سے ہو
جرح مجرد پر اسى قول پر اعتماد كيا ہى مصنف نے صدر الشريعة كے قرار داد كى پيروى كركے اور اسيكو ثابت ركہا ہى ملا خسرو نے درر غرر مين اور داخل كيا ہے
اسكو فقہا كے اس قول كے نيچے كہ دفع سہل ہے رفع سے يعنى قبل ثبوت كے ہٹانا آسان تر ہى بعد ثبوت كے اوٹہانے سے اور اسكى وجہ بيان كى ہى اور ابن
كمال نے جرح مجرد كى شہادت كو مطلقاً رد كيا ہى باتباع عامہ كتب فقہ اور اسكى وجہ مذكور كى ہے هم ملا خسرو نے وجہ يون بيان كى ہے كہ اگر كوئى كہے كہ
جرح مجرد كى خبر واحد كيون مقبول ہے قبل تعديل شہود كے اور بعد تعديل مقبول نہين مگر نصاب شہادت در صورتيكہ غير مجرد ہو اسكا جواب تحقيقى يہہ ہے كہ
جرح شاہد قبل تعديل دفع ہى شہادت كا قبل ثابت ہونے شہادت كے اور يہہ ديانت كے باب سے ہى ولهذا اوسمين خبر واحد مقبول ہے اور بعد تعديل كے
رفع ہى شہادت كا بعد ثابت ہوجانے شہادت كى يہان تك كہ قاضى پر عمل بالشہادت واجب ہى جب تك جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے يہہ
قاعدہ ہى كہ دفع اسہل ہے رفع سے اور يہى باعث ہے جرح مجرد كے مقبول ہونے مين قبل تعديل كے اگرچہ ايك شخص سے ہو اور غير مقبول ہے بعد تعديل كے
بلكہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع يا حق عبد كى احتياج ہى انتہى اور ابن كمال نے يون وجہ بيان كى ہى كہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہى مقبول نہين كہ تحت
حكم داخل نہين اور گواہى اوسمين مقبول ہوتى ہى جو تحت حكم داخل ہو اور قاضى كے اختيار مين اوسكا الزام ہو خواہ قبل تعديل كے يہہ ہو يا بعد تعديل كے
انتہى اب معلوم كرنا چاہيے كہ ابن كمال اور ملا خسرو كے كلام مين لفظى خلاف ہى نہ معنوى اسواسطے كہ ابن كمال نے يہہ جو كہا ہى كہ شہادت فسق مجرد كى مقبول نہين
اگرچہ قبل تعديل ہو تو مراد اوسكى يہہ ہى كہ وہ معتبر نہين باينمعنے كہ وہ ايسى شہادت نہين كہ مطعون كو حيز قبول سے خارج كردے اور بعد اوسكے تعديل مقبول ہو
چنانچہ ابن كمال نے اسكو خود مطابق سوال اور جواب كے اسطرح بيان كيا ہى كہ اگر تو كہے كہ كيا يہہ بات نہين ہے كہ فسق شاہد كى خبر قبل ثبوت عدالت قاضى كو مانع
ہى قبول شہادت سے اور اوس شہادت كے موافق حكم دينے سے تو مين جواب دون كہ ہان مانع ہى ليكن يہہ منع اس سبب سے ہى كہ خبر فسق طعن ہے انكى عدالت مين اس
سبب سے كہ كوئى امر ايسا ثابت ہوگيا جسنے شاہدون كو حيز قبول سے ساقط كرديا ولهذا اگر شاہدون كى عدالت ثابت ہو بعد اوسكے تو اونكى گواہى مقبول ہے
اور اگر شہادت فسق كى مقبول ہوتى تو شاہد حيز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعديل باقى نرہتى انتہى تو يہہ قول ملا خسرو كے اس كلام كا منافى نہين كہ فسق مجرد
كى گواہى قبل تعديل كے مقبول ہى اسواسطے كہ ہر چند اوس نے يہہ كہا ليكن اوس نے يہہ بہى كہا ہى كہ اگر شاہدون كى عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد كے تو مدعى كے شہود كى

گواہی قبول نہیں ہوگی تو علامہ شامی نے بحر کے حاشیہ طحطاوی سے نقل کیا ہے اور ظاہر کلام نوادر میں ہے و حقیر کی تائید اس میل الیہ سے ہوتی ہے اور علامہ شامی ابو عمرو نے اسکے نقل پر کلام
ابن کمال کے کلام کیطرف میلان ثابت ہوتا ہے جو علامہ شامی نے جواب ابن کمال کیطرف سے جواب دیا ہے علامہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ محض جرح
کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے گواہی قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو کیونکہ وہ جرح محض ہے قبل تعدیل قول مجرد اور قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس
بات سے اسکا تعلق ہوا اس واسطے کا شرع میں اسکا ذکر ہے جن کی گواہی مقبول ہے جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معرض میں مطلب اسکا
یہ ہے کہ وہ شہادت کی تعریف میں نہیں آتی یا قبل تعدیل مراد ہو اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے تحت میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی
اور اس قول کو یہی ماثل علامہ نقل کیا ہے طرف راجح ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت الیہ لان الشہادۃ لم تکن
من الشہود ظاہراً ولما کان قبل التعدیل لم یکن ظاہراً مراد المصنف انتہی قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کیطرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ
قہستانی نے کہا اور جو اسکا اعتراض ہے کلام میں اسکا ہے وہ یہ کہ قاضی التفات کرے اس شہادت کیطرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود
مدعی کا ہر کہنے سے پوشیدہ ہو اور حکایت یہ ہے کہ اسکی عدالت ثابت ہو تو گواہی اسکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے معترض کیطرف نسبت کیا ہے مترجم کہتا ہے
کلام یہ ہے کہ تفصیل مذکور شارح سے مراد تعدیل میں تفصیل بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی یعنی
مترجم لم یلتفت کیطرف التفات نہیں کیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا دخلہ الجندی علی قولہما لا فی لا نتنبہ اور جندی نے قبول شہادت کو درصورت
تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے تو امام کا یہ قول بر بنا طحطاوی نے کہا کہ مجھکو معلوم ہوگا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے یہ نظیر ہے
مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی
گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں شراب خوار ہیں یہ جرح مرکب کی بھی مثالوں میں ہیں اور اکل ربوا اور شرب خمر کو بسبب
مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں مسبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد
تفسیق بعینہٖ ہم ظاہر ہے اور تفسیق علی گواہوں سے استقبال ہوتا ہی تو یقین ہوا کہ تمام تفسیق بعض میں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں تفسیق
منسوب ہوا علی الاقرار ہو او انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ
لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کی گواہی شہود مدعی کے اقرار
کی گواہی دیں کہ او شہود نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود
کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس بات میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا
مصنف نے اور طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم
او اقرارہم بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہ دیں جرح مرکب پر گواہی دیں جیسے مدعی کے اقرار کی
بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی اس گواہی پر یہ جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس
جرح پر وہ شہادت مترتب ہوتی کہ یا جرح او جرح حق مترتب ہوا اور وہ یہ ہے کہ فسق شہود کی گواہی باقرار مدعی اسواسطے مقبول ہوتی کہ شاہدوں نے
اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے
اور قاضی بسبب اسکے الزام کرتا ہے کیونکہ اقرار تو یہ کہ جس سے حق قطع نہیں ہوتا اقرار اکمل بینہ سے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود مبطل شہادت مقرر ہے
اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس کی ابتدا یہ ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی
کان فیہ الحق نعمیٰ یا گواہی دی شہود کی اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون
فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایۃ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا حد قذف

ہین یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اوس کا باپ ہو کذا فی النہایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اوس کا مدعی ہو او انہم زنوا او جعفوا او سرقوا منی کذا
وبیّنہ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما سبق بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو نہوں نے بیان کیا یا شہود نے یہ کہا کہ مال چرایا
اور مال مسروق کی اونہوں نے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور
ہو چکا کہ شرب کا متقادم ذہاب ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانی سے او قتلوا النفس عمداً علی یا گواہی دی کہ شاہدوں
نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہو
مال ہی ہم مراد یہہ ہی کہ شاہد شریک مفاوضہ ہے مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعیکو حاصل ہوگا تو شاہد کو اوسمین فائدہ ہوگا اور یہہ نہیں کہ شاہد
مدعی کا شریک ہی مدعا بہ مین والا اوس کا اقرار ہوگا کہ مدعا بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ وا
اعطاہم ذلک مما کان لی عندہ من المال الولم یقلہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ ولا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ مدعی
نے شاہدوں کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور اونکو اجرت دی اوس مال مین سے جو میرا تہا مدعی کے پاس اور اگر یہہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی
بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کیواسطے اور حالانکہ اوسکی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہ ٹہیرا ہم یعنی جب یہہ کہیگا کہ اجرت میرے مال
سے دی او سوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین
او انی صالحتہم علی کذا و دفعتہ الیہم ای رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم یقبل علی ان لایشہدوا علی
زورا وقد شہدوا زورا وانا طالب ما اعطیتہم یا گواہی مدعا علیہ اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تہی بعوض اتنے مال کے اور وہ
مال اونکو بطور رشوت کے مین نے دیا تہا اس شرط پر کہ مجہپر جہوٹ گواہی ندین ساتہہ اسکے اونہوں نے جہوٹ گواہی دی اور مین اوس کے طلب کرتا ہون مال جو
اونکو دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہی کہ صلح کر کے مین نے مال نہین دیا تو گواہی
مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ او العبد فمست الحاجۃ لاحیاہما اور ان صورتون مین تو گواہی اسواسطے مقبول ہے
کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد مین تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح عن مجلس القاضی او یطل
المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطات بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا
ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس ہی دراز نہین ہوئی
اور مدعی نے اوسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مینے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اوسکی گواہی
مخالفت ۱۲
مقبول ہی سب چیزون مین جسکی اونسے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہوا اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی
الخانیۃ والبحر ہم خطاء بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم
ہین اور رکہے کی یہہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پہر بولا کہ مین بہول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین
مقبول ہی اسواسطے کہ رعب مجلس قضا ہی کا سے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ در صورت تناقض شہادت چنانچہ اول تو
گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پہر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول ما قال
اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال وسعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن
عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور
الکمال اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہہ استدراک عجیبی ہی کیونکہ اس قول مین صریح خلاف ہی
تا بین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پہر بولا کہ مین چوک گیا اوسکا حق تو پندرہ سو ہے

تو ہمین اختلاف ہو یصورت کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنی پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط شبہ کا حکم ہوگا یعنی ہزار کا یہانتک کہ اگر ہزار کی گواہی دی پھر کہا
پھر پانسو کہا وہ پانسو مین تو مفقود پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہوا بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہے جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور
اسکے طرف شمس الائمہ حلوانی کا میلان ہے انتہے مختصرا و ان قال الشاہد بعد قیامہ عن المجلس لا تقبل علی الظاہر احتیاطا اور اگر شاہد نے
بعض شہادت کی غلطی ظاہر کی اپنے اوٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہیں بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ہم وجہ احتیاط یہ ہے کہ زیادتی
مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعا علیہ نے اسکو ورغلایا ہو طمع دنیا دیکر صدر الشہید ایہ نے کہا کہ عدم قبول اوس صورت مین ہے جب کہ محل شبہہ ہو یعنی
جیسے زیادت یا نقصان مین او اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہے چنانچہ لفظ شہادت کو اوس نے ذکر نکیا ہو دوسری مجلس مین
اوس نے لفظ شہادت کو زیادہ کیا مثلاً تھے اور اسیطرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام نلیا تو مقبول ہے اسواسطے
کہ وہاں متصور نہیں ہے اوس امر مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اگر غلطی
واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ہم مثلاً حد غربی کے مکان شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمر کے محمد بن
احمد بن عمر بول گیا پھر اوسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہے اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح قطلوبغا نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد نے ایک حد
مین غلطی کی پھر اوسکا تدارک کیا اوسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہے چنانچہ شاہدوں بولے کہ اوسکا نام فلانا تھا پھر اوسکا
نام فلانا ہو گیا بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح اولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے
کہ بعد صحت کے مرگیا ہم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اوسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگاروں نے
گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے چنگا ہو کر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیا مقتول کی گواہی اولیٰ ہے کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا
جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولیٰ من بینۃ اولیاء المقتول لانہم
للفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے اسکی گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو
زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولیٰ ہے اور مقدم ہے اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ہم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہے بلکہ
قیام شہادت مقتول کے قول پر ہے و بینۃ الغبن من یتیم بلغ من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل
الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اوس
یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولی ہے اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنی جس شے کو مشتری نے جسکو یتیم کے وصی سے خریدا اوسوقت مین بیع کے
وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہے اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہے صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے جو وہبانیہ
مین ہے یعنی اوسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہے ہم درر مین صورت مسئلہ یون مذکور ہے کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا ملک تھا
بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اوس نے دعویٰ کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اوس باغ کی قیمت اوسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ
اولے بالقبول ہین انتہے اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ قنیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے کذا فی القنیہ ہم مترجم کہتا ہے
مین ہے کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہو ایک صحت بیع کا دعویٰ کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور در صورت گواہی تو فساد کی
گواہی مقدم ہے باتفاق روایات کذا فی العمادی وبینۃ کون المتصرف فی نحو بیع او ہبۃ او خلع وتصدق ذا عقل اولی من بینۃ الوارث
مثلا بکونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تبرع یا خلع وغیرہ کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہے وارثون کی
اس گواہی سے کہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا مثلاً یعنی لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اوسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ
وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی دی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہے اور اسیطرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے

گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تہا بیع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کیوقت
اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تہا تو دونون صورتون مین عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی
صحتہ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ طلاق یا عتاق صحت مین تہا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنی جب کہ مدعی
صحت کا دعوی کرتا ہو اور مدعا علیہ مرض کا کذا فی الحاوی ولو قال الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر
وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تہا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی یہانتک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تہا کذا فی البزازیہ وبینۃ
الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان اتحدا تاریخہما فان اختلفا او لم یؤرخا فبینۃ الطوع اولی ملتقط وغیرہ وعممہ
المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر مین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونون کی تاریخ
متحد ہوئی اور اگر دونون کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونون نے تاریخ مذکور نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف
نے اور اوسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے **فروع** مسائل لحقۃ شارح بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیہ
فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتہہ وفی الاشباہ
اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ
اور اشباہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی
صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے بیع کی بائع کے ہاتہہ
کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالۂ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے برعکس
ہوتا تو دونون قسم کہاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع اولی اور ملتقط مین ہے کہ دو شخصون نے اختلاف کیا
بیع اور رہن مین تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصون نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین
تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا فی ید الخصم فشہد
بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گہر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے کہ وہ گہر مدعا علیہ کے
قبضہ مین ہے سو اور شاہدون نے اوسکی گواہی دی ہم دونون گواہیان ملکر مقبول ہین اسواسطے کہ اثبات قبض مدعا علیہ کی حاجت ہے کہ مدعا علیہ
مخاصم ٹہیرے ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر حدود
اور اسکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ
المسمی بہ درر یا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونون شاہد اوس مرد کو بعینہ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ
فلانا شخص مسمی باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنی یہہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نشہد بمثل شہادتہ
لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بہی گواہی دیتے ہین اوس شاہد کی
گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تا وقتیکہ ہر شاہد اوس کی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ یعنی متواتر
کی گواہی مقبول ہے ہم یعنی اگر نفی متواتر ہو لوگون کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعا علیہ اوس مکان اور زمان مین نتہا تو اوس شخص پر کوئی دعوی
متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اوسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اوسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات مین شک اصلا
نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دس مسائل مین جو اشباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصون نے قول یا
فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعا علیہ پر اجارہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات مین لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ

لرا قائم کرے کہ وہ شخص وہاں سے ان موجود تھا تو مقبول نہیں مگر جب کہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی فی الشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جب کہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن ایک میں کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول امام محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریۃ قلت وزاد علیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشی نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ لقطہ ہے کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر قائم کئے تو فقط کافر کے حق میں شہادت صحیح ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اوسکے دو بیٹوں نے اوسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں صحیح ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کسی کی چوری کی گواہی دی تو مدعی قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کی ڈگری کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے شہادت دعوی کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو بنی الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بنا و احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم بنی مصدر نہیں ہے نام مکان اس واسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوق اللہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوی کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب کا نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ بالاکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اوس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اوس کا مکذب ہوا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کہ اوسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقت السبب اور ازانجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنی جسمیں ملک کا سبب مثل خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک با واسطہ سبب وقت سبب پر مقتصر ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید بسبب سے کہ مطلق اولیت کو مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنی اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط وسیتضح اور ازانجملہ موافقت شاہدین کی یعنی ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنے میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضروری ہے اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنے کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اوسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کا یہ معنی نہیں کہ اوسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنے شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اوسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوی موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اوسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

اعتبار وجوب اثابت کے اور شاہد ہوا اعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا ای وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا توافقہا لا تقبل و
ھذا الحد الاصول المتقدمۃ سو جب کہ شہادت دعوی کے مطابق ہوگئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہو گی تو مقبول نہین اور یہہ ایک
قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے ہم شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ نکیہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کرچکا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ تقدم دعوی کا اس باب مین دخل نہین فلو ادعی ملکا مطلقا فشہدا بہ بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا
معنی کا مثر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک بسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گہر کا مالک
ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہے یا ارث مین پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی
مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنے کے چنانچہ مذکور ہوچکا قواعد متقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا
باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر بیان ارث کو ذکر نکرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر مما ادعی وعکس اس
اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ
جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہین قلت وھذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجہول کما بسطہ الکمال مین کہتا ہون
اور یہہ یعنی ملک سببی کے دعوی مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنیکے سوا مین ہے چنانچہ اسکو
شرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک
مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی کیا یعنی یون دعوی کیا کہ یہہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہون نے
ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید
اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو
مقبول ہے مگر اسمین اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثۃ وعشرین اور بحر الرائق مین تیئس صورتون کو استثنا کیا ہے یعنی
اس قاعدہ سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنی کی ہین طحطاوی نے کہا
حق عبارت یہہ تہا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقتہا قبلت والا لا ذکر کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صور مذکورہ چار صورتین
وہ ہین جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء من المجہول ہے جو مذکور ہوچکی انتہے مختصرا وکذا یجب تطابق
الشہادتین لفظا ومعنی اور ایسیہی مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنے واجب ہے ہم امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنے شرط ہے
اور تطابق لفظی سے مراد یہہ ہے کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنے مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی
گواہی دی اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر وزاد ابن المصنف فی حاشیۃ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین شرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند
شیخ صالح نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑہائے ہین مین نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم کہتے اس مقام مین بخوف تطویل مسائل
مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کرچکا ہے بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ وبہ
قالت الثلثۃ تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے
ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیۃ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریۃ کہا تو
یہہ گواہی مقبول نہین ہوگی اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنی بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنے غیر معنی بریہ ہین کذا فی

السرقۃ ولو شہد احدھما بالنکاح والآخر بالاقرار بہ قبلت لاتحاد صیغتہما اور اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے نکاح کے اقرار کی تو مقبول ہے اس
لئے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنے ہیں ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں شرط یہ ہے کہ لفظ و معنی دونوں میں ہو یا
یا دوسرے کا مرادف لیے ہوتے جیسے کہ الہبۃ والعطیۃ وغیرہ اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور اسکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ
صورت ہے کہ مدعی نے اقرار دین کا دعویٰ کیا تو ایک گواہ نے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا صدقہ یا تملیک کی کہ لفظ مختلف ہیں ولو شہد
احدھما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلاث ردت لاختلاف المعنیین اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی
دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے
دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں
شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد متفرد بزیادت ہے تو مجمع علیہ ثابت ہوگی
متفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار
دو ہزار نہیں ہوتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدھما بہ والآخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر مدعی نے غصب یا قتل کا دعویٰ کیا اور ایک شاہد نے
غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں
حالانکہ اسمیں اصول شہادت مسموع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہوگی اسواسطے کہ ان میں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعویٰ میں بخلاف سابق کے وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعویٰ میں مطابقت
دی بات ظاہر ہے جو شہادتین میں شرط ہو کذا فی البحر وغیرہ ولکنہ لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدھما
بالدفع والآخر بالاقرار بہا لا تقبل لجمعہ بین قول وفعل فیہ اسیطرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ مدعی
کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنیکے قول
فعل کے درمیان القنیۃ ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہو اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظہما کشہادۃ احدھما
ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ فتقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت و
اقرضت وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جب کہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی
تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق
یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغہ انشا اور اقرار کے یعنی تصرفات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا
ایک ہی لفظ ہو اسواسطے کہ انشا بیع اور قرض میں مالک کہتا ہو بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو
قبول شہادت کا مانع ہوا ہم انکا صیغہ انشا اور اقرار باعتبار اکثر صیغہ اقرار کے ہو والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت
کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں یہی لیت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدھما بقتلہ عمدا
بسیف والآخر بہ بسکین لم تقبل لعدم تکرار الفعل بتکررہ کذا فی المحیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی
کے قتل کی تلوار سے ہوا اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی دی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب مکرر ہونے فعل کے اور قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیۃ
ہم فعل واحد یعنی قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار ایک آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے کذا فی الطحطاوی تھا کہ شارح کہتا
شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل علی الالف فی شہادۃ احدھما بالف والآخر بالف ومائۃ
ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ان کان اور گواہی مقبول ہوگی ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے

ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یعنی گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنی ہزار کا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی توفیق
کرے یعنی استیفا یا ابراء وغیرہ کا ذکر کرے کذا ذکرہ ابن کمال مثلاً یعنی اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار
ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین متفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوی کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے
کہ مدعی مکذب ہی اوس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ تو واقعی میرے گیارہ سو تہی سو مین سے تمکو
یا مین نے اوسکو معاف کردیئے تو دعوی اقل مین بہی گواہی مقبول ہے وھذا فی الدّین اور یہہ یعنے اشتراط موافقت بین الشہادتین لفظاً بموجب مذہب وجمیع
دین کے دعوی مین ہے تو اسم اشارہ اوسکے طرف راجع ہے جو اوپر سابقہ سے معلوم ہے کذا فی المطالب وفی العین تقبل علی الواحد کما
لو شھد واحدٌ انّ ھذا بن العبد بن له واخر انّ ھذا له قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیه اتفاقاً درر اور دعوی عین مین
گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہہ ایک غلام مدعی کا ہے
تو گواہی مقبول ہے اوس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل
مطلقاً سواء کان المدّعی اقل المالین او اکثرھما عزمی زادہ اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوی اقل المالین ہو
یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرّع علی ھذا الاصل بقوله فلو شھد واحدٌ بشراء
عبدٍ اوکتابته علی الفٍ واخر بالفٍ وخمس مائةٍ ردّت لانّ المقصود اثبات العقد وھو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد
علی کل واحدٍ پہر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خریداری یا اوسکے مکاتب ہونیکی ہزار درہم پر اور
دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہی بسبب مختلف
ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنی نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر کہ عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہی
اوس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہی کذا فی الدرر ومثله
العتق بمالٍ والصلح عن قودٍ والرھن والخلع ان ادّعی العبد والقاتل والراھن والمرأة لفٌ ونشرٌ مرتّبٌ اذ مقصودھم اثبات
العقد کما مرّ اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور
راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہی عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات
عقد ہی نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادّعی الاخر کالمولی
مثلاً فکدعوی الدّین اذ مقصودھم المال فتقبل علی الاقلّ ان ادّعی الاکثر لما مرّ اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولی مدعی ہو تو دعوی
دین کے مانند ہی اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوی کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہوچکا ہم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح سے ہے کہ غلام کے ہونے ذکر کہا کہ مین نے تجہکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہی کہ مین نے تجہ سے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوی کرتا ہے اسیطرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة کالبیع
لو فی اوّل المدّة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہی اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوی کیا کہ اس گہر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا
مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفای منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت
نہوگا کذا فی المنح وکالدّین بعدھا لو ادّعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقدٍ اتفاقاً اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر
مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوی ہی بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجر و اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو یا نہ حاصل کی

کی ہو یہ با ہو تو اجرت کا ہی قرار کر گواہ برابر کی گواہی دیں اور دو سرا ایسے سوکی اور یو بروجہ ہی ہو اکثر کا تو اقرار کا حکم ہو گا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں
بعد مدت کے سوای اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعویٰ ہے کیونکہ وہ مال الاجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہو گا بقدر اوسکے
اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی البحر و فی النکاح بالالف مطلقا استحسانا
انکا با لمہ اور صحیح ہے نکاح الف یا لیعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے اونکے
نزدیک نکاح باطل ہے ہم میں استحسان ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں
ہے جب تابع میں یعنی مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہو گا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو ایک ہزار پر بالضرورت قضا بنکاح لازم ہو گی
کذا فی البحر و کذا فی صحۃ الشہادۃ الجر بتہادۃ ارث ما بقولا مات وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جو میراث کا بیان
کر لازم ہے اسطرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مرگیا اور یہ چیز کہ گواہ جس مدعی کے واسطے میراث چھوڑ گیا ہم جو میراث یعنی ملک مورث کو وارث کی ملک کے
طرف منتقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک حدید پیدا ہوتی ہے جیسے کہ ہیں ملہذا مورث کو ذمی میں وارث پر ستبرا واجب ہے اور
وارث ذمی کو حلال ہے جو مورث نے بیع پر مسقد تھا اور تجدید و محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال تثبت یہ نہیں ہو اور ابو یوسف کے نزدیک جر میراث لازم
نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے و لہذا رد بیع بسبب عیب کے کرسکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی
ہو الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او بیدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر و مستعیر و غاصب و مودع یعنی کہ تلک عن الجر لان
الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر مورد بہ جر میراث لازم ہو مگر یہ کہ شاہدین گواہی
دیں مورث کی ملک کی اوسکے مرنیکے وقت یعنی یوں کہیں کہ مورث تامرگ اوسکا مالک تھا یا اوسکے ہاتھ کی یعنی اوسکے قبض اور تصرف کی گواہی دیں
یا اوس شخص کے قبض اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہے جیسا کہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانتدار تو یہ یعنی شہادت ملک
یا قبض یعنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبض اور تصرف موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی
ملک ثابت ہوئی تو جر میراث صریحا ثابت ہو گیا ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہوا ثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنی قبضہ غصب
اور قبضہ امانت اور قبضہ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان
غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اوسکی ملک ہو جاتی ہے اور ضمان واجب ہو کر شر عا کوئی شخص ملا مرنے حدید میں کہا امرت
تمام تصرف تو لیل ملک ہے ہر یو ہسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسے زائل کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اوسکے پاس ہو تو اپنے وقت
آخر کیوں بیان کر دیتا پھر جب اوسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اوسکے تصرف میں تھا سو اوسکا ملک تھا الشہد بعینہ او لا بید مع الجر المدکور
من مات لسبب لو را تہ و بیان انہ اخوہ لابیہ و امہ او لاحدہما و نحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث میں جو مذکور ہے ساتھ بیان کرنا
سبب وراثت کا ضرور ہے یعنی سبب قرابت کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہے
یا مادری اور اسیطرح اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور ہر دو کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مورث ہے میت کا جس کو اوس کو اگر ذکر نہ کیا اور کوئی
اور اسکا وارث نہیں ہے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحاوی و بقی شرط ثالث وہو قولہا الشاہد لا وارث لہ و
لا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوای مدعی کے یا میں کسی وارث کو
نہیں جانتا ہوں لیکن وہ ایم وجو ان یدرک الشاہد المیت و الا کان باطلا لعدم معاینۃ السبب ذکرہا الرازی اور باقی رہی چوتھی
شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنی دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینۃ سبب ملک کی شرط شاد ہو بالع کو رازی نے ذکر
کیا و ذکر اسم المیت لیس بشرط اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں فلو شہدا انہ جد سوامہ لا مستحق ولم یسمیا المیت لتقاضا

بجہول لنتق عن ید الحی اور اگر ثابت ہو نے شخص زندہ کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینہ یا ایک سال سے قبضہ تہا یا ان کا تو گواہی مقبول نہیں بسبب تہم ہونے گواہی غیر مجہول بسبب چند قسم قبض زندہ کے ہم یعنی مثلاً ایک گہر ایک مردہ کے قبضے مین ہو سیدہ و مرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہی اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ سابق مین مردہ کے قبضے مین تہا تو مقبول نہیں بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اوسکا قبضہ بطریق ملک تہا یا بطریق ودیعت یا اجارہ و غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم دیگا کہ پہر اوسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا

کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہد انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اوس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گہر مدعی کا ملک تہا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تہا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبضہ مین تہا تو وہ چیز مدعی کو دلا دی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہیں ہم پہلی صورت مین دلانیکی وجہ یہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکہین تا عدم ثبوت انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اوسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تہا یا بطور ملک کے تو یہہ جہالت مبطل اقرار مدعا علیہ دا اسکے حق مین نہیں خلاصہ یہہ ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گہر سابق مین مدعی کے قبض مین تہا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہی بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اوسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تہا تو اوسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحاوی بتصرف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ امتنع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہہ ہو کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہو نہ قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ مگر قبض منقضی سو زندہ کا قبض مراد ہو نہ بہ نسبت میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا لہذا فی الطحاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تہی تو یہہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہہ ہو کہ ہان یہہ بہی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اوسکے ساتہ دوسرا شاہد بہی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہو گی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اوسکی شہادت مین ہو جو کسکی مغفرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں ولا ینبغی ان یشہد حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دیانت سے یہان تک کہ مدعی اوس کا اقرار کرے ہم مبین اور کافی مین ہو کہ پوری ہزار کی گواہی نہ دے جب اوسکو معلوم ہو کہ مدیون نے انمین سے پانسو ادا کیے ہین تاوقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنیکا اقرار نکرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو قوی کہا ہم امام کی دلیل یہہ ہو کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہو تو دو رنگت مین دہوکہا پڑ سکتا ہی لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہیں وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہہ یعنی عدم اعتبار رنگ اوس وقت ہی جب کہ مدعی نے اوسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہوئیگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا یعنی ادا ہی متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ شاہدین نے گواہی دی زندہ کے دین مین اسطرح کہ اوس پر اتنا دین تہا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے دین کا سوال کیا

ترجمہ میں نے کہا کہ معلوم نہیں کہ گواہی مقبول نہیں اور میت کے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یوں نہ کہیں کہ وہ مرگیا اور یہ دین
موجود ہے کذا فی البحر قلت وتخالفه ما فی معین الحکام من ثبوته بمجرد بیان سببه وان لم یقولوا مات وعلیه دین انتهى والاحتياط
لا یخفی میں کہتا ہوں بحرالرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام میں ہے کہ ثابت ہو جاتا ہے دین بمجرد بیان سبب میں اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا
ہے اور یہ دین موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہے ف یعنی بحرالرائق کے قول میں احتیاط ہے تا کہ امین ہو قرض خواہ اور وارثوں کے واسطے علامہ مقدسی نے
کہا کہ اول یعنی بحرالرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت میں متعہد کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی
الملک فی الماضی وشهدا به فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شهدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا
شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہیں قول اصح میں چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی ہی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی جامع الفصولین ف دعوی
ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اس واسطے کہ مدعی کو کچھ فائدہ نہیں ملک ماضی میں باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشهادة على الشهادة

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ف شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہیں کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے
اور نیابت جاری نہیں عبادت بدنیہ میں لیکن فقہا نے بدلیل استحسان اسکو جائز رکھا ہو بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ بہت شاہد بسبب بیماری وغیرہ کے
ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہ ہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ
بالکثرت ہو یعنی فرع کی شہادت پر شہادت ہو اور اسکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی البحر الشهادة على الشهادة مقبولة وان كثرت استحسانا
فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطهما بالشبهة شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع میں کثرت ہو اور یعنی وہ مقبول ہے بطور
استحسان کے ہر حق میں قول صحیح میں مگر حد اور قصاص میں مقبول نہیں بسبب ساقط ہو جانے دونوں کے شبہ سے وجاز الاشهاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کرنا
ہر طرح یعنی بعذر وبلا عذر کما فی خزانة المفتین میں ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصل کو کچھ عذر نہ ہو اگر اصل کو بیماری یا غیر حاضری یا موت سے
عذر پیش آوے تو فروع گواہی دیں لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہیں مگر بشرط تعذر
حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنی اصل شاہد کے مر جانے سے وما نقله القهستانی عن قضاء النهاية فيه كلام فانه نقله عن الخانية عبارة وهی
حکایة والصواب ما هنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمیں کلام ہے جو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ میں خانیہ
اور جو خانیہ کی کتاب القضا میں ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشهادة على الشهادة میں ہے ف قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب
القضا میں ہے کہ اصل جب مرجاوے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہیں لو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ مجھے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمیں نقل نہایہ
خانیہ سے نہیں طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا فانه نقله منها من الخانية چنانچہ خود شارح نے اسکی تصریح کی ہے شرح ملتقی میں انتہی لہذا مترجم
نے اس طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفى الثاني بغيبته بحيث يتعذر ان يبيت باهله واستحسنه غير واحد وفی القهستانی و
السراجية وعليه الفتوى واقره المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہے اس طرح
متعذر ہو اسکو اپنے گھر میں رات کا پہنچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علما نے اور قہستانی اور سراجیہ میں ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا
ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ف بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا میں حاضر نہ ہو سکے اور سفر میں رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی
قول ظاہر الروایۃ ہے تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر میں رات
کو نہ آسکے تو شہادۃ جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الدر المنتقی او کون المرأة مخدرة
لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجة وحمام قنية یا حضور اصل متعذر ہو بسبب مخدرہ ہونے عورت کے مخدرہ پردہ نشین جو مردوں سے مخالطت نہ کرتی ہو اگرچہ حاجت
اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیة وفیها لا یجوز الاشهاد لسلطان وامیر اور قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ف یعنی جب کہ

سلطان اور امیر شہر مین ہون تو اونکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہین مگر محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وَکَفَلَ بحَوْنِ المحبُوسِ اِنْ مِنْ
غیرِ حَاکِمِ الخُصُومَۃِ تَعَذَّرَ کَذَا ذَکَرَہُ المُصنِّفُ فِی الوَکَالۃِ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہو اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو اس
جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ مین ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرحین وغیرہ سے نقل کیا کہ ہمین ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہین بعضون
نے کہا کہ اگر کسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہو اور اگر والی کے محبس مین ہو اور
نکالنا اوسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وَقَولُہٗ عِندَ الشّھَادَۃِ عِنْدَ القَاضِی قَیْدٌ لِلکُلِّ لِاِطْلَاقِ جَوَازِ الاِشْھَادِ لَا الاَدَا
ئِنَا مِرَّۃُ اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادای شہادت کیوقت حضور اصل متعذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور
سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادای شہادت کے چنانچہ مذکور ہوچکا اس قول مین کہ جَازَ الاِشْھَادُ مُطلَقًا وَبِشَرطِ
شَہَادَۃٍ عَدَدِ نِصَابٍ وَلَو رَجُلًا وَامرَأَتَینِ اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنی بشرط نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین
ہون وَمَا فِی الحَاوِی غَلَطٌ بحر اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہی کذا فی البحر ہم حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون کی گواہی مقبول نہین کذا فی
الطحطاوی عَنْ کُلِّ اَصْلٍ وَلَو امرَأَۃً بنصاب شہادت شرط ہی ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو بِلَا تَغَایُرِ فَرعَی ھٰذَا وَذَاکَ خِلَافًا لِلشَّافِعِی
متغایر ہونا اس اصل کی دو فرعکا اور اوس اصل کی دو فرع کا شرط ہی بخلاف شافعی ہم یعنی یہہ واجب نہین کہ ہر شاہد کی دو شاہد متغایر ہون بلکہ دو
شاہد دونکی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا وہی شاہد دونون کے
ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہہ شرط ہی کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وَکَیفِیَّتُھَا اَنْ یَقُولَ الاَصْلُ مُخَاطِبًا لِلفَرعِ وَلَو
ابنَہٗ بحر اِشْھَدْ عَلٰی شَھَادَتِی اَنِّی اَشْھَدُ بِکَذَا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اوسکا یہ ہی کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ
فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ہم یہہ ضرور ہے کہ اصل فرعکو گواہ کرے اسواسطے کہ فرعکو
اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع نے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وَیَکْفِی سُکُوتُ الفَرعِ وَلَو رَدَّہٗ ارتَدَّ
قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اوسکو رد کرے یعنی گواہ ہونا قبول نکرے تو شہادت رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنی بعد رد کرنے کے اگر گواہی
دیگا تو مقبول نہوگی وَلَا یَنْبَغِی اَنْ یَشْھَدَ عَلٰی شَھَادَۃِ مَنْ لَیسَ بِعَدْلٍ عِنْدَہٗ حاوی اور لائق نہین فرعکو گواہی دینا اوس اصل کی گواہی پر جو اسکے
نزدیک عادل نہین کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جب کہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ مین
مسیئی یعنی بدکار ہو بسبب ترک کرنے احتیاط کے وَیَقُولُ الفَرعُ اَشْھَدُ اَنَّ فُلَانًا اَشْھَدَنِی عَلٰی شَھَادَتِہٖ بِکَذَا وَقَالَ لِیَ اشْھَدْ عَلٰی شَھَادَتِی
بِذٰلِکَ ھٰذَا اَوْسَطُ العِبَارَاتِ وَفِیہِ خَمْسُ شِینَاتٍ وَالاَقْصَرُ مِنْہُ اَنْ یَقُولَ اَشْھَدُ عَلٰی شَھَادَتِی بِکَذَا وَیَقُولَ الفَرعُ اَشْھَدُ عَلٰی شَھَادَتِہٖ
بِکَذَا وَعَلَیْہِ فَتْوَی السَّرخَسِیِّ وَغَیْرِہٖ ابنُ کَمَالٍ وَھُوَ الاَصَحُّ کَمَا فِی القُھُسْتَانِی عَنِ الزَّاھِدِی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ فلانے
شخص نے مجھکو شاہد کیا ہی اپنی اس شہادت پر اور اوس نے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اوس شہادت پر شارح نے کہا یہہ سب عبارتون مین اوسط عبارت
ہے اور اسمین پانچ شین ہین اور اوس سے مختصر زیادہ یہہ عبارت ہی کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اوسکی اس شہادت پر
اور عبارت مختصر پر سرخسی کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہی چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہی اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہہ عبارت ہی
کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اَشْھَدُ اَنَّ فُلَانًا اَشْھَدَ عِنْدِی اَنَّ لِفُلَانٍ عَلٰی فُلَانٍ کَذَا مِنَ المَالِ وَاَشْھَدَنِی عَلٰی شَھَادَتِہٖ وَاَمَرَنِی اَنْ اَشْھَدَ عَلٰی شَھَادَتِہٖ وَاَنَا اَشْھَدُ
عَلٰی شَھَادَتِہٖ بِذٰلِکَ اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین عنایہ مین ہے کہ اقصر عبارت فقیہ
ابو اللیث اور اوسکے استاذ ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر وَیَکْفِی تَعْدِیلُ الفَرعِ لِاَصْلِہٖ اِنْ عُرِفَ الفُرُوعُ بِالعَدَالَۃِ وَاِلَّا لَزِمَ تَعْدِیلُ

ف یعنی گواہی دیتا ہون کہ فلان نے میرے سامنے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلانے پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی کہ مین اوسکی گواہی پر گواہی دون اور مین اوسکی گواہی پر مال مذکور کے باب مین گواہی دیتا ہون ۱۲

اہل اور کفایت کرتی ہے تعدیل فرع کی اپنے اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بالعدالۃ ہوں اور نہیں تو اصول ... وفرع جنکی تعدیل وعدم ہوگی جسکے تحقیق
تعدیل احد الشاہدین صاحبہ لان العدل لا یتہم بمثلہ نہیں کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد کی
وان مع بنا اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا ایسا اور دوسرے عادل کی تعدیل سے ہم نہیں کہہ سکتے ہر ایک یہ جائز ہے کہ وہ متہم ہے اسواسطے
عدالت شاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے سد جاتا ہے کہ اسکی شہادت مقبول ہو اور اوسپر حکم ہو لیکن مقبول ہے یہ جائز ہے اسواسطے کہ عادل
عدل وہ ہے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں ہوتا ویکی ذاتی شہادت میں اسی منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی
ویکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اوسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل میں ہی کذا فی فتح القدیر وان
سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ وشرح المجمع ولکن لو قال لیس بعدل
جاء فی القہستانی عن المحیط وشرح مجمع اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو قاضی اصل کے حال تحقیق کرے فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر
پھر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دیا اور نہیں تو نہیں کرے کذا فی الفتح اور یہی حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ ہم اوسکے حال کو نہیں جانتے کذا فی الشرنبلالیۃ
وشرح المجمع اور یہی حکم اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں جیسا کہ قہستانی میں محیط سے ہو گا ... وتبطل شہادۃ الفرع بانکار اصلہم عن الشہادۃ
علی الاظہر خلاصہ ومنہ ... مما یخالفہ اور باطل ہو جاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب ... فرع کے شہادت سے یعنی اصول نے فرع
کہا کہ ہم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فرع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آوے گا متن میں مخالف اسکے ودیکھو ... علی الملتقی
وفسق وخرس وعمی اور باطل ہو جاتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکلنے اصل کے شہادت کی اہلیت سے جیسے فسق اور گونگی اور نابینا ہونے حتی کہ اگر اصل تائب
فاسق ہو گیا ... تو فرع کی شہادت باطل ہے ایسے ہی جنون اور ارتداد وانکار اصلہ الشہادۃ بقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او
اشہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو جیسے اصول کا یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں ہیں یا ہم نے اونکو گواہ نہیں کیا
یا ہمنے اونکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کیا ... اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مرگئے یا غائب ہوگئے پھر فرع
آئے اور اونکی شہادت پر شہادت دی اوس حادثہ میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فرع کی شہادت کے طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر ہوں کذا
فی البحر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصہ اور اگر اصول سے فرع کی شہادت کا سوال ہوا اور اونہوں نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو
فرع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ اس مسئلہ میں سکوت ... ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ و
قالا اخبرنا بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یدریا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدوں نے گواہی
دی دو شخصوں کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلاں فلانی قوم والی پر اور اونہوں نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اوسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اوس عورت کو جانتے
ہیں اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ
عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ میں وہی عورت ہوں ... صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے
ہوں اور یہ غرض تعیین کہ نسبت ... سے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاید ... جب کہ اوسکے دادا کا ذکر کیا تو ... یا قبیلہ مخصوصہ
... کے نزدیک ... وہ تعیین کہا مدعی سے اسکو گواہ طلب ہو کہ تعریف نسبہ ثابت ہو چکی دونوں کی شہادت
سے ... مدعی دعوی کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہو مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اوسکا اثبات حاضرہ کے واسطے
تو یہ گواہی شہادت ... ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ
کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفا کلفہ اثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند
کتاب ... قاضی کا خط ... واسطے کہ وہ بمنزلہ شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی ... یا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد

نہین پہچانتا تو قاضی مکتوب الیہ مدعیکو تکلیف دیگا اس بات کے اثبات کی کہ یہہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو
بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک کے مدعی کو بیان کرنا
لازم ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے قاضی خان نے ہم قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام
اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہین ہون اور قاضی مکتوب الیہ اوسکو نہین جانتا تو مدعی سے کہے کہ
تو گواہون سے ثابت کر کہ یہہ فلان بن فلان ہے پہر اگر مدعا علیہ کہے کہ مین فلان بن فلان بن فلان ہون اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر مین
میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اوس سے مندفع ہوگی انتہے ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قالا
فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسباھا الی فخذھا کجدھا اور اگر شاہدین نے مسئلہ مذکورہ مین عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہین یہانتک کہ
اسکو اوسکے قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت کرین چنانچہ اوسکے دادا کے طرف ہم بنو تمیم مین بکثرت قبائل ہین لہذا اونسے معرفت حاصل نہین ہوتی جب تک
قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ مین فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جد اعلی کی ہے خلاصہ یہ ہے الحاصل اعتبار تو حصول
معرفت کا ہے اور ارتفاع اشتراک کا ایضاح مین ہے کہ عجم یعنی غیر عرب مین ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم مین انساب ضائع ہین انتہی
زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چہہ طبقات ہین شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہین اسواسطے
کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہین اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی
نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اوسکے زوج کے طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو
اشہد علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن
الخلاصہ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پہر اوسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہین یعنی منع کرنا صحیح نہین تو فرع کو جائز ہے کہ اوسپر گواہی
دے کذا فی الدرر اور ثابت رکہا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین یہان لیکن اسکی خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر
کرچکا کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافرون نے گواہی دی دو
مسلمانون کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسیطرح دو کافرون کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے
کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجلین علی شہادۃ ابیہما وعلی قضاء ابیہ فی الصحیح درر خلافا للملتقط اور مقبول ہے گواہی ایکدم
کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اوسمین عدم قبول مذکور ہے من ظہر انہ شہد بزور
بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا او غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اوسنے جہوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اوسنے
اپنی ذات پر جہوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کی ظہور کی یہہ
صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اوسکی موت کی گواہی دی پہر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رؤیت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور
آسمان پر کچہہ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکہلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے
عمدا کذا فی الطحطاوی ولا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ قبیل نفی سے ہے
ہم اسواسطے کہ گواہ یہہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکے طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی
سراجیۃ جسکی گواہی جہوٹ ظاہر ہووے وہ تعزیر دیا جائے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری
ہے تو قاضی اوسکو بازار مین بہیجے اور اگر بازاری نہین تو اوسکی قوم کے طرف عصر کے بعد جس وقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بہیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ
ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اس سے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا وزادا

شہرتہ وحبسہ بحجم اور صاحبینؒ اوسکا مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا ہے کذا فی المجمع ھ فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے
واللہ اعلم وفی البحر وظاہر کلامھم ان للقاضی ان یجمع بینھما اذا رأی سیاسۃ اھ بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا سے ہے کہ قاضی کو
جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کو مارپیٹ کا اور قید کرے بطور سیاست کے اگر اوسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا
اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرنے سے مصر ہو کر تو باجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کر کے رجوع کرے تو باتفاق اسپر تعزیر نہیں ہے
اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وفوض مدۃ توبتہ الی رای القاضی
علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہے یہ قول صحیح ہے اگر
شاہد فاسق ہو اور اگر عادل یا مستور الحال ہو تو اوسکی گواہی کبھی مقبول نہیں ہے یعنے اسواسطے کہ اوسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت
وعن الثانی تقبل وبہ یفتی حلبی وغیرہ میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول
ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ اسواسطے کہ اوسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پھرنا
اور یہ پھرنا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنے اوس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ و
نحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اوس چیز سے جسکی میں گواہی دی اور مانند اس کلام کے ھ چنانچہ یوں کہنا کہ میں جھوٹی
گواہی دی یا میں جھوٹ بولا اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں مبطل تھا شہادت میں یعنے ناحق پر تھا اسمیں کذا فی الدر فلو انکرھا لا یکون
رجوعا تو اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وھی
بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا
دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ
رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اوسکی توبہ بھی
مفید مجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعھما عند غیرہ وبرھن او اراد یمینھما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر مدعی
مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو دعوی کیا اور اوسکو بگواہی ثابت کیا یا اوس صورت بعدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو
مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے ھ یعنی بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوی کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل
ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاھما ملتقی بخلاف اوسکے اگر دعوی
کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ھ یعنے اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس
رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان دلا لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوی کے
کذا فی الدر ولو برھن انھما اقرا برجوعھما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس بات کے کہ دونوں
شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا فی الحال
رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اوس شہادت کے حکم کرے
تو شہادت بیشک ساقط الاعتبار ہے قاضی اوسپر حکم نکرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضھا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدین پر
ضمان نہیں اور اونکو تعزیر دیجائیگی اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع
الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی البحر ھ قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے یہی تعزیر مراد ہے جو شاہد زور

مین مذکور ہوچکی یعنی تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اوسکی عمارت کی اور گہوڑی
اور اوسکے بچے کی گواہی دی پہر عمارت اور بچے مین رجوع کیا و بعدہ لم تفسخ الحکم مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی
طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اوس حال کے جو شہادت کے وقت تہا یا اوس سے بالا ادنی ہو کذا فی البحر بسبب راجح ہوجانے خبر اول
کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا الترجح الجزالاول من الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجحہ کی ظاہر اضمیر حکم کے طرف راجح ہے اور وہ خلاف
مقصود ہی حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی
صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہو اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہوچکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الحواشی بخلاف ظہور
الشاہد عبدًا او محدودًا فی قذفٍ فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصًا ولا یضمن الشہود لما مر ان الحاکم
اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اوس صورت مین باطل ہوجاتی
ہی اور مقضی لہ پہیر دیگا جو اوس نے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہو اگر قصاص کا حکم ہوگیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور
ہوچکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہی کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطای حاکم سے ہی کہ اوسنے حال شہود کا تفحص نکیا
تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسبیبہما تعدیًا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجأ
الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اوس مال کا جس مال کو اونہون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع
ہوئے تعدی کے راہ سے ساتھہ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنی قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک
شہود پر ضمان نہین جب کہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہی اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اونکا جواب یہہ ہے
کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطل سے اور قاضی مباشر پر تضمن متعذر ہی اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہی کیونکہ
قاضی پر حکم دینا واجب ہی جب کہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا اینکہ اگر حکم ندے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال ام لا بہ
یفتی جرم بزازیۃ وخلاصۃ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ
وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہی ضمان کو وقایہ اور کنز
اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتہہ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینًا فکالاول وان دینًا
فکالثانی وارتضاہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہی یعنی غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہی یعنی قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین
ضمان ہی اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہی یعنی بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکہا ہی قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہہ ہے
کہ ضمان مقید بمماثلت ہی سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہوگئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اوسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور
دین مین ملک اوسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ
لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اونکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا اوس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہہ قاعدہ کلیہ ہی ضمان کے
حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف تو اگر ایک شاہد پہر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین
ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اوسکا ضمان واجب ہے
جسمین حجت باقی نرہے وہ نصف ہی کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا
ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بہی پہر گیا تو
دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہی یعنی ایک شاہد وان رجعت

امرأتين رجل وامرأتين ضمنت الرُّبع اور اگر ایک عورت پھر جاوے تو ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتہائی مال کا ضمان دیوے اسواسطے
کہ شہادت پر ادا ہونے شخص باقی ہیں جن سے تین چوتہائیان باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت
سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں ہم اسواسطے کہ ایک شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے ولو رجع ثمان نسوة من
رجل وعشر نسوة لم تضمنا اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہ دیگا اسواسطے کہ اوسقدر شاہد باقی ہیں
جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں فان رجعت اُخری ضمنت التسع ربعہ لبقاء ثلثة
ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتہائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتہائیوں کے ہم اسواسطے کہ نصف حق
مرد باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف ہوا گر ربع فان رجعوا فالغرم اسداسا یعنی اگر
ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھ حصوں کے حساب ہوگی یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتوں
پر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بجای ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہوگیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر
پھر گئے تو اوس سے ضمان بالاسداس ہوگا کذا افادہ الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہ النصف وعلیهن النصف یعنی صاحبین نے
کہاکہ دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دسوں عورتیں پھر جائیں تو ان پر نصف تاوان ہے ہم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں
اگرچہ بکثرت ہوں مگر شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں اولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے
نصف مال ثابت ہوا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او اقل او اکثر لان الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے
کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہی ہم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہتی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت
اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعویٰ کیا نکاح کا اور دو گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر دونوں گواہ شہادت
سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا کمتر ہو الخ کذا فی العالمگیریة عن الذخیرة وان زاد علیه ضمنا ما زاد لو هی
المدعیة وهو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں شاہد بقدر زیادت تاوان دیوینگے جبکہ اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو
ذکرہ عزمی زادہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعویٰ کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر
اوس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کی برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اوسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو
جسقدر زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریة عن الکافی اسواسطے کہ شاہدوں نے بدون عوض قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہی کہ
راجع فی النکاح پر مطلقاً ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جب کہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہوگا ولو
شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لعدم المماثلة بین البضع والمال اور اگر شاہدوں نے اصل نکاح کی گواہی دی
عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب نہ ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ہم یہ ترکیب
موہم ہو کہ شاید اوسنے بیشتر شہادت اصل نکاح پر تہی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یون لکہتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر
ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہیں تو متقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت
مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان یا در متقوم ہوتا ہے تو وہ اوسکے اظہار تعظیم کیواسطے کیونکہ اوس سے نسل
حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیها بقبض المہر او بعضه ثم رجعا ضمنا له لاتلافهما المال بخلاف اوس صورت
کے کہ اگر شاہدون نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پہر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کر دینے مہر کے

وضمنا في البيع والشراء ما نقص عن قيمة المبيع لو الشهادة على البائع او زاد لو الشهادة على المشتري للاتلاف بلا عوض اور دونون شاہد ضمان دین بیع اور شرا مین اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہے پہلی صورت یہہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس مرد سے یعوض ہزار درہم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضمان دین کیونکہ انہون نے اسکے ہزار درم تلف کیئے اور دوسری صورت یہہ ہے کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہہ غلام دو ہزار کو لیا اور اوس پر ثمن ہے اور مشتری اوسکا منکر ہے سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایکہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انہون نے مشتری کے ایکہزار تلف کیئے کذا فی الدرر ولو شهدا بالبيع وبنقد الثمن فلو في شهادة واحدة ضمنا القيمة ولو في شهادتين ضمنا الثمن علي اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کی ساتھ ہی ایکہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنی ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا في العيني ہم اسواسطے کہ پہلی صورت مین مقتضی ہے بیع ہی ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا في الطحطاوي ملخصا ولو شهدا على البائع بالبيع بالفين الى سنة وقيمته الف فان شاء ضمن الشهود قيمته حالا وان شاء اخذ المشتري الى سنة وايهما اختار برئ الآخر وتمامه في خزانة المفتين اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت مبیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لیعنے ہزار کا اور چاہے مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتین مین ہے ہم صورت اسکی یہہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مینے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدون نے بہی گواہی دی پہر شہادت سے پہر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنیکے وقت دو ہزار درم پہر لین اونکو ایک ہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری غلام مین کوئی عیب پاوے اور اسکو پہیرے سو اگر اوس نے بغیر حکم قاضی کے پہیر دیا تو یہہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اوسکا کچہہ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پہیر دیا جو دو ہزار اوسنے شاہدین کو دیئے ہین اونکو پہیر لے اور جو شاہدون نے ایکہزار درم بائع کو دیئے تھے وہ بائع سے پہیر لین کذا في العالمگیریۃ عن المضمرات و شرح الطحاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تہا خزانۃ المفتین سے لہذا ترجمہ اوسیکا مناسب دیکہا وفي الطلاق قبل وطي وخلوة ضمنا نصف المال المسمى او المتعة ان لم يسم اور طلاق قبل وطے اور قبل خلوت کی شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمی نہو ولو شهدا انه طلقها ثلثا وآخران انه طلقها واحدة قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر على شهود الثلث لا غير لاثبات الحرمة الغليظة اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اپنے اوسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پہر چارون شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہے نہ اونکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دیگا کیونکہ وہ مفید نہین اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا في الفتح حلبی نے کہا قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہے ولو بعد وطي او خلوة فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پہر شہادت سے پہر گئے تو شہود پر ضمان نہین ہم یہہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہے اور تحفہ مین ہے کہ ضمان نہین مگر اوس تفاوت کا جو مہر مثل پر زیادہ ہو کذا في الفتح ولو شهدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شهود الدخول ثلثة ارباع المهر وشهود الطلاق ربعه اختيار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدون نے دخول کی گواہی دی پہر چارون شاہد گواہی سے پہر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنی پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتہائی مہر کا ضمان دین کذا في الاختيار ولو شهدا بعتق

فيجب ضمانها القيمة لمولاه مطلقا ولو شهدوا بكونه ضمان الولاء اور اگر شاہدوں نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کی قیمت کا ضمان دونوں پر مطلقاً لازم ہے شاہد چاہے مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ آزاد کا آزاد ہی رہا ولا یرجع بالمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ آزاد شدہ پر بھی تقرر کر کے کہ ہاتک ادا کرنے والے کے واسطے برنسبت پر رجوع کرنے میں کے شمان دینے والے شاہدوں کی طرف ولا منتقل ہوگا کذا فی الہدایہ وفی المدبر یضمنان ما نقصه وهو ثلث قیمته اور مدبر میں شاہدوں پر ضمان اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کردیا ہے یعنی اسکی تہائی قیمت کا یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ اسکے مولیٰ نے اپنے غلام کو مدبر کیا ہے تو قاضی نے تدبیر کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولیٰ کو تہائی قیمت کا تاوان دیں اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہو جاتی ہے فان مات المولیٰ عتق من الثلث وعلیہما بقیة قیمته وتمامه فی البحر اور اگر مولیٰ مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکے تہائی ترکہ سے اور شاہدوں پر اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے میں کہتا ہوں اگر مولیٰ مرگیا اور غلام تہائی ترکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت پر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابة یضمنان قیمته کلہا وان شہدا بہ المکاتب اور کتابت پر شاہد ضمان دیں اسکی پوری قیمت اور اگر مولیٰ چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے بدل کتابت کا تقاضا کرے یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اپنے غلام کو اتنے پر مکاتب کیا ہے بدل کتابت یکساں ہو اور قیمت غلام کی پانسو ہو اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولیٰ کو اختیار دیگا اگر وہ چاہے شاہدوں سے اختیار کرے تو ان سے تاوان لے اور مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار شاہدوں کو ہوگا اور مکاتب ہزار درہم کتابت کے شاہدوں کو دیگا اور اگر مولیٰ نے مکاتب سے اختیار کیا تو شاہدوں سے تاوان نہ لیگا کذا فی العالمگیریة من المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہ الیہما وتعقد قابل العصل اور مکاتب آزاد نہ ہوگا یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہو اور شاہدیں خیرات کریں جو زائد قیمت کو لیتے ہیں اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہو اگر زیادہ اس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولیٰ کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو زائد کو صدقہ کریں کیونکہ خبیث ہے اسواسطے کہ جب ہو طرفین کا ولا لمولاہ ولو عجز عاد لمولاہ ورد قیمته علی الشہود اور اگر مکاتب کی ملک سے مولیٰ کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آویگا اپنے مولیٰ کی طرف اور مولیٰ اسکی قیمت جو شاہدوں سے لیکا ہو کہ شاہدوں کو پھیر دیگا وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتها بان تقوم قنة وام ولد لو جاز بیعها فیضمنان ما بینهما اور استیلاد میں شاہدوں پر ضمان ہے ام ولد کے نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھیرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے ماہین فرق ہو صورت استیلاد یہ ہو کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میرا ام ولد ہے اور مولیٰ منکر ہے تو قاضی نے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی سے شاہدہ کا لڑکا ہوا اور مولیٰ نے دعویٰ کیا تو نقصان قیمت کا ضمان دیں کذا فی العمادیہ عن المنتقی وهكذا فی العالمگیریة عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلاً خالص لونڈی کی قیمت تین سو درہم ہے اور ام ولد کی دو سو درہم جو ہے دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درہم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولیٰ عتقت وضمنا بقیة قیمتها امة للورثة وتمامه فی العینی اور اگر مولیٰ مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کو ضمان دیں اسکی باقی قیمت کا یعنی خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیة فی مال الشاہد وقیل لا یقتص اور قصاص میں دیت ہے شاہدوں کے مال میں اور شاہدوں پر قصاص نہ لیا جائیگا یعنی شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلاً خالد نے محمود کو عمداً قتل کیا تو قاضی نے قصاص قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد مذکورین پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیا جائیگا اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں ہوتے اسلئے کہ شاہدین خالد کے قتل کے سبب ہوئے تھے نہ مباشر قتل کے اور خالد کے وارث ہوں گے کذا فی البحر ولعدم المباشرة اور شاہدوں پر قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدوں نے خالد کو قتل نہیں کیا ہے قصاص اسی پر ہوتا ہے جو مباشر ہو بخلاف المکرہ لان القصاص یثبت بالاختیار اور شاہد نے قصاص ثابت کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص میں مال نہیں جو اون پر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور ضمان لازم
ہوگا شہود فروع پر بسبب اونکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے اونکے طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی میں شہادت فروع سے صادر ہوئی خاصکر
اور قاضی کا حکم اونہیں کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الحطاوی لا شہود الاصل بقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او
اشہدناہم وغلطنا۔ ضمان دینے شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہیں کیا یا اس قول سے کہ ہمنے
اونکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار شہادۃ اصول کریں گے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ اونہوں نے تحمیل شہادت
کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر ولذا لو قالوا رجعنا عنہا لعدم اتلافہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول
کہیں کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اون پر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع کے ولا
اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلاضمان اور اعتبار نہیں فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹے ہیں یا انہوں نے
غلط کہا تو فروع پر ضمان نہیں اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہیں لوٹتا اونکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہیں پھرے بلکہ انہوں نے غیر کے
رجوع کی گواہی دی کذا فی الحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم اسیطرح
قول ہے شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہے جو مجلس قضا میں قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہے
چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے اونہیں کی شہادت معاینہ
کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہیں اصول کے نقل شہادت میں اونکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون
ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دینگے مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنیوالے اگرچہ
دیت کا ہو بسبب پھر جانیکے تعدیل سے باوجود اونکی دانست کے کہ شہود غلام ہیں بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہے شہادت
کے طرف اور شہادت حجت نہیں ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہہ دلیل ہے کہ مزکیوں نے
تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے تو لئے اس سے ضمان لازم نہیں آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہہ صورت ہے کہ مزکیوں نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی
سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجوس ہیں اور مزکیوں نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیوں پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکریں اور یہہ زعم کریں کہ وہ آزاد
ہیں تو اون پر ضمان نہیں اور نہ شہود پر کذا فی الحطاوی اما مع الخطا فلا اجماعا مگر اور خطا کے ساتھ تو مزکیوں پر ضمان نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے
ہم خطا کی یہہ صورت ہے کہ مزکی کہے کہ ہمنے خطا کی تزکیہ شہود میں کذا فی الحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ المعتق ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان
دینگے شہود تعلیق کے قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج کے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولٰے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر میں
داخل ہوگا تو تو آزاد ہے یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے اور حالانکہ عورت سے قربت نہیں ہوئی تھی پھر دو اور شاہدوں نے
وجود شرط یعنی دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین
علت حکم ہیں اسواسطے کہ تلف حاصل نہیں ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین شاہدوں نے یہہ کلام ثابت کیا اور تعلیق بشرط مانع تھی تو شرط پائی جانیکے
نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کے طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفا
منافع نکاح کذا فی الحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ العلۃ ضمان لازم نہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان
شرط ہے بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ چار گواہوں نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے کہا کہ زانی محصن ہے پھر سب گواہ
شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہے اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہے شرط حقیقی نہیں پھر یہہ بہتر تھا کہ شارح
کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہے کیونکہ علت تو شہادت ہے کذا فی الحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنی وجود شرط کے شہود پر چنانچہ ہم کا

یا شہود تعلیق پر ... تو ولی کے معنے میں قول تصحیح عینی اور یہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر مابین بارہ گواہ شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح اور ضامن
نہیں کذا فی السراج ہی ... ایسا ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی مال میں ضامن نہیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال قا
ضمین شاھد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دو شاہد ایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہو
اور تفویض سبب ہو بحر الرائق میں ہے شاہد یہ ہے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق لے لے اپنی ذات کو اور دو اور گواہ یہ ہے کہا کہ عورت
اپنی ذات کو طلاق دی اور پھر اجراتین رجوع لائے پھر سب نے گواہی سے رجوع کی تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہے اب ترجمہ علت اور سبب اور علامت میں
فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اوسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم
میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کیطرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی و ثم ہم
واستغفر اللہ الکریم **کتاب الوکالۃ** یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں ہے وکالت بفتح و کسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل سے
کہ اپنا کام وکیل کو سپرد کر دے اور پھر اعتماد کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی جہت سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم امر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے
معنے مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنے فاعل بھی ہوتا ہے جب کہ بمعنے حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں
وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حفاظت کی کہا اور یہی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنے مفوض الیہ ہو و مناسبتہ ان کلا من الشاھد والوکیل ساع
فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد
میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ
توکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالے نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درم لیکر یہ وجہ استدلال یہ ہے
کہ یہ بعثت بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جب کہ اللہ اور اوسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اوسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی
النہر و وکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں
ام ابو داؤد نے اوس سند سے روایت کی جسمیں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ آپ کے واسطے
قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اوسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک
دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور اوسکی تجارت کی واسطے برکت کی دعا
کی اور ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر اجماع و اتفاق
ہو وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شئ عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق
ووقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر
زواہر الجواہر وینبغی ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا
لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہی چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہاں تک کہ طلاق
کو بھی شامل ہے شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتویٰ ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہو اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور
قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نکر سکے گا اور یہی مذہب قوی ہو چنانچہ تنویر البصائر
اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے کہا کہ اسی قول کا فتویٰ ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہو سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ
کے نزدیک بخلاف محمد کے اور توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہو کہ
تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ

مین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہے ہم یہہ قول کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجای اپنی ذات کے توکیل
عام نہین ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معین ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اوسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اوسکے مختلف ہین
تو وکالت باطل کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہی غیر شخص کو
اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی جہت سے اوس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہہ خارج ہو گیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ
کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز اور
اوسمین تصرف معلوم نہین اوس کا جواب یہہ ہی کہ توکیل عام نے الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے
کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول چنانچہ موکل نے وکیل سے
کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا
کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شئے مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے درر مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت مین وکالت بمعنے
حفظ کے ہی ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے
اپنے مقام پر اوس شخص کیجانب سے جو تصرف کا مالک ہی بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن
کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہہ ہی کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم
ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کو غیر محرم کا شکار کی بیع مین اور یہہ قول مبنی ہے اس پر کہ اصل اشیاء مین اباحت ہی ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل
ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار نحو طلاق و
عتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل
کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم
ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہی وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اوسکے ولی کے
اوس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ
لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہی صغیر عاقل کا وکیل کرنا اوس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہی چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف
مسطور مین اور اگر اوسکو اوسکے ولی نے اذن ندیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اوسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ
کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بہی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا
او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا ووقف توکیل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور
موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہو گیا تو توکیل نافذ ہی اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل
نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا ببیع صید وان امتنع عنہ
الموکل لعارض النہی کما قدمنا تنبیہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اونکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع
فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہی بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا توکیل کی تعریف
مین سو آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پہر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو بولے
کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھا بوجھا ہو ہم یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہی کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے
اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل مین بہی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر

غیر ماذون یا ماذون ہو ہم محجور صبی اور عبد دونوں کی صحت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لاشتراط الکذا
الالات فی صحۃ الوکالۃ لان صحۃ عبارۃ الوکیل فانہ الی یعقل ویقصدہ ای یجعل للامر سبباً پوشیدہ نہیں کہ باب مابین صحت وکالت میں گفتگو ہے
مثلہ وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے بیان یون کہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر ہم ہدایہ اور وقایہ اور غرر میں
مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہے کہ یعقل العقد ویقصدہ یعنی وکیل مین شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اوسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو موکل کے طرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن یہان گفتگو
صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابط الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ
لنفسہ یہ مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل میں ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اوس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے
ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اوس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ
وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے اسواسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض
کے توکیل کا مالک نہیں ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین صحیح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کیواسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فیشمل الخصومۃ تو توکیل شامل
ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنی خصومت
وغیرہ کو شامل ہے خصومت لغت مین جھگڑا ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنی مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوسکے جواب میں اقبال کیا
یا انکار یہ شرعی خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوی صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی ولذا قال فصح بخصومۃ
فی حقوق العباد برضی الخصم اسیواسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اوس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہو مخاصم کی رضامندی کے ساتھ
جوازاً بلا رضاہ وقالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے جائز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم امام اور صاحبین کا خلاف
لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضای مخاصم جائز ہے لیکن بدون اوسکے راضی ہونیکے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب حق ہے مخاصم پر
اور لوگوں کی عادت خصومت میں متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوویں تو مخاصم کو ضرر ہوگا لہذا اوسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ
فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم [illegible] اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی
ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کہا ہے اسکو نہایہ میں اور فتوی کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی رای پر مفوض کرنا چاہئے کذا فی الدر درر مین ہے کہ اگر
قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو اوسکا موقع نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر
رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضای خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا انہ التفویض
الی الحاکم منظر سابق مناسب کہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے مین تو قباحت ہے انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل
مریضاً لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضای مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اوسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین
اپنے دونوں پاؤں سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے عام ازین کہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائباً مدۃ السفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر
ہو یعنی تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضای خصم لازم ہے ہم یہ اوس صورت مین ہے جب کہ مخاصم انکار نکرے لہذا محیط مین ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو
اور توکیل دونوں سے لازم نہین بدون رضای خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہئے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر نہین کرتا تو توکیل پر
راضی ہو پھر جب کہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہے مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ مدت سفر سے کم غیبت ہو تو وہ [illegible]

ہے کذا فی الطحطاوی او مریدًا له ویکفی قوله انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کو اتنا کہنا
کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ھ یہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر
امر باطنی ہے تو اوسپر دلیل چاہیے اور وہ خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اوسکا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اوسکی حال
کو ملاحظہ کرے اور ارادے کے سامان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو
جو مردوں سے مخالطت نہیں رکھتی ہو چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھ پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان
اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکیگی حیاکے سبب سے تو اوسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او
حائضًا او نفساء والحاکم بالمسجد اذا لم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم
تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر ھ اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہوگا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضًا او محبوسًا من غیر حاکم ھذہ الخصومۃ
فلو منه فلیس بعذر بزازیۃ بحثًا یا موکل محبوس ہو اوس حاکم کیجانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اوس حاکم کیطرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع
ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ بحثًا ھ اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس اوس حاکم کے اختیار میں ہے اوسکو محبس سے نکالے اور دعوے کا جواب لیکر محبوس کرے اور اگر محبوس وہی ہو تو دعوے
کرے اگر تاخیر دعوے سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوٰی خانیہ یا موکل دعوے خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی
اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اوسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون من الاعذار ان کان الموکل شریفًا
خاصمه من دونه بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر وله
الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوٰی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوے سننے سے پہلے
اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوے کے بعد کذا فی القنیہ ھ رجوع جائز ہے اگرچہ بعد مدت کے ہو اور قنیہ میں ایکدن کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا
فی کونها مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لها مطلقًا ولو ثیبًا فیرسل امینه لیحلفها مع شاهدین بحر واقرہ المصنف اور اگر مخاصمین
اختلاف کریں عورت کی پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی
اپنا امین دو شاہدوں کے ساتھ اوسکے پاس بھیجے تاکہ اوس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھ امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاویں
تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی نے لکھا اور دو شاہد گواہی دیں اوسکے حلف یا نکول پر وان من الاوساط
فالقول لها لو بکرًا وان هی من الاسافل فلا فی الوجهین عملًا بالظاهر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول
معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور ارذال میں سے ہے تو اوسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر
عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھ عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہے یعنی ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقا پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں
در صورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقا پردہ نہیں طحطاوی نے لکھا ظاہرا اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیاء دنیاوی آئین اہل میں
کہ اونکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائها وکذا باستیفائها الا فی حد وقود بغیبة موکله عن
المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے دینے میں اور اسیطرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں در صورت غائب ہونے
موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھ ایفا سے مراد یہاں دینا اون حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنے لینا حقوق
موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اوسکا وکیل اور
استیفای حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود ٹل جاتی ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کردینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے
یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لا بد من اضافته ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ

توضیح میں اقرار پر ملتی ہے اور جس عقد کی نسبت وکیل کیطرف ضرور ہے چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اوسکے حقوق
وکیل سے متعلق ہیں کہ اسی طرح ایک ہم اضافت الی الوکیل سے مستغنی ہو چنانچہ وکیل کا یوں کہنا
کہ میں اس گھر کو بیچا یا اس کا میں نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل رسول ہوگا فضولی
ہو جائیگا مجتبیٰ میں ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام نصیر نے کہا تو عقد کے حقوق اوسکے وصی کی طرف منتقل ہوں گے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہ ہو تو حاکم
وصی قائم کرے اور یہی قول منقول ہے اور نصیر نے کہا کہ بعد موت وکیل نفس کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہوگی تو فتویٰ کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے
انتہی کذا فی العطائیۃ لا لوکیل محجورا اس شرط سے کہ وکیل محجور نہ ہو جیسے ممنوع التصرف ہو سید اقرار سے صبی محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ اوسکی وکالت جائز
ہے لیکن دونوں کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہوں گے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع و تسلمہ و قبض ثمن و رجوع بہ عند استحقاق و خصومۃ
فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ و غیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ و حکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن قبض
کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق بیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب میں بدوں فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور
غائب ہونے کے یعنی خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہیں اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃ و حکما ہم عقد قائم
ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت میں عاقد ہے اور احکام عقد کے وکیل ہی کے طرف راجع ہوتے ہیں تو وہی حکما عاقد
ہوا لکن فی الجوهرة لو حضرا فالعهدة علی العاقد [illegible] لیکن جوہرہ میں ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونوں حاضر ہوں تو تمام
حقوق عقد کا اوسی کے لیے ولاے رہے گا جو عاقد ہے الا فی الاذن ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک
فلیحفظ فقوله لا بد فیه ما فیه ولذا قال ابن الکمال یکتفی بالاضافة الی نفسه فافهم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق
عقد کے موکل سے متعلق ہوں گے بالاتفاق کذا فی ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول میں کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضروری ہو وہ علل
ہے اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کا یہ کہنا کہ اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اوسکے حقوق عقد متعلق بوکیل ہوں گے سو اسکو توجہ کر لو [illegible]
شارح کہتا ہے کہ وکالت میں نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کیطرف ضروری نہیں چنانچہ اس ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے
کہا بزازیہ اور خلاصہ میں اس سے کہ عبد کا وکیل ایک عبد پاس گیا سو غلام کے مالک سے کہا کہ یہ غلام میرے موکل کے ہاتھ بیچ اور وکیل نے
کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہیں اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اوسکا مرتبہ یہ تھا کہ عہدہ اوسکی طرف راجع ہو سو اس نے
کر دیا اور ابوالقاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل اکیلا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل
تھا جب کہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کیطرف نسبت کریگا تو اسمیں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے
لگائی کہ رسول کے طرف حقوق عقد راجع نہیں ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کے طرف عقد کی نسبت کرے
تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا [illegible] وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق به ای بالوکیل لغو باطل اور شرط کرنا موکل کا یہ کہ متعلق نہ ہوں حقوق
کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوهرة والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے شروع سے
قول اصح میں ہے یہ قول ابوطاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کے طرف منتقل ہوتی ہے فلا یعتق قریب
الوکیل بشرائه ولا یفسد نکاح زوجته به تو آزاد نہ ہوگا قرابت دار وکیل کا اوسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
خرید کرنے سے جیسے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اس نے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو بھائی
آزاد نہ ہوگا اور زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہاں ابتدا سے موکل کی ثابت ہے وکیل کی
یہ وجہ بقول ابوطاہر ہے اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک تامہ ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے اور ملک منتقل ہے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اوس نے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے
خلاف کا کچھ ثمرہ نہین اسواسطے کہ احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہے ولکن ہما ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ او
زوجتہ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے
موکل کا قرابتدار اور اوسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہے ہم یہہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے ابو طاہر
کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہوچکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ
الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اوسکا وکیل کے موکل کیطرف ضرور ہے یعنی موکل کے طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین
تو اگر وکیل اوس عقد کو اپنی ذات کیطرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین باعتبار
اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہوجاویگا تو اب تفریع آیندہ سے منافات باقی
نرہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ وتصدق واعارۃ
وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ یکون فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح
لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کے طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمدا سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور
کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھنا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اوس عقد کے حقوق
وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے کہ وکیل کے عقود مذکورہ مین محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح
واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہوگیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا
ہم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کے طرف سے ہی تو اوس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کے طرف سے
ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع مین حقوق عقد
وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید کی اور موکل اوس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہی
محطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کرے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین ولان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا
ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھہ ہو بدلیل استحسان اور وکیل
دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکریگا اسواسطے کہ عدم فائدہ ہے ہم وجہ استحسان یہہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا حق ہے سو اوسکو پہنچ گیا اور اسمین کچھہ فائدہ نہین کہ اوس سے لیا جاوے
پھر اوسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لو کان دین واقع ہوتا ہے باہم مجرا کرلینا ثمن کا وکیل کے دین سے
اگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضامن ہے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنے اگر فقط وکیل ہی کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھہ واقع
ہوگا دونون برابر سرابر ہوگئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے
ادا کیا اور اگر فقط مدیون ہو مشتری کا یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرۃ بخلاف وکیل یتیم وصرف علینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا لغنی ہم یہہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ
صح یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین یعنی مین بجای وکیل یتیم وصی یتیم ہو سو اوسکی یہہ
ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اوسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اوسکو واجب ہے کہ دوسری بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ
یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اوس کا دینا تضییع ہے اور وکیل نے الصرف نے جب کہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے
بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق عاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین

ف بیان اسکا کہ اگر عقد کو اپنے نفس کیطرف منسوب کریگا تو نکاح اوسی کا واقع ہوجاویگا

مليكه من موكله فلا يملك قبض دينه ولو قبض صح لا يجيئ ما ملكه يكن ملكيه دينه كانه تلف ماله برائنيه اور اسكے يعنی کمابنگ
مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہو جسپر دین نہیں اپنے مرنے کے ساتھ تو مولے مالک دیون عبد کے قبض کرنے کا نہیں اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا
بدلیل استحسان مذکور جب تک غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین میں اسکے وارثوں کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنی اگر غلام ماذون مدیون ہوگا
تو اوسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہیں کیونکہ اسمین ماذون کے وارثوں کا حق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض
باطل لا الرسالۃ یعنی قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر اور درر میں ہے توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ
غیر میں تصرف کی تفویض کرنا جائز نہیں اور استقراض کی رسالت باطل نہیں کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہیں اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے
اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے میں وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ یہ تفویض تصرف ہو اپنی ملک میں اسیطرح مختصر الطحاوی میں
حاشیہ سے مذکور ہو کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درہم قرض دیو تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اوسکو جائز
ہو کہ نہ آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درہم قرض مانگتا ہے سو اوسنے قرضہ دیا تو مول کی لیے ہے وہ دس درہم آمر کے ہونگے لیکن یامور اوس
میں رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح کذا فی القنیہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض
میں صحیح ہے سوائے اس صورت اوسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اوسکے قبض کرنے کو کسیکو
وکیل کرے **باب الوکالۃ بالبیع والشراء** یہ باب ہے بیع اور شراکی وکالت میں الاصل انها ان عمت او علمت او
جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیر
ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہو جیسے فرس تو وکالت صحیح ہے ہم وکالت عام یہ ہے کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو
کیونکہ اوسنے تفویض امر اوسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا معلوم اور متعین ہو سیطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کر دی
ہو یعنی کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہیں یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اوسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے
چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اوسکی جنس اور مقدار کا ذکر ضرور ہے تا جسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جاوے تا امتثال امر ممکن ہو لیکن نوع خالص کا
اسواسطے ذکر کیا کہ اوس نوع سے جو نوع مراد ہو جو مرتد ہو بین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس
کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے ہم دابہ لغت عرب میں ہر جاندار کا اسم
جو زمین پر چلے اور عرف میں گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہیں تو اسمین چند اجناس مجتمع ہوگئیں اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے جانس اور کپڑا
سوتی اور کتانی وان متوسطۃ کعبد لان بین الثمن او الصفۃ کنوعہ صحت والا اور اگر جہالت متوسط ہو یعنی جنس اور نوع
چنانچہ غلام سو اگر موکل اوس کا ثمن بیان کر دے یا اوسکی صنعت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل
ہم اگر دو شے حقیقت اور مقاصد میں متحد ہون تو وہ دونون ایک جنس ہیں اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنسین ہیں پھر اگر جہالت جنسیہ
کی بکثرت ہو سیطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت میں چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ دو قسم مرد اور عورت کے طرف اور مرد اور عورت بنی آدم
میں دو جنسین ہیں بواسطہ اختلاف مقاصد کیونکہ ہر ایک لونڈی اور غلام سے گھٹے ہے تو بعورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام میں اور کام ذریعت
مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام میں اور اسیطرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلہ بشراء ثوب هروی او فرس او بغل صح بالثمن
حال الامر یلی فراجه وان لم یسم ثمنا لانه من القسم الاول وکیل کیا اوسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر حال
حال آمر کذا فی الزیلعی تو اوس کا تابع طرف مرجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ یہ پہلی قسم سے ہے یعنی جہالت نوع کی
جہالت ہے نوع خالص کی جہالت سے ہم انتفالی نے کہا کہ جہالت نوع کی مغتفر ہے اسواسطے کہ تفاوت اسمین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہیں ہے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

لیکن وکالت منصرف ہو گی اوسکے طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہے زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل نادر ہو گا
مقصود موکل کی تحصیل پر اسطرح کہ موکل کے حال کو دیکہے تب اوسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولشراء دار او
عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا یخصص او نوعا کحبشی زاد فی البزازیة او قدرا ککذا قفیزا اور وکیل کیا گہر یا غلام کی خرید کا
تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اوس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع معین کر دیا جیسے
غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کے
بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گہر کو جہالت فاحشہ میں سے شمار کیا ہے اسواسطے کہ گہر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار
اختلاف اغراض اور پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف نے صاحب کنز و قاضیخان کا تابع ہے اور
صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اوس ملک پر محمول کیا ہے جہان گہرون میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا
یہی منح الغفار مین ہے کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو
صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی و الا ای یسم ذلک لا یصح و الحق بجہالة الجنس وہی ما لو وکله بشراء ثوب
او دابة لا یصح و ان سمی ثمنا للجہالة الفاحشة اور اگر اسکو معین نکرے یعنی ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہو گی اور ملحق بجہالت جنس کی
اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اوسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم
ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ کی خلاصہ یہہ ہے کہ جسکی خرید کی وکالت ہوئی اگر اوسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو وکالت صحیح ہے اور اگر
سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع
مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھہ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسیطرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت
کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولشراء طعام و بین قدرہ او دفع ثمنه وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکله بلا
ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبه قالت الثلثة وبه یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور
اوسکی مقدار بیان کر دی یا اوسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہو گی ہماری عرف یعنی صاحب بزازیہ کے عرف مین اوس طعام پر جو مہیا ہے
کہانیکے واسطے ہر ایک اوس مطعوم سے جسکا کہانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بہنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسیکا فتوی ہے
کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہے گیہون اور اسکے آٹے سے اور
مصر کے عرف مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت
باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اوسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہے و فی الوصیة له ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو
دواء به حلاوة کسکنجبین بزازیة اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمین شیرینی ہو چنانچہ
سکنجبین کذا فی البزازیة ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین ذکر کیا ہے نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ
وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق به ولوارثه او وصیه ذلک بعد
موته موت الوکیل فان لم یکونا فلموکله ذلک ای الرد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پہیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے
جب تک کہ مبیع اسکے ہاتہ مین ہے بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اوسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا
وارث اور وصی نہو تو اوسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پہیر دینا اور اسیطرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنی وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور
بیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پہیر دیجاویگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہو گا تو موکل پر پہیری جاویگی اور

اس کو ایسی ہے تصریحات ہیں کہ انی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ فہذا اذا لم یکن لہ قبل تسلیمہ الی موکلہ امتنع رده الا باجرة لانہا
الحکم لا بالتسلیم اور سبب یعنی وکیل کی تہمت ہو جب کہ وکیل نے موکل کو ابھی تسلیم نہیں کردی اور اگر اوس نے بیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو
سپرد دینا ممتنع ہے مگر موکل کے امر سے بسبب تمام ہونے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بالعیب اذا الفسخ متعلق بالحق المتعین
قنیہ بخلاف اوس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچا تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ مطلقا
یعنی اگرچہ بیع مشتری کو دیچکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دیچکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور بلا اوس کے سپرد کرنے
اور بیکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل بالشراء حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ او لا بالاولی لانہ کالبائع اور وکیل کو بائع
ہو روک رکھنا بیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولی حبس جائز ہوگا اسواسطے
کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبۂ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بمؤجل ثم اجله البائع کان للوکیل المطالبة بہ حالا وهی الحیلة
حالا ہے اور اگر وکیل نے اسکو بثمن مال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے نقد المال جائز ہے
اور یہی حیلہ ہے کذا فی الملا مسکین یعنی تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن مال خرید کرے پھر بائع ثمن کی تاجیل
کرے اور کذا فی الطحطاوی ولو وهبه کل الثمن رجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط عنہ اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل
موکل سے تمام ثمن پھیرلے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیرلے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کردینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر فهلك المبیع
فی یدہ قبل حبسه هلك من مال موکله ولم یسقط الثمن لان یده کیدہ اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل
کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مثل قبضہ موکل کے ہے اور اگر مبیع ہلاک ہوا وکیل کے
ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کرکے پھر موکل نے ثمن دیا سو ہلاک ہوگیا یا موکل کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک
ہوا کذا فی الطحطاوی ولو هلك بعد حبسه فهو كمبیع فیهلك بالثمن وعند الثانی کرهن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اوسکے حبس کے تو وہ بیع کے مانند
ہوئی تو ہلاک ہوئی ثمن سے یعنی اوسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہو جیسے بیع کے مانند ہے اوسکے
بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جب کہ ثمن مستہلم کرلیگا ثمن کے واسطے روکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسیطرح وکیل کے پاس ہلاک
ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لیسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جب کہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل
بقدر فضل موکل سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقة الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک
اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی کرکے بخلاف عینی
اور ابن ملک کے کہ عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں حموی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہو اصیل عقد میں اور
حقوق عقد میں وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقة الوکیل ولو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد
بمفارقة صاحبه قبل القبض لانه العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی
مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ عاقد
لا ادری قبل قبض بطل عقد صرف ہو والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہے نہ قبول سلم اسواسطے
کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تاکہ وکیل راس المال مسلم الیہ کو دیوے اور قبول سلم
کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیهما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقته
بل مفارقة مرسله لان الرسالة فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اوسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہے اسواسطے کہ پیام رسانی عقد مین ہو نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بھما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنی مسئلہ
عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہے بہتر یہہ تہا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال
لحم بدرھم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ
مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درہم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اوسکا خرید کیا
یعنی بیس رطل ایکدرم سے اوس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہے تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے اونکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہے اسواسطے کہ وکیل نے اوسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کے
طرف سے کہ وکیل مامور ہے ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اوس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ھ خلاصۂ جواب یہہ ہو کہ وہ دس رطل
کی خرید کا مامور ہے نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اوسکے برابر نہین یعنے مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایکدرم کو بکتا ہے اوسکو دو درم سے خرید کیا تو یہہ بیع وکیل کے واسطے
واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ھ غیر موزون کی یہہ صورت ہو کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض
سو درم کے تو اوس نے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہے تو یہہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک
کا ثمن مجہول ہے اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہے تو ثمن اوسکے اجزا پر منقسم ہوجائیگا کذا
فی الطحطاوی بتصرف ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی عن الحقائق
لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اوس معین چیز کی خرید کا جو موکل
کی غیر ہو تو وکیل اوس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے
امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا موقع فریب کی جہت سے ہے بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرلیگا تو صحیح ہوگا کذا فی
المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہے ھ غیر موکل کی قید ہواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جسمین چیز معین
نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہہ خرید وکیل ہی کے
واسطے واقع ہوگی چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شیء معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید
کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہے کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہہ ہے کہ
نکاح اون عقود سے ہے جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہے اور اوسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جب کہ اوسکی طرف منسوب اور
مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہے اگرچہ وکیل اوسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی
مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ
عینی تو اگر وکیل نے شے معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اوس ثمن کے جس کا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی
اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت امر کذا فی العینی ھ یہہ تفریع ہے حیث لم یکن مخالفا پر
وان لیشتری شیء بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اوسکو وکیل کیا
غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے اوسکی نیت کریگا خرید کرنے کی وقت یا اوسکو موکل کے مال سے خرید کریگا
ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر مابین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے
اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہے اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہ لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو

اس بات پرکہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو امین ہو اور روایتیں ہیں ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحرالرائق میں اسطرح ہے کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اس
نسبت ایک شخص کے مال کے طرف کی خواہ وکیل کے مال کیطرف یا موکل کے مال کیطرف تو وہ چیز اوسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کیطرف نسبت کی تو اگر
وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اوسیکی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونوں کا
اتفاق ہوا تو محمد کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک نقد پر حکم ہوگا انتہے جب یہ تسلیم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہا
للموکل واجب ہے کہ اوس صورت پر محمول کیجیے جب کہ وکیل عقد کو اپنے مال کیطرف نسبت نکرے اور اوسکو موکل کے مال کے طرف نسبت کرے یا مطلق مال کیطرف
خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہے کہ موکل کے مال کے طرف اوسکو
نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ اوسنے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا موکل کے مال سے
اور نیت میں کاذب اور ترافع تہمت کا مراد ہے جب کہ عقد مطلق مال کے طرف مضاف ہو اور دو روایتوں سے صاحبین کا قول مراد ہے
کذا فی الحلبی متن زعم انه اشتری عبد الموکله فهلك وقال موکله بل شریته لنفسك فان کان العبد معینا وهو حی قائم فالقول
للمامور اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا لانه اخبار عن امر یملك استینافه وکیل نے کہا کہ اوسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک
ہوگیا اور اوسکے موکل نے کہا بلکہ تونے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول
معتبر ہے مطلقا خواہ اوسنے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے ایسی چیز کی خبر دی جسکی استیناف کا وہ مالک ہے ہم استیناف عقد یعنی سرنو
عقد جدید کر سکتا ہے یعنے اگرچہ وکیل نے اوسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اوسکو جادہ اور استیناف کا اختیار ہے اسطرح پر کہ کہے کہ مینے اوسکو موکل کے
واسطے خرید کیا اسواسطے کہ مجھے معین کی خرید میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلك
الحکم اور اگر غلام میت ہو اور حالانکہ ثمن نقد ہے تو اسیطرح حکم ہے یعنے مامور کا قول معتبر ہے وان لم یکن منقودا فالقول للموکل لانه ینکر
الرجوع علیه اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہے اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہوتا
ہے وان العبد غیر معین وهو حی او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانه امین اور اگر غلام غیر معین ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو
تو ایسا ہی حکم ہے یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہے والا فللآمر للتهمة مستحلفا لما اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول
معتبر ہے بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے ہم تہمت یہ ہے کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو آمر پر ڈالا قال لرجل بع
هذا العبد فباعه ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان عمرا امره بالشراء اخذه عمرو لعدم اعتبار الانکار لما تقدمه من الاقرار دلالة بقوله
یعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ یہ غلام مجھے عمرو کے واسطے بیچ دے پس اوسنے بیچ دیا پھر امر کرنے سے انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اوس غلام کو لیگا اور اوس کا انکار امر کے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اسکے انکار کے اوسکی توکیل کے اقرار سے یوں کہنے سے کہ مجھے
بیچ عمرو کے لیے اسلیے یعنی جب اوسنے اول یوں کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اوسکا وکیل ہوں پھر اوسنے وکالت کا انکار
کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہے الا ان یقول عمرو لم آمره به ای بالشراء فلا یاخذه عمرو لان
المشتری ارتد بتکذیبه مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اوسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اوسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کرنے
سے الا ان یسلمه المشتری الیه ای الی عمرو لان التسلیم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری
عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اوسکو لیلے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہے اگرچہ ادائے ثمن پایا نجائے بسبب عرف اور رواج کے یعنی ترغیبی ثمن مروج
ہے امره بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواه للموکل کما مر اگر کسی موکل نے وکیل کو دو معین چیزوں کی خرید کا یا دو غیر معین چیزوں
کی خرید کا جب کہ وکیل نے اوسکی خرید کے وقت موکل کیلئے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہوگا کذا فی البحر ہم عنقریب مذکور یہ ہوچکا کہ اگر غیر معین چیز کی خرید کا

وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جب کہ موکل کے واسطے نیت کرے تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لو تیسر ثمنا فاشتری له

احدہما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس للوکیل الشراء بغبن فاحش اجماعا

بخلاف وکیل البیع کما تجیئ میں دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اوسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک

چیز خریدی کی بقدر اوسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھہ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کے طرف سوا اسکے

اگر ایسا نہین یعنے کثیر زیادتی سے خریدکیا تو وہ خرید موکل کے طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھہ خرید کرنا

بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اوسکو غبن فاحش کے ساتھہ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا ولکن اشتراہما بالالف وقیمتہما سواء فاشتری

احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے

اون دو مین سے ایک چیز خریدی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کا فائدہ ہے لہذا صحیح ہے

ولو بالاکثر ولو یسیرا الا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومۃ لحصول المقصود

اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خریدی کی اگرچہ زیادتے قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونون معین چیزون

سے ہزار کی بقیہ سے قبل خصومت کے خریدکرلے تواب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا

بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اوس نے ایک غلام پانسو اور دو درم کو خریدکیا تو یہہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو وہ کم پانسو درم سے

خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوزاہ

ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اوتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے ولو امر رجلا

مدیونہ بشراء شیئ معین بدین لہ علیہ و عینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرأ الغریم بالتسلیم الیہ ا

اگر ایک شخص نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اوس دین کے جو اوسکا اوسپر ہی اور مبیع کو اوس نے معین کردیا یا بائع کو معین کردیا تو خرید صحیح ہی

اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹہرایا جائے گا قبض دین مین بنابر دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہوجائیگا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعین

لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علے المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے

اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسیواسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر

نافذ ہوگی تو اوسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑیگا بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی

المحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات

عندہما اور اسیطرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اوس دین کے جو اوسپر ہے

بنا ہی خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالات مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک

دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور آمر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا آمر کے تصرف کے

مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالات مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹہیری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہہ تملیک دین ٹہیری

بدون اسباب کے کہ اوس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجے اور یہہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق

بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اوس نے اوسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اوس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اوسکے

ذمے پر ثابت ہی تو اوسکا امر صحیح ہے بسبب ٹہیرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کیواسطے اور وہ معلوم ہے نہ مجہول کہ توکیل بقبض دین صحیح نہو ہم یعنی

جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اوس نے حق تعالی کو قبض دین کا وکیل ٹہیرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہی خدا کا جل شانہ کما صح امرہ

او امر الآجر المستاجر بان یعمر ما استاجرہ بما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ وینفق علیہا صح اتفاقا لانہ مولی
لا یحتاج الاجر کل وقت تحویل الدین جرا للمؤجر فی القبض جیسے صحیح ہے اور ویسا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اوسکی مرمت کا جسکو
اوسنے اجارہ ولیا اور اس قدر سے جو مستاجر پر ہے اور ایسا ہی اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کی خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور
اوسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے بسبب ضرورت کے اس واسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز
قبض جسپر مین اجارہ دینے لگے انتذار دی گئی ہم موجر بفتح جیم عبارت ہے عین مستاجر سے ہوا اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی
شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب قیل علی الخلاف الی اخرہ فراجعہ مین کہتا
ہون اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر مین ہے کہ اگر موجر کا یہہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہے تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضون کے نزدیک
بر جب خلاف امام اور صاحبین کے ہے الخ تو اوسکے طرف مراجعت کر مین کہتا ہون خلاف یہہ ہے کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہین بدون
تعیین مبیعہ یا بائع کے اور بلا تعیین بیع امور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشراء الف بالف
ودفع الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الامر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر امر کیا
اوسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور دیئے ہزار روپئے سو وکیل نے اسکو خرید کیا اور قیمت اوسکی ہزار ہی ہے سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو میں خرید کیا
اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہے ولو کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر
بلا یمین درر وابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ
تحریف وصوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اوسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا
صدر الشریعۃ کے تابع ہوکر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہے کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع اور عدم قیمت دونون صورتون مین بدون
قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہے افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہے کہ قول بعدم حلف تحریف ہوا اور ٹھیک بات یہہ ہو کہ بعد
حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ہم علامہ نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نقل صریح بیان نہین کی تو دعوی تحریف ردر افاضل کی بابت
بدگمانی ہے اور تخطیہ بے محل ہے وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر لما مر لکن
فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ فتنبہ اور اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہین دیئے اور حالانکہ قیمت اوسکی پانسو ہے
تو موکل کا قول معتبر ہے بدون قسم کے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے درر کا تابع ہوکر چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہے کہ وکیل کا قول
معتبر ہے قسم کے ساتھ مگر چار صورتون مین گواہون کے ساتھ قول اوسکا معتبر ہو تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہہ استدراک صحیح
نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہے اور یہہ وکیل مین تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہے
تو نفی یمین اسکو لازم نہین انتہی ملخصا ولو کان قیمتہ الفا تحالفا لان فسخ العقد بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اوسکی ہزار
ہو تو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاوے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو امرہ بشراء معین من غیر بیان
ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الامر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن وموجبا
التحالف اور ایسا ہی اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنیکا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اوسکا
وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اوسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین
اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہے ہم تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہے قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہے اور قاضی خان نے
اتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہے کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الامر

امرتک بشرائه بمائة وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینه فان برهنا قدم برهان المامور لانها اکثر اثباتا اور اگر دونون نے خلاف کیا
مقدار ثمن مین یعنے تسمیۂ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اوسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے
خرید کرنیکو کہا تو موکل کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ
بشراء اخیه فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس هذا المشتری باخی فالقول للآمر بیمینه ویکون الوکیل مشتریا لنفسه والاصل ان
الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بہائی کی خرید کرنیکا
سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہہ جسکو خرید کیا میرا بہائی نہین تو موکل کا قول اوسکی قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور وکیل اوسکا مشتری ٹہیریگا
اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ خریداری جب کہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہے بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط
کے باب مین مذکور ہوچکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیه ای علی الوکیل لزعمه عتقه علی مولاه فیؤاخذ به
خانیه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اوسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیه ولو
امر عبد بشراء نفسه لآمر من مولاه بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیده اشتریته لنفسه فباعه علی هذا الوجه عتق
علی المال والولاء لسیده وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنیکا اپنے مالک سے بعوض اتنے
مال کے اور مبلغ اوسکو دیا سو وکیل نے اوسکے مالک سے کہا کہ بیچ اوس غلام کو خرید کیا اوسیکی ذات کے واسطے سو مالک نے اوسکو بیچا اسی
طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اوسکے مالک کا ہے اور وکیل درمیانی ہے جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اوسکے
طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہے آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچنا غلام سے اعتاق ہے اور
غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہے کذا فے الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریته ولم یقل لنفسه فالعبد ملک للمشتری و
الالف للسید فیهما لانه کسب عبده وعلی العبد الف اخری فی الصورة الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف
مثلها فی الثانیة لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ بیچ اوس غلام کو خرید کیا اور یہہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے
خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہے اسواسطے کہ وہ اوسکے غلام کی کمائی ہے اور غلام پر دوسرے
ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اوسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہے مولیٰ کا
تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکہتا وشراء العبد من سیده اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسه لے
العطاء صح الشراء بحر اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہے نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجاینگے تو اسیواسطے مصنف نے
کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہے کذا فے البحر ہم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے
کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصته اذا اشتری نفسه من مولاه ومعه رجل آخر وبطل الشراء فی حصة شریکه جیسے صحیح ہے خرید
غلام کے حصے مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھہ دوسرا مرد مشتری ہے اور باطل ہوگی خریداری غلام کے
ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہہ ہے کہ غلام اور اوسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہے بخلاف ما لو شری
الاب ولده مع رجل آخر فانه یصح فیهما بوع الخانیة من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع
جعله اعتاقا ولذا ابطل فی حصة شریکه للزوم الجمع بین الحقیقة والمجاز بخلاف اوس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور
مرد کے ساتھہ شریک ہوکر کہ یہہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہے چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہے استحقاق کی بحث سے اور
دونون صورتون مین وجہ فرق یہہ ہے کہ بیع منعقد ہوجاتی ہے دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنی غلام کی شرکت

ہیں اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہے ولہذا یہہ باطل ہے غلام کے شریک کے حصے میں بسبب لازم آنے جمع بین الحقیقۃ
والمجاز کے ہم شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہہ ہو کیا وجہ ہے کہ یہہ مذکور حق غلام میں اعتاق اور اوسکے شریک کے حق میں یعنی
ملک ہو خلاصہ جواب یہہ ہے کہ یہہ نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا ہے مجازی یعنے اعتاق میں اور معنی حقیقی
یعنی ثبوت ملک میں اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال لعبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان بکذا ففعل
ای باعہ علی ہذا الوجہ فهو للآمر فلو وجد به عيبا ان علم به العبد فلا رد لان علم الوكيل كعلم الموكل وان لم يعلم فالرد
للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیئے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے
شخص کے واسطے سو اوس نے کیا یعنی اوسکے مالک نے اسکو اسطرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اوسمین کوئی عیب پایا اگر اوس عیب کو
غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار
کذا فی الاختیار شرح المختار ہم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے ولو لم یقل لفلان فهو حر
ای منفرد حر وینفذ علیه ثلثه الثمن فيهما لزوال الحجر بعقد يلتزمه مقترنا باذن المولى درر اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھکو
فلان شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ وکالت کے سوا
اوس نے [illegible] کیا تو اوسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل
ہونے منع تصرف غلام کے اوس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اور مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ہم یہہ جواب ہے سوال
مقدر کا تقریر اوسکی یہہ ہے کہ وکیل بیان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیئے کہ حقوق بیع اوسکی طرف راجع نہوں فرع مسئلہ متعلقہ
شارح الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درہم فباع بالف و مائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا حلا
وہ وکیل ہے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کے طرف ہوا ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درہم کے موکل
گیارہ سو درہم کو بیچا تو بیع نافذ ہے اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درہم سے کذا فی مجمع
الدرر ہم یہہ مسئلہ درر میں خلاصہ سے منقول ہے تو بہتر یہہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر حقیقت بیان کرتا واللہ اعلم

فصل

بیان میں ہے بیع اور شرا وغیرہ کی وکالت
کے احکام میں لا يعقد وكيل البيع والشراء والاجارة والصرف والسلم ونحوها مع من ترد شهادته له للتهمة وکیل بیع اور شرا اور اجارہ
اور صرف اور سلم اور اونکے مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اوس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے
ہم مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا
اوس نے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اوسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ
موکل کے باپ بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا
فی البحر من البحر وجوزاہ بمثل القيمة الا من عبده ومكاتبه اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے سوائے اپنے غلام اور مکاتب کے الا
اذا اطلق له الموکل کبع ممن شئت فيجوز بيعه لهم بمثل القيمة اتفاقا وکیل کو انکے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو
علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اوسکا بیچنا اون لوگوں کے ہاتھ مثل قیمت بالاتفاق امام اور
صاحبین کے کما یجوز عقده معهم باكثر من القيمة اتفاقا اي بيعه لا شراءه باكثر منها اتفاقا جیسے جائز ہے عقد وکیل کا اونکے ساتھ
درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اوسکی اکثر قیمت وکیل بالاتفاق ہم شارح نے بیع
کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید میں کما لو باع باقل منها بغبن فاحش لا يجوز اتفاقا وكذا بيسير عند لا خلاف

لھما ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھہ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہین اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہے کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھہ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہین وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت کثیر قیمت سے اور عوض اسباب کے ہم یعنی امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہی انسان بیع سے عاجز ہوجاتا ہی تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھہ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف در صورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کردیگا تو اوسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرھم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صہ فیہ اور جائز نہین عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہی ایک راہ سے اور خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم ہوچکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہین وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا ویتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع اودہار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادہار سے بیچنا جائز نہین چنانچہ عورت نے جب کہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اوسے بیچدے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچدینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہین ہوسکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسیطرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اوس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرحین وھذا ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہہ بھی یعنے تجارت مین ادہار سے بیچنا اوس صورت مین جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھہ جتنی مدت تک لوگ ادہار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہے کذا شرح ابن ملک ومتی عین الآمر شیئا تعین الا فی بیعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جب کہ موکل کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہوجائیگی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادہار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اوس نے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہہ ہے کہ بالاجماع جائز نہین کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کرچکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھہ اوسی جنس مین تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین وانھا تتقید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھہ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا فی الاصح وکذ الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسیطرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواھر الجواھر قال بعہ بشھود او برأی فلان او علمہ او معرفتہ وباع بدونھم جاز بخلاف لا تبع الا بشھود او الا بمحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر مین ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اوسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اوسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

دور ردکہ بدون اوسکے بیع جائز نہوگی یہی فتویٰ ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتویٰ طلب کا حکم کہ موکل نے
مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اوس نے بدون معرفت اوس شخص کے خرید کیا پھر
وہ کم زیادہ ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے کہ خرید نکر نا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تمارے واسطے
کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو پہلا مفید نہین بلکہ اوسکو مفید ہے تو وکیل پر اوسکی مراعات واجب نہین خواہ اوسکی تاکید نفی سے کرے
یا نکرے چنانچہ اوسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درم سو اوسنے ہزار نقد سے بیچی تو جائز ہوگی
بیع جائز ہوگی اور اگر ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سو مفید نہین تو اگر اوسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اوسکی
اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اوسکو فلانے بازار مین بیچنا سو اوسنے دوسرے بازار مین بیچا تو جائز
تاکید نفی کی ہو تو موکل کی بیع
واقعہ مین تعیین
توجہ المال علی الکفیل

مین ضائع ہوگیا اوسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت ہے
کہ معقود علیہ رجوع کرے اوس قلفہ کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن معاف کردیا جائیگا جیسے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس
مرجاوین کذا فی الطحطاوی عن الواقف من شرح البدایہ وتقیید شراء ہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وھو ما یتقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید
بمثل قیمت ہو یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اوسکے برابر کوئی قیمت کرنیوالا واقف تخمینہ کرتا ہو کذا فی الدر وغبن یسیر کا وقت ادا
غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعرہ معروفا فان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم الخ
جین لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایہ اور یہہ وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اوسوقت ہے
جب کہ نرخ اوسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اوسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ
نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو یہی فتویٰ ہے کذا فی البحر والبنایہ ووکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل
وقالا لا الا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وھو استحسان ملتقی وھدایہ وظاھرھا ترجیح قولھما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اوسکو
غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچا الا قبل خصومت کے
تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہہ استحسان ہے کذا فی الملتقی والہدایہ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتیٰ بہ
اوسکے خلاف ہے کذا فی البحر امام کی دلیل یہہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے
کہ قیمت کو کم کرڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف
مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقید ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا الخ
اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاوے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس
تقیید کو ملحوظ کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اوس سے جسکی تبعیض مین ضرر
نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ
اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اوسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کر لیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رُدَّ مبیعٌ بعیبٍ علی وکیلہ بالبیع ببیّنۃٍ او نکولہ
او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی مدۃ المدۃ رَدَّہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اوسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں
کے یا قسم نکہانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اوس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اوسکو پھیر دیگا موکل پر وکذا باقرارہ
فیما یحدث لا یردّہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اوس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو
لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص وفی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہے اور مضاربت مین عموم ہے ہ ولہذا
وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع بھی انہین ضرور ہے بخلاف مضاربت ولہذا مضارب ایداع کا مالک ہے وفرّع علیہ بقولہ فان باع
الوکیل نسیئۃً فقال امرتک بنقدٍ وقال اطلقتَ صُدِّق الآمرُ اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے
بیع کی ادہار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتہہ بیچنے کا امر کیا تہا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تہا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے
کہ وکالت مین خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صُدِّق المضاربُ عملاً بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی
تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادہار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تہا اور مضارب نے کہا
کہ تو نے مطلق کہا تہا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرّف احد الوکیلین معًا لو وکّلہما
بکلامٍ واحدٍ ولو الآخر عبدًا او صبیًّا او مات او جُنّ نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا اون دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتہہ
وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو ہم اسواسطے
ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونون وکیلون کی رای سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی رای سے اور بیہ اوس تصرف مین ہے جسمین
اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اسمین رای کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الّا فیما اذا وکّلہما علی التعاقب بخلاف
الوصیّین کما سیجیء فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اوس صورت مین نافذ ہے جب کہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ
بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا و
فی خصومۃٍ بشرط رأی الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت رای وکیل ثانی کے
نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنابر قول صحیح کے ہم خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب
ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین وکیل ثانی کی رای مشروط ہے تو اگر بدون رای ثانی دو مباشر
ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الّا اذا انتہیا الی القبض فحتی یجتمعا جوہرہ خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل
منتہی ہون قبض کے طرف یعنی جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہیں یہانتک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتقِ معیّنٍ
وطلاقِ معیّنۃٍ لم یعوّضا بخلاف المعوّض وغیر المعیّن اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق
مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ہم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین رای کی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا
تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اوسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں وتعلیقٍ بمشیّتہما ای الوکیلین
فانہ یلزم اجتماعہما عملاً بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین ہے اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا کچھہ کہا ہے
مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اوسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہو اسواسطے
کہ جو چیز دو شے کے ساتہہ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شے کے وجود کے ساتہہ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلتُ وظاہرہ
عطفہ علی لم یعوّضا کما یعلم من تعینی واللہ یعوّض العبادۃ ولا تعلیقًا بمشیّتہما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر ان عطف تعلیق بمشیتہما کا

لم یتوقفا پر ہے چنانچہ عینی اور تنویر سے معلوم ہوتا ہے تو حق عبارت یون تہا و لا تعلقا بمشیتہما سو تامل کرو تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جسکا بدل نہین لیا گیا اور نہ دوکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے ہون وفی تدبیر و رد ودیعۃ و عاریۃ و مغصوب و بیع فاسد خلاصہ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر تدبیر کرنے اور رد مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور غصب اور بیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصہ بخلاف استردادہا فلو قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیء منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد مین ہے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور بیع فاسد کو پھیر لیگا تو اس کے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت ہلاک ہوتے استرداد کے سبب نہونے امر موکل کے اوسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہہ کہا تہا کہ ایک وکیل تنہا بعض شے پر قبضہ کرے کذا فی السراج ثم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ شے مستردہ کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہے لائق تو یون تہا کہ آدہی پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف سے اسکے قبض پر مامور تہا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تہا بلکہ اجتماع وکیلین امر تہا پہر جب اوس نے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا وفی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور تسلیم ہبہ یعنی موہوب مین احد الوکیلین کا نافذ ہے بخلاف قبض موہوب کے کہ اوسمین اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا کرنے مین ایک وکیل کا نافذ ہے بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اوسمین انفراد کافی نہیں کذا فی العینی ثم استرداد مین اور قبض ہبہ اور اقتضای دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کے حفظ کی برابر نہین بخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونیکے اور اسی طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کی تو یہہ چہہ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون میں سے انفراد اور تنہائی جائز نہیں کذا فی البحر ثم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چہہ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین شمار کین ایک صورت یہہ کہ دو کو ساتہہ وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہہ کہ سلسلہ التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین رای اور تجویز کی حاجت ہے لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ مین جب کہ وقف کرنیوالے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتہہ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذ لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادای دین کا وکیل خواہ ادای دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اوسپر زبردستی نکیجائیگی ادای دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہہ واقعہ کبہی فتوی طلب تہا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہو اور مصنف نے اوسپر اعتماد کیا ثم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہو چنانچہ اوسمین یون ہے کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اوس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی اور ملتقط مین علت اوسکی یہہ مذکور ہے کہ اس کام کا کرنا اوسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا وضع و تبرع جب کہ اوسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال و مفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وہبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور ثم جبر وکیل کا مفاد یہہ ہو کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہے موکل کے ادای دین کے واسطے تو اوسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین بمثل طلاق تو اگرچہ وکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنابر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے

اور اوسکے ہاتھہ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہو یعنی افعال مذکورہ اوسپر لازم الفعل نہین الا فی مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الھدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جب کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا دفع عین کا پہر موکل غائب ہو گیا یا اوس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہے یا بعد عقد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اوسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنیسے اور مدعا علیہ غائب ہو گیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوای قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہے کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہے حالانکہ مخالفت اوسکی فقط متن کے مسئلے مین ہے کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہے درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین شرح مذکور ہے کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہہ ہے کہ وکیل بالاجر پر جبر ہے سوتامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہے کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہے جیسے بیاع اور سمسار اوسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اوسکو پہنچ گیا بدلا اوسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعلہ اوفی اور نہ بہولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کے طرف کہ اوس نے پورا اسکو بیان کیا ہے ہم واقعۃ الفتوی یہہ ہے کہ جب وکیل ہوا اوس دین کی قضا کا جو موکل پر ہے تو اوسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھہ ملاکر پانچ مسئلے ہوئے خلاصہ تنویر البصائر یہہ ہے کہ اگر وکیل مامور ہو قضای دین پر اپنے مال سے تو اوسپر جبر نہین اور اگر آمر کے مال سے مامور ہو تو اوس پر جبر ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہے کہ وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہہ کہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہوا کہ اوسکو تصرف مفوض ہے نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رای سے راضی ہوا اور لوگ رای مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہہ ہے کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اوسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہو گئی مثلا بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضای ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہے اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہے الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ اضحیۃ الخانیہ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جب کہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اوس نے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہے اور یہہ جواز موقوف نرہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہے اگر اوس نے جائز رکہی تو جائز ہے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی والا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کرے اوسکو جو اوسکی عیال مین ہے تو صحیح ہے کذا ذکرہ ابن ملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای للوکیل فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹہیرانے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہے بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ رای کے طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہے سو یہان حاصل ہے بخلاف اوس صورت کے جب کہ دو وکیل مقرر کئے اور ثمن ٹہیرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کے طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ

غرض موکل اجتماع رای وکیلین ہے زیادت مثن اور ہتیار مشتری ہین کذا فی الہدایہ والتفویض الی رایہ کا عمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یتقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور سپرد کرنا وکیل کی رای کے طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی رای اور تجویز سے اذن کے مانند ہے وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اون کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق بجملہ اون امور کے ہے کہ اون سے قسم کہائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجای وکیل نہین ہوسکتا کذا فی القنیہ ہمیہ حکم تنزیل تو دیدیں کے ہمو اور اگر وکیل کو صریحا اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہہ صحیح ہے کذا فی الطحاوی فان وکل الوکیل غیرہ بلا وجہ بلا اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پس اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پہر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اوسکو جائز رکہا تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رای وکیل اول ہو سو یہان حاصل ہے الا فی مالیس تعقد حی طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر وس تصرف مین جو عقد نہین مسیو طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کے شرط سے یعنی دونون تعلیق بشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے ولذا برای عن الکابرۃ قدسہ وخصومۃ وقضاء دین فلا تکفی الحضرۃ بن مالک خلافا للخانیہ اور دین سے بری کرنے مین کذا فی لتفیذ اور خصومت اور بری ہونے مین توکافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ہم ملاف خانیہ فقط خصومت مین ہے اوسمین یون ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اوسی نے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحاوی ولو فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اوسکو وکیل اول نے جائز رکہا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نہ ہوگا جب کہ نفاذ پایا ہو وان وکل بہ ای بالامر والتفویض فہو ای الثانی وکیل الامیر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ او موتہ ویعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت مین وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ما شئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہو موکل کے اس قول مین کہ جو تیرا جی چاہے کر بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اوسکا معزول کرنا بہی اوسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کہ عمل کر اپنی رای پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جای کہ جو تیرا جی چاہے کر تو اوسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اسبات کے کہ اوسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور ورایت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوے ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امراتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امراتی فلا یتقید بہ درر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا

اوسکا مجلس ہین یعنے اگر اوسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین
تو طلاق مقید نہوگی اوسی مجلس کے ساتہہ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اوس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ
فی حقہ وحینئذٍ فاذا باع عبدًا ومکاتب اوذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم او شری واحد منھم بہ او زوج صغیرۃ
کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اوسکا تصرف جائز نہین اوس غیر کے حق مین اوراس
وقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص اونمین سے بعوض اوس مال کے کچہہ خریدے
کرے یا نکاح کردے اسیطرح کی صغیرہ کا یعنی آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنی غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی
ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بہی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا لو
مات الا یصاءٰ ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ
اور صغیر کے مال مین اوسکے باپ کی ولایت ہے پہر باپ کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے کو وصی کرنیکا
پہر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنی جد فاسد مراد نہین پہر دادا کے وصی کی پہر اوسکے وصی کے وصی کی پہر ولایت قاضی کی ہے پہر
اوسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پہر اوسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام و وصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضور
الاب او وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور ما کے وصی اور بہائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماکے متروکہ
اور اسیطرح بہائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اوسکے وصی کے یا اوسکے وصی کے وصی کی یا وجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے
وان لم یکن واحد مما ذکر فلہ ای لوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہو شخاص مذکورہ سے تو اوسکو یعنے ماکے وصی کو ماکے متروکہ مین حفاظت
کی ولایت ہے ولہ بیع المنقول لا العقار اور ماکے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ غیر منقول کی مگر بیع منقول اسواسطے جائز ہے
کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانھما من جملۃ حفظ الصغیر خانیہ اور ماکا وصی کوئی چیز خرید نکرے سوای
طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی
الاب الا اذا قیدہ القاضی بنوع تقید بہ دون الاب یتعمم لکل عمادیہ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جب کہ قاضی وصی کو
ایک قسم تصرف کے ساتہہ مقید کرے تو اوسکا وصی ہونا اوسی قسم کے ساتہہ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی
العمادیہ یعنے اگرچہ باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بہی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا ترجع حقوق
عقد باشراہ الیتیم الیھما بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلاف
اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اوسکے امین کے طرف اون عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوئے بخلاف
وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اوسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے یتیم کے اوس چیز کی ثمن کا جسکو قاضی یا اوسکے امین نے یتیم کو بیچا
بیچا تو صحیح ہے بخلاف اون لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے
بری ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اونکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو اون کا ضمان دینا اپنی ذاتون کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحاوی
وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بل کالتوکیل اور اشباہ
مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اوس چیز مین جسکو وکیل عقد کرسکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوای وصی کے کہ اوسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے
واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخہ پر حموی نے حاشیہ لکہا ہو اوسمین بجای
وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی ہوا اوسمین جو مقدم ہے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنیکے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم

ترجمہ ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو حوالہ کرے میں وکیل کرتا ہوں اوسکو وکیل کیا اور وکیل نے عربی کی تو وہ
شخص مامور سے پہلے اور مامور لیے آمر سے اور وکیل آمر اول سے نہ لیگا کذا فی المحیط اوری من الاستیفاء

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے ذکر کیا ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہ کے
ہی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ اس باب میں چنانچہ سابق مذکور ہوچکا وکیل بالخصومۃ
والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عندنا وہو یعنی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضے کا
یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا ہمارے نزدیک اور یہی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کیونکہ وکیل خیانت پیشہ ہیں اور
بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے تم تقاضا کے اصل دین ہیں بایں معنی لغت کے ہیں لیکن عرف میں تقاضا کے معنے مطالبہ کے ہیں اور عرف
مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے حموی نے جنیس میں ہو یا دین صاحب
محیط و فتاوی صغری سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتبار ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہو کہ تقاضا کرنیوالا
وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی
الحمل ری وکالۃ الصلح اجماعا بخلاف خصومت اور تقاضے کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اس واسطے کہ صلح ساقط ہے
اور سکی حق کے واسطے وہ وکیل ہوا اور رسول المتقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا
خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی او امرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہا کہ ارسلتک
میں تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہا کہ میں
تجھکو امر کیا اوسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی کے لیے کہ امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے۔ الوکیل وکالۃ عامۃ ای
الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ملازمت عبارت ہے ساتھ پھرنے سے مدیون کے
اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین
یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما لو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین
کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے
قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہم اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا
سو ذوالید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی المحیط وکذا وکیل
قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد
بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما
لم یجز قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا وللآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم
بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرو مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوای ایک درہم کے تو اوسکا قبض مذکور جائز
نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے لینے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور اسیطرح نہ قبض کرے
ایک درہم سوای ایک درہم کے کذا فی البحر ولو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فضاع منہ ثم برہن
المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ تخیرہ تو اگر مدیون کے
گواہ نہوں ادای دین موکل پر پسپر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادای دین کا اور وکیل نے اوسپر قبضہ کیا سو اوسکے پاس تلف ہوگیا پھر مدیون

مطلوب نے ابراء دین کا یا موکل پر گواہ قائم کئے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر وارد۔ تو موکل سے پھیر لیگا جو اوسنے وکیل کو دیا ہے اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبضہ کے مانند ہے کذا فی الذخیرۃ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لا یجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی لغیبۃ المدعی علیہ فی الاشباہ ولا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلاث کما مر خصومت کا وکیل جب خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر جس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ بعلت غیبت مدعی علیہ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین جب کہ وہ باز رہا اوس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اوسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اوسپر جبر ہوگا اور تصویر اوسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اوسپر ثابت ہو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اور اس مال مین جو مدیون پر ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای للموکل ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اوسمین جو موکل پر دعوی کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سواگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اوسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اوسمین وکیل نہین کذا فی الدرر ھم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوای حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنی وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بھذا الاقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برھن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاوے اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر ھم صورت اوسکی یہ ہے کہ موکل نے اوسکو وکیل کیا اس کا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اوسنے بیعکی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لیسکتا کذا فی الطحطاوی وکذا اذا استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر بزازیہ اور اسیطرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنی کر لیا اسطرح کہ مین تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ھم بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنی کرلے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنی کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای القاضی لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اوسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر ہو جاوے گا کذا فی البحر ھم طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اوسپر کچھ حق واجب نہوا سواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سو اگر مخاصم اوس پر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اوسپر حکم کریگا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لئلا یصیر عاملا لنفسه اور طالب سے مال ضامن کو وکیل کرتا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جاوے صورت اسکی یہہ ہے کہ اگر ایک
شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اوس کا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل
صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ٹہیرے بسبب دو
ساعی ہوجانے کے بری الذمہ ہونے میں تو رکن وکالت منعدم ہوگیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینی کما لا یصح تو وکیله بقبضه ای الدین
من نفسه او عبدہ لان الوکیل من عمل لغیرہ بطلت الا دا و عمل المدیون بابرا نفسه لیعم وبصح عزله قبل ابرائه
نفسه اشباہ جیسے صحیح نہین توکیل اگر سو کی وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اوسکے غلام ماذون مدیوں سے اسواسطے کہ وکیل
جب کرعمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جب کہ دائن مدیوں کو ابرای ذات مدیوں کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے
اور صحیح ہے مدیوں کو معزول کرنا وکالت سے قبل سبقت کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ و هو قوله اذا وکل المدیون ضمیر یا عامل ہے
راجع دائن کی طرف اور مدیون بانتصب مفعول ہے مثالہ المعنی یہہ ہے کہ اگر وکیل کو ابرای سپرد دین کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہے
اپنی ذات کے واسطے بسبب فارغ الذمہ کرنیکے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اوسکے دین کے ہتا نے سے اور وکالت کی شرط
یہہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہہ کہ اپنی ذات کیواسطے عامل ہو تسہ جب یہہ معلوم ہوا تو شارح کا یوں کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت
باطل ہے بلا وجہ ہے مگر یہہ کہ اپنی ذات کے عمل کو عامل لنفسه عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضه من المحال علیه او
وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالة کونه قاضیا و مقتضیا قنیه یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا
وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال ہے کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل
کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اوسکی توکیل کیوں صحیح نہین اوسکا جواب یہہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی برات نفس میں
اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاوے یا منکر حوالہ ہو اور بیان نہو تو دین محیل پر عود کرتا ہے خلاصہ عبارت نسہ یہہ ہے کہ اگر دائن نے کسی کو اپنے مدیوں سے دین
لینے کا وکیل کیا سو مدیوں نے اوس وکیل کو اپنے طرف سے بہی وکیل کیا کہ یہہ میرا اسباب بیچکر صاحب دین کا دین ادا کرو اور جسے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف
ہوگیا تو مدیوں کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اوسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہین رکہتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا
میں کذا فی الطحطاوی خلاف الکفیل بالنفس والرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح فیہا لان کلامنهم
سفیر کہ بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول قبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ اون کا ادا
دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے سفیر اور معبر محض ہے یعنے حقوق عقد اوسکی طرف راجع نہین ہوا اور تمام ضمان صحیح نہو الوکیل
بقبض الدین اذا کفل هو وبطل الوکالة لان الکفالة اقوی للزومها فصلح ناسخة قبض دین کا وکیل جب کہ ضامن ہوجاوے مدیوں کا تو
صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگئی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ
ہوسکتی ہے وکالت کی خلاف العکس بخلاف عکس یعنے جب کہ دین کا ضامن ہو پہر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل ہوگی
یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے وکذا الحکم اذا صحت کفالة الوکیل بالقبض بطلت وکالته تقدمت
او تاخرت لما قلنا اور اسیطرح جب کہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اوسکی باطل ہوجاویگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا مؤخر
ہو اسواسطے کہ جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اوسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری
لم یجز لما مر انه یصیر عاملا لنفسه بیع کا وکیل جب کہ بیع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کے جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہہ ہے کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے بان ادی بحکم الضمان

رجع لبطلانه وبدونه لا لِتبرّعه پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا
کیا تو مشتری سے نہ پھیرے بسبب اوسکے تبرع اور احسان کے ادّعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدّقه الغریم امر بدفعه الیه
عملا باقراره ولا یُصدّق لو ادّعی الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اوسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی
وکالت کی تصدیق کی تو اوسپر ادای دین کا حکم کیا جائیگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفای دین کا دعوی
کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفای دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدّقه فی التوکیل فبها ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین
الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پھر اگر غائب آیا سو اوس نے اوسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب
ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادای اول کے اوسکے منکر ہونے سے قسم کے
ساتھہ ہم یعنے جب غائب نے قسم کہائی کہ یہہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹہیرا لہذا اوسپر دوبارہ ادای دین لازم
ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصه اور مدیون وکیل سے
دین پھیر لے اگر دین اوسکے ہاتھہ مین باقی ہو اگرچہ بقای دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اوسپر ضمان مثل
لازم ہوگا کذا فی الخلاصه وان ضاع لا لانه بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اوسکو نہین لیسکتا اوسکی تصدیق کے
عمل کرنے سے یعنی جب اوس نے دین دیا اوسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹہیرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد
ضمنه عند الدفع لقدر ما یاخذه الدائن ثانیا لا ما اخذه الوکیل لانه امانة لا یجوز بها الکفالة زیلعی وغیره مگر مدیون
وکیل سے دین پھیر لے جب کہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بلقدر اوسکے جسکو دائن دوسری بار لیلے نہ اوس مال کا جسکو وکیل نے
لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیره هم اور ضامنی کی صورت یہہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اوسکا وکیل
ہی لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھہ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی
کذا فی الطحطاوی او قال له قبضت منك علی انی ابرأتك من الدین فهو کما قال الاب للختن عند اخذ مهر بنته اخذ
منك علی انی ابرأتك من مهر بنتی فان اخذته البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هذا بزازیه یا وکیل نے مدیون سے
کہا کہ مین نے تجھہ سے مال لیا اس شرط پر کہ مینے تجھکو بریٔ الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی
کے مہر لینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجھہ سے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بریٔ الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ
لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسیطرح یہہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیه وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة بحر فهو کذا فی
السکوت والتکذیب وقد تعرله ذلك علی زعمه الوکالة فهذه اسباب للرجوع عند الهلاك اور اسیطرح وکیل نے الضمانت
لی جب کہ موکل اوسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اوسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دونون
سکوت اور تکذیب کو تو یہہ اسباب ہین رجوع دین کے جب کہ دین ہلاک ہوجای وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہہ کہ عند الدفع
وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہہ کہ قبض کری بشرط ابرای مدیون تیسرا یہہ کہ ضامن ہو درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل
هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوی کرے تو اوسکی تصدیق ہوگی
وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوای مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوه المذکورة کلها الغریم
لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوه مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب
ان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلك او اراد استحلافه لم یقبل لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب اور اگر

مدیون گواہ لایا اس پر کہ اوس شخص وکیل سے اوس کا اگر اوا وکیل کے اور اقرار پر جیسے عدم وکالت کے اقرار پر یا اوس نے وکیل سے قسم لینی کا
ارادہ کیا تو مقبول نہیں ہے کیونکہ مدیون کے ذمہ جو کچھ ثابت ہے اسکو ادا کرنے کا واجب کیا غائب کے واسطے یعنی مال مذکور حق ہو غائب کا
اور واقع ادسکا ہمیشہ ثابت ہے کہ انہ الطالب تحول لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ان اگر مدیون گواہ لاوے
اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو برہان مقبول ہے کہ انہ ابحر ہے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض
موکل کے جانب سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کہ انہ ایضاً ولو مات الموکل و ورثہ غریمہ او وھبہ
لہ اخذہ قائما ولو ھالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اوسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ
کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اوس کا تاوان لے گا مگر جب کہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق
کر چکا ہو تو قائم مال کو لیگا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار
کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائیگا کہ اوسکو معلوم نہیں کہ دائن نے اوسکو وکیل کیا ہے کہ انہ العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ
نصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا میں وکیل ہوں قبض امانت کا سو امانت دار نے اوسکی تصدیق
کی تو اوسکو وکیل کے دینے کا حکم ہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے جیسے کہ کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی
ہے اور بیان مذہب مذکور سے تو کچھ معارضہ نہیں ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا الا ترداد اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو استرداد کا
مالک نہ ہوگا کسیطرح خواہ اوس نے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقہ
المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقر ادعی الغیر اور اسیطرح حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعویٰ کیا اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکے
دینے کا حکم نہ ہوگا کیونکہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر ہم بہ ملت ہر دونوں مسئلوں کی ولو ادعی انتقالھا بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ
امر بالدفع الیہ لاتفاقھا علی انہ للوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا بد من التلوم فیھما لاحتمال ظھور وارث
آخر اور اگر دعویٰ کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو اوسکے
دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل و امانتدار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق ترکہ نہ ہو اور ضرور ہے انتظار سے دونوں
ارث اور وصیت میں دوسرے وارث کو ظاہر ہونیکے احتمال سے یا دوسرے مصے لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یؤمر بہ ما لم یبرھن
اور اگر امانت دار نے اوسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ میں نہیں جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہ ہوگا جبتک وارث گواہ نہ لاوے موت پر و دعوی
الایصاء کوکالۃ فلیس لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصاء کا وکالت کے دعوی کے مانند ہے تو میت کے
امانت دار اور اوسکے مدیون کو جائز نہیں دینا ودیعت اور دین کا قبل اوسکے ثابت ہونیکے کہ مدعی مذکور وصیت ہو یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی البعض
الورثۃ تبرئ عن حصتہ فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعض وارث کو دیا اپنے سب دین یا تو مدیون فقط اوسی وارث کے حصے سے
بری الذمہ ہو جاویگا سے باقی وارثوں کا مواخذہ باقی رہے گا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداءہ
او ابراءہ او اقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ ای الوکیل لان جوابہ تسلیم ما لم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا
وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اوسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے جیسا کہ ادا دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری
ملک ہے یعنی مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہے دین اور وکالت کا جبتک
گواہ نہ لاوے اپنے دعوی پر یعنی جب مدیون نے ادای دین کا دعوی کیا مثلاً تو اوس نے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اوسپر دینا لازم ہوا اور شیخ
نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونیکے لائق نہیں تعلیل وہ ہے جسکو فقہا نے ذکر کیا ہے کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادای دین بجز

دعویٰ ثابت نہوا تو اوسکے حق مین تاخیر نہو گی ولہ تحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافاً لزفر اور مدیون کو جائز
ہے قسم لینا مثلاً ادای دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو ردّھا بعیب
فی امۃ وادعی البائع ان المشتری رضی بالعیب لم یردّ علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ھنا فسخ لا یقبل
النقض بخلاف ما مرّ خلافاً لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے
راضی ہو گیا تہا تو وکیل بائع پر رد بیع نکرے جب تک مشتری قسم کہائے اور فرق اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین یہہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ
ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک رد بیع ہوگا ہم کہتے ہیں اگر رد بیع کے ہم قائل ہون
تو قضا فسخ ٹہیریگی کیونکہ رد سے عیب کے اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے
نزدیک قضا نافذ ہے ظاہراً و باطناً دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اوسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا
ظاہر ہو قسم نکہانیکے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نفین مگر بحجت تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین نہ ٹہیری
کذا فی الحلبی فلو ردّھا الوکیل علی البائع بالعیب بحضرۃ الموکل وصدّقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقاً فی الاصح لان
القضاء لا عن دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطناً نہایۃ پہر اگر وکیل نے لونڈی پہیر دی بائع کو یعنی بحکم قاضی پہر
موکل آیا اور اوسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہو جانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح
پر اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ نادانستگی رضامندی سے ہی پہر اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ

والمامور بالانفاق علی اھلہ او بناء دارہ والقضاء لدینہ والشراء والتصدّق عن زکوتہ اذا امسک ما دفع الیہ ونفق من
مالہ ناویاً الرجوع کذا قیدہ الخانیۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعاً بل یقع التقاص استحساناً ان لم یضف الی غیرہ
اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بنای عمارت پر یا مامور ہوا اوسکی ادای دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جب کہ وہ رکہہ چہوڑے
وہ مال جو اوسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے مال موکل کے موجود ہونیکے وقت رجوع کی نیت کرکے اسیطرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ
خانیہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جب کہ مامور نے اوس مال کو غیر موکل کے
طرف نسبت کیا ہو یعنی صرف کرتے وقت یون کہا ہو کہ یہہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کے طرف نسبت کیا ہو یا مطلقاً دیا ہو اور رجوع کی نیت
یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اوسکو عوض ٹہیرا دے اوس مال کا جو اوسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید غالباً
اتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقہ مستہلکۃ ولو بصرفہا الی دین لنفسہ او اضاف العقد الی دراھم نفسہ ضمن وصار مشتریاً
لنفسہ متبرعاً بالانفاق لان الدراھم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پہر اگر مامور کے خرچ کرنیکے وقت موکل کے دراہم ہلاک ہون
اگرچہ اونکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کے طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کیطرف نسبت کیا ہو یعنی یون کہا ہو خرید
کے وقت مثلاً کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہون تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹہیر جائیگا اور اہل و عیال کے
خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نکر سکے گا اسواسطے کہ دراہم وکالت مین متعین ہو جاتے ہین کذا فی النہایۃ
والبزازیہ ہم انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہے جب کہ وکالت مین دراہم متعین ٹہیرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک
ہو گئے تو وکالت باطل ہو گئی پہر اگر مامور صدقہ کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لیسکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقی لو امرہ
ان یقبض من مدیونہ الفاً ویتصدّق فتصدّق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحساناً ہان ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا
کہ میرے مدیون سے ہزار درہم لے اور صدقہ کر دے سو اوسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پہر لے اوسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے

ہم بحر الرائق میں یہہ روایت مستثنیٰ بالمتون کیساتھ منسوب ہوا اور اسیطرح در المختار کے بعضے نسخون میں ہے اور اسیطرح منح الغفار میں ہے بلا استدراک اور
اسپر اوسکی یہہ ہو کہ جو وراثہ کہ یون پڑھین میں گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من ماله والمال
ان مال الیتیم غائب فهو ای الوصی کالاب متطوع الا ان یشهد انه قرض علیه او انه یرجع علیه جامع الفصولین وغیرہ متقدم
وعلله فی الخلاصة بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینة ایک وصی نے خرچ کیا
اپنا مال سے اور حالانکہ مال یتیم اوسوقت موجود نہین تو وہ مثل باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہو مگر یہہ کہ وصی صرف کیکے وقت گواہ کرلے اسپر کہ وہ
خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہے کہ وصی کا
قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر
ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھیریگا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کی الوکالة المجردة لا تدخل تحت الحکم وبیانه فی الدرر وکالت مجردہ یعنی
جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اوسکا درر مین ہے ہم درر مین صغریٰ سے منقول ہے کہ قبض دین کے
وکیل نے جب کہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اوسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تاکہ وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ
لا سکتا ہے تو مقبول نہین یعنی قاضی اسکو سماعت نکریگا انتهی بقدر الضرورة وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت
اوسکی یہہ ہو کہ کچھ روپیے کسی آدمی کو دی تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شراء کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول
عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپیے لے طعام کو بیع سلم مین سو وکیل نے روپیے
لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپیے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھیرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی
پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعه فی زیته وحصیره تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل
مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنی اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اوسنے مسجد کے چراغ روشن کرنیکے واسطے عقد سلم کیا تیل
مین یا فرش کیواسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور توکیل بسلم صحیح ہے ولیس له ان یوکل به من یقبله
ثم اجنبیا علی القریة فیامره بعقد السلم ویتسلم منه علی ما قرر له بالمنا لانه وکیل الواقف والوکالة امانة لا یصح بیعها وتمامه
فی شرح الوهبانیة اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اوس شخص کو جسکو اوسنے امین مقرر کیا ہے قریہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر
امین کو عقد سلم کا امر کرے اوس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہو اور رأس المال سلم کا اوس امین سے لے باطن مین معوض اوس تنخواہ کے جو ناظر کے
واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح
وہبانیہ مین ہے ہم امین کو جب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہیں کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز
نہین کہ ناظر وقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کو تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بالعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اوسنے وکالت کو
بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا

باب عزل الوکیل

یہہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین الوکالة من العقود الغیر اللازمة کالعاریة فلا یدخلها خیار شرط وکالت اون عقود مین سے ہے جو لازم نہین چنانچہ عاریت تو وکالت
مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت جو عقد غیر لازم ہے تو اوسمین
خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بها مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحة علی غریم وبیانه فی الدرر اور حاکم کو ثبوت
وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر در ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر میں ہے ہم
قبل اس باب کے صغریٰ سے گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہہ ہو کہ

حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین فللموکل
العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کو کیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجئ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب
چاہے تا وقتیکہ اوس سے حق غیر متعلق ہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنی اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا
کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اوسکو معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اوسکا حق فوت ہوجاوے اور مگر مدعا علیہ موجود
ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اوسکے معزول کرنے کا اختیار رہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی
ما صححہ البزازی وسیجئ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا برمر
قول ہے کہ جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوری یہہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ
مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جب کہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت
وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل
کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو علق عزلہ
قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط بہ یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اوسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اوس وکالت مین جو
معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالۃ رسول
ممیز عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول
کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق
آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اوسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب کرے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین
ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ
عزل ثابت ہوتا ہی جب کہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہے تا کہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو
اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی
معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کی چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین
جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچانا اور باکرہ
نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر واسطے مشتری اسکو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضے اور متولی وقف کی خبر
ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وفی تمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور حینے
مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اوسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من
الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ
وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم
موکلہ خصومت کے وکیل اور شئے معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق
اور مال موکل کی بیع اور شئے غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنی نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اوسکا موکل
معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی
قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنیکی شرط ہوا ورنہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو شرح بیان کیا ہی یعنی اگر قاضی نے

آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام محمد نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ
ان بغیر حضرة المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کملکہ وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اسکو
موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ
اوسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہے ھ تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزولی بلا علم مدیون صحیح ہو تو
مدیون معزور ہے بسبب فریب خوردہ ہو جانے کا اور مستوجب ادای دین لوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل تفریع علیہ بقولہ
مگر جب کہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاوے تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہو جائیگا یہ مصنف نے اس قاعدہ پر قول آیندہ کو متفرع کیا فلو دفع
المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرأ وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو
دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے
جب اوسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اوس نے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل
کو دینے سے دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرھن نفسہ بحضرة المرتھن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ
بہ وکذا الوکالة بالخصومة بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اوس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کرنے کے لئے
اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اوسکے
اور اسیطرح سے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ھ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر قید عدالت
وکیل کی بمقتضاے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح
لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی یعزلہ بکلما وکلتک فانت معزول عینی اور نہیں ہے اوس قسم سے جسمیں
حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اوسمیں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور
سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ میں تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہو جانے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ میں تجھکو وکیل کرون
تو تو معزول ہے کذلک یعنی ھ طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی میں اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اوسمیں حق وکیل متعلق نہیں
وقول الوکیل بعد القبول بحضرة الموکل الغیت توکیلی او انا بری من الوکالة لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ لم اوکلک لا
یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشئ فقد عرفت تہاونک فحینئذ ذیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول کے
کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری وکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ میں نے
تجھکو وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سو البتہ میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم
کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک نقلا
لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو اوس پر محمول کیا ہو جب وکیل موکل کے ساتھ ہوا
کرے ترک وکالت پر ھ یعنی انکار موکل اوس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایة
وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایة لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا
ثابت کیا ہو اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہو اور وجہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ماوراء نکاح کے انکار فسخ ہے پھر
قہستانی نے کہا اور دوسری روایت میں ہے کہ وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ اور اسیطرح حموی نے
اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہو کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں

تو ہمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت بعد رجوع ومتبایعین یا متاجرین مین خلاف ہے
اور صحیح یہہ ہے کہ جحود رجوع سے اسواسطے کہ جحود فسخ ہو انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہی اور
ظاہر جمیع کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہے کذا فے الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنهایة الشیٔ الموکل فیه کما لو
وکله بقبض دین فقبضه بنفسه او وکله بنکاح فزوجه الوکیل بزازیه اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنیکے اوس
چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اوسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اوسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اوسکو نکاح کا
وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھہ نکاح کردیا کذا فے البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معًا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی
عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فے الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ
پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم
رکھین چاہین فسخ کرین کذا فے الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدهما وجنونه مطبقًا بالکسر ای مستوعبًا سنة علی الصحیح درر
وغیرها لکن فے الشرنبلالیة عن المضمرات شهرًا وبه یفتی وکذا فی القهستانی والباقانی وجعله قاضی خان فی فصل فیما
یقضی بالمجتهدات قول ابی حنیفة وان علیه الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونون مین ایک کے مرجانے
سے اور اوسکے سال بہر کے جنون سے بنابر قول صحیح کذا فے الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین مضمرات سے ہے کہ مہینے بہر کے جنون سے معزول ہوتا
ہے اسیکا فتوی ہے اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اوس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ
کا قول قرار دیا ہے اور یہہ کہ اسی قول پر فتوی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے م مطبق بالکسر کے معنے کامل مستوعب ہے اور بعضون نے معنے دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین وبالحکم بلحوقه مرتدًا ثم لا تعود بعوده مسلمًا علی المذهب ولا بافاقته بحر اور وکیل
معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پہر وکالت عود نہین کرتی اوسکے پہر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اوسکے
جنون جاتے رہنے سے بنابر مذہب صحیح کذا فے البحر م تنبیہ جب کہ مرتد ہوگیا پہر وکیل پہر ا پہر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسیطرح وکالت مرتد بہی موقوف ہے اگر مسلمان ہوگیا تو
نافذ ہے اور اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہے کذا فے الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالة اذا کانت لازمة
لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالة اللازمة اذا وکل الراهن العدل او المرتهن ببیع الرهن عند حلول الاجل فلا ینعزل
بالعزل ولا بموت الموکل وجنونه اور شرح مجمع مین ہے کہ جان کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تواسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے
شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت آنیکے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنیسے اور موکل کی موت اور اوسکے جنون سے م مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اوسکا عطف کرنا صحیح نہین سوا
کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فے الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزل لان بموت الموکل بخلاف الوکالة بالخصومة
او الطلاق بزازیة جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے
کذا فے البزازیہ م یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اوسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی
البحر ان الوکالة ببیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقیًا وحکمیًا ولا بالخروج عن الاهلیة بجنون وردة وفیما عداها من اللازمة لا تبطل
بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاهلیة قلت فالطلاق الذ درفیه نظر میں کہتا ہون اور خلاصہ یہہ ہے جیسا چنانچہ بحر الرائق مین ہے کہ
بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور
ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت سے خارج ہوجانے سے

میں کہتا ہوں تو درر کے طلاق میں بحث ہے ہم درر میں یوں کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا ہے اور تعلق حق غیر کا بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اوسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی المنح وینعزل بما اذا افترق احد الشریکین ولو بغیر وکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے اور دو شریکوں کے افتراق سے اگرچہ وکالت جو کسی ثالث ہو تصرف کے واسطے ہو اگرچہ وکیل کو عزل کا علم ہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم طلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہو جاوے قبل خریدنے کے تو وکالت ضمنیہ بھی باطل ہو گی اور اسکو شامل ہے کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہو گا وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجرہ ای موکلہ لو ماذونا وان لم یعلم ای علم ذلک لانہ عزل حکمی لما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادای بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسطرح معزول ہو جاتا ہے یعنی اوسکو علم ہو عزل کا یا نہ ہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وھذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ جو معزول ہونا بسبب عجز اور حجر کے مذکور ہوا اسوقت ہے جبکہ وکیل ہو عقود اور خصومت میں اور جبکہ وکیل ہو ادای دین اور طلب دین اور قبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا بعجز مکاتب اور حجر ماذون کے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولی نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہو جاتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اوس شے میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا ہو موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اوسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاوے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اوسکو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اوسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاحق ہوا تو اوسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہو ہم بحر الرائق وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر زوج مرتد ہو جاوے تو وکیل کی طلاق صورت پر نابقای عدتہ واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اوسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اوس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اوس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر باقی ہے وکالت جبکہ موکل کیطرف اوسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیچنے کا وکیل کیا سو اوسکو بیچ ڈالا اور اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اوس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہے گا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنی زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اوسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیچنے کا وکیل کیا پھر آپ اوسکو بیچ ڈالا پھر اوسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہاں قدیم ملک نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی

فروع مسائل متفرقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ وکتب الیہ کتابا مالم یبلغہ الکتاب ملتقط میں ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہنچے گا یعنی اسواسطے کہ یہ عزل قصدی

ہو اوسمین علم وکیل شرط ہی اور علم خط بھیجنے سے ہی وکل غائبًا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پہر اوسکو معزول کیا
قبل اوسکے قبول کرنیکے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے درمورت
عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ دراہم لیدفعہا الی انسان بتصدقہا فدفعہا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اوس
آدمی کو دے جو اوسکو درست کرے سو وکیل نے اوسکو دیا اور بہول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے موافق
اوسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اوسکی ثابت نہین ابرأ ما لہ علیہ برئ من الکل قضاءً واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم
ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اوس دین سے جو اوس پر ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری
الذمہ ہوگا مگر بقدر اوسیکے جتنا صاحب دین گمان رکہتا ہے کہ اوسکا اوسپر ہے مثلًا اوسنے دین معاف کر دیا لیکن اوسکا گمان یہہ ہی کہ میرے دس درم
ہین پہر ظاہر ہوا کہ اوسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برارت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول
فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آدمی فلانی نشانی لیکر یا جو تیری اونگلی پکڑے یا تجہسے فلانی بات کہے تو
اوسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہوگا اوسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال
قابض خنصری فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہے اور جسکے واسطے نے کہا کہ وہ مال چہنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اوسکو تو مدیون
بری الذمہ نہوگا اور مال مین اوسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا ۵ وبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ قالوا یجوز التغیر اور جسنے کسیکو
کہا بیچ اوسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتہہ سو وکیل نے اوسکے خلاف کیا یعنے ادہار بیچا یا زید کے ہاتہہ بیچا تو علما نے کہا
کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ہم بعہ وبع بالنقد یہہ ایک ہی صورت ہے وبعہ وبع لخالد یہہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز
ہی کہ یہہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کرنا تو اوسکو جو خرید کرنا جائز ہے
کیونکہ یہہ کلام مشورہ ہے اوسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ لنقد یا یون کہا کہ بعہ من فلان تو اب اوسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن
شرح الوہبانیۃ ۵ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم کذا قول رب الدین والخصم یجبر اور مال کے دینے مین وکیل کا قول مقدم ہے اسی
طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اوسکی یہہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو
وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچہہ اوسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے مین یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا
اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اوسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مینے کچہہ نہین پایا لیکن یہہ فقط درحق برائت
وکیل ہے نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی
حق اوسکا دلایا جاویگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اوسنے قسم کہائی تو قبض دین ثابت
ہوا اور اگر قسم نکہائی تو حق اوسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی
۵ ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمہ منہ وضاع یشطر اور اگر دلال نے مال بیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن
ضائع ہو گیا تو دلال اور بائع مین نصفا نصف کیا جاے ہم یعنے مصالحہ بالتنصیف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر
بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لازم نہین اور نہین تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری نے
لے تو وہ دلال سے پہر لے تا دقتیکہ دلال اوسکا فرستادہ ہو بائع کے طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہہ کتاب ہی دعوی کے احکام مین لا یخفی مناسبتہا للوکالۃ لانہ ہو مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین

ہم مناسبت یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے بلکہ کاسنے نیز خصومت کا وکیل بھی دعوے کی تفسیر ما جنبہ تا یہی هي لغة قول
يقصد به الانسان ايجاب حق على غيره لغت مین دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے دنیا مین اثبات
رسالت اور یہی دفع من حق نفسہ سے کچھ تعرض نہین والفها للتأنيث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اوسپر
تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعها دعاوى بفتح الواو كفتوى وفتاوى درر اور جمع دعوی کی دعاوی ہے بفتح واو جیسے فتوی اور فتاوی کے کذا
فی الدرر لكن جزم في المصباح بكسرها ايضا فيهما محافظة على الف التأنيث لیکن مصباح المنیر مین ذاد حکہ کے یہ یقین کیا دونون نہ
یعنی دعاوی اور فتاوی مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہے مصباح مین لکھا ہے کہ جمع دعوی دعاوی کسرہ واو ہے
کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی البحر وشرعا قول مقبول عند القاضي يقصد به طلب
حق قبل غيره خرج الشهادة والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہے اوس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اوس سے طلب حق کا
غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی
کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اوس سے
اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی او دفعه اي دفع الخصم عن حق نفسه دخل دفع دعوى التعرض فتسمع به يفتى بزازية
دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے خاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو یہین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی
ہے کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور مین اوسکے دفع تعرض کا مطالب
ہون یہ دعوی مسموع ہے قاضی اوسکو ناحق تعرض سے بازرکھیگا جب تک اوسکے پاس حجت نہین ہے تو وہ تعرض سے روکا جائیگا اور جب اوسکو حجت
ہاتھ آئے تو تعرض کرے کذا فی البحر بخلاف دعوى قطع النزاع فلا تسمع سراجية بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ہم صورت
اوسکی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھ پر کچھ ہو تو دعوی کرے اور نہین تو ابراء کرے تو اس شخص پر جبر کیا جائیگا دعوی مین اسواسطے
کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی البحر وهذا اذا اريد بالحق في التعريف الامر الوجودي اور یہ یعنی تعریف دعوی مین او دفعه عن نفسه کا قول
زیادہ کرنا ضرورت ہے جب کہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل
نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنیکی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہے
اسواسطے کہ دفع عدمی نہین ہے کیونکہ دفع سے كف عن المنازعة مراد ہے فلو اريد ما يعم الوجودي والعدمي لم يحتج لهذا القيد اور اگر حق سے
دونو ارادہ کیجیے کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید کے زیادت دفع کی حاجت نہین والمدعي من اذا ترك دعواه يترك اي
لا يجبر عليها اور مدعی وہ شخص ہے کہ جب وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑ دیا جاے یعنے حاکم اوسے زبردستی دعوی نکروا دے والمدعى عليه بخلافه اي
يجبر عليها اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاے بلکہ اوس سے زبردستی خصومت کروائی جاے قلت في البلد
قاضيان كل في محلة فالخيار للمدعى عليه عند محمد وبه يفتى بزازية ولو القضاة في المذاهب الاربعة على الظاهر قرره افتيت بزاز
بحر قلت اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی جو محلہ علیحدہ ہے تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے جاے امام محمد کے نزدیک اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنابر قول ظاہر کے اور اسیکا بہت مفتی فتوی دیا ہے کذا فی البحر ہم علامہ مقدسی
نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتبار کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ
کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولاية لقاضيين او اكثر على السواء فالعبرة للمدعي نعم لو امر السلطان باجابة المدعى
عليه لزم اعتباره لعزله بالنسبة اليها كما مر انتهى مصنف نے اپنی شرح مین ... کہ اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت ہر برابر جس محلہ

شہر میں نہ ہونیکا اعتبار ہے ہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اوسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب منزل ہونے اوس قاضی کے جسکو حاکم نے
پسند نہیں کیا اس دعوی کی سماعت کا اعتبار ہے چنانچہ چند بار مذکور ہوچکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الطحطاوی قلت و ھذا الخلاف فیما اذا کان
کل قاض علی محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی فی مجلس واحد و الولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع
الخلاف فی اجابۃ المدعی لما انہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علی ھامش البزازیۃ فلیحفظ میں یہ کہتا ہوں اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا
اوس صورت میں ہے جب کہ ہر ہر قاضی علحدہ علحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جب کہ شہر میں حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک
یعنی حکومت سب کی ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسیطرح لکھا ہے مصنف نے
خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہوچکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا
تو خوب ہوتا و رکنہا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کلی علیہ کذا او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل و وصی عند النزاع
متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کے طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اوسپر ہے یا نسبت
کرنا حق کا اوسکے طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے و اھلھا
العاقل الممیز و لو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ و الا لا اشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار با تمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اوسکے ولی نے
اوسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہیں کذا فی الاشباہ و شرطہا ای شرط جواز الدعوی مجلس القضاء
و حضور خصمہ فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنی جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اوسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے
مدعا علیہ غائب پر و ھل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم و الا لا حتی یبرھن او یحلف منیہ اور کیا قاضی
مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اوسی شہر میں یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جوابدہی کر کے اپنے گہر رات کو جا پہونچے تو ہان بمجرد
دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اوسکو نہ بلاوے تاوقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کہاے کذا فی المنیہ ھم مدعا علیہ کے حضار میں دو قول ہیں بعضونکے
نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانیکے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے
کہا کہ ہمارے زمانیکے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہے کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد
اور یہ اونکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی و علمیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا
اوس مال کا جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا و لا یقال مدعی فیہ و بہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ
اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جب کہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو تو اب مدعا بہ بولنا درست ہے ھم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہیں اگرچہ فقہین بولتے
ہین مگر یہ مشہور ہے لہذا وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی و شرطہا ایضا کونہا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا و الا کان عبثا اور
یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کرنیوالا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہوتا تو بے فائدہ ہوتا ھم جب ملزم ہونا
دعوی کی شرط ٹہیرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر و کون المدعی مما یحتمل الثبوت
فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا و عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ
ھذا ابنی و ظہورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی آخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ
فالظاہر عدم سماعہا بحریۃ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط یہ ہونا اوس چیز کا جسکا دعوی کیا اوس قسم سے جو محتمل
الثبوت ہو تو اوس کا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یون کہنا
معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اوسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اوس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ

قولہ و نظر الحموی شرط الدعوی نحو لہ سعہ الاطالبا بحکم انہ الطالب لو ترکہا ترک خصمان من نظام الحاجاۃ فخرج ضمن و استغاثۃ و تناقض دیکی حکم بالبداۃ سرہ کونہا مطالبۃ الرعایۃ و الحاجۃ و العقل و الحکم ولہ صرح بلسان المدعی من الاضافۃ اللکلمۃ

خلاصہ یہ ہوا کہ دعوی اسبابِ علمیہ کا دوسرے تشخص ہے اسطرح کہ اوس میں خبر اوسکو الزام ثبت ہوتے ہیں ایک ہی دفعہ یا بد ما علیہ نے اموال مذکورہ کو اوس نے غصب
کرلیا تو ظاہر اسبہ دعوی غیر مسموع ہے کذا فی البحر اور یہی پر یقین کیا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم ذ
ہو المدعی علیہ بلا او بنعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخرس اختیار وتحقیقہ اور دعوی کا حکم
واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر یعنی ہاں کرے تو اقرار وجب ہاں نہیں بولا اور نہ نہیں بولا تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ
گونگا ہو تو اوسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو تحقیق بیان کرینگے تعلیقہ تنقیح گونگے کی شرح میں وسببہا تعلق البقاء
المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب تعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنی اور معاملات میں زیادت اور نقصان
اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذالک جاری ہے تو دعوی کا اوسی سے ترتب ہے یہ بقاء نظام عالم مکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوی نہ ہو
تو اکثر حقوق ضائع ہو جاتیں فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی یدہ او
محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقول مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ
میں ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اوس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ میں یا یہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اوسکے پاس وطلب المدعی احضارہ
ان امکن نقل الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اوسکے حاضر کرنیکا اگر لے آنا اوسکا
ممکن ہو بلا مشقت تو دیوان پر حضار اوسکا واجب ہے تاکہ اوسکی طرف اشارہ کیا جائے دعوی اور شہادت اور استحلاف میں وذکر المدعی قیمتہا ان تعذر
احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ای کما ہو المختار بزازیہ اور مدعی اوسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو حضار عین کا اسطرح کہ
اوسکے لے آنے میں مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت بزازیہ کر کے ہم کلام ابن کمال بحر اور دہبر وغیرہ میں جو
ہلاک عین میں ہے تو شارح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی ہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنی قیمت بیان کرے اگر حضار اوسکا متعذر
ہو اوسکے ہلاک ہو جانے سے یا اوسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اوسکی مانند ہے اوسکے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اوسکی مثل معنوی
ہے وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر حضار اوسکا متعذر ہو باوجود
اوسکے موجود ہونیکے جیسے چکی اور گیہوں کا ڈہیر اور بہیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تاکہ اوسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا یکن باقیۃ الحق
فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعوی میں ذکر قیمت کفایت کرے وللوالوالجیہ ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر
قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل
جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے
فلانی چیز غصب کی ہے اور اوسکی قیمت نہ بیان کی تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی در صورت انکار یا اوس پر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی
در صورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسیواسطے یعنی بسبب صحیح دعوی غصب اگرچہ مدعی اوسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلفۃ
الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزوں کی قیمت بالتفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعوی میں بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان
قیمت میں مقبول ہونگے یا اوسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزوں پر یکبار مع اعیان مختلف الجنس چنانچہ ذات اونٹ مختلف النوع چنانچہ گیہوں اور جوار
مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہوں اور ناقص فان لم یذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح اذا بین قیمۃ
الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہوا اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو
جب کہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے بطریق اولی وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا یشترط
عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ چوری کے دعوی میں قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تاکہ اوسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوائی میں تو بیان قیمت شرط

کذا فی العمادیۃ و ہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیء مستہلک اشترط بیان جنسہ و نوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہے نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شئے مستہلک کا دعوی کیا تو
اوسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے و قد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی
الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر خلاف ہے
جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتہہ اسکو بہی شرط کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند
کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتہہ جانور کی عمر کا بیان بہی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے وفی
دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکہنے کے دعوی مین مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکہنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی
مکان مین جہان ودیعت رکہی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اوسکی قیمت وفی الغصب ان لہ
حمل ومؤنۃ فلابد لصحۃ الدعوی من بیانہ والا لا حمل لہ لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور
ہے اوسکے صحت دعوی کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی بیان قیمتہ
یوم غصبہ علی الظاہر عمادیہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کی اوسکی قیمت بیان کرے بنابر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی
العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورا خلافا لہما اور گہر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوی مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے
جیسے اوسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین ہم عقار بروزن سلام لغت
مین عمارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گہر اور کہجور کا درخت اور گلہ سے ساتہ کو بہی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات
سے ہے اور اسمین شفعہ نہین جب کہ اوسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی وعن ابی یوسف الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر
منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جب کہ شہود گہر کو بالخصوص جانتے ہون تو اوسکی حدود کے بیان کی حاجت نہین ہم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے
مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ثم لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر
زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر ولابد من ذکر بلدۃ فیہا الدار ثم
المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ اولا بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اوس شہر کے بیان سے جسمین وہ گہر ہے پہر محلہ پہر کوچہ کی بیان تو
پہلے عام ترکو بیان کرے پہر خاص تر بعد خاص ترکو چنانچہ نسب مین ہم یعنی یون کہے کہ وہ گہر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پہر حدود بیان کرے اور
نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جس کا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص ترکی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ
جعفر بن محمد ہو اگر معلوم ہوجاوے تو بہتر نہین تو دادا کے طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان
ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتہی کو
ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتہی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہوجاتا ہے پہر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے
ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک چہار حدود کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع
کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود واسماء ابائہم
ولابد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کا نام ذکر کرنا اور اون کے
باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے اون مین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اوسی کا نام کافی ہے

بسبب حاصل ہو مقصود کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ اگر دار اسطرح معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اوسکے حوالی کے ذکر سے یا اوسکے پیشہ یا وطن یا اوسکی دکان
یا اوسکے حانوت سے تو مقصود تمیز سے خواہ اوسی سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انہ ای العقار فی ید المدعی علیہ اور اوسکا ذکر ضرور ہے کہ عقار
مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ خصم ٹھہرے کہ ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبضہ مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان ہو کہ عقار کو
کذا فی الکافی وزید علیہ بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ ہم
بیان کر چکے ہیں کہ بغیر حق کی قید اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اوسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت ید فی العقار بتصادقہما
بل لا بد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف المنقول لمعاینۃ ید اور ثابت نہیں ہوتا قبضہ اور مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے
باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم کو بسبب احتمال تزویر کے بخلاف منقول کے کہ اوسمیں تصادق متخاصمین
ہی بسبب ... منقول کے احتمال تزویر ... آنکہ ... مدعا علیہ ... فی النسخ الاقی
اطلاق بل آد ادعی العقار ملکا مطلقا ... مدعا علیہ ... ملک مطلق کا
دعوی کرے ... ملک مطلق وہ ہے جسمیں ملک کا سبب ذکر نہ ہو جیسے خرید یا میراث یا ہبہ ای فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید
فلا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کذا فی الدرر اور غصب کے دعوی اور ذوالید سے خرید کرنے کے
دعوی میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ثم شارح نے الیہ
اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوے میں فرق ہے فعل سے مراد غصب یا خرید ہے وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ
ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے
سو بسبب موقوف ہونے حکم کے اوسکی طلب پر اور اوسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونیکے احتمال سے اور ذکر مطالبہ سے بغیر حق کی
زیادہ کرنے کی حاجت نہ رہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ مستلزم اطالبہ
ہے اوس سے ولو کان ما یدعیہ دینا ذکر ... ذکر وصفہ لانہ لا یعرف الا بہ اور جس کا مدعی دعوی کرتا ہو اگر دین
خواہ کیلی ہو یا موزونی نقد ہو جیسے چاندی سونا ہو یا سوای اسکے تو اسکے وصف کو ذکر کرے اسواسطے کہ کیلی یا موزونی دریافت نہیں
ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلا عمدہ یا ادنی چاندی کہری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اوسوقت حاجت ہے جب کہ
شہر میں کئی قسم کے روپیئے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کے روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الکوی لا یکفی
فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر
سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوی میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب کا تو اگر مدعا علیہ پر ایک
کر گیہوں کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سرخی گیہوں یا سفید اور صفت
جیسے عمدہ یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب وانما ذکر فی السلم اما انہ المطالبۃ ومکان
الایفاء اور جب کہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اوسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اوسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا تھا
فی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوی
میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اوسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل
القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا والا تصح لم یسأل لعدم
وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ اس مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے تو کیا کہتا ہے سو اگر

بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہیں ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب واجب ہونے اوسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر
موقوف ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اوسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیة فان اقر بہا او انکر فبرھن
المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ
یعنی اوسکے ہرادی اور مدعیکو جتادے بدون طلب مدعیکے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ میں مدعیکے دعوی کو دفع کرسکتا ہوں تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت
دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجہپر حکم کرتے ہیں مستحب ہے لازم نہیں کذا فی الطحاوی والا یبرھن حلفہ
الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیة اور اگر مدعی گواہوں سے
اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دیوے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوی میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف کے
نزدیک چار مواضع میں بلا طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے مشتری خدا کی قسم کہائے کہ میں راضی نہیں ہوا
عیب سے ۲ شفیع قسم کہائے کہ میں نے شفعہ باطل نہیں کیا ۳ عورت جب کہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں قسم کہائے کہ زوج نے اوسکو
نفقہ نہیں دیا اور کچہہ اسکے واسطے چہوڑ گیا ۴ مستحق قسم کہائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب
فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین میں ہم صورت
تحلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی مدعی کو قسم دیوے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اوسکے طرف سے تجہکو ادا کیا اور نہ تیرے طرف
کسی نے اوسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اوسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اوسکی کوئی چیز
رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جب کہ مدعا علیہ نے کہا
دعوی مدعی کا میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو حاکم قسم نلے بلکہ اوسکو قید رکہے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہہ امام کا قول ہے اور
صاحبین کے نزدیک یمین قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفة عند الثانی خلاصة قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی
علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء اھ ثم نقل عن البدائع الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسیطرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر
سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصة بحر الرائق میں کہا اور میں نے یہی فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات
قضا میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے انتہی مانند البحر پہر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ تر بحق یہہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار
انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم متبادر یہہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کے طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کے
طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصًا قیدنا بتحلیف الحاکم لانہما
لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبرة لیمین ولا
نکول عند غیر القاضی ہم تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمیں اسپر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کہاوے
اور بری الذمہ ہو جاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتہہ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیا عند قاض بزازیة الا اذا کان حلفہ الاول عنده فیکتفی درر سو اگر
غیر حاکم کے پاس قسم کہا چکی پہر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہکو دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی
البزازیة مگر جب کہ پہلی قسم قاضی کے پاس لیگئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیة ان
التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب
تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی ہم یہہ مسئلہ منافی ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ متن یہہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کہانا

باطل ہے اور یہاں مطلب یہ ہی کہ قاضی کے پاس قسم کھائی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے اجازت سے کذا فی الجلبی وَلَذَا لَو اصْطَلَحَا
اَنَّ المُدَّعِی لَو حَلَفَ فَالخَصمُ ضَامِنٌ لِلمَالِ وَحَلَفَ اَی المُدَّعِی لَم یَضمَنِ الخَصمُ لِاَنَّ فِیہِ تَغیِیرَ الشَّرعِ اور اسیواسطے اگر دو شخص
اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین تغیر ہی شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہی کہ قسم مدعا علیہ پر ہی
نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ پر شرط مال او اگر کو تو ہوے کیونکہ یہ شرط باطل ہے وَالیَمِینُ لَا تُرَدُّ عَلَی المُدَّعِی لِحَدِیثِ
البَیِّنَةُ عَلَی المُدَّعِی اور قسم پھیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے جسے یعنی گواہ مدعی پر ہو عام طور پر حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی
اور ابو داؤد اور نسائی میں بروایت ابن عباس یوں ہے البَیِّنَةُ عَلَی المُدَّعِی وَالیَمِینُ عَلَی مَن اَنکَرَ کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہے اور
قسم اوس پر ہے جو انکار کرتا ہی قسمتا دیکھا وجہ استدلال یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمامی قسمیں بیت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی
اور دوسری وجہ یہ ہی کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہو جیسے
دان مہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہیں تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وَحَدِیثُ الشَّاهِدِ وَ
الیَمِینِ ضَعِیفٌ بَل رَدَّهُ ابنُ مَعِینٍ بَل اَنکَرَہُ الرَّاوِی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہو بلکہ اوسکو یحیی بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اوس
حدیث کے راوی نے اوس کا انکار کیا ہے کذا فی العینی مسلم اور ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یمین وشاہد کذا فی التیسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم کیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی
نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہیل بن صالح سے اور سہیل اوس روایت کا منکر ہے تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر
ہونے اوسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکیگی اسیسے بَرهَنَ المُدَّعِی عَلَی دَعوَاہُ وَطَلَبَ مِنَ القَاضِی اَن یُحَلِّفَ
المُدَّعَی اَنَّهُ مُحِقٌّ فِی الدَّعوَی اَو عَلَی اَنَّ الشُّهُودَ صَادِقُونَ اَو مُحِقُّونَ فِی الشَّهَادَةِ لَا یُجِیبُهُ القَاضِی اِلَی طَلَبِهِ لِاَنَّ الخَصمَ لَا یُحَلَّفُ
مَرَّتَینِ فَکَیفَ الشَّاهِدُ لِاَنَّ لَفظَ اَشهَدُ عِندَنَا یَمِینٌ وَالتَّکرَارُ بِالیَمِینِ لِاَنَّا اُمِرنَا بِاِکرَامِ الشُّهُودِ وَلِذَا لَو عَلِمَ الشَّاهِدُ اَنَّ القَاضِیَ
یُحَلِّفُهُ وَیَعمَلُ بِالمَنسُوخِ لَهُ اَن لَا یَمتَنِعَ عَن اَدَاءِ الشَّهَادَةِ لِاَنَّهُ لَا یَلزَمُهُ برازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوی پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے
یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لیسے کہ وہ اپنے دعوی میں حق پر ہے یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھا دین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی میں وہ
حق پر ہیں تو قاضی اوسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبارہ قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دوبارہ کیونکر قسم لیجا ئیگی اسواسطے
کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہے اور دوبارہ قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسیواسطے اگر شاہد جانے
کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اوسکو ادای شہادت سی باز رہنا جائز ہے اسواسطے کہ اب اوسکو ادای شہادت لازم نہین کذا
فی البزازیہ ہم اب ہندوستان میں نصاری کی کچہریوں مین شاہدون پر حلف معمول ہے تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادای شہادت مین سستی کرین
تو بموجب اس روایت کے گنہگار نہونگے واللہ اعلم وَبَیِّنَةُ الخَارِجِ فِی المِلکِ المُطلَقِ وَهُوَ الَّذِی لَم یُذکَر لَهُ سَبَبٌ اَحَقُّ مِن بَیِّنَةِ
ذِی الیَدِ لِاَنَّهُ المُدَّعِی وَالبَیِّنَةُ لَهُ بِالحَدِیثِ اور گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق میں اولے بقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے
کہ خارج مدعی ہی اور گواہ اوسکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو جیسے خرید یا میراث ہم صورت اوسکی یہ ہی کہ شخص
غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونو
نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول ہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے
حکم ہوگا اور ظہیریہ میں ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی
خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی بِخِلَافِ المُقَیَّدِ بِسَبَبٍ نِتَاجٍ وَنِکَاحٍ فَالبَیِّنَةُ لِذِی الیَدِ اِجمَاعًا کَمَا سَیَجِیءُ بِخِلَافِ

دعوی اوس ملک کی جو مقید بسبب ہے چنانچہ نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا هم صورت نتاج یہہ ہی کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اوسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھہ ترجیح ہی قبض کی اور نکاح کی صورت یہہ ہی کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کیے کہ اوس نے نکاح کیا اوس عورت سے تو قابض کے گواہ اوسلے بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرۃ لو نکولہ فی مجلس القاضی حقیقۃ بقولہ لا احلف او حکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفۃ کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو نے الحقیقۃ مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کہاتا یا انکار قسم حکما ہو چنانچہ وہ چپ رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اوس کا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونیکے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پہر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہی یعنے مستحب ہی نہ واجب وھل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف درر ولم ار فیہ ترجیحا قالہ المصنف قلت وقدمنا انہ یفترض القضاء فورا الا فی ثلث اور کیا شرط ہی حکم دینا انکار کے بعد فورا اسمین خلاف ہی علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکہی یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورا فرض ہے مگر تین صورت مین هم پہلی صورت یہہ ہے کہ قاضی کو شک پڑے طریق قضا مین چنانچہ گواہون مین تیسری یہہ کہ مدعی مہلت مانگے تو یہہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحاوی فقضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لا یلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پہر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اوسکے طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے برہان اور یمین اور نکول وعدھا فی الاشباہ سبعا بینۃ واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامۃ وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینۃ قاطعۃ کان ظہر من دار خالیۃ انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوھا فورا فرای ای رأوا مذبوحا لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گہر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتہڑی چہری لیے نکلا پہر اوس گہر مین فورا لوگ داخل ہوئے تو اوسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکہا تو شخص خارج خائف اوسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا هم اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت لازمہ ہے بلا حاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتأمل کذا فی الطحطاوی شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا اوسمین جسکا اوس نے دعوی کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہہ ہے یعنی واجب ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان المدعی مبطل حلف والا بان غلب علی ظنہ انہ محق لا یحلف بزازیہ اور اگر اوسکا مخاصم نمانے سوای قسم کے اگر اوس کا ظن غالب یہہ ہو کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کہائے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نکہائے کذا فی البزازیہ هم یہہ مسئلہ مغائر ہے مسئلہ شک سے خلاصہ یہہ ہے کہ مدعیکو اگر اپنے دعوی کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کہائے اور نہین تو قسم نکہائے وتقبل البینۃ لو اقامہا المدعی بعد ان قال لا بینۃ لی سراج منلا فانا فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اونکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے

له و در نظمها الوهبانی فقال [illegible] بما یجتہد ان [illegible] نکول [illegible] الذی یبدی لہ من [illegible] اذا بلغت [illegible] قضاءه

گواہ نہیں کہ انی لسراج بر خلاف امام محمد قول کے جو عینی محیط میں ہے محیط سے مع شرح مجمع میں محیط سے منقول ہے کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ
نہیں پس مدعی پر پہر دو گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کرچکا اور محمد کے نزدیک مقبول ہیں
اس احتمال سے کہ اوسکے گواہ ہوں گے پر وہ بہول گیا انتہے اسمین خلاف تو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمین تعرض نہیں مگر شرح مجمع کے حاشیہ میں
سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کہ لانہ الطحاوی بعد یمین المدعی علیہ ثم اقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول حانیہ گواہ
مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کے کہ لانہ الخانیہ عند العامۃ وہو الصحیح بقول تدریج ایمان
الماحرۃ احق ان ترکین البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ واذا جاء الاصل انتہی حکم الخلف کانہ
لم یوجد اصلا گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جہوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر
ہو عادل گواہوں سے اور اسواسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہوچکا گویا کچہہ نہ تہا کذا فی البحر الرائق
کذا لو اقامہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی تحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی
طلاق الخانیہ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کہ مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار
سبب کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی پہر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من
الخانیہ بر خلاف اطلاق درر کے درر میں کہا صواب یہہ ہے کہ اوس کا کذب ظاہر ہوگا تو وہ معاقب لعقوبت شاہد زور ہوگا انتہی تو صاحب درر کا
کلام عام ہے خواہ دعوی سبب کے ساتہہ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب
لا تظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر
مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی کہ اوس پر دین نہیں ہے پہر مدعی نے سبب سے قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر ہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پہر ابراء یا قرض ادا کردینا پایا گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف
فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ ولا یتاتی
عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا
عورت بعد عدت کے اور ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور استیلاد میں جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور اسکے برعکس
یعنی ادعای استیلاد مولے حاصل نہیں ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں قسم نہیں اسطرح دعوی
کیا شخص مجہول پر کہ وہ اوس کا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے برعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا بیٹا اور وہ منکر ہو اور
ولاء عتاقت یا ولاء موالات میں قسم نہیں ولا کا دعوی کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان میں قسم نہیں ہم نے رجعت میں بعد عدت کی اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد مدت کی قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت
میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوی سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ مواضع خلاف سے ہے والفتوی علی انہ یحلف
المنکر فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل
الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسنے اونکو چہہ شمار کیا ہے اوسنے ام ولد ہونیکو نسب میں یا
رق میں ملا دیا خلاصہ یہہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوای حدود کے وکذا لا یحلف فی لعان فلا یمین اجماعا الا اذا

تفتدی حقًّا بان علّق عتق عبدہٖ بزنی نفسہٖ فللعبد تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور من جملہ حدود حد قذف اور لعان کی حد سے
تو او سمین قسم نہیں باجماع امام اور صاحبین کے مگر جب کہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو
تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر مولے قسم نکہا دے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولے نے دخول
کیا جسپر میری آزادی معلق کی تہی اور یہہ نکہے کہ اوسنے زناکاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹہیرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف
السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسیطرح قسم لیجاوے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکہاوے
تو تاوان دیوے مال کا اور اوس کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا وقالوا یستحلف فی التعزیر
کما بسطہ فی الدرر اور علما نے کہا ہی قسم لیجائیگی تعزیر میں چنانچہ اسکو درر مین شرح بیان کیا ہے اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ تعزیر حق العبد ہے
ولہذا عبد اوسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا
تحلف ح اور فصول میں ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اوس سے اب قسم
نلیجاویگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدی وثلثین مسئلۃ اور خانیہ میں ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہیں ہے یہہ مسائل کتاب الوقف
کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی و
اب الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کہانے مین اور مصنف نے
تفریع کی اول لینے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصے اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اوسکو
مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اوسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم اصیل کا ہے یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ
اور وصی یتیم کے اور متولی وقف کے اور باپ طفل صغیر کے مدعا علیہ قولہ ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ
علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے
قسم نلیجاویگی مگر جب کہ اوسپر عقد کا دعوی کیا جاوے یا اوسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجاویگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اوسکا اقرار صحیح ہے اپنے
موکل پر تو ایسیطرح اوسکا قسم نکہانا بہی صحیح ہے وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا و
الصواب فی اربع وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ
والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہے کہ جس موضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اوسکو اقرار
لازم آوے پہر جب اوسکا منکر ہو تو اوس سے قسم لیجاویگی سوا تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹہیک بات تو یہہ ہے
کہ چونتیس صورتون مین حلف نہیں چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چہہ صورتین
اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ ونظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف
نہوتا تو مین اون سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چون صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اون سبکو شارح کتاب الوقف مین
مذکور کرچکا ہی اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کی حاشیہ کا
نام زواہر الجواہر ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہی تو یہہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی
البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنی یقین پر اسطرح کہ جو دعوی مدعی کا ایسا نہیں ہم
منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کہاوے چنانچہ مدعی نے دعوی کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چہین لی اور اوسکے گہر دہو دئیے تو زید یون قسم کہاوے
کہ واللہ مین نے اوسکی حویلی نہین چہینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی

البتاتِ ای انہ لا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہراً اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھاے
کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اوسکو ظاہرا علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا الا جبکہ
ذ۔ الا اذا کان فعل الغیر شیئاً یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی المشتری سرقۃ العبد او اباقہ وثبت
ذلک یحلف البائع علی البتات ثم انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف
علی البتات لانہا آکد ولذا اعتبر مطلقا بخلاف العکس درر ص الزیلعی غیر کے فعل پر جتنے علم پر قسم ہے بار خدایا مگر جبکہ
غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی ساتھ اپنے اس قول کے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی
چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع یقین پر قسم کھاے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس
اعتبار سے ہے کہ بائع پر تسلیم غلام کی با عیب واجب ہو تو غیر کا فعل اوسکے ذاتی فعل کے طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اسواسطے
کہ حلف علی القطع موکد تر ہے علم کی قسم سے اور لہذا وہ معتبر ہے مطلقاً خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس یعنی
یمین علم کی ہے جسکا یہ کافی نہیں کذا فی الدرر الزیلعی ص بحر الرائق میں ہے کہ جس مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہو پھر اوس نے یقین پر
قسم کھائی تو کافی ہے اور اوس سے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہیں ہے یعنی کما ہی حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اوس پر
واجب نہیں اسکے نکول سے قاضی حکم نہ لگائے وفی شرح المجمع عند ھذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی
البتات کذا فی م اذا ادعی قبض دینہا اور شرح مجمع میں زیلعی سے منقول ہے یعنی یمین علی العلم اوس وقت ہے جب کہ منکر کہے کہ مجھکو اس کا
علم نہیں ہے اور اگر اوسکی دانست کا دعوی کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار سے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوی کیا
ہو یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اوسکے علم کا دعوی کیا تو اب اوسپر یمین علی القطع لازم ہو گی ذ۔ قولہ علے
قولہ وفعل غیرہ علی العلم فلو واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم
ای انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جب کہ بکر نے دوسرے
سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اوسکا مخاصم یعنی بکر قسم کھائے علم پر یعنی وہ یون قسم کھاے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اوسکو خرید
کیا قبل اوسکے بدلیل گذشتہ یعنی غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے اور اولی یہ ہے کہ شارح بجای وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ
خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحاوی کما اذا ادعی دیناً او عیناً علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برہن الخصم
علیہ یحلف علی العلم ای جب کہ دعوی کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہو یا مدعی نے اوسکی
میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنی مدعا علیہ اوسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے اور صورت اوسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام
جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا
کہ وہ تیرا مملوک ہے بعلم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہو گا تو یقین پر قسم لیگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں مذکور ہو
چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اوسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا
اور مدعی علیہ کی یمین جسکے تحلیف کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اوس نے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اوسکا انکار کیا تو وارث
نے گواہ قائم کئے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائیگا خلاصہ یہ ہے کہ دعوی عین میں تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ میں سے ایک
امر ہو کذا فی الطحاوی ولو ادعاہما ای الدین والعین الوارث علی غیرہ یحلف المدعا علیہ علی البتات لانہ ہو بائع [illegible]
دعوی کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اوسمین مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی [illegible]

ہم ہبہ اور خرید کی صورت یہہ ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اوس نے اوسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدا پھر ایک
مرد آیا اور اوس نے دعوی کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے اور اوس کے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے نہ علم پر کہ طحاوی نے کہا کہ وہبعین کا
اوسمیں اوسہے کمالا یخفی ویحلف جاحد القود اجماعًا اور قسم کہائے قصاص کا منکر باتفاق امام اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہی کہ قتل کی
تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہی کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واللہ مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اوس
خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہہ ہی کہ سبب پر قسم کہائے یعنے یمین مین کہے واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوا اسے
قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنے نہ سبب پر انتہے فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر
قصاص قسم کہانے سے انکار کرے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جائے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ
للنفس کالمال فیجری فیہا الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے ماسوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جائے اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے جیسے مثلا ہاتہہ پانون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اوسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے
ہم ایک نسخہ مین بذل ہے بجائے ابتذال کے اور بذل اصح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا کہ دونون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اس
واسطے کہ نکول اقرار ہے جسمین شبہہ ہی تو قصاص اوس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فے البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی
المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اوس نے اپنے مدعا علیہ کی قسم چاہی تو
وہ قسم نکہائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہہ ہی کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہی عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان
کیونکر قسم لیجائے اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اوسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم
لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملك وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون
تو قسم نکہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتہہ معین کیا ہی یعنی اگر تین منزل گواہ دور ہون تو
مدعا علیہ پر قسم ہے گواہ ہونگے وہان سے بلا ناضر و رنہین ویأخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یؤمن ہربہ
بجر فیحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب مینی بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنے جب کہ مدعی
کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اوسدعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حد و مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اوسکے بہاگ جانیسے
اطمینان حاصل ہو کذا فے البحر تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو
اور مال تہوڑا حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فے العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ قاضی کی مجلس ثانی
تک حاضر ضامن لے اور یہہ قول بہی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل
لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اوس کا اوسکے ساتہہ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس
ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جائے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر
حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکر المدعی بزازیہ مگر یہہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی
مسافر ہو تو مدعی اوسکے ساتہہ رہے یا حاضر ضامن لے تا انتہائے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم
ہو تو اوسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکہے کہ مقیمانہ ہی یا مسافرانہ یا اوسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت
کرے اگر مدعی اوسکی مسافری کا منکر ہو کذا فے البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی کہ معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بہی حکم غریب کے
مانند ہی قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ

سله اس میں لفظ بذل ہے اور نسخہ میں ابتذال سو کتب اصح ہے نسخہ بذل اور ابتذال ... ۲۳

مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے اوس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوی پر قسم کے بعد تو یہ گواہ
مدعی کے جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہونگے وکذا لو قال المدعی کل بینۃ آتی بھا فھی شھود زور او قال اذا حلفت فانت بریء من المال
فحلف تو برھن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج شامی اور اسیطرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یوں
کہا جب تو قسم کھاوے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اوس نے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہونگے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا
ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہوچکا وتقبل البینۃ لو اقامہا بعد یمین کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک
اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بعکس کیا ہے ابن ملک
یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کے طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بالدفع او قال الشاھد لا
شھادۃ لی ثم شھد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسیطرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے
کہا کہ میرے پاس دفع دعوی کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوی کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میرے گواہی نہیں پھر اوس نے گواہی دی اور قول صحیح تو یہ ہے کہ
مقبول ہو بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سو کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال
فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی دعواہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیۃ
مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اوسکے مدعا پر سو مدیون نے اوسکی قسم کی درخواست
کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کردے تاکہ پھر مجھ سے قسم لے تو اسکو یہ اختیار ہے کذا فی القنیہ ص طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد
واللہ اعلم تسلیمہ ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس پر کھیتی میں اور مقصود احضار حق ہونا ہے اور ممکن ہے کہ جعل
حق کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق قبل یمین کے حاضر کرے تو قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ
تعالی او لیذر درر ہی قول واللہ خزانۃ وظاھرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے
نام پاک سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانیوالا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین یعنی یہ قول کہ
واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور میں نے اسکو صریحاً نہیں
دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تاتارخانیۃ لان التحلیف بھما حرام خانیۃ قسم نہیں طلاق
اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ
وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت
لگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع لبعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاؤہ علی قول
الاکثر کذا فی خزانۃ المفتین وظاھرہ انہ متفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بھما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا
فلا فائدۃ تجدد اعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اوس نے قسم نکھائی تو اوس پر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہ
ہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا
اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم علامہ مقدسی نے کہا لکھتے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جب کہ مدعی کو
دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اوسکی تصدیق کریگا لہذا تو تحلیف بطلاق وعتاق
باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہوئی قلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برھن المدعی علی المال ان شھدوا علی
السبب کالاقراض لا یفرق وان شھدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق

کی قسم کہائی کہ اوسپر مال نہین پہر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد دین سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر
گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید یون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اوسکو معاف کردیا
ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فے الخلاصہ وعن شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال
صدق یمینہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا
بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے اور البتہ یہہ مسئلہ مقدم مذکور
ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہوجاتی ہے قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک مثال
ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ کو کہ تجکو قسم ہے اوس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہے غیب اور شہادت کا کہ تیرا اوپر اس شخص کا
مال نہین ہے وقیدہ بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھہ مقید کیا ہے
یعنی تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا
اختیار ہے ہم یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہے جیسے اوسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہہ واللہ یا باللہ
یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہو جاے ہم یعنی یون نکہو قاضی کہ
باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہے اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی
علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ
یمین سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم ہے اور وہ تو حاصل ہوچکا زیلعی لا یستحب
التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے
کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہہ ہے کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہے یعنی اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمانی یہ ہے
کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکانی یہہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی
موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ
کالمسلم کفی اختیار اور قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اوتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہے
اوس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اوتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہے اوس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اوسکے
اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہے کذا فے الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نلے اسواسطے کہ غیر خدا کی
قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسیطرح ہنود سے گنگا کی قسم نلے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد
غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالے کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہے ہم
مصباح العلوم مین ہے کہ وثن صنم ہے لکڑی سے ہو یا پتہر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قالت
وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ہے ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکہتے مین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہہ لوگ
کسکی قسم کہاوین وبقی تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ
ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اوسکا طریقہ یہہ ہی کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجپر عہد ہی خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور
ایسا ہو پہر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہو جائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی العینیہ
اور قاضی گونگے سے یون نکہے کہ خدا کی قسم کہا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اوس کا

اشارہ کرے یون ہو جاوے گا کہ مین قسم کہاتا ہون اور حالانکہ یہہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی ولو اصم ایضا کتب لہ لیجیب بخطہ ان
عرفہ والا فباشارتہ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوس کا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اوسکے اشارہ سے
ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اوس کا باپ قسم کہاوے یا او
وصی جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ مترجم شارح کو یون کہنا لازم تہا ثم من نصبہ القاضی اسواسطے کہ قاضی اوسکے طرف سے
نائب کو اوسوقت قائم کریگا جب کہ باپ یا اوسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کہانا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر کے ہے لیکن
اسکو تحریر کرنا چاہیے پہر معلوم کر کہ یہہ قول متقدمین کے مخالف ہے کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا
یحلفون فی بیوت عباداتہم لکراہۃ دخولہا جبرا اور یہود اور نصاری اور بت پرستون سے قسم نہ لیجاویگی اونکے عبادت خانون مین اونکے
جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنے قاضی وغیرہ کو کافرونکے معابد مین جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت
تحریمیہ ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور یعنے فسق دیتے ہے اوس کی تقریر کا بہ ملازم کہتے یہود کے معابد
کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی صورۃ انکار المنکر اور اوس سبب کے دعوی مین جو اوٹہ جا
سکتا ہے قاضی قسم دیگا حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی تفسیر بیان کرتے ہین اصطلاحی سے اور یعنے لغوی حاصل کا یہہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے
اور ثابت ہے اور ماسوا اوسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوگی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین
مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک
ردہ لو قائما او بدلہ لو ہالکا وما ہی بائن منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسائل فی دعوی النکاح والبیع والغصب والطلاق
فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون
درمیان بیع قائم نہین اور تجہ پر اوسکا پہیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اوسکے عوض کا پہیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجہ سے
بائن نہین ہے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوے مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ عینی نے کہا کہ الآن کا لفظ سبھی سے متعلق
ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق ہنوز ثابت نہین لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بعت خلافا للثانی نظرا للمدعی
علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ اور سبب پر قسم نہ دیجاوے گی اسطرح کہ تجہکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے
سبب پر قسم مدعا علیہ کے بہی اس احتمال سے کہ شاید اوس نے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو امام ابو یوسف کے
نزدیک یمین تو استیفا حق مدعی کے واسطے ہے تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوی تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے
کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسیطرح بعد اقالہ بیع واللہ ما بعت اور بعد رد
غصب واللہ ما غصبت اور بعد بائن تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک
النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والحکم
لا یراہما لکونہ شافعیا لصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جب کہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کے جانب
ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کہاوے یعنی دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ
دونون کو واجب نہین دیکہتا بسبب شافعی مذہب ہونیکے بسبب صادق ہونے اوسکی قسم کے حاصل پر اوسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا امام شافعی
مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کہاوے کہ واللہ مجہہ پر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اوس
مین مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کہائے کہ واللہ مین نے اس گہر کو نہین خرید کیا اور یہہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت

یہ نہیں ہے شفعہ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی میں حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر تلت ومفادہ انہ لا
اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسألہ القاضی ھل تعتقد وجوب شفعۃ
الجوار ولا واعتمدہ المصنف فی شرحہ میں کہتا ہوں اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہیں تحلیف میں اور مدعی کے
مذہب میں اختلاف ہے علما کا اور قول موجہ تر یہ ہے کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہے یا نہیں اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں تو اگر مدعی کہے کہ میں وجوب کا معتقد ہوں تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف
علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر رقہ اور اسی طرح یعنی
سبب پر بالاجماع قسم لے اوس سبب میں جو مرتفع نہیں ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اوس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر
اپنے آزاد کرنے کا دعوی کرتا ہے بسبب مکرر نہونے اوسکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما
باللحاق حلف مولاھما علی الحاصل اور لونڈی میں اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام میں تو بسبب مکرر ہونے اونکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے
قاضی قسم دے دونوں کے مالک کو حاصل پر یعنی مولے کو یوں قسم دے کہ تم دونوں کے درمیان اب عتق قائم نہیں نہ یوں کہ میں نے اوسکو آزاد نہیں کیا
اس احتمال سے کہ شاید اوس نے آزاد کیا ہو پہر وہ دار الحرب میں جاملا ہو پہر وہ دار الاسلام میں پہر آیا ہو پہر رقیت کے طرف اوسکی عود کیا ہو تو
اس یمین کی صورت سے اوسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع
وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہے کہ تحلیف میں حاصل کا اعتبار ہے مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہے و
صح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ثم فدیہ یمین ہوتا ہے بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہے اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب
قسم آئی تھی تو اونہوں نے مال دیکر قسم نکہائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی میں قسم کے عوض مال دیا اور قسم نکہائی
لوگوں نے کہا کہ آپ تو سچے ہیں کیوں نہیں قسم کہائی تو انہوں نے جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہے اور اسواسطے کہ مال کا دینا
اور قسم نکہانے میں حفظ آبرو ہے اور وہ مستحسن ہے عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر
ای ثابت بدلیل جواز الافتداء صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہے بحر الرائق میں کہا کہ واجب سے یعنی ثابت ہے بدلیل درست ہونے سچی قسم کے عوض ہم یعنی
واجب سے مراد نہیں کہ سچی قسم کہانا جائز نہو بلکہ واجب سے یہ ثابت ہے ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دی
جائیگی کبہی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقط
ای الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال
لان التحلیف للحاکم بزازیۃ اور مصنف نے سقوط یمین میں فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو قصدا
ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا میں نے اوسکو چہوڑ دیا یا اوسکو ہبہ کردیا تو صحیح نہیں اور اوسکو قسم لینا جائز
ہے بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہے یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ثم براءت عن المال یعنی
مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار میں ہے بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری یمینہ لم یجز لعدم رکن الصلح شرنبلالیہ اور اسی طرح
جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہیں بسبب عدم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر ثم رکن بیع یہ ہے کہ مبیع مال ہو اور یہاں
یمین مال نہیں **فروع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند ما حلفتنی اولا وبرھن قبل
والا فلہ تحلیفہ مرۃ مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجھکو قسم دیچکا ہے ایکبار اگر تحلیف

ہی ہو بی اور دو اس پر گواہ ویا تو دو میہ کا قول مقبول ہے اور جنین تو مدعی کو اوسکی تحلیف کا اختیار ہو کذا فی الدرر قلت وثم ان اماالو قال ان قد
حلفت بالطلاق ان لا تحلف فیحرز میں کہتا ہون اور مین نے بھی کہا یہہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقر میں اوسپر طلاق کی قسم کہا چکا
کہ البتہ میں قسم نہ کہاؤن گا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اوسکو قسم دیگا یا نہ کیونکہ ثابت ہوچکا ہو کہ استحلاف میں احد التعاصین
الحاق ضرر ہے لیکن ناچار ہے اور رعایت جانب مدعی اولی ہے تو جب اسکے حلف بطلاق کے امور میں مدعا علیہ سعید رہوگا الا
قسم کہانے سے انکار کا حکم کیا جائے گا کیونکہ اوسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کہاکر اور اگر اوسکی قسم کا لحاظ کیجئے تو ابطال کم
شرع لازم آتا ہو واللہ تعالی اعلم کذا فی مطالع **باب التحالف** یہہ باب ہو دو شخصوں کے باہم قسم کہانے میں لما ذکر
یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جب کہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اوسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان
فی قدر ثمن او وصفه او جنسه او قدر مبیع حکم لمن برهن لانه نور دعواه بالحجة تبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار
میں یا اوسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کے مقدار میں تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور لازم
کر دیا حجت اور برہان سے ثم مقدار ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تہا اور مشتری کہے پانچ تہا اور وصف ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع
کہے کہ ثمن درہم مروجہ تہا اور مشتری کہے برا ہر کاسد تہا اور جنس ثمن کا اختلاف یہہ کہ بائع دعوی کرے کہ ثمن دینار تہا اور مشتری
نے کہا درہم تہا وان برهنا فلمثبت الزیادة اذ البینات للاثبات اور اگر دونوں برہان لاوین اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کو اوسکے
حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ بایع
مین معارضہ نہین ولو اختلفا فیهما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برهان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع
دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت مختلف یہہ ہو کہ بائع کہتا ہے کہ مین نے یہہ لونڈی تیرے ہاتہ
سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اوسکو اور دوسری لونڈی کو اوسکے ساتہہ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائیں تو بائع کے
گواہ اوسکے ثمن مین اور مشتری کے گواہ دونوں مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی
الکفایة وعن العنایة وبرهان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادة اور برہان مشتری کی مقدم ہو اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ
اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلث عن البینة فان رضی کل بمقالة الاخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز
ہوگئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہوگیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہو کہ جہگڑا نہ رہا ہم صور ثلثہ مین سے ایک صورت یہہ
کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہہ کہ ثمن اور مبیع دونوں مین اختلاف ہو والا ای لم یرض واحد منهما
بدعوی الاخر تحالفا ما لم یکن فیه خیار فیفسخ من له الخیار اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوی سے تو دونوں
قسم کہاوین جب تک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہو ہم دونوں پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا
منکر ہے مناسبہ مین ہے کہ اگر مشتری کو خیار رؤیت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہین انتہی حموی نے کہا اور خیار مین بائع
بہی مشتری کے مانند ہو وبدأ بیمین المشتری لانه البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی شروع
کرنے والا ہے انکار کا اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہو ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وهذا لو کان بیع عین بدین او
بیع یعنی مشتری کی قسم شروع کرنا اوس وقت ہو جب کہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ولو کان
مقایضة او صرفا فهو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو بلکہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع
نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف یہہ ہو کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا شرح ابن ملک

بیع متقایضہ اور صرف مین اسواسطے جنیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار
کرے بقول اصح ہم یہہ بیان سے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کہائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کہائے
کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادات مین ہے کہ نفی کے ساتھہ اثبات کو بھی ضم کرے
تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدهما او طلبهما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے
لاینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدهما بل بفسخهما بحر اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کہانے سے اور نہ احد المتبایعین
کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے درصورت فسخ متعاقدین قاضی کے فسخ
کرنیکی حاجت نہین ومن نکل منهما لزمه دعوی الاخر بالقضاء واصله قوله صلی الله علیه وسلم اذا اختلف المتبایعان
والسلعة قائمة بعینها تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نکہائے اوسکو دوسری قسم کہانے والے کا دعوی لازم ہوجائیگا قاضی
کے حکم کردینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس مبیع ہو بہو موجود ہو تو دونون
قسم کہائین اور باہم رد بیع کرین وهذا کله لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافهما فی الزق
فالقول للمشتری فی انه الزق ولا تحالف اور یہہ سب یعنے تحالف اور فسخ اوس شرط پر ہی جب کہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات
ہو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا
صورت اوسکی یہہ ہی کہ مشتری نے گہی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پہیر دینے کو جسکی تول بیس رطل
ہی تو بائع نے کہا کہ یہہ میری مشک نہین اور اوسنے کہا کہ یہی مشک [illegible] تو اب دو سو رطل تہی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین
اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اوسکو پہیرتا ہے اور مشتری منکر ہے کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف المبیع کقوله اشتریته علی
انه کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظهیریه چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا
چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہے اور بائع کہتا ہی کہ مینے یہہ شرط نہین کی تو
بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظهیریة ہم خلاصہ یہہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عنقریب
مذکور ہوچکا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقید باختلافهما فی ثمن ومبیع لانه لا تحالف
فی غیرهما لکونه لا یختل به قوام العقد نحو اجل وشرط رهن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور
مبیع کے اختلاف کے ساتھہ اسواسطے کہ اون دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا
چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے
یہہ شرط کرلی ہی کہ وہ تا ادای ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکہے اور مشتری اوسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے
بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بہی یہی حکم ہی یعنے
قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینه وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم کے ساتھہ
اور زفر اور شافعی نے کہا اسمین بہی دونون قسم کہاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد هلاک المبیع او خروجه عن ملکه او تعیبه
بما لا یرد به اور قسم دونون پر نہین جب کہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہوجانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اوسکے خارج ہوجانے سے
اوسکی ملک سے یا عیب دار ہوجانے سے اوس عیب کے ساتھہ کہ اوسکے سبب بیع رد نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ہم ہلاک
مبیع مین مشتری کے پاس ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہوجانے سے بیع فسخ ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی

یحلف المشتری الا اذا استهلک فی ید البائع عند المشتری اور قسم کہائیگا فقط مشتری مگر جب کہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کہاوینگے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ہو گیا اور تحالف نہیں جب کہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کہاوینگے اور فسخ بیع ہوگا ہیر مال کی قیمت پر وھذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما ویرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ لینے فقط مشتری پر قسم جب ہو کہ ثمن دین یعنی درہم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کہاوینگے بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک ہیر دیا جائے اگر ہالک مثلی ہو یا اوسکی قیمت ہیر دی جائے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ جیسا کہ چاہیے اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تہے اور دوسرے نے کہا دنانیر تو دونوں قسم کہاوینگے اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبد بیع ماتا احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اونمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پہر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ھذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعد ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جائے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ لینے استثناء کو تحالف کے طرف پہیرا اکثر علما کی تخریج پر ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کے طرف پہیرا ہے ھم اس استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کے طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یون ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا ان یترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعض علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کے طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یون ہے کہ لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یترک البائع الخ تو اس صورت میں قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہونے کتابت کے وکذا راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد وللمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں خلاف راس المال میں بعد زائل کرنے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول معتبر ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود ہوگا فان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کہاوینگے اور بیع پہر ثابت ہو جائیگی ھم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق بیع میں چنانچہ قبل اقالہ تہا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکہتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یرد المشتری المبیع الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان رد البیع بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اوس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اوسکو اوسکے بائع کے طرف پہیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اوسکو پہیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن اقام البرہان وان برہنا فللمراۃ اذا کان مہر المثل شاہد للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہد لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر

[illegible]

اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کی مقدار مین یا اوسکی جنس مین تو اوسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لادے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے گواہ اولے ہین جب کہ اوسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوجہ کے قول کے برابر ہو یا اوس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد اسطرح پر کہ اوسکے دعوی کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہیں

وان كان غير شاهد لكل منهما بان كان بينهما فالتهاتر للاستواء ويجب مهر المثل على الصحيح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسی کا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونیکے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بالقول صحیح ہم مابین قول زوجین کے ہونے سے یہہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہو بلکہ مراد یہہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوی سے کمتر ہے اور زوج کے دعوی سے کثیر ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرهان تحالفا ولم يفسخ النكاح لتبعية المهر بخلاف البيع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کہاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح بخلاف بیع ہم یعنے ہر ایک کی قسم دوسرے کے دعوی کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہو کذا فی الدرر ويبدأ بيمينه لان اول التسليمين عليه فيكون اول اليمينين عليه ظهيريه اور زوج کی قسم ابتدا کی جاوی اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون مین سے پہلی قسم اوسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ ہم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم نفس زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہہ تحالف عند العجز کرخی کی تخریج سے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہہ ہو کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہو قسم سے ساتھہ اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم سے مقبول ہی اگر مہر مثل اوسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ويحكم بالتشديد اى يحكم مهر مثلها حكما لسقوط اعتبار التسمية بالتحالف فيقضي بقوله لو كان كمقالته او اقل وبقولها لو كمقالتها او اكثر وبه لو بينهما اى بين ما تدعيه ويدعيه اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹہرایا جائیگا بسبب ساقط ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اوسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا اى الموجر والمستاجر في بدل الاجارة او في قدر المدة قبل الاستيفاء للمنفعة تحالفا وترادا وبدئ بيمين المستاجر لو اختلفا في البدل والموجر لو في المدة ولو برهنا فالبينة للموجر في البدل وللمستاجر في المدة اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کہاوین اور اجارہ کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم شروع کیجاوی اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم ابتدا کی جاوی اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لادین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفای منفعت سے مراد یہہ ہو کہ استیفای منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفا سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجای استیفا ہے دربارہ وجوب اجرت مین یعنے درصورت صحت عقد کذا فی البحر ولم نا

لا والقول للمستاجر لانه منكر للزيادة اور بعد استیفای منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفای منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفای منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمانے یہہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو

لو اختلفا بعد التمكين من استيفاء البعض من المنفعة تحالفا وفسخ العقد في الباقي والقول في الماضي للمستاجر لانعقادها ساعة فساعة فكل جزء كمنعقد بخلاف البيع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفای بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم

فسخ کیا ہو اور عقد اجارہ فسخ کر دیا ہو باقی میں اختلاف ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب فسخ کے اجارہ کے اس وجہ سے کہ ہر جزو منفعت کا بمنزلہ عقد ہو یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ و بسبب منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جزو منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہو اور منفعت تو باقی گویا معقود علیہ ہے لہذا اس میں تخالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع کے اسواسطے کہ ہر جزو مبیع کا معقود علیہ مستقل نہیں بلکہ الکل معقود علیہ واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض میں میں بسبب ہونے کے تو باقی ورکل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین او الصغیرۃ یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم النکاح او لا فی بیت لھما او لاحد ھما خرانہ الا لکل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہوں اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ ہو اختلاف کے وقت نکاح قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اوس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا ملوک ہے یا ایک شخص کا اون میں سے کہ انی نہ اوسکا لا لکل عموم ہے اسواسطے کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ھو ھما ماکان فی البیت ولو ذھبا او فضۃ فالقول لکل واحد منھما فیما صلح لہ مع یمینہ تو زوجین نے اختلاف کیا اوس متاع میں متاع سے مراد یہاں وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اوس متاع میں جو اوسکے لائق ہے پس زوج کے لائق اسباب پگڑی اور ٹوپی اور قبا اور ہتھیار اور کمربند اور کتابیں اور گھوڑا اور روپیہ اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور رشتہ اسکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہو الا اذا کان کل منھما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاھرین درر وغیرھا مگر جب کہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اوس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا مثلاً زوج زرگر ہو کہ زیور عورتوں کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہو کہ میرا ہو تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہو اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہروں میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہو گئے تو اب اعتبار تصرف کا ہوگا یعنی زوجہ اور جو زوج کے قبض میں ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لھما لانھا وما فی یدھا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اوس متاع میں جو دونوں کے لائق ہو اسواسطے کہ زوجہ اور جو اوسکے ہاتھ میں ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہو ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بھا لان ظاھرھا اظھر من ظاھرہ وھو ید الاستعمال بخلاف اوس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اوس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اوسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اوسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتھا لانھا خارجۃ حکما والبیت للزوج الا ان یکون لھا بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ صورۃً خارج ہو یعنی ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہی مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اسپر کہ گھر زوجہ کا ہو تو زوجہ کے گواہ مسموع ہوں گے کذا فی البحر وھذہ الوجوہ وان مات احدھما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لھما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی ومالک الکل بینھما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لھا وھی المسبعۃ وعدھا فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہوا اوس صورت میں ہے جب کہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمین سے مرگیا اور میت کے وارث نے

زندہ کے ساتھ مشکل مین ہے اوس متاع مین جو دونون کی لائق ہو خلاف کیا تو اوسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے
کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلے نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلہ مین
سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خزانہ مین نو قول شمار کیے ہین مم اقوال تسعہ مین سے پہلا قول امام کا ہے جو متن مین مذکور ہو چکا یعنی متاع
مشکل مین زندے کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول
کہ سب متاع زوجکی ہے ۴ قول ابن معن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا
کہ گہر عورت کا ہے ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوجکی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہے ۹ قول
مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانة الاکمل ملخصاً ولو احدهما مملوکاً و لو ماذوناً او مکاتباً وقالا والشافعی ہما
کالحر فالقول للحر فی الحیوة وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب
ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہے حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف
حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے
کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامة او المکاتبة او المدبرة واختارت نفسها فما فی البیت قبل العتق
فهو للرجل وما بعده قبل ان تختار نفسها فهو علی ما وصفناه فی الطلاق جو آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اوس نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گہر مین ہے قبل آزاد ہونیکے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد
آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہے جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا ہم یعنی دونون حرّ ین کے برابر ہین حکم مین
کذا فی المنح وفیه طلقها ومضت العدة فالمشکل للزوج ولوارثه بعده لانها صارت اجنبیة کا ید لها اور بحر الرائق مین ہے
کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوجکی ہے اور اوسکے وارثون کی زوجکے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھہ تصرف باقی
نہین ولما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق فکذا الوارثه اور جب کہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح
زوجکے وارث کی ہے ہم طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہے اور اوسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھہ فائدہ نہین
اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وهی فی العدة فالمشکل لها لانه لم یطلقها بدلیل ارثها اور اگر زوج مرگیا
اور زوجہ عدت مین ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اوس نے اسکو طلاق ہی نہین دی اُسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف
الموجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینه ولیس للموجر الا ما علیه من ثیاب بدانه اور اگر موجر اور مستاجر نے
اختلاف کیا اجارہ والے گہر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اوسکو قسم کہلانے کے ساتہہ اور موجر کا کچھہ نہین مگر جو اوسکے بدن پر
کپڑے ہین ولو اختلف اسکاف وعطار فی الات الاساکفة والات العطارین وهی فی ایدیهما فهی بینهما بلا نظر لما یصلح
لکل منهما وتمامه فی السراج اور اگر کفش گر اور عطار نے جہگڑا کیا کفش گرون اور عطارون کے ہتہیارون مین اور حالانکہ دونون فرسکے
ہتہیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی یہہ رعایت نہو گی کہ کفش گرون کے
ہتھیار کفش گر کے ہین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہے ہم آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے
برابر ہونگے کہ گاہی ایک پیشہ ور دوسرے پیشہ کے ہتہیار رکہتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی دجل
معروف بالفقر والحاجة صار بیده غلام وعلی عنقه بدرة وذلک بدار فادعاه رجل معروف بالیسار وادعاه صاحب الدار فهو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہے اوسکے ہاتہہ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن پر

اور بعض شارحین نے تبیین سے اس دو مسئلہ کو نقل کر کے کہا ہے کہ سوا اس جگہ کا اوس پر وہ دعویٰ کیا ہو کہ الداری اور جو گھر میں ہو
سامان خانہ سے ہیں اوس کا دعویٰ کیا ہو وہ جو مراد شخص کا ہے مال المراد مستور رہے ھم تہ تو اوس مال کو مگسے جیسے ترا پاسپرا ہو
اسباب خانہ داروں کا جس کو لشنہ الثوب ولذا لو کان فی منزل رجل وعلى عنقه قطيفة يقول الذي هو على عنقه هي لي والذي
صاحب المنزل هي لي فهي لصاحب المنزل اور اس طرح ایک مارو کس سے ایک مرد کے گھر میں اور اسکی گردن پر ایک ہار پوشاک ہو جسکی گردن پر
ہو وہ کہتا ہو کہ یہ میری ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہو جسم اسیر اور مسئلہ مالقہ میں ہمارے ظاہر حال پر عمل کیا گیا
البتہ اوس رجلان في سفينة بها دقيق فادعى كل واحد السفينة وما فيها وأحدهما يعرف ببيع الدقيق والآخر انه ملاح
فالدقيق للذي يعرف ببيعه والسفينة لمن يعرف انه ملاح عملا بالظاهر دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جس میں آٹا ہے سو ہر ایک اوس
ناؤ کا دعویٰ کرتا ہے اور ایک شخص اون میں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہو اور دوسرا ملاحی میں تو آٹا اوسکا ہو جو آٹا بیچنے میں مشہور ہو اور ناؤ اوسکی
جو ملاح مشہور ہو تاکہ عمل ظاہر حال پر ہو ولو فيها راكب وآخر ممسك وآخر يجذبها وآخر يمدها وكلهم يدعونها فهي بين الراكب
ثلاثا ولا شيء للماد اور اگر ناؤ میں ایک شخص سوار ہو اور دوسرا شخص اوسکو پکڑے ہوئے ہو اور تیسرا اوسکو اپنی طرف کھینچتا ہو اور چوتھا اوسکو
بڑھاتا ہو اور سب اوسکا دعویٰ کرتے ہوں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تہائی تہائی ہوگی اور بڑھانے والے کا اوس میں کچھ نہیں ہم کہتے ہیں کہ اسواسطے ہو
کہ وہ مدعی نہیں کہ دے الصحاح وحمل يقوده قطار ابل وآخر راكب ان على كل منها بعيرا فالراكب احق بما له والقائد احق به و
لا شيء عليها للراكب فاموالكه والسائق للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامه في البحر الا الاكمل ايک شخص اونٹوں کی قطار
کھینچتا ہو اور دوسرا شخص سوار ہو اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہو تو سب اونٹ اوسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اوس کا مزدور ہے اور اگر اوس اونٹ
پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جس پر وہ سوار ہو اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا
بحرالرائق میں ہے ہم کہتے ہیں کہ گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کی ہیں کذا فی البحر فصل

فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں جیسے مدعا علیہ نے لیے اور ہر دعویٰ مدعی کا آتا ہے دیا ہم جیسے ہم
دعویٰ قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہے اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہے
اگرچہ کثیر ہو تو قول مختار ہے اور عیب دعا علیہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع بعد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسری وارث پر دعویٰ کیا ہو کذا فی البحر
لما تقدم من ان يكون خصما ذكره لا يكون خصما كر مصنف نے بیان اسکے ذکر کیا ہے کہ جو خصم ہوتا ہے اوس ذکر شروع کیا اور جو خصم نہیں ہوتا
قال ذو اليد هذا الشيء الملك لي منقولا كان او عقارا او دعنيه او اعارنيه او اجرنيه او رهنيه ودفع البينة
او غصبته منه من الغائب دفع عليه بلا ذكر البينة تامة لا هالك وقال الشهود نعرفه باسمه ونسبه او
بوجهه وشرط محمد معرفته بوجهه ايضا فلو حلف لا يعرف فلانا وهو لا يعرفه الا بوجهه لا يحنث ذكره الزيلعي
وفي الشرنبلالية عن خط العلامة المقدسي عن الدراية ان تعويل الائمة على قول محمد استحسانا بالمحيط کہا اور وہ شے
کہ جسکا مدعی دعویٰ کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول جیسے کہ اس دولت کی میکہ عاریت دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی یا میرے
ہو غائب ہی کے پاس سے یا میں نے اسکو شخص غائب سے غصب لیا ہے اور امور مذکورہ پر دو گواہ لایا اور حالانکہ وہ شے متنازع فیہ قائم ہے
الک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اوسکے نام اور نسب یا اوسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اوسکی
او شناسی بھی شرط کی ہو تو شرح قول محمد اگر قسم کھائی کہ میں فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اوسکو نہیں پہچانتا مگر اوسکی صورت سے
تو حانث ہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے درایہ سے منقول ہے کہ ائمہ فقہ کا اعتماد محمد کے

قول پر ہی انتہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان ید ہو لاء لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہوجائگی خصومت اوس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خریدکیا پہر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع تہو گی اور ذی الید پر اوسکے آزاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع دبہ یوخذ فلملتقی واختارہ فی المختار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اوس سے دفع نہو گی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہے حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کرلیتا ہو پہر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اوس مغصوب کو غاصب کے پاس ودیعت رکہتا ہو تاکہ جب مالک آدمی اور اپنی ملک کے ثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکہا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجای زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکہتا رہے اور اونکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنیکے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی الدرر او لان صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ درر مین شرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ہم اقوال خمسہ مین سے پہلا[1] قول وہ ہے جو متن مین مذکور ہے دوسرا[2] قول ابو یوسف کا تیسرا[3] قول محمد کا کہ معرفت ہم اور نسب کے ساتہہ روشناسی بہی ضرور ہے چوتہا[4] قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان[5] قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہے کیونکہ اوسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ بحر او ہی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیۃ المزارعۃ بالاجارۃ والودیعۃ قال فلا یزاد علی الخمس وقد حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینے کے قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسیطرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گہر مین مجکو زید غائب نے رکہا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو نکال لیا یا اوسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تہی سو مین نے اوسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتہہ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقے مین تحریر کی ہے وان کان ہالکا او قال الشہود اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجیء حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہون نے کہا کہ اسکو ودیعت رکہا ہے اوسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کرلیا مجہہ سے یا یون کہا چورالیا گیا مجہہ سے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجہہ سے چورالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجہہ سے یا اوسکو غصب

---

[1] یعنی تشبیہ کے بودما مند د ہ ۱۲ منہ

ترجمہ اول سرقتہ الخ صیغہ ماضی کا الخ پر تشدید تا کی سمجہا اور آخر جملہ مین عمدتہ غالبا مقدر ہا اگر حرف بہارح بکہت کر بزازیہ مین مزارعت کو اجارہ کے ساتہ ملحق کیا ہی تو بہتر تہا ۱۲

کر لیا ہمیں سے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آئیگا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جاویگی وهل تندفع بالمصدق بالعجز
کہ بنا بر آنکہ مدعی کیا خصومت دفع ہو گی بعینہ مثل صدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہو گی کذا فی البزازیہ ہم لیئے اگر مدعی نے یوں کہا
کہ یہ چیز میری ملک ہو اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعویٰ مدعی
کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرہن علیہ لا تندفع فی الکل لما قلنا اور ذو الید نے دعوے
غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اوسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہو اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع
نہو گی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہم لئے الکسو غیرہ میں اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام بینہ اور معرفت شہود کو
شارح شرط کر چکا ہو اور دعوے خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہو اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوے مدعا علیہ کے فعل کا قال
فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعۃ عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکرنا اور اگر ایک
مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہو پھر مجلس حکم میں بولا کہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کے جانب سے تو خصومت
دفع ہو گی گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر جیسے اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوے مدعی کا دفع ہو جاسکے کا اور غیر مجلس حکم کا
اقرار مقبول نہو گا مگر جب کہ شاہد اوسکو گواہی ثابت کریں چنانچہ مصنف اسکی آگے تقریر کرتا ہو ولو برہن المدعی علی مقالتہ الاولی
جعلہ خصما وحکم علیہ لسبق اقرارہ بمنعہ الدفع بزازیۃ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذو الید کے اول قول پر یعنے اوسکے دعوی
ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اوس اقرار کے جو مانع ہے دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال
المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ
دفعت الخصومۃ وان لم یبرہن لتوافقہما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذو الید نے اسکو دفع میں کہا میرے پاس اوسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذو الید سے خصومت مندفع ہو گی اگرچہ
ذو الید گواہ نلاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے اس پر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذو الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب
کے وکیل نے اوسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہو گی بدون گواہ لانے ذو الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ
وبرہن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے خرید کیا اور اوس نے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر
گواہ لایا تو خصومت مندفع نہو گی یعنے ذو الید سے مدعی اوسکو لے گا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ
فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ اور اگر ذو الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے
میں تو اوسکو دینے کا حکم نہو گا تاکہ قضاء علی الغائب لازم آوے ذو الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہو یعنی انکار میں تو تسلیم ہو اور
تصدیق میں تسلیم نہیں ہم طحطاوی نے کہا ہے یہاں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذو الید کا اقرار حجت قاصرہ ہو ملک غائب پر سرایت
نہیں کر سکتا اور اسیطرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہیں اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ہم انتہی [illegible]
علی دعوی الشراء فیہ اتفاقی قلنا اقال ولو ادعی انہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرہن علیہ وزعم ذو الید
ان ذلک الغائب اودعہ عندہ لا تندفع لتوافقہما ان الید لذلک الرجل پر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے
پر قید اتفاقی ہے اسواسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اوسکی ہے اوس سے فلانے غائب نے غصب کر لی اور
اسپر گواہ لایا اور ذو الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اوسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذو الید سے خصومت مندفع نہو گی
بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ قبضہ اوسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہو ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ

لاتندفع بنا على ذي اليد ايداع ذلك الغائب استحسانا بزازية اور اگر بجای دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت منزدفع ہوگی
ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اوس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہی از روی استحسان کے کذا فے البزازیہ وفی شرح الوهبانیۃ
للشرنبلالی لو اتفقا على الملك لزيد وكل ادعى الاجارة منه لم يكن الثاني خصما للاول على الصحيح اور شرنبلالی کی شرح
وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اوس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعے ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا
بقول صحیح ہم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلۂ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین
اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعى (رهن) وشرا اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشترى فخصم
للكل اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانیکے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور شے خرید کا خصم ہوگا کذا
فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال المدعى عليه لى دفع يمهل الى المجلس الثاني صغرى مدعا علیہ نے کہا کہ میرے
پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اوسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاوی کذا فی الصغری للمدعی تحليف مدعی الايداع
على البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فے الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر قسم علم پر
قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اوس کا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اوسی سے متعلق ہے اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید
پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعے پر قسم نہین انتہے اوریہہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہے کذا فے الطحطاوی وله
تحليف المدعى على العلم وتمامه فی البزازية اور اسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہے کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اس کا
بزازیہ مین ہے ہم جب کہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے
دفع مین اسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کہا وے اسطرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے
ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہے اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہے اور مدعی سے متعلق نہین کذا فے البحر وكل بنقل امته فبرهنت
انه اعتقها قبل الدفع للعتق لا للعتق كما لو مختصر المتولی ابن ملك موسلے نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی
گواہ لائی اسپر کہ موسلے نے اسکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جب تک موسلے نہ آوی کذا ذکرہ
ابن ملک **باب دعوى الرجلين** یہہ باب ہے دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین
یا ایک شخص دوسری پر دعوی کری تقدم حجة خارج فی ملك مطلق ای لم يذكر له سبب كما مر على حجة ذي اليد مقدم ہوگی شخص خارج
کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ہم خارج وہ شخص ہے جو ذی الید
اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدهما فقط
حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنے خواہ دونون تاریخ ملک بیان نکرین یا دونون ایک ہی
تاریخ کو ذکر کرین یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کری بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ
سابق ہو تو اب اوسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فے الحلبی وقال ابو يوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے
تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت مین وثمرته فيما لو قال فی دعواه هذا العبد لی غاب عنی منذ شهر
وقال ذو اليد لی منذ سنة قضی للمدعی لان ما ذكره تاريخ غيبته لا ملكه فلم يوجد التاريخ من الطرفين فقضی بينة
الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اوس صورت مین ہے کہ خارج نے کہا کہ یہہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ
بہر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بہر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اوسکے

غائب ہونے کی تاریخ ہو سا لکہ ہونیکی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کے طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے
نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسیواسطے حجت خارج پر حکم ہوگا و قال ابو یوسف یقضی للمؤرخ ولو حالة الانفراد
اور امام ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ھم منح الغفار میں جامع الفصولین سے
یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک حالت انفراد میں مورخ کی ترجیح ہے
انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا مورخ کی
واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ در صورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے
کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ یہاں قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی و ینبغی ان یقضی بقوله لانه اقوی واظهر کذا فی
جامع الفصولین واقره المصنف اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بنظر مدرکہ موافق تر اور ظاہر تر
ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم منح الغفار میں بجای ینبغی یفتی ہے وهو الاظهر ولکن
برهن خارجان علی شیء فی ید ثالث قضی به لهما اور اگر گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے
واسطے اوس چیز کا حکم ہوگا اور دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ
کا دعوی کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اونٹ کو
دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ بینات حجج شرعیہ سے ہیں تو حتے الامکان اوسپر عمل واجب ہے اور یہاں
عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تعدیل امر ممکن ہے وجہ یہ کہ اوقات مختلفہ میں ہوا کرتا ہے تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اوسپر اعتبار کرتا
ہے جو اوس نے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برهنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیة پھر اگر دو شخص گواہ
نکاح کے دعوی میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہے ھم یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا
ساتھ ہی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہیں مثبت برہان کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اوسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ
اوسکے مقبول نہوں گے چنانچہ خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی و لو میتة قضی به
بینهما و علی کل نصف المهر و یرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منهما و تمامه فی الخلاصة
اور اگر عورت میت ہے تو دونوں مدعیوں کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونوں شخص ایک زوج کی
میراث کے وارث ہوں گے اور اگر عورت جنی یعنی بعد اوسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا
میں ہے ھم خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونوں ولد کے متروکہ سے اب
واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وهی لمن صدقته او الوسابق فی یدہ من کذا منه ولم یکن دخل من کذبته تھا اور عورت
اوسکی زوجہ ہے جسکی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اوسکے پاس نہو جس کی اوسنے تکذیب اور جسکی اوس نے تکذیب کی اوسکی
عورت کی وطی نکی ہو ھم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت پر تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک
کی تاریخ مقدم ہے تو وہ اولے ہے اور اگر تاریخ بیان نکی یا دونوں کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہو چنانچہ عورت یا اوسکا
کارکن اتو وہی شخص اولے ہے اور اگر سب کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سب پر پھر قبضہ پھر وطی
پھر اقرار پھر صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ میں ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہو تو صاحب خانہ اولی ہے کذا

الشاہدین ھذا اذا لم یؤرخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اوس وقت ہے جب کہ دونون نے تاریخ بیان
نکی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اوس عورت کا احق ہے یعنی سبقت تاریخ کے ساتھہ قبض اور دخول کا کچہہ اعتبار نہین اسواسطے
کہ وہ تاریخ دلالت برخلاف ہے فلو ارخ احدھما فقط فہی لمن صدقتہ او لذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ
احدھما ولم ار من نبہ علیہ فتأمل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اوسکی زوجہ ہے جسکی اوس نے تصدیق کی یا ذی الید کی
کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اوس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور مین نے نہین دیکہا
اوسکو جس نے اوسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسمین ھم طحطاوی کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحا آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بہی تاریخ موجبات
رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان برھن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اوس مدعی کے واسطے جسکے
پاس گواہ نہین تو وہ اوسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جب کہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا
اوسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برھن احدھما
وقضی لہ ثم برھن الآخر لم یقض لہ الا اذا ثبت سبقہ لان البرھان مع التاریخ اقوی سانہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی
اور اوسکے واسطے حکم ہو گیا پہر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اوسکے واسطے حکم نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اوس
واسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اوس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ھم ہر چند یہان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہے اسواسطے
کہ سبقت نہین ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جب کہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو وے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اوسنے صلا تاریخ
مذکور نکی پس مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرھان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت سبقہ
ای ان نکاحہ اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اوس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اوس صورت مین برہان
خارج سے حکم ہوگا جب کہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکرا سبب
الملک بان برھنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیر لتفریق الصفقۃ علیہ
اور اگر دونون مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے
نصف نصف شیء کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اوسکو چہوڑ دیوے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نلینے مین کہ اوسپر
صفقہ متفرق ہو گیا یعنی پوری چیز اوسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اوسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادہوری پر وان ترک احدھما
بعد ما قضی لہما لم یأخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چہوڑا دونون کیواسطے
حکم ہو جانے کے بعد تو دوسرا مدعی اوسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہو جانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے
ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے لے تو اوسکو جائز ہے وہو ای ما ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما
قبضہ من الآخر الیہ سراج اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اوس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونون نے
تاریخ خرید بیان کی تو بائع پہیر دے جو ثمن اوس نے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ھم سبقت تاریخ کا اوسوقت اعتبار ہے جب کہ بائع ایک
ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچہہ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہی لذی ید ان لم یورخا
او ارخ احدھما واستوی تاریخہما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نکی یا ایک
نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے وھو لذی وقت ان وقت احدھما فقط والحال انہ لا ید لہما وان لم یوقتا
فقد مران لکل نصفہ بنصفہ اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونون کا
وقت بیان کیا ۱۲

اوس پر قبضہ نہین اور اگر دونون نے وقت مذکور نکیا تو اوسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف بعوض نصف ثمن والشراء
احق من هبة وصدقة ورهن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن
قبض کے ساتھ ہو وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ و صدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ
ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پر خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض ہے فی الحال سے بخلاف رہن وهذا ان
لم یؤرخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوته اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اوسوقت ہے جب کہ دونون
مدعیون نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر تاریخ بیان کردیا اور مالک کرنیوالا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی
ہونے کے سبب ولو ارخت احداهما فقط فالمؤرخة اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوی مین فقط ایک کی تاریخ مذکور
ہو تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنے اس صورت
مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین وهذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اوس چیز مین جو قابل قسمت نہین مثل
چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق
من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری هبة الدرر اور تصحیح مختلف ہے اوس چیز مین جو قابل قسمت ہو جیسے گھر اور
صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن
کے ہے نہ من قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر یہہ رو سے مادی ہر کہ اوسکی قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو
یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلہ مین شیوع طاری ٹھیرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی والشراء والمهر سواء
فیتنصف وترجع هی بنصف القیمة وهو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون
مین نصف نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اوس چیز کی پھیرلے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیرلے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ہم یہی جب کہ
ایک مرد نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے
مہر میں مقرر کیا تو دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک سے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو
فسخ بیع مین اختیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے کما مر وهذا اذا لم یؤرخا او ارخا واستوی تاریخهما فان سبق تاریخ احدهما کان احق
یہہ یعنی استوای خرید اور مہر اوسوقت ہے جب کہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ
سابق ہو تو وہی احق ہے قید بالشراء لان النکاح احق من هبة ورهن وصدقة عمادیة والمراد من النکاح المهر
کما حرره فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ
اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے صاحب جامع الفصولین کے طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے ہم صاحب
جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ لوگ سمجھا کہ دو شخصون
نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اوسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ مین نے اوس سے نکاح کیا حالانکہ
یہہ فقہا کی مراد نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لواحق کلام
محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامة من رجل واحد
ولا مرجح فتکون ملکا له منکوحة للآخر فتدبر ہان برابر ہے نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور
کوئی مرجح مثل سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اسکو وجہ استوا

یہہ ہی کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہہ بحث ہی صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وذکر مع قبض احق من ہبۃ بلا عوض معہ استحساناً
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ہم وجہ استحسان یہہ ہی کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہی اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون
نہین حالانکہ عقد ضمان اولے ہی اور قیاس یہہ ہے کہ ہبہ اولے ہی رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فہی احق لانہا
بیع انتہاءً والبیع ولو بوجہٍ اقوی من الرھن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخرکار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ
کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العین معہما استویا مالم یؤرخا واحدہما اسبق اور اگر شے متنازع فیہ دونون مدعیون کے
قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ
اسبق اولے اور مقدم ہی وان برھن خارجان علی ملک مؤرخ او شراءٍ مؤرخ من واحدٍ غیر ذی یدٍ او برھن خارج علی
ملکٍ مؤرخٍ وذو یدٍ علی ملکٍ مؤرخٍ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی
بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اوسکے ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق
احق اور اولے ہی ہم بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھہ فائدہ نہ تھا
تعمیم مین وان برھنا علی شراءٍ متفقٍ تاریخہما او مختلفٍ عینی وکل یدعی الشراء من رجلٍ آخر او وقت احدہما فقط
استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق ثم لابد من ذکر المدعی وشہودہ ما یفید ملک بائعہ ان لم یکن
المبیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولان بزازیۃ اور اگر خارجین گواہ لائے اوس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین
کذا فی العینی اور ہر مدعی خرید کا دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولے ہی پھر یہہ ضرور ہی کہ مدعی اور اوسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اوسکے بائع کی
درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھہ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی
گواہی دی بلا ذکر اوسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ ہم بزازیہ مین ہی کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر
نکیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اوسکی ملک
کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برھن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برھنا علی سببِ ملکٍ
لایتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسجٍ لایعاد وغزل قطنٍ وحلب لبنٍ وجز صوفٍ ونحوہا ولو عند بائعہ درر فذو الید
احق من الخارج اجماعاً سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائی ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنے
ثیاب قطنیہ کی بنا و شاجو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودہ کا دوہنا اور صوف کا ترشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرر کے
اگرچہ اسباب مذکورہ اوسکے بائع کے پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق ہم نتاج سے مراد یہہ ہی کہ مدعی کی ملک مین
نتاج ہوا ہو یا اوسکے بائع کی ملک مین یا اوسکے مورث کی ملک مین جامع الفصولین مین ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہہ اونٹنی میری بائع کے پاس
جنی اور ذی الید بھی اسیطرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بائع کے طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونون کے
بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلاً کغصبٍ او ودیعۃٍ او
اجارۃٍ ونحوہا فی روایۃٍ درر او کان سبباً یتکرر کبناءٍ وغرسٍ ونسج خزٍ وزرع برٍ ونحوہ او اشکل علی اہل الخبرۃ
فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جب کہ خارج ذی الید پر فعل کا

مدعی ہو جیسا کہ خود سپرد ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے وغیرہ کی روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعویٰ ہو جو مکرر ہو سکتا ہو جیسا کہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کہیت بونا یا سبب ملک کا مکرر ہونا یا غیر مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندوں اور واقف کارون پر تو خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج بمنزلہ اصلی ہی اور مبینے جو بیان مدلل کیا اصلی مذکور ہے سو نتاج کی حدیث کے سبب ہم نے روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ میں بعینہ نقل کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر مکرر عمارت کی یہہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعویٰ کیا کہ یہہ میری اینٹ ہی میں نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بہی اسیطرح دعوے کیا تو دعویٰ خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بہی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پہر اسکو مٹی سمیت جہان لیتا ہے اور دوسرے کہیت میں بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعویٰ کیا کہ یہہ گیہون میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعویٰ کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہہ اونٹنی اسکی اور اسکے پاس جنی ہی اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلادی اور یہہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا جیسا کہ محیط میں ہی کذا فی الطحطاوی وان برھن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید علی الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں بینات ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعویٰ ہو وہ اوسکے قبضہ میں چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہی ہم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کریں گے تو صاحب وقت خیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ صورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شیخین کے طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکے طرف سے دوسرے کی ملک کا تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور دونوں بینات بالاجماع ساقط ہوئے بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تھاترا اتفاقا اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بہی ثابت کریں گے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بالکثرۃ اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اوسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواتر ہو اور دوسری از قسم آحاد یا ایک دلیل مفسر ہو اور دوسری مجمل تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کے احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو اقام احدھما عدلین شاھدین والآخر اربعۃ فھما سواء فی ذلک پہر مصنف نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے کہ اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کئے تو دونوں برابر ہیں اسمین یعنی اقامت شہادت میں اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں ولا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسیطرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچہہ حد نہیں ہم یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ عادل ہوں تو ترجیح واقع ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص ان سے بہی زیادہ تر عدالت رکہتا

تو حکم مستقر ہو سکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی یدِ آخر ادعی رجل نصفہا و آخر کلہا و برہنا فللاول ربعہا والباقی
للآخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف
ایک گھر ہی ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اوسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے
تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہہ ہی کہ نصف دار
مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سے پہر
دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع
مدعی ثانی کے وقالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا و نصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ
اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف
مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کے طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم
ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ف عول یہہ ہی کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا
جاوے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ ما یقسم بطریق العول اجماعا وہو ثمانیۃ
میراث و دیون و وصیۃ و محاباۃ و دراہم مرسلۃ و سعایۃ و جنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ
جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھہ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات
اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ف میراث کی یہہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین انکی پوری
ہونے کی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک ماوری بہن چہوڑ گئی تو
مسئلہ چہہ سے ہی اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہوسکتے تو ارباب دیون
مین بطریق عول متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کے میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہہ
صورت ہی کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی
اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نہ رکہی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹہیرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات سے یعنے
محابات کی وصیت کی یہہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتہہ ہزار درم کو بیچا جاوے اور جس
غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتہہ ایک ہزار درم کو بیچا جاوے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات
ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قسمت کی یہہ صورت ہی کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت
کی اور دوسرے کیواسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیما بین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہہ صورت ہی کہ یہہ وصیت کی کہ یہہ
غلام نصف آزاد کیا جاوے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاوے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین
بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین
داخل کر دین ایک صورت جنایت عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہہ ہی کہ ایک غلام نے ایک
مرد کی آنکہہ پہوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام وہی ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون مین
بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہہ ہی کہ غلام مدبر نے
جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور قیمت اسکی اولیاء جنایت کو دی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی

سلہ یعنی کہ تین سہم زوج کے اور تین سگی بہن کے اور ایک سہم اخیافی بہن کا ۱۲

سلہ قیمت مین ثابت کرنا

سلہ بشرطیکہ میت کا مال اور کچہہ نہو اور وارث وصیت کو جائز نہ رکہین ۱۲

وبطریق المنازعة اجماعًا وہی مسئلة الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ
دو فضولیوں کا مسئلہ ہے ہم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے
نصف غلام مذکور بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کو پھر اوسکے مولے نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار
ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعة عنده والعول
عندهما وهی ثلث مسائل مسئلة الکتاب واذا اوصی لرجل بکل ماله او بعبده بعینه ولآخر بنصف ذلک اور تیسری
قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس
کتاب کا ہے یعنی مسئلہ اوپر متن میں مذکور ہو چکا اور جب کہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین
کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ
ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز
رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملیگا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک
ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اوسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین
ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث
صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عنده والمنازعة عندهما وهو خمس کما بسطه الزیلعی والعینی وتمامه
فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اوسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ
اوسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اوسکا بحر الرائق میں ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکوں میں ایک
مولے نے اوسکو سو درم دین یعنی کوئی چیز اوسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اوسکو درم بطریق دین کے دئے پھر
عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطریق اثلاث منقسم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا
اس واسطے کہ آدھا قرض مولے اوسکے شریک کے نصیب میں صحیح ہے نہ خود اوسکے نصیب میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم
دین دئے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو
درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور
مقتول عمداً کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے
تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچ ہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو دے
تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو
مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اوسکی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو
وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارثوں کو
چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی
بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عنده ان القسمة متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمة شائعا فعولیة اذا
کان لاحدهما شائعا وللآخر فی الکل فمنازعة اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی
اور بسبب اوس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اوس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق

تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا حق کل مین تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہو ہم بہتر یون تہا کہ شارح یون کہتا فی ذمۃ
او عین شائعًا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تہا شائعًا فی البعض دون الکل چنانچہ بحرالرائق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی
وَمَتٰی کَانَ ثَابِتًا مَعًا عَلَی الشُّیُوعِ فَبِالْعَوْلِ وَاِلَّا فَبِالْمُنَازَعَۃِ فَلْیُحْفَظْ اور صاحبین کے نزدیک جب کہ دو حق ساتہی بطریق شیوع کے ثابت
ہون تو قسمت بطریق عول کے ہی اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام اور صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین
وَلَوِ الدَّارُ فِیْ اَیْدِیْهِمَا فَهِیَ لِلثَّانِیْ نِصْفُهٗ لَا بِالْقَضَاءِ وَنِصْفُهٗ بِهٖ لِاَنَّهٗ خَارِجٌ اور اگر گہر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص
نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گہر مدعی ثانی کا ہی نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہی ہم مدعی ثانی کو
نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہی تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اوسکو نصف
ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہے اوسمین خارج اور ذی الید کے
گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہو گی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی وَلَوْ فِیْ یَدِ ثَلٰثَۃٍ فَا
دَّعٰی اَحَدُهُمْ کُلَّهَا وَاٰخَرُ نِصْفَهَا وَاٰخَرُ ثُلُثَهَا وَبَرْهَنُوْا قُسِّمَتْ عِنْدَهٗ بِالْمُنَازَعَۃِ وَعِنْدَهُمَا بِالْعَوْلِ وَبَیَانُهٗ فِی الْکَافِیْ اور اگر
گہر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص اونمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو
وہ گہر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہی ہم امام کے نزدیک
قسمت اس مسئلہ کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چہہ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک چہتیس
اٹہتر سہم سے قسمت ہی ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور چہبیس ۲۶ سہم مدعی ثالث کے اور اسکا بیان شرح طحطاوی
مین شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا وَلَوْ بَرْهَنَا عَلٰی نِتَاجِ دَابَّۃٍ فِیْ یَدَیْهِمَا اَوْ اَحَدِهِمَا اَوْ غَیْرِهِمَا
وَاَرَّخَا قُضِیَ لِمَنْ وَافَقَ سِنُّهَا تَارِیْخَهٗ بِشَهَادَۃِ الظَّاهِرِ اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا
ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدایش کی تاریخ بیان کی تو
اوس مدعی کے واسطے حکم ہو گا جسکی تاریخ اوس جانور کی عمر کے موافق ہو گی بواسطہ شہادت ظاہر حال کے یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر
کے موافق ہی اوسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے فَلَوْ لَمْ یُؤَرِّخَا قُضِیَ بِهَا لِذِی الْیَدِ سو اگر دونون
مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اوس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا وَلَهُمَا اِنْ فِیْ اَیْدِیْهِمَا اَوْ فِیْ یَدِ ثَالِثٍ اور دونون
مدعیون کے واسطے حکم ہو گا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وَاِنْ لَمْ یُوَافِقْهُمَا بِاَنْ خَالَفَ اَوْ اَشْکَلَ فَلَهُمَا
اِنْ کَانَتْ فِیْ اَیْدِیْهِمَا اَوْ کَانَا خَارِجَیْنِ فَاِنْ فِیْ یَدِ اَحَدِهِمَا قُضِیَ بِهَا لَهٗ هُوَ الْاَصَحُّ قُلْتُ وَهٰذَا اَوْلٰی مِمَّا وَقَعَ فِی الْکَنْزِ وَا
لدُّرَرِ وَالْمُلْتَقٰی فَتَدَبَّرْ اور اگر تاریخ دونون مدعیون کی موافق نہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتہہ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت
کچہہ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہے اگر اونکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین
ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہو گا یہی قول اصح ہے مین کہتا ہون اور یہہ یعنی مصنف کی یہہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہی
اوس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہے کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہے وان اشکل سو اسکو دیکہہ لے ہم وجہ اولویت یہہ ہی
کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہے نہ مخالفت
بَرْهَنَ اَحَدُ الْخَارِجَیْنِ عَلَی الْغَصْبِ مِنْ زَیْدٍ وَالْاٰخَرُ عَلَی الْوَدِیْعَۃِ مِنْهُ اسْتَوَیَا لِاَنَّهَا بِالْجَحْدِ تَصِیْرُ غَصْبًا گواہ

لا بابایک خارج اوس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا اشارہ کو اولیا ودیعت پر جو زید کے پاس اوسنے ودیعت رکھی تو دونوں برابر ہین شے
اوس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی ہم اس مسئلہ مین مدعا علیہ غصب
اور ودیعت کا زید ہے ودیعت انکار مدعا علیہ غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اوسپر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر
منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوی کیا لہذا دونون
شاہ ہی ہو نگے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ
العقل وعبارۃ الاشباہ والدیۃ یعنے لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود
اور قصاص اور قتل ہی اسطرح ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجای قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ ہی ہم وجہ
حریت مسلمین یہ ہی کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حر آزاد
ہی جنبہا دین حریت اصل نہ ٹہیری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکری بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کری
لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکری اور جب کہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اوسپر حد قذف
جاری نہوگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو
تا اثبات حریت قصاص کا حکم ہوگا اور جب کہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ
پر دیت کا حکم ہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ
قتل سے قتل خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحاوی تفسیرا منصرف وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال انہ عبدہ
فانکر وقال انا حر الاصل فالقول للمنکر لانہ الاصل اور اسوقت یعنی جب کہ حریت اصلی ٹہیری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم
معلوم نہین یہہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اوسیکا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب متمسک ہونے
اوس شخص کے اصل بات سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنیوالے سے
ہم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا
حکم ہوگا اس وجہ سے کہ متنازع فیہ اوسکی قبض مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پہر اگر اوس نے قسم کہائی تو بری الذمہ ہو گیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا لیکن لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اوس کا تصرف ظاہر تر ہی آخذ آستین
کے وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹہیرا اور آخذ خارج اور ذی الید اولی ہی خارج سے اور اگر آخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب
وہی احق بثوب ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحاوی والراکب احق من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق
ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑی ہے اور دونون دعوی کرتے ہین کہ یہہ جانور میرا ہے
تو سوار احق ہی بسبب ظاہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹہا ہی وہ احق ہے اوس شخص سے جو اوسکے
پیچھے بیٹہا ہی یعنی اسواسطے کہ تمکن اوسکا اوس موضع مین متقدم کی دلیل ہے وذو حملہا ممن علق کوزہ بہا لانہ اکثر تصرفا اور
جس کا بوجہ جانور پر لدا ہی وہ احق ہی اوس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اوسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اوس کا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجہ
والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا وسکون میم اوس بوجہہ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی
الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسیہ دارالکی مسجد اور جو فرش پر بیٹہا ہی اور جو فرش کو پکڑے ہی دونون برابر
ہین برابر ہین مانند اون دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھی ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہی اسواسطے کہ فرش

بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبضہ اوسوقت ہوتا جب فرش اوسکے گھر مین ہوتا یاکہ وہ فرش اوٹھا لیجاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب وطرفہ
مع الآخر لا هدبته ای طرفه الغیر منسوج لانها لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند اون دو شخصون کے کہ ایک کے
پاس کپڑا ہی اور دوسری کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہی نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ مین کپڑی کا ہدبہ یعنی جھیر ہے هم ہدبہ یعنی کپڑی کا طرہ
بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے بخلاف جالسی دار تنازعا فیها حیث لا یقضی لهما لاحتمال انها فی ید غیرهما
وهنا علم انه لیس فی ید غیرهما عینی بخلاف اون دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونو
کے واسطے گھر کا حکم بنصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اوکے
قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہی کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی
والحائط لمن جذوعه علیه او متصل به اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناته فی لبنات الآخر ولو من خشب
فبان تکون الخشبة مرکبة فی الاخری للدلالة علی انهما بنیا معا ولذا سمی بذالک لانه حینئذ یبنی مربعا دیوار اوس
شخص کی ہی جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یاکہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدہی
آدہی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار
مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اس پر کہ دونون دیوارین ساتھی بنی ہین اور اسیواسطے اس کا نام تربیع رکھا
گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہے هم اتصال دو طرح ہی ایک اتصال ملازقت وہ یہہ ہی کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری
دیوار کے کنارہ سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہہ ہے کہ دیوار متنازع فیه کی اینٹین
آدہی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیه کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب
ہون کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہی اور قول ظاہر کرخی کا یہہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہہ کہ متنازع فیه دیوار متصل ہو
احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اوسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیه تاکہ دیوار مربع
ہوجائے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل شئے واحد کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن له اتصال ملازقة او نقب وادخال او هرادی کقصب
وطبق یوضع علی الجذوع اوسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہی یعنی لگا ہی بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب او ادخال
ہی یعنی سوراخ کرکے لکڑی اوسمین داخل کرنا یا اوسکی دیوار نہین جسکی بنگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین هم ہرادی
جمع ہی ہردیہ کی بکسر ہا منح الغفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دہنیون پر رکھی جاوین اور اون پر مٹی ڈالی جاوی انتہی
اہل ہند اونکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چھاپ بولتے ہین خلاصہ یہہ ہی کہ دہنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ بنگے رکھنا بل یکون
بین الجارین لو تنازعا ولا یختص به صاحب الهرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منه خانیه بلکہ بنگے والی دیوار دونون
پڑوسیون مین مشترک ہی اگر دونون اوسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دہنی کا دیوار پر رکھنے والا اوس سے
زیادہ ترحقدار ہے دیوار کا کذا فی الخانیه ولو لاحدهما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل
لذی الجذوع ملتقی وتمامه فی العینی وغیره اور اگر ایک شخص کی دہنیان ہون دیوار پر اور دوسری شخص کی دیوار کے واسطے اتصال
ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسری شخص کو دہنی رکھنیکا حق ہی اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دہنیون والے
کی ہی کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے هم محیط مین ہی کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہی اتصال تربیع اتصال ملازقت و
مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہی پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہی پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہی

کذا فی الطحاوی واما حق المطالبۃ بر فع جذوع وضعت تعدیاً فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دہنیان ظلم سے رکہی گئین اونکے اوٹہا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابراکر دینے سے اور صلح وعفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ تو اسکو یاد رکہنا چاہئے م یعنی اگر دہنیون کا مالک اوکہاڑ ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اوس حق سے ہوتا ہے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دہنیان رکہنے والا یا جسکی دیوار پر دہنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دہنیان رکہنے والے کے ہاتھ وہ مکان اجارہ رکہے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحاوی و ذو بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹہری اور دالان والا جسکا اوس گہر کے جسمین بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹہریان اور دالان ہین اوس گہر مین سے اوسکے صحن کے حق مین تو صحن گہر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ کے مانند یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پہرنے مین اور اسباب رکہنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وفی غیر ذلک یعنی صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالاراضی بقدر سقیہما بخلاف پانی لینے کی باری کے جب کہ دو شخص اوسمین جہگڑا کرین تو اوسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اوسکے سینچنے کے م یعنی آبپاشی مین تہوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کیواسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ ہوگی پانی لینے کی حاجت زیادہ ہوگی تو اوس کا اندازہ بقدر اراضی کے ہے برہنا ای الخارجان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونون کا قبضہ زمین مین ہے تو دونون کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اوسمین تصرف کرتا ہے اسطرح پر کہ اوسنے اوسمین اینٹیں پاتہین یا عمارت بنائی تو اوسیکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اوسکے تصرف کے م یعنی تصرف مذکورہ اوسکے قبضہ کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال وشہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقائہ ما لم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ یہہ چیز مدعی کی ملک تہی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ مین تو اوسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب تک وہ چیز پائی نجائے جو اوسکے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اوسکو سمجہتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اوسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اوسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اوسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون یعنی اوسکا جو ذی الید نہین تو ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاوے گا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر م یعنی جب کہ اوسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اوسکی مملوکیت ذی الید کے اوس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے تو صغیر کے اقرار سے تو اب یہہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اقرار صغیر صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوی

سقیهما

الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اوسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی حریت
مین تناقض صحت دعوی کا مانع نہین ہم علے الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہہ باب ہی نسب کے دعوی مین الدَّعوۃُ نوعانِ دعوۃُ استیلادٍ وھو اَن یکونَ اصلُ العُلوقِ فی مِلکِ المُدَّعی دعوت دو قسم ہے
ایک استیلاد کی دعوت وہ یہہ ہے کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے
ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین وَدَعوۃُ تحریرٍ وھی بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت
استیلاد کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نرہا ہو والاوّل اَقویٰ لِسبقِہٖ واستنادِھا لوقتِ العُلوقِ واقتصارِ
دَعوۃِ التحریرِ علی الحالِ وَسیتَّضحُ اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہے بسبب اوسکے سابق ہونیکے اور اوسکے مستند ہونے کے
وقت علوق سے اور مقصور ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہہ بیان واضح ہوگا مَبیعۃٌ وَلَدَت لِاقلَّ من ستّۃِ اَشہُرٍ
منذُ بیعَت فادَّعاہُ البائعُ ثبتَ نسبُہ منہ استحساناً لِلعُلوقِ فی مِلکہٖ ومبنی النَّسبِ علی الخَفاءِ فیُعفٰی فیہ التناقضُ
بیچی لونڈی جنی چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جس وقت سے کہ اوسکی بیع ہوئی پھر اوس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت
ہوگا از روے استحسان کے بسبب کے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہوگا ہم
یہان قیاس یہہ ہے کہ بائع سے نسب ثابت نہوا اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہہ اقرار ہے اوسکے جانب
کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہہ ہے کہ بنای نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض
معاف ہے جب کہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تہا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان
کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اوسکا ہے تو یہہ عذر ہوسکتا ہے اعتبار تناقض کے [illegible] واذا صَحَّت اِستندت
فصارت امَّ ولدٍ لہ فیُفسخُ البیعُ ویُردُّ الثمنُ اور جب کہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانہ کے طرف تو لونڈی بائع کی
ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اوسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولکن اِذا ادّعاہُ المشتری قبلَہٗ ثبتَ نسبُہ منہ لوجودِ مِلکِہٖ و
اُمِّیَّتُہا باقرارِہٖ وقیلَ یُحمَلُ علی انَّہ نکحَہا ثم استولدَھا ثم اشتراھا ولیکن جب کہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو
ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اوسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا
دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اوس لونڈی سے نکاح کر لیا تہا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اوسکو خرید کر لیا ولو ادّعاہ معہٗ ای مع ادّعاءِ
البائعِ او بعدَہٗ لا لانَّ دعوتَہ تحریرٌ والبائعُ استیلادٌ فکان اقویٰ کما مرّ اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھہ دعوی کیا
یا بعد اوسکے دعوے کے دعوی کیا تو اوسکا دعوی بھی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد
ہی قوی تر ٹہیریگی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین وکذا یثبتُ من البائعِ لو ادّعاہ بعد موتِ الامِّ بخلافِ موتِ الولدِ لفواتِ
الاَصلِ اور اسیطرح ثابت ہوگا نسب لڑکا بائع سے بعد مرجانے اوسکی ماکے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے ہم یعنی حریت
مین اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے وَیاخذُہٗ
البائعُ بعدَ موتِ اُمِّہٖ ویستردُّ المشتری کلَّ الثمنِ وقالا حِصّتَہٗ اور بائع ولد کو لیگا اوسکی ماکی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن
پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے وَاِعتاقُہما ای اعتاقُ المشتری الامَّ والولدَ کموتِہما فی الحُکمِ اور دونون کا اعتاق
یعنی مشتری کا آزاد کرنا مان یا ولد کو اور دونون کی موت کے مانند ہے حکم مین ہم قولہ والولد واو بمعنے او ہے جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ
جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے مان کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہوا اور

اوسکا نسب اوس سے ثابت ہوگا اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماکو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماکے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہی پہر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین لغیرہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بہی اعتاق کی مانند محل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پہیر دے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنے جب کہ مشتری ماکو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اوراسیطرح ماکا بہی حصہ پہیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب کو چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہی ونقلہ فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہی اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اوس قول کے جو کافی مین مبسوط سے منقول ہے ھ درر مین ہدایہ سے یہہ منقول ہے کہ جب مشتری ماکو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پہیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پہیر دے چنانچہ موت مین انہو اور کافی مین مبسوط سے یہہ منقول ہے کہ حصہ ولد پہیر دے نہ اوسکی ماکا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتقانی نے ہدایہ میں اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پہیرا دیگا اور اسیطرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر مین اور شیخ شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہی اگرچہ اوس نے اوسکی تصحیح کی ہے چنانچہ سوی زادہ نے اوسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ ورد علیہ ردّ الثمن والاکتفاء برد حصتہ وقیل لا یرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہہ روایت ہی اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کرنیکے اوسکی ماکے یا اوسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور سب ثمن پہیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پہیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ماکا حصہ ثمن اعتاق میں بالاتفاق پہیرا نجاوے انتہے کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ھ جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہی وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی یعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ھ ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی بائع کی ام ولد یعنے اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنیکے تو ولد مشتری کا مملوک ٹہیریگا اور نسب اوسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنے گی تو بہی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی مختصا بعض لو ولدت فیما بین الاقل والاکثر صح لہ تحکیمہ کالا ولی لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا بائی تو اسمیں احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اوس کا حکم اول کے مانند ہی یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد یعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اوسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جہگڑا کیا مثلا بائع نے کہا کہ میں نے اوس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد

اور مشتری نے کہا چھہ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسیطرح
گواہ بھی اسیکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفيه لو ولدت عند المشتري ولدين
احدهما لدون ستة اشهر والآخر لاكثر ثم ادعى البائع الاول ثبت نسبهما بلا تصديق المشتري اور شرح مجمع مین ہی
کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھہ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا
دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اوس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ
دونون کی ولادت مین چھہ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توأمین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوی
بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھہ حاجت نہو گی اور بیع فسخ ہو گی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عنده
وادعاه بعد بيع مشتريه ثبت نسبه لكون العلوق في ملكه ورد بيعه لان البيع يحتمل النقض بائع نے اوس ولد کو بیچا جو اوسکے
پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اوسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب ثابت ہوگا بسبب ہونے
علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اوسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنی اور حق دعوت محتمل نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق
دعوت منقوض ہوگی وكذا الحكم لو كاتب الولد او رهنه او اجره او كاتب الام او رهنها او اجرها او زوجها ثم ادعاه فيثبت
نسبه وترد هذه التصرفات بخلاف الاعتاق لما مر اور اسیطرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اوسکو رہن رکھا یا
اجارہ دیا یا اوسکی ماکو مکاتب کیا یا اوسکو رہن کیا یا اجارہ دیا یا اوسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اوس کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہہ تصرفات مذکورہ یعنی
کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے
کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوأمين المولودين يعني علقا وولدا عنده واعتقه المشتري ثم ادعى البائع الولد
الآخر ثبت نسبهما وبطل عتق المشتري بامر فوقه وهو حرية الاصل لانهما علقا في ملكه حتى لو اشتراها حبلى لم يبطل
عتقه لانها دعوة تحرير فيقتصر على غيره وجزم به المصنف بیچا ایک توام کو توأمین مولودین سے یعنی وہ توأمین جن کا علوق اور
تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اوسکو بیچا الا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت
ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اوس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنی اور عتق حریت
عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہو گیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور
بعد اوسکے دو توام جنی اور مشتری نے اونمین سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اوسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی
کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اوسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت
تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور رہو گی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحيلة اسقاط دعوى البائع
ان يقر البائع انه ابن عبده فلان فلا تصح دعواه ابدا مجتبى پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہہ
ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے
نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افاده بقوله قال عمرو لصبي معه او مع غيره يعني هو ابن زيد الغائب ثم قال هو ابني لم يكن
ابنه ابدا وان وصلية جحد زيد بنوته خلافا لهما لان النسب لا يحتمل النقض بعد ثبوته حتى لو صدقه بعد تكذيبه
صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اوس صغیر کو جو اوسکے ساتھہ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھہ ہے
کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اوس کا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اوسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ

نسب لیہ اپنے ثابت ہونے کے محل نقض کا نہیں یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اوسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ھ صاحبین کا یہہ
مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اوسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اوس نے اقرار ہی نہیں کیا تہا ولذا
لو قال لصبي هذا الولد مني ثم قال ليس مني لا يصح نفيه لانه بعد الاقرار به لا ينتفي بالنفي فلا حاجة الى الاقرار به ثانيا و
لا سهو في عبارة العمادي كما زعمه منلا خسرو ولما افاده الشرنبلالي اور یہ اسواسطے یعنی چونکہ نسب محل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو
کہا کہ یہہ میرا بیٹا ہے پہر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اوسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہوسکتی نفی کرنے سے
تو اب کچہہ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچہہ سہو نہیں عمادی کی عبارت مین چنانچہ توہم سہو کا گمان کیا ہے ملا
خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنی عدم سہو کو شرنبلالی نے ھ ملا خسرو صاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال هذا الولد ليس
مني ثم قال هو مني صح ظاہرا یہہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت
مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اوسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین
انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا میرے نزدیک کچہہ ضرورت نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے
اوسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی كذا في الطحطاوي مختصرا وهذا اذا صدقه الابن واما بدونه فلا الا اذا عاد الابن الى التصديق
لبقاء اقرار الاب [illegible] مین ہے کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اوسکے تصدیق کرنے کے
نسب ثابت نہوگا مگر اوس صورت مین جب کہ بیٹا دوبارہ اوسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ھ یہہ تفصیل وہان
جاری ہو جہان صغیر اپنا حال بیان کرسکتا ہو ولو انكر الاب الاقرار فبرهن عليه الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر
ہو پہر گواہ لاوے بیٹا اوسکے اقرار پر تو مقبول ہے واما الاقرار بانه اخوه فلا يقبل لانه اقرار على الغير اور یہہ اقرار کہ وہ شخص میرا
بہائی ہے سو مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر اقرار ہے یعنی تو بلا تصدیق اوسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو قال لست
وارثه ثم ادعى انه وارثه وبين جهة الارث صح اذ التناقض في النسب عفو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہیں ہون
پہر اوس نے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہے ھ جامع
الفصولین مین ہے کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہے یا باپ ولو ادعى بنوة العم لم يصح
ما لم يذكر اسم الجد اور اگر چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بہائی ہے تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان کرے ولو
برهن انه اقر انه ابنه تقبل لثبوت النسب باقراره ولا تسمع الا على خصم هو وارث او دائن او مديون او موصى
له اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اوس نے اقرار کیا ہے کہ مین اوسکا بیٹا ہون تو مقبول ہے بسبب ثابت ہونے نسب کے اوسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی
مسموع نہین مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا مدیون یا موصے لہ پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا ليدعي عليه
حقا لابيه وهو مقر به او لا فله اثبات نسبه بالبينة عند القاضي بحضرة ذلك الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اوسپر اپنے باپ کے
کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اوس مرد کے
سامنے ولو ادعى ارثا عن ابيه فلو اقر به امر بالدفع اليه ولا يكون قضاء على الاب حتى لو جاء حيا ياخذه من الدافع و
الدافع على الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اوسکا اقرار کیا یعنی اوسکی فرزندی کا تو اوسکو امر کیا جائے
مدعی کے دینے کا اور یہہ امر قضا نہیں اوسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مردے کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے
ولو انكر قيل للابن برهن على موت ابيك وانك وارثه ولا يمين والصحيح تحليفه على العلم بانه ابن فلان وانه مات ثم يكلف

الابن لبينة بذالك ذكره في جامع الفصولين من الفصل الثامن والعشرين اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائیگا کہ گواہ قائم کرے اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اوسکا بیٹا ہے اور در صورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہین اور قول صحیح یہہ ہی کہ اوسکی تحلیف ہو علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہو پہر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اوسپر گواہ لانیکے لئے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کرے تو اوسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہے ستائیسوین فصل سے ہم جامع الفصولین مین باقی بیان یہہ ہی کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹہریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہے ملخصا اور یہہ بیان نہایہ ویر فصل مین ہی ستائیسوین كذا في الطحطاوي ولو كان الصبي مع مسلم وكافر فقال المسلم هو عبدي وقال الكافر هو ابني فهو حر ابن الكافر فينال الحرية حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتہہ مسلمان کہتا ہی کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا بسبب اوسکے حاصل کرنیکے آزادی کو لفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ہم یعنے دلائل توحید پر غور کرنیسے اور عاقل بالغ ہونے کے بعد بنوع اسلام صغیر متوقع ہے اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام ٹہرتا تو اسلام تو اوسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اوسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الكمال بانه يكون مسلما لان حكمه حكم دار الاسلام وعزاه للتحفة فليحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اوسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہی اس قول کو تحفہ کے طرف تو اس مسئلہ کو یاد رکہنا چاہئے قال زوج امرأة لصبي معهما هو ابني من غيرها وقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما ان ادعيا معا والا ففيه تفصيل ابن الكمال عورت کے شوہر نے کہا اوس لڑکے کو جو زوجین کے ساتہہ ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہی اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہی اگر دونون نے ساتہی دعوی کیا اور اگر ساتہی دعوی نہین کیا تو اوسمین تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور یہہ ہی کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اوسکا بیٹا ٹہریگا اور عورت سے تو اگر اوسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اوس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پہر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہی اور اگر دونون کا نکاح ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہے اور اوسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہہ اوس صورت مین ہی جب کہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہان زوجیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اوسی سے اوسکا نسب ثابت ہوگا كذا في الطحطاوي عن السراج ملخصا وهذا لو غير معبر والا بان كان معبرا فهو لمن صدقه اور یہہ یعنی دونون کا ولد ہونا اوس وقت ہی جب کہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اوسکا ہی جسکو وہ سچا کہی لان قيام ايديهما وفراشهما يفيد انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہی کہ وہ لڑکا دونون کا ہی حم طحطاوی نے کہا یہہ علت ہی مصنف کے اس قول کی فہو ابنهما اور بہتر یہہ تہا کہ علت مذکورہ اوس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة اشتراها فاستحقت غرم الاب قيمة الولد يوم الخصومة لانه يوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پہر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اوسکی خصومت کے دن ٹہرے اسواسطے کہ روز خصومت منع کا دن ہی یعنی مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وهو حر لانه مغرور والمغرور من يطأ امرأة معتمدا على ملك يمين او نكاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنی فریب خوردہ ہی مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پہر وہ عورت اوس سے جنے پہر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال ذ

کذا الحکم لو ملکہا بسبب آخر ای سبب کان غیر کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ سے یہ
واسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوای خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا
اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اوس کا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دیوے اوس عورت کے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع لما مر والارث لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر سو وہ لڑکا
لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اوسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اوسکے والد کو ہے
اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپکے حق مین تو وہ اوس کا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ
غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا سو اگر ولد کو اوسکے باپنے قتل کیا یا اوسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اوس کا
خون بہا بقدر اوسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اوسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تہا در صورت حیات ولد ولو لم یقبض شیئا
لا شئ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نلیا تو اوس پر کچھ تاوان نہین اور اگر اوس کا
خون بہا اوسکی قیمت سے کمتر لیا تو اوس پر تاوان اوسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ودیۃ بہا ای بالقیمۃ فی الفصول
لما یرجع بثمنہا ولو ہالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بدلے دونون صورتون مین یعنی ملک اور تزوج مین جیسے
لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اوس نے مستحق کو اوسکی قیمت اور اوسکے ولد کی قیمت کا
تاوان دیا تو بائع سے اوس کا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرے وکذا الواہب لو باعہا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول
علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی المواہب وغیرہا اور اسیطرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے
لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیریگا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہ لا بعقرہا الذی اخذہ منہ المستحق لزوالہ
باستیفاء منافعہا کما مر فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار
تو پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور
ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھہ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین
بہی اوسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل مجمع شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے ہو مجملہ
سامع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد
اوس کا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نرہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور
دفع میراث پر پہر استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق برمانع ہو میراث کا تو دعوے مسموع ہو کہ اونکا عذر بواسطہ استقصا حال زوجیت اور نہ
خفای منزلت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا کرایہ کو لیا پھر جب اوسکو کہولا تو بولا یہہ میرا ہے تو دعوی مسموع
ہی پاوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتے بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ ولا تسمع الدعوی علی غریم المیت
دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم یعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہہ ظاہر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد میان
دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ فانہا
تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جب کہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کر جاوے اور اوسکے قبض مین کر دیوے تو اوسپر
دعوی مسموع ہوگا ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہہ استثنا منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہوا
وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی لا یحلف المدعی علیہ الا اذا ادعی علیہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرءہن فیتمکن من الرد و

فی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہیں انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب میں انکار جائز ہے تا مدعی
گواہوں سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اوسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اوس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی میں انکار
جائز ہے جب کہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونوں مسئلوں میں ظاہرا دو قول ہیں یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ
اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرھان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی ابق قسم نہیں برہان
کے ساتھہ مگر تین مسئلوں میں دعوی دین میں میت پر اور استحقاق مبیع میں اور دعوی عبد آبق میں ھم تنویر الاذہان میں بزازیہ سے ہے کہ جب
میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ میں نے دین نہیں پایا میت
سے اور نہ کسی نے اوسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اوسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھہ قبض کیا میرے
امر سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے کسیکو اوس پر حوالہ کیا تھا اور جب کہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہوں
سے تو مستحق علیہ یعنی مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ میں نے اسکو نہیں بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہہ چیز میری ملک سے کسی
وجہہ سے نکلی اور دعوی آبق کی یہہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اوس نے اوس کا دعوی کیا اور گواہوں سے
ثابت کیا کہ وہ اوس کا غلام ہے تو اوس شخص سے قسم لیجاوے کہ وہ غلام ہنوز اوسکی ملک میں باقی ہے یا ہبہ سے اوسکی ملک سے خارج نہیں ہوا پھر جب قسم
کہائی تو اوسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بہلائی سے اوسکی
رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من
مشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہیں ہوتا بینہ کے ساتھہ یعنی جب مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھہ حاجت نہیں ثبوت
دعوی میں مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہے گواہوں کے ساتھہ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں میت پر اور استحقاق
عین میں مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی میں ھم یہہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہہ صورت ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہہ
شخص اوس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے اوپر ہے تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہوں کے اوسکو دین دیگا تو مدعا علیہ
کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ
فلان بن فلان نے مجھکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اوس کا میرے اوپر اتنا ہے پھر مدعا علیہ نے اوسکی تصدیق کی تو قاضی اوسکی وصایت کو ثابت نکرے اوسکے
اقرار سے جب تک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اوسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہہ صورت
ہے کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اوسکے حصہ کے
اور مدعی کو اختیار ہے کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اوس کا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اوسکے
مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے داینوں کے حق میں اور استحقاق عین کی یہہ صورت ہے کہ مشتری نے جب کہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کیواسطے
تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہے تاکہ رجوع
پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوی کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے پاس بھاگ آیا ہے اور اوس نے
اس کا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کی مدعی کے جانب سے کذا فی
الطحطاوی لا تحلیف علی حق مجھول الا فی ست اذا اتھم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رھن مجھول ودعوی
سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہیں مگر چھہ صورتوں میں جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم
جانے اور رہن مجہول میں اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی میں ھم ایک شخص نے دعوی کیا کہ اس نے میرا مال کچھہ تلف کیا یا دیون

کہاکہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہیں کہ کتنا تہا اور مدعاعلیہ نے قسم چاہی تو قاضی اوسکے طرف التفات نکرے توجیسی جہالت قبول شہادت کی
مانع ہو ویسی ہی استحلاف کی مانع ہے لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف میں کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونوں سے قسم لے
برعایت حال یتیم و وقف تو رہن مجہول کی یہ صورت ہے کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا مثلا ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اوسکا انکار کیا تو مرتہن سے
قسم لیجاوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں سوائے دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہے کہ وہ صحیح ہے
اور غصب اور سرقہ کے دعوی میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصا لا یحلف المدعی اذا حلف
المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وھی غریبۃ یجب حفظھا اشباہ قلت وھی ما لو قال المغصوب منہ کانت
قیمۃ ثوبی مائۃ وقال الغاصب لم ادر ولکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم ببیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ
ثم یحلف المغصوب منہ ایضا ان قیمتہ مائۃ ولو ظھر خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم کہاوے جبکہ
مدعاعلیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلہ میں جو بحرالرائق کی کتاب الدعوی میں مذکور ہے قسم ہے ش ہے صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہے اوسکا
یاد رکہنا واجب ہے کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکور یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تہی اور غاصب نے
کہا کہ میں نہیں جانتا ولیکن اوسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تہی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اوسکی قسم کہانیکے ساتہ اور اوسپر بیان قیمت
لازم کیا جاوے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کہاوے یعنی یوں کہے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درہم نتہے پہر مغصوب منہ سے بہی
قسم لیجاوے کہ اوسکی قیمت سو درم تہی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے لیوے یعنی بعوض دراہم مذکورہ
چاہے اوسکی قیمت لے تو مجکو یاد رکہنا چاہیے کہ اگر مدعی قسم کہاوے کہ واللہ اوسکی قیمت سو درم تہی تو غاصب سے سو درم لیوے گا اور غاصب
خواہ قسم کہاوے یا نکہاوے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت نہو گا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکہاوے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالی ولیملل الذی علیہ الحق فرمایا حق تعالے نے چاہیے کہ اقرار کرے
وہ شخص جسپر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تہا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وھو اقرب لغلبۃ الصدق اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعاعلیہ یا منکر
دعوی مدعی ہے یا مقر اور دوسرا اقرار حق سے قریب تر کیونکہ مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں
اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جسمیں اوسپر یا اوسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور
کمال ولایت کے بخلاف اوس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے ھو لغۃ الاثبات یقال قر الشیء اذا ثبت وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات
ہے عرب بولتے ہیں قر الشیء جب کہ شے ثابت اور مستقر ہو وشرعا اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ فیصح بملکیہ لانہ لو کان
لنفسہ یکون دعوی لا اقرارا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اوس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے تو اقرار اخبار ہے
ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کیواسطے اگر خبر
دے تو دعوی ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے لہ فرع علی کل من الشبھین [1] پہر مصنف نے تفریع کی دونوں
شبہوں پر یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ ہے لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا اور بعض جزئیات میں انشا کا
حکم دیا گیا فللوجہ الاول وھو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی ملکہ یلزمہ تسلیمہ الی المقر لہ اذا ملکہ
برھۃ من الزمان لنفاذہ علی نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار کے صحیح ہے اقرار مقر کا
غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اوس نے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اوس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جب کہ مقر اوس مال کا اتنے مدت بہی مالک ہو

[1] ایک نسخہ میں اسکے بعد قال ہے ۱۲

بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے تعلّے اقرار کے وقت مقر اوس مال کا مالک
تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہہ غلام خالد کا ہی پہر زید اوس کا مالک ہوا کسی وقت مین تو اوسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے
مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلہ سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پہر ایک شخص نے اوسکی گواہی دی اور کسی
وجہ سے مقبول نہوئی پہر شاہد اوس چیز کا مالک ہوا تو اوسکو تسلیم اسکے المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقرّ بحریۃ عبدٍ ثمّ شراہ عتق علیہ
ولا یرجع بالثمن او بوقفیّۃ دارٍ ثم شراھا او ورثہا صارت وقفًا مواخذۃً لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہی کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار
کیا پہر اوسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہوجائیگا اور اوس کا ثمن بائع سے نہ پہیر لیسکیگا یا ایک گہر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پہر اوسکو خرید لیا
یا اوس کا وارث ہوا تو وہ گہر وقف ہوجائیگا اوسکے زعم پر مواخذہ کر کے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی غیر پر
ولا یصحّ اقرارہ بطلاقٍ وعتاقٍ مکرَھًا ولو کان انشاءً لصحّ لعدم التخلّف اور صحیح نہین اوس کا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے اور اگر یہہ اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ
موجود ہی اور اقرار اخبار ہے احتمال رکہتا ہی صدق اور کذب کا تو اوسکے مدلول لفظے وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف
صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول لفظے وضعی کا تخلف ممتنع ہے وصحّ اقرار العبد الماذون بعینٍ فی یدہٖ والمسلم بخمرٍ وبنصفِ
دارہٖ مشاعًا والمرأۃ بالزوجیّۃ من غیر شہودٍ ولو کان انشاءً لما صحّ اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اوس عین مین جو اوسکے
پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب مین اور اپنے گہر مین سے نصف مشاع کا اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کے جانب سے بلا شہود
صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم در صورت انشا ہونیکے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اوس کا اقرار
تبرع ہوتا اوسکے جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اوسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار
تو لازم آتی تملیک شراب کی مسلم کے جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہوسکتا ہی نہ غیر کو مالک کرسکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار
صحیح ہوا بسبب اوسکی اخبار ہونیکے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہین ہوتا باوجود قبض کے بہی اور اسیطرح زوجیت کا
اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا ورنہ بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانّہ اقرّ لہ بشیٍٔ معیّنٍ بناءً علی الاقرار لہ
بذلک بہ یفتی لانّہ اخبارٌ یحتمل الکذب حتّی لو اقرّ کاذبًا لم یحلّ لہ لانّ الاقرار لیس سببًا للملک نعم لو سلّمہ برضاہٖ
کان ابتداء ھبۃٍ وھو الاوجہ بزازیۃ اور مسموع نہین دعوی مقر لہ کا اسطرح کہ اوسنے اوسکے واسطے شیٔ معین کا اقرار کیا بنا بر اوس
اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہان تک کہ اگر جہوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اوسکو
زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے
تو اب یہہ ابتداء ہبہ ٹہیریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیۃ الّا ان یقول فی دعواہ ھو ملکی واقرّ لی بہ او یقول
لی علیہ کذا وھکذا اقرّ بہ فتسمع اجماعًا لانّہ لم یجعل الاقرار سببًا للوجوب مگر یہہ کہ مدعی اپنے دعوی مین یون کہے وہ شیٔ
میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اوس کا اقرار بہی کیا ہی میری واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہے اور اسیطرح اوسنے اقرار بہی کیا ہی تو اب دعوی
مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹہیرایا ولو انکر الاقرار ھل یحلّف الفتوی انّہ لا یحلّف
علی الاقرار بل علی المال پہر بعد دعوی ملک اور اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہوا تو کیا اوسسے قسم لیجائیگی یا نہین فتوی یہہ ہے
کہ اوسسے اقرار پر قسم نلیجائیگی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائیگی واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامّۃ اور اقرار کا دعوی
تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیئے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اوس کا حق جانب مدعا علیہ کچہہ نہین یا یہین

مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہو تو دعوی مسموع ہو اور گواہ مقبول ہونگے وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو ردّ المقرلہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو کان
اخبارًا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونیکے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا
تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں نسبت اور رد ہو جاتا ہو رد کردینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کردینے سے رد نہیں
ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو اوسمیں اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنیکے مقرلہ اوس کا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ جیسے نکاح رد
نہیں ہوتے رد کرنیسے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ پہلے مجھ سے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں
تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ مجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت
کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد
اور بعد قبول کرلینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کردینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار
کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود ہوگیا
ثم لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینتہ قال البدیع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشرنبلالی پھر اگر
مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اوس سے قسم نلیجائیگی اور مقرلہ کے گواہ اوسپر مقبول ہونگے قاضی بدیع نے کہا وصاحب قنیہ نے کہا اور اشبہ
بالقواعد قبول ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والملک الثابت بہ لا
لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقرلہ ولو اخبارًا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہے ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے
حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو اونکا مالک ہوتا ہم مثلا زید نے کہا کہ یہہ باغ خالد کا ہے اور پہلے اوس باغ
کے ثمار جمع ہو اوسنے لوٹ اور لیے تصرف میں لایا تو زید پر اوسکا ضمان لازم ہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہے گویا اوسنے ابھی مال خالد کو
مالک کیا اذا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہما اقروا بتجارۃ کاقرار محجور بحد وقود والا
فبعد عتق ونائم ومغمی علیہ کمجنون وسیجی السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح من معلوم المجہول کا اقرار کیا ازاد
بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو
صحیح ہے جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہے اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو سوا حد اور قصاص کے تو بعد عتق کے صحیح ہوگا
یعنی اوسکا مواخذہ بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور
ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مالی ہو
صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ ضروریات تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اون سے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق بتجارت ہو وہ اذن میں
داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوبات اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایات اور کفالات اوسمیں اونکا اقرار
صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لان جہالۃ المقربہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہے کہ جہالت
مقربہ کی مضرت نہیں کرتی مگر جب کہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہے کہ کبھی
مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اسطرح کہ اوسنے کچھ مال تلف کرڈالا جسکی قیمت اوسکو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلا اقرار
کیا کہ اوسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ پر لی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر
کقولہ لک علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت
تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص کے ہزار درہم تیرے ہیں بسبب مجہول ہونے اوس شخص کے جسپر ہزار درہم کا حکم کیا جائے مگر جب کہ

مقر لہ نے غلام اور اپنی ذات کو جمع کر دیا تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے ہم مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے یا چند درم مین مجھپر یا میرے غلام پر
تو صحیح ہے اسواسطے کہ بہر صورت موے پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر کیونکہ لا تفحش جہالۃ المقر لہ ان تفحشت کقولہ لواحد من الناس علیّ الف
اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت مضر کی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہے و
الا لا کلاحد ہذین علیّ کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل تما بینہ عزمی
زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو مضر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نکیا
جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا
ہے ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب
حق کو گا ہے مقر بہول بھی جاتا ہے صاحب درر کی نقل مین خلل یہہ واقع ہوا کہ اوس نے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمیزادہ کا حاصل بیان یہہ
ہے کہ مقر پر جبر اوس صورت مین ہے جب کہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان
مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیٔ وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ
وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اوس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اوس نے مجہول بیان کیا مانند شیٔ اور حق کے بیان
چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اوس چیز سے جسکی کچھہ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کہال اور صغیر
آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جب کہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھہ چیز ہے
یا حق تو اوسپر بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ
کیا تو اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی قول لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر
ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہے اوسکی قسم سمیت اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اوسکے بیان
کرنیسے زیادہ تر کا دعوی کرے اور اوسکے گواہ نہون ولا یصدق فی اقل من درہم فی علیّ مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے
کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب
الزکوۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ اور اگر مقر نے
اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون
نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہے تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسلئے قرار دیا
کہ نصاب عظیم ہے شرعاً لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اوسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین ومن
خمس وعشرین من الابل لانہا ادنی نصاب یؤخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اوسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا
کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ
کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوۃ ہم جنس نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے
ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار جنس مجانس پچیس ہی ادنا ہی نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار
نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوۃ مین ہم یعنے جس مال مین زکوۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ
مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اوس نے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت
دو سو درم چاندی یا بیس مثقال سونا نہین تو اوسکی تصدیق نہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر

مالِ الزکوۃ اعتبر فیہا اَدنٰی ثلاثۃ من نصاب اُس قول مین کہ علیّ اموالٌ عظامٌ یعنی مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی ثیاب وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصاب ہین اسواسطے معتبر ہوئے کہ تین اقل جمع ہو وفی دراھم ثلاثۃ اور دراہم مین تین درم ہے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھم او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانہا نھایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہای اسم جمع ہو تو وہی اکثر بیرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہو نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہہ مبنی احد القولین پر ہو کذا فی الطحاوی وکذا درھما درھم علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اسطرح کہ علیّ کذا درہمٍ تو سو درم لازم ہونگے وفی درہم او درہم عظیم درہم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علیّ درہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علیّ درہم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہوگا جو اس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم عبا وزن کے معتبر ہو نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درہما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقرنے مذکور کئے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہوا اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اوسکی بیان پر موقوف ہو کذا فی النہر ولو کذا وکذا احد وعشرون لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علیّ کذا وکذا درہما اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر واو کے ساتھ احد وعشرون ہو ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علیّ کذا کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم مفسر کی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعہا فمائۃ واحد وعشرون اور اگر کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس ہم اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہو کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور اگر کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوی اسطرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اوس کا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ الاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ او قبلی فہو اقرار بدین لان علیّ للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور اگر بولا کہ لہ علیّ یعنے اوس کا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اوس کا میری جانب تو یہہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہے ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ محل ایجاب مین مستعمل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہے نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب مین اوس کا استعمال غالب ہے وعلیہ غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی وقیل ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور

اوسکی تصدیق ہو گی اگر اوس نے اوس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازاً ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہو ہم اسواسطے کہ علی اور
قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلے کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت
مین بھی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتعذرہ بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علی یا لہ قبلے سے جدا کہا تو اوسکی تصدیق نہو گی بسبب ثابت
ہونے دین کے سکوت مین الکلام سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی
یا فی کیسی یا صندوقی اس کا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اوسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میری ساتھ یا میری کوٹھری مین یا میری
ہتھیلی مین یا میری صندوق مین سے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب
مال اوسکا ہی یا جس کا مین مالک ہون اوس کا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اوسکے اتنے ہین تو یہہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو عبر بفی
مالی او بفی دراھمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اوس کا اتنا ہی تو یہہ شرکت کا اقرار ہی
فلابد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونیکے واسطے تسلیم جمیع مال سے بخلاف اقرار کے کہ اوسکی صحت
کے لیئے تسلیم ضرور نہین ہم جب کہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹہیرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اوسنے اپنا سب مال اوسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہو
والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقربہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہہ ہی کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی ملک کیطرف
مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کے طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اوسکو حمل کیجیے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی
نہ انشا پہر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہو گیا تو اسمین وہ شرط ہو گی جو ہبہ مین شرط ہی اور اگر شیکو اپنی ذات کے طرف مضاف نکیا مثلاً
یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانھا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ
پر اعتراض وارد نہو گا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہہ نسبت کی اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہہ ہی کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کے
طرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہہ اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہہ ہی کہ یہہ ملک مقر کی اضافت نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکہنو کا
مثلاً رہنے والا کہو کہ لکہنو میرا شہر ہے تو یہہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدودھا کذا لطفلی فلان فانہ ھبۃ
وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط قبضہ مفرزا انتھی للاضافۃ تقدیرا بدلیل قول المصنف
آخر الآخر بمعین ولو لم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فھل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیہ
شرائط التملیک فراجعہ اور نہ اعتراض وارد ہو گا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی
اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر یہہ کہ
موہوب اوس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہے یعنی اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوس کا جدا کرنا نہ قبضہ شرط ہوگا انتہی
الا اعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہو گا کہ اضافت زمین کی متکلم کے طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے
واسطے شی معین کا اقرار کیا اور اوس شے کو اپنے طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہے کہ وہ شی مقر کی ملک ہی تو کیا یہہ قول اقرار
ہو گا یا تملیک جواب مناسب فقط یہہ ہی کہ یہہ قول تملیک ہو گا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکے طرف مراجعت کرو ہم قاعدہ مذکورہ سے یہہ مفہوم
ہوتا ہی کہ جب مقربہ کو مقر اپنے طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہئے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا اور حالانکہ وہ
ہبہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہے گویا اوس نے یون کہا کہ میری یہہ وہ
زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہہ ہی کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہی الحاصل
اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہونا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً

قال لی علیک الف فقال اتزنه او انتقدہ او اجلنی به او قضیتکہ ایاہ او ابرأتنی منه او تصدقت به علیّ او وھبته لی او احللتک به علی زید ونحو ذلک فھو اقرار له بھا لرجوع الضمیر الیھا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے
کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا کہ اوسکو وزن کرلے یا اوسکو پرکھ لے یا اوس کی مجھکو مہلت دی یا مین تجھکو وہ دیچکا ہون یا تونے مجھکو وہ
معاف کردی ہین یا تونے مجھکو وہ خیرات مین دی ہین یا اون کو تونے مجھکو ہبہ کردیا ہو یا مین نے تجھکو وہ زید سے دلائی ہین اور مانند ایسے
کلمات کے سو یہہ اقرار ہی معترلہ کے واسطے ہزار کا بسبب پہرنے ضمیر کے ہزار کیطرف ان مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہہ جواب
ٹہیرا کلام اول کا یعنی اثبات اوسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وھذا اذا لم یکن علی سبیل الاستھزاء فان کان وشھد الشھود
بذلک لم یلزمه شیٔ اور یہہ یعنے اقرار اوس وقت ہوگا جب کہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور گواہ
خوش طبعی کی گواہی دین تو اوسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستھزاء لم یصدق اور اگر مخاطب کو خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اوسکی تصدیق نہوگی ویلا ضمیر مثل
اتزن الخ وکذا تحاسب او ما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لایکون اقرار العدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے
چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کر یا مین نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہہ اقرار
نہوگا بسبب نہ پہرنے ضمیر کے ہزار مذکور کے طرف تو یہہ کلام جداگانہ ٹہیرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل
جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لھما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشک اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ
مین یہہ ہی کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہی جواب ہونیکی نہ ابتدای کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹہیرایا جاتا ہی اور جو لیاقت رکھتا ہی ابتدای کلام ہونیکی
نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہو چنانچہ یہہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ
ٹہیرایا جاتا ہی تا کہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وھذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان
اقرارا مطلقا اور یہہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوس وقت ہی جب کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو بلا انضمام غیر
تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو یا نہو ضمیر کی مثال یہہ کہ نعم ہو علیّ اور عدم ضمیر کی مثال
فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ھذا او افتح لی باب داری ھذا او جصص لی داری ھذہ
او اسرج فرسی ھذا او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقرارا منه بالعبد والدار والدابة کافی تو اگر کہا کہ مجکو میرے اس
غلام کا کپڑا دیدو یا میرے لیئے میرے اس گہر کا دروازہ کہولدو یا میرے لیئے اس گہر کی چونہ کاری کردو یا زین باندہ دو میرے اس گہوڑے پر یا مجکو اس
گہوڑے کا زین یا اوسکی لگام دو پہر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہہ اوسکے طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گہر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے کذا فی
الکافی یعنے غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فھو اقرار له
بھا وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار نہین ہین سو وہ بولا بلی یعنے کیون نہین تو یہہ اقرار ہوگا اوسکے واسطے
ہزار کا اور اگر جواب مین بجای بلی کے نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذا فی
الجوھرة اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بہی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف مین بلی اور نعم دونون
برابر ہین نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوھرة والفرق ان بلی جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جوابه بالنفی اور فرق
بلی اور نعم کا عربی مین یہہ ہی کہ بلی استفہام منفی کا جواب ہی نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اوسکے نفی کردینے سے ولا
الایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارة وھبة اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار
نہین مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صاف یعنے گونگے آدمی کا اشارہ کرنا

امور مذکورہ مین سے قائم مقام اوسکے بولنے کے بقول معتمد ہی سوای حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحاوی بخلاف افتاء و

نسب و اسلام و کفر و امان کافر و اشارۃ محرم لصید والشیخ برأسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ھکذا و

اشار بثلث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل علیہ و اشار حنث عمادیۃ فتحرر

بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوی دینے مین اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے

اشارہ مین شکار کے طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت مین اور طلاق کا اشارہ اس قول مین کہ تو طالق ہی

اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کیگئی چنانچہ اوس کا یون قسم کہانا کہ فلانے شخص سے خدمت

نلیگا یا اوسکا بہید ظاہر نکرے گا یا اوسپر دلالت نکری گا اور پہر اوسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارۂ ناطق کا باطل

ہونا مگر نو صورتون مین باطل نہین تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر لہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند

الشافعی مؤجلا بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ لرجل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوی

بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اوسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین

موجل لازم ہوگا مقر کے قسم کہانیکے ساتہہ چنانچہ اوس کا اقرار اوس غلام کا جو اوسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اوس نے اوسکو

بطریق اجارہ کے اوس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہوگی تاجیل دین اور اجارۂ غلام مین اسواسطے کہ وہ دعوی ہی بدون حجت کے ہم اسواسطے

کہ مقر نے دوسرے کے حق کا اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اوس کا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہین کذا

فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر لہ فیہما اور اس وقت مین قسم لیجایگی مقر لہ سے دونون مین یعنی تاجیل اور اجارہ مین یعنی درصورت

عدم گواہ مقر بخلاف مالو اقر بالف دراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ فقط لان السود نوع والاجل عارض

لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اوسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درمون کا سو مقر لہ نے اوسکی تکذیب

کی درمون کی صفت مین یعنی اونکے سیاہ ہونے مین اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہون کے جس کا اوس نے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی

درمون کی اور مدت دین مین عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم مین مقبول ہے اور منکر کا عوارض

مین مقبول ہے یعنی مدت عارض ہے کہ نفس عقد سے ثابت نہین ہوتی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہی اور عارض مین منکر کا قول مقبول ہے

کذا فی الحموی کاقرار الکفیل بدین مؤجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ المؤجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل کا

اسواسطے کہ مدت مین ضامن ہی کا قول مقبول ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنیکے ہم اسواسطے کہ ضمانت مین مدت نوع

ہی نہ عارض کہ شرط پر اوس کا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب

والی لونڈی کا خریدکرنا ملک بائع کا اقرار ہی جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعۃ

بحر والاعارۃ والاستیہاب والاستیجار ولو من وکیل وکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او

وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خریداری مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکہنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور عاریۃ اور طلبگاری عاریت دینا

ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید وکیل سے ہو تو یہہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اوسکا دعوی کرنا اپنی

ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعۂ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرتا

پہر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اوسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعاوی ثم ادعی بما لم یعلم التناقض ذکرہ

فی الدرر قبیل الاقرار وصححہ فی الجامع خلافا للتصحیح الوہبانیہ بخلاف اوسکے ابرا کرنیکے جمیع دعاوی سے پہر دعوی کرنیکے بواسطہ دعوی

دوسایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے بیع و شادی سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کے طرف سے بھی ابرا متیر و موی کمر ذکر
کیا ہو اسکو درر مین کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہے اسکو جامع صغیر مین برخلاف تصحیح وہبانیہ ہم جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہے کہ ہبتام اور
استیجار و استعارہ اور ہبہ اسکے اقرار ملک ہے مساومہ اور مساجرہ اور استعارہ ہبہ اور وہبانیہ مین ہے کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین
اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوگی اور یہہ روایت زیادات کے
موافق ہے کذا فی الطحاوی ووفق بینہما الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ہذا کان اقرارا وان قال اتبیعنی ہذا لا یکون مسئلۃ
کلیتہ وحجتہ علی ملک البائع بانہ لیس باقرار بعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اس طرح تطبیق کی ہے کہ اگر
یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ بائع سے اسکی ملک کا اور طالب خرید ہے اور اگر یون بولا کہ بیچیگا تو اسکو
بیچتا ہے تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہے کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہین اور موید قول شرنبلالی ہے
اوسکی کتابت اور بیعنامہ پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اس پر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہے تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکی ملک کا
دعوی کرنا ہے واسطے یا بیکر واسطے جائز ہے تو یون پوچھا کہ تو اسکو بیچتا ہے بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحاوی قولہ
علی مائۃ ودرہم کلہا دراہم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اوسکے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہے تو تمام
درہم ہین یعنی سو درہم اور ایک درہم اور اسیطرح کیل اور موزون از روے استحسان کے ہے قیاس یہہ ہے کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درہم لازم ہوا اور سو کی
تفسیر اوسی کے ذمہ ہے چاہے سو درہم مراد ہون یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہے وجہ استحسان یہہ ہے کہ درہم بیان ہے مائۃ کا عادتاً
مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درہم کو دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہہ دران ہے جو بکثرت مستعمل ہے مانند کیلی
اور موزون کے کہ ذمہ پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر کیلی اور غیر موزون کے کہ اونکا وجوب ذمون پر بکثرت
نہین کذا فی الطحاوی وفی مائۃ وثوب ومائۃ وثوبان یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اوسکا مجہہ پر سو اور ایک کپڑا ہے
اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اوسکی مراد ہے اسواسطے کہ وہ مبہم ہے غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب
کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم یذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہما لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجہہ پر
ایک سو اور تین کپڑے ہین دو سب کپڑے لازم ہونگے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے
اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثۃ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثۃ دونون کیطرف
پہر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین والاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط
اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل ہم یعنے یون اقرار کیا کہ یہہ جانور جو اصطبل مین ہے سو فلانے شخص کا ہے تو
یہہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ
لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم والاصل قاعدہ کلیہ ہے حکم مسائل
مین یہہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اوس چیز کا اوٹھانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر
نقل اوسکا متصور نہین جیسے اصطبل کے تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کے اونکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر
وہ چیز ظرف ہونیکی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجہہ پر ایک درہم ہے درہم کے اندر کذا فی الدرر یعنے اس صورت مین درہم
اول لازم ہوگا نہ درہم ثانی اسواسطے کہ اوسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور
گیہون گون مین ہکذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب ولم ار من ذکرہ

کہتا ہون اور اس قاعدہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدہ سے ظاہر ہے تو یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے وبخاتمٍ تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعًا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اوس کا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیفٍ جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اوس کا میان اور پرتلا اور لوہا لازم ہے وبحجلۃٍ الحجلۃ بیت مزین بسلوک ومرّ العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بجای مہملہ پھر جیم عبارت ہے اوس کوٹھری سے جو آراستہ ہو پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور پردون سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اب اختلاط لفظاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وتمرٍ فی قوصرۃٍ او طعامٍ فی جوالقٍ او فی سفینۃٍ او ثوبٍ فی مندیلٍ او فی ثوبٍ یلزمہ الظرف والمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اوس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنے ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین ومن قوصرۃٍ مثلًا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور نہ اوسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اس واسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی وکثوبٍ فی عشرۃٍ وطعامٍ فی بیتٍ فیلزمہ المظروف فقط لما مرّ اذ العشرۃ لا تکون ظرفًا لواحدٍ عادۃً جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اوسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃٍ فی خمسۃٍ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مرّ والزمہ زفر بخمسۃٍ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ لہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا پانچ لازم ہونگے اس وجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ہم چونکہ علے مقتضے انفصال اور میز ہو مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہہ مذکور ہو چکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تونے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تونے یہہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دو راہم ہین مثلا پانچ پانچ جز ہین اور ولوالجیہ مین ہے کہ جب اوس نے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہونگے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نکی یعنے تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اوسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہے اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت مین خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مرّ فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی سے معنے مع مراد رکھو گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق مین

ومن درھمٍ الی عشرۃٍ او ما بین درھمٍ الی عشرۃٍ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر ہے ایک درم سے دس تک یا مابین ایکدرم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرا اور تیسرے درم کا وجود نہین ہو سکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دسکے اور بخلاف مابین الحائطین کہ وہان دونون حدین داخل محدود نہین ہم امام کے نزدیک محدود مین حدود داخل نہین ہوئین اسواسطے کہ حد مغائر محدود ہے لیکن یہان پہلی حد کے داخل کرنے مین ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہین ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود مین داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے مین کوئی ضرورت داعی نہین کذا فی الدرر فلذا قال وفی لہ کرّ حنطۃٍ الی کرّ شعیرٍ لزماہ جمیعًا الا قفیزًا لانہ الغایۃ الثانیۃ سواسی سبب سے یعنے بسبب علت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار مین کہ اوس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہون ہین جو کے ایک کر تک تو اوسپر دونون کر لازم ہونگے سوای ایک قفیز کے

[illegible]

اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو جو کہ قفیز کا ایک بڑا پیمانہ ہے جسمین چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کرے چھوٹا پیمانہ ہے طحطاوی نے قدوری سے نقل کیا کہ تمام مثال مذکور مین تمام کر کر غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت مین غایت زیادہ نہیں ہوتی ہے سوا ورنہ نصف اوسکی لہذا قفیز کو غایت بنایا ولو قال له علی من درهم الی عشرة دراهم او ما بین درهم الی عشرة دراهم لزمه تسعة دراهم عند ابی حنیفة کذا فی النهایة اور اگر یوں اقرار کیا کہ اوسکے مجھ پر دس درم مین دس دینار تک لازم ہو تو اوسکو دراہم اور نو دینار لازم ہونگے ابوحنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایہ یعنے اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہین ہوتی ولو قال له من داری ما بین هذا الحائط الی هذا الحائط له ما بینهما فقط کذا فی ... اور اس قول مین کہ اسکا میری گھر مین سے اس دیوار سے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیوارون کا فقط بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی درہم اول عشرہ مین پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہان کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیوارین محدود مین داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجوده وقته ای وقت الاقرار بان تلد لاقل من نصف حول لو مزوجة او لاقل من حولین لو معتدة لثبوت نسبه اور صحیح ہوا اقرار اوس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی جو نصف سال سے کمتر مدت مین جنے اگر منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر مین اگر وہ عدت مین ہو بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب کے مدت تکمیل یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنے بچہ اوسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اوس کا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا ہو اور اوسکے وارث نے اوسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والعطار ولو الحمل غیر آدمی فیقدر بادنی مدة یتصور ذلک عند اهل الخبرة زیلعی لکن فی الجوهرة اقل مدة حمل الشاة اربعة اشهر واقلها لبقیة الدواب ستة اشهر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اوس کمتر مدت سے جو اوسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ مین ہے کہ بھیڑ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہین اور باقی جانورون کی اقل مدت چھ مہینے ہین وصح له ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیة کقوله مات ابوه فورثه او اوصی له به فلان فحوه ذکره فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنی یوں کہنا کہ یہہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اوسکے مالک ہونیکا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اوسکے واسطے ممکن اور متصور ہو جیسا کہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس جنین کا باپ مرگیا سو وہ اوسکا وارث ہوا یا اوس مال کی بابت اوسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکریگا تو اقرار جائز نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفین ولو احدهما ذکرا والآخر انثی فکذلک فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت نے جنا اوسکو زندہ نصف سال سے کمتر مین جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اوس بچے کا جس کا اوسنے اقرار کیا اور اگر دو زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہو اور دوسرا مادہ تو ہر ایک نصف نصف مال دونوں کو ملیگا بخلاف میراث کے کہ نر کو مادہ کے دو حصے ملینگے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اوسکو کچھ نملیگا مگر بصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی الحموی وان ولدت میتا فلورثة ذلک الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اوس موصی اور مورث کے وارثونکو پھیر دیا جاویگا بسبب عدم لیاقت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسره بما لا یتصور کهبة او بیع او اقراض او ابهم الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہین چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم کہا اور اوسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہبہ یا بیع اور قرض دینا جنین سے محال ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ دوسرے کو متصور نہین ہیں حنفیہ اور ...

صریح ہو اور نہ حکما اسطرح کہ اوسکے طرف سے کوئی اوسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرنا اسواسطے کہ اوسپر کسیکی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹہیرا اور
سبب مبہم سے اقرار کی یہہ صورت ہو کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہو کذا فی الدرر واما الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر
سبباً غیر صالح منہ حقیقۃ کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیرخوار لڑکے
کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہو اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن بیع کا اسواسطے کہ یہہ مقر ثبوت
دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار
لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیۃ صدقہ المقر لہ فی الخیار لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے
تو اوسکو مقربہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہو تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے خیار مین تو بہی اوسکی تصدیق معتبر
نہوگی ہم قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجائش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہو اور جب کہ
اقرار مین اس وجہ سے کہ وہ صیغہ ملزمہ ہو احتمال فسخ کا نہین لہذا اوسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقربہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا
اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذب بہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ
اقرار قابل خیار نہین مگر جب کہ مقر نے اوس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط خیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہو باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ
اوسکی تصدیق کرے یا مقر اوسپر گواہ لاوے سو اسیواسطے مصنف نے کہا مگر یہہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہو اور
قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم برہان ہم عقد بیع کا اقرار یعنی اوس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اوسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے
اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کاقرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی مدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا
صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضاً بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے بایں شرط کہ اوسکو
اختیار ہے مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بہی عقد ہے بخلاف اوسکے جو مذکور ہوچکا
اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین کہ شرط خیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما
فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امراتی صح کتب
ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیۃ امر کرنا اقرار کے لکہنے کا اقرار حکمی ہے اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے
ہوتا ہے ویسے ہی انگلیون کے پورون کے لکہنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکہہ میرے اس اقرار کا کہ مجہپر ہزار درم ہین یا لکہہ میرے
گہر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاقنامہ تو اقرار صحیح ہے خواہ قبالہ نویس اوسکو لکہے یا نہ لکہے اور قبالہ نویس کو حلال ہے اوسکی گواہی دینا سوای حد اور
قصاص کے کذا فی الخانیہ ہم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہوا نہ اقرار حقیقی اسواسطے کہ امر انشا ہے اور اقرار خبار تو دونون ایک نہون گے حقیقت
مین بلکہ مراد یہہ ہے کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادات عدم اعتبار مشابہۃ
الخطین اور کتاب الشہادات مین عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتہہ کا لکہا
اقرارنامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہے اوسکا سوا اوس سے کچہہ لکہایا گیا اور اوسنے لکہا تو یہہ خط اقرارنامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اوسپر ثبوت دعوی کا
بدون گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہو اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از اجملہ قاری ہدایہ ہے کذا فی الطحطاوی وبتصرف احد الورثۃ اقر
بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اوس دین کا
اقرار کیا جس کا اوسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون نے اوس کا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آویگا یعنی بشرطیکہ جو مال اوسنے
وراثت مین پایا ہے وہ ادای دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع ہم مثلاً سو درم کا دعوی ہے اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین

یعنی علی الاقرار بالخیار

تو وارث کو سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوے تو بھی اوسپر سو درم لازم ہونگے و قیل یلزمہ
حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعًا للضرر اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اوسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے
مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اوسنے اوس دین کا اقرار کیا ہے جو کل ترکہ سے متعلق ہے تو اوسپر لازم نہوگا مگر بقدر اوسکے حصے کے ولو شہد
ہٰذا المقر مع اٰخرانّ الدین کان علی المیّت قبلت وہٰذا اعلم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی
علیہ باقرارہ فلتحفظ ہٰذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھہ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا تو گواہی
مقبول ہے اور اس سے قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکریگا بمجرد اوسکے اقرار
کرنیکے بلکہ قاضی کے حکم کرنیسے بموجب اوسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو لیلینے جو عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
عدم مجرد اقرار سے دین لازم آیا اسواسطے کہ اگر اوسکے اقرار سے سب دین اوسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھہ گواہی دیتا اور گواہی مقبول
ہوتی تو شاہد مقر پر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوتا تو اوسکی گواہی مین اوسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین ہے
اوسکی گواہی کا مقبول ہونا اسپر دلیل ہے کہ اوس کا اول اقرار معتبر نہین اور اوس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہہ مشکل ہے اسواسطے کہ آدمی کا اقرار
حجت ہے اوسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اوسمین حکم کرنا منظور حق ہے نہ مثبت اور اگر یہہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھیرے تو ظاہر ہے اسواسطے
کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہین کی کذا فی الخلاصۃ واشہد علی الف فی مجلسٍ واشہد کذلک اٰخرین فی مجلس اٰخر
بلا بیان السبب لزم المالان الفان کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مرد دیگر گواہ کیا
دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کے دونون مال یعنی دو ہزار اوسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو
ہزار لازم ہونگے عم بلا بیان سبب کی یہہ صورت ہے کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید کے مثلا ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہہ
شکل ہے کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہے اور دوسری مجلس مین کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہے بخلاف ما لو
اتحد السبب او الشہود او اشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی او بعکسہ ابن ملک بخلاف اسکے کہ اگر
سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے
پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنے پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا شرح ابن ملک
عم اتحاد سبب کی یہہ صورت ہے کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری
مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل انّ المعرّف او المنکّر اذا اعید معرّفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ معرفہ
یا نکرہ جب کہ معرفہ ہوکر دوسری بار ذکر ہو تو وہ دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہوکر دو بار مذکور ہو تو ثانی اول کے مغائر ہوگا عم اول اور ثانی کی معرفہ
ہونے کی صورت یہہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علیّ الف ثمن ہٰذا العبد پہلا اسکو دوسری بار اقرار کرے
اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ لہ علیّ الف پھر دوبارہ کہے لہ علی الف ثمن ہٰذا العبد اور اعادہ نکرہ کی صورت یہہ ہے کہ کہے لہ علیّ الف پھر دوسرا اقرار کرے
کہ لہ علیّ الف اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہہ ہے کہ اول یہہ اقرار کرے کہ لہ علی الف ثمن ہٰذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علیّ الف تمامہ فی الطحطاوی ولو نسی الشہود
انی مکان ام موطنین فما لان مالم یعلموا اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بہول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا
یا دو مجلسون مین تو دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ
مین ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ انّ المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی درر اقرار کیا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول ہے

فتویٰ ہی کذا فی الدرر ھم اور طرفین کے نزدیک اوسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اوراسیطرح کا حکم جاری ہی اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنے مورث کے اقرار مین اوسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاویگی کہ مورث کاذب نہ تہا اپنے اقرار مین وان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیھم بالعلم انا لانعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اوسکے وارث کا دعوی مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تہا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہہ باب ہی احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنے ہے اقرار کے بدل ڈالنی مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے ھم جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہہ مثال ہی کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اور اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ھو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ماذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولھم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء ۵ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہی باقی کی بولنی بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے اور نفی اور اثبات ہی باعتبار اجزای لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین ایک عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہہ ہی کہ ابتداء اسے یون کہے کہ اوسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنیکے وشرطیۃ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس وسعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنے کا مستثنی منہ سے شرط ہی مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کہانسی کا آنا یا موںہہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا موںہہ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والنداء بینھما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر لہ کو مابین مستثنی اور مستثنے منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا اوسکے آگاہ کرنیکے واسطے ہی اور تاکید کیواسطے ہے بواسطہ تعیین مقر لہ ھم جوہرہ مین ہے کہ اگر منادی مقر لہ نہو غیر ہو تو مضر ہے کذا فی الطحطاوی کقولک لک علی الف درھم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف لک علی الف فاشھدوا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشھاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اوس قسم سے جو فاصل شمار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونیکے بعد ہوتا ہی تو حیلولت شہادت سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناؤہ ولو الاکثر عند الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنے جسکا اقرار کرچکا ہے اوسمین سے بعض کو نکال ڈالے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنی اکثر ہو مستثنی منہ سے اکثر علمای نحو کے نزدیک ھم فرا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالے کا یہہ قول ہے قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کھذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذھب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اوس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہہ قول کہ یہہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اوس کا سیوم حصہ یا دو ثلث اوسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی والاستثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان الاستثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ھو الصحیح جوھرہ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اوس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ ھم جوہرہ مین ہے کہ بعضون کے نزدیک استثنا وکل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع نہین استثنا فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہہ یعنی استثنا مستغرق کا باطل ہونا اوس شرط سے ہی کہ صدر کے لفظ سے ہو بعینہ یا اوسکے برابر ہو

باب الاستثنا

له الصواب کذا قال صدر الشریعۃ ۱۲
له اوسکے مجموعہ سے ہین تین کم ۱۲
له یعنی گواہ کرنیکا حائل ہوجانے سے ۱۲
له کہہ دو اور بات کو اگر کسی بات کو بعینہ ہیچ یا زیادہ کردے اوسپر ۱۲

چنانچہ اس کو ذکر آوے گا ہم استثنا لفظ صدر کی مثال نسائی طوالق الا نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا هؤلاء وجواری یا عبیدی احرار الا هؤلاء کی
وإن بغيرها كعبيدي أحرار إلا هؤلاء أو إلا سالما وغانما وراشدا ومثله نسائي طوالق إلا هؤلاء أو إلا زينب وعمرة وهند
وهم الكل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے سوا ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوای ان غلاموں کے یا
سوای سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہے کہ میری عورتیں مطلقہ ہیں سوای ان عورتوں کے یا سوای زینب اور عمرہ اور ہندہ کے
اور حالانکہ یہی مشار الیہم یہی ہیں اور اسکے سب غلام یہ سب عورتیں ہیں تو استثنا صحیح ہے وكذا الثلث من مالي لزيد إلا ألفا والثلث ألف صح
فلا يبقى شيء إذ الشرط إيهام البقاء لا حقيقته حتى لو طلقها ستا إلا أربعا وقع ثنتان اور اسی طرح یہ قول کہ میرا تہائی
مال زید کا ہے سوای ہزار کے اور حالانکہ اسکا تہائی ہزار ہے تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہے اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض
مستثنی منہ ہے نہ حقیقت بقا یہانتک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی
ثم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہے اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہے تو ستے کا اجمال اسکو مضر نہیں جیسا کہ یہ ہے کہ عبیدی احرار الا سالما
وغانما میں تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہے باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہے لیکن سالم اور غانم اور راشد اسکے
کل عبید ٹھیرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظا ایہام بقا بلاشک ٹھیرا كما صح استثناء الكيلي
والوزني والمعدود الذي لا تتفاوت آحاده كالجوز والبيض من الدراهم والدنانير ويكون المستثنى القيمة استحسانا لثبوتها
في الذمة فكانت كالثمنين جیسے صحیح ہے استثنا کیلی اور وزنی اور ایسا معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ فلوس اور اخروٹ کا درہم
اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنی ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر جاوی اور اسکی طرح
تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اسواسطے کہ مکیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنے
کے جنس واحد ٹھیرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہو کر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو ان میں استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی
ہے نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ له علي مائة درهم إلا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ
متفاوت القیمة ہے فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھیرا معلوم سے پس قیاسا اور استحسانا دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصا وإن استغرقت القيمة
جميع ما أقر به لاستغراقه بغير المساوي کیل وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ غیر
مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف له علي دينار إلا مائة درهم لاستغراقه بالمساوي فيبطل لأنه استثناء
الكل بحر لكن في الجوهرة وغيرها علي مائة درهم إلا عشرة دنانير وقيمتها مائة أو أكثر لا يلزمه شيء فتحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکے
میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو
مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھیرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار کی
سو درم ہیں یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھیرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ۔م جلبی نے
کہا کہ ظاہر اس مسئلہ میں دو قول ہیں یعنی دو روایتیں ہیں کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس ہیں واللہ تعالی اعلم وإذا استثنى عددين
بينهما حرف الشك كان الأقل مخرجا نحو له علي ألف درهم إلا مائة درهم أو خمسين درهما فيلزمه تسعمائة وخمسون على
الأصح بحر اور اگر دو عددوں کو استثنا کیا جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو نو سو اور پچاس درم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کمتر شک استثنا میں کمتر کا ثبت ہے
وإذا كان المستثنى مجهولا ثبت الأكثر نحو له علي مائة درهم إلا شيئا أو إلا قليلا أو إلا بعضا لزمه أحد وخمسون لوقوع الشك

في المخرج فيحكم بخروج الاقل اور جب کہ مستثنی مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اوسکے میرے اوپر سو درم ہین مگر کچھہ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکیاون لازم ہون گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکیاون باقی رہگئے ولو وصل اقراره بان شاء الله او فلان او علقه بشرط على خطر لا بكائن كان مت فانه تنجيز بطل اقراره اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھہ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اوس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے نہ تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہہ تعلیق نہین تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہے كذا في البحر بقي لو ادعى المشيئة هل يصدق لم اره وقدمنا في الطلاق ان المعتمد لا فليكن الاقرار كذلك لتعلق حق العبد قاله المصنف باقی رہی یہہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیة کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین سو اسکو مصرح نہین دیکھا اور مینے کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیے کہ اقرار بھی ایساہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البيت من الدار لا استثناء البناء منها لدخوله تبعا فكان وصفا واستثناء الوصف لا يجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھیری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین ہے چنانچہ یہہ قول صحیح نہین کہ اوس کا یہہ گھر علاوہ عمارت مگر اوسکی سیاہی مقر لہ کی نہین ہے وان قال بناؤها لي وعرصتها لك فكما قال لان العرصة هي البقعة لا البناء حتى لو قال وارضها لك كان له البناء ايضا لدخوله تبعا الا اذا قال بناؤها لزيد والارض لعمرو فكما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اوسکا عرصہ تیرا ہے تو ویسا ہوگا جیسا اوسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اوسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقر لہ کی ٹھیرے گی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویساہی ہوگا جیسا اوسنے کہا ہے اسواسطے کہ جب اوسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی ملک ہوگئی تو اب زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اوسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ اسواسطے کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اوسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اوسکی تابع ہوگئی كذا في المنح واستثناء فص الخاتم ونخلة البستان وطوق الجارية كالبناء فيما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکور مین ہے اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا جبکہ مین ہے درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھہ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنے جڑ کا اقرار قصدا واجب ہے نہ تبعا وان قال مكلف له علي الف من ثمن عبد ما قبضته الجملة صفة عبد وقوله موصولا باقراره حال منها ذكره في الحاوي فليحفظ وعينه اي عين العبد وهو في يد المقر له فان سلمه الى المقر لزمه الالف والا لا عملا بالصفة اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اوسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اوس غلام کا ثمن جسپر مینے ہنوز قبضہ نہین کیا عدم قبض کو اقرار کے ساتھہ ملاکر بولا اور غلام کو معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہے تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہون گے اور نہین تو لازم نہون گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضته کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے یہہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنے تا فہم مطلب مین خلل نہو وان لم يعين العبد لزمه الالف مطلقا وصل ام فصل وقوله ما قبضته لغو لانه رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اوسکو ہزار لازم ہون گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملاکر کہے یا اوسکو جدا کرکے کہے اور اوس کا یہہ قول کہ مینے اوسپر

موجہ نہیں کیا تو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہوا قرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں کقوله من ثمن خمر او خنزير او مال قمار
او حر او ميتة او دم لم يلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بينة فلا يلزمه چنانچہ اس قول مین کہ اوسکے مجھ
ہزار درم مین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اوس پر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملاکر کہے اوسلئے
کہ یہ اقرار کرنے کے پھر جانا ہے مگر جب کہ مقر لہ اوسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اوسکو لازم نہوں گے ولو قال
له علی الف درهم حرام او ربوا فهي لازمة مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حله عند غيره اور اگر یون اقرار کیا کہ اوسکے میرے اوپر ہزار
درم حرام یا بیاج کے ہین تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملاوے اقرار سے یا جدا کہے اوسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خریدی اور ہنوز اوسپر قبضہ نہین کیا اور اسکو بائع کے
کے ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اونکے نزدیک
حرام نہین اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو
قال علی الف زورا او باطلا لزمه ان كذبه المقر له والا بان صدقه لا يلزمه اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلا ہزار درم بطریق
زور یا بطلان کے تو اوسپر لازم ہونگے اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اوسکی تصدیق کرے تو اوسپر کچھ لازم نہین والاقرار بالبیع
تلجئة هي ان يلجئك ان تاتي امرا باطنه على خلاف ظاهره فانه على هذا التفصيل ان كذبه لزم البيع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار
کرنا بھی تفصیل پر ہے کہ اگر مقر لہ اوسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہے اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجیہ یہہ ہے کہ تجھکو مضطر کرے اوس امر کے کرنے
پر جسکا باطن اوسکے ظاہر کے مخالف ہو مثلا صورت اضطرار یہہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اوس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا
حال تاکر بیچ ڈالے ظاہر مین نہ باطن مین تو درحقیقت یہہ بیع نہین ہزل کے مانند ہے ولو قال له على الف درهم زيوف ولم يذكر السبب فقيل
لما قال على الاصح بحر اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم زیوف ہین اور اوسکا سبب مذکور نکیا کہ ثمن بیع ہین یا غصب یا ودیعت تو جیسا اوسنے
کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح هم زیوف جمع زیف کی یعنے کہوٹے درم جو خزانۂ سلطانی مین نہ لئے جاوین ولو قال له على الف من
ثمن متاع او قرض وهي زيوف مثلا لم يصدق مطلقا لانه رجوع اور اگر بولا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین متاع کے ثمن سے یا قرض ہوا اور
حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلا تو اوسکی مطلقا تصدیق نہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہے ولو قال من غصب او وديعة الا انها زيوف
او نبهرجة صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا
نبہرجہ تو اوسکی مطلقا تصدیق ہوگی خواہ ملاکر کہے خواہ جدا کرکے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامتی از عیب نہین اسواسطے کہ غاصب
جو پاتا ہے غصب کرتا ہے اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سوداگر نہ لیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقة او رصاصا فان وصل
صدق وان فصل لا لانها دراهم مجازا اور اگر بولا کہ مجھپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہین تو اگر استثنا اقرار سے ملا
بولا تو اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین نہ حقیقی هم ستوقہ وہ دراہم ہین
جنکے دونون پشت چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصدق في عيبه في غصبه او وديعة او بااذا جاء بمعيب ولا بينة اور
اوسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول مین کہ مینے اوسکا کپڑا غصب کیا یا اوسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جب کہ مقر کپڑے کو عیب دار
لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہین یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کو مقتضی نہین وصدق في له على الف ولو من
ثمن متاع مثلا الا انه ينقص كذا اي الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول مین کہ اوسکے میرے
اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلا متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ کے هم یعنے

اس ہزار درم سے ہر درہم پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہو نہ سات مثقال کے کذا فی الخطابی متصلاً وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لعدم استثناء
القدر لا الوصف کالزیافة مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہو گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح
ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کی چنانچہ کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعة فہلکت فی یدی بلا تعد
وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ سے
ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیئے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تونے مجھ سے دراہم مذکورہ غصب کے طور
سے لیئے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اوسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برائت
کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعة
وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول میں کہ تونے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیئے اور دوسرے
نے کہا بلکہ تونے غصب کیئے مجھ سے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اوسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے اسواسطے کہ اوس نے سبب ضمان کا
اقرار نہیں کیا ہے اپنے لینے کا بلکہ اوسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا
مقر ہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہے اور مقر اوس کا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی المنح وفی ہذا کان ودیعة او قرضا لی
عندک فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما والا فقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب
الضمان اور اس قول میں کہ یہہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اوسکو تجھ سے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ
مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اوسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اوس سے لینے کا
اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب اوس نے اوسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا تو بلا برہان اوسکی تصدیق نہوگی
وصدق من قال آجرت فلانا فرسی ہذہ او ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبی او اسکنتہ بیتی وردہ الی او خاط
فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضرورة بخلاف
الودیعة اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہہ گھوڑا یا اپنا یہہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا
یا اوسکو یہی کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اوسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے اسباب کو لوٹا دیا یوں اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہہ
کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو میں نے اوس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ
قبض اور تصرف اجارہ میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارہ میں قبض استیفای معقود علیہ کے واسطے ضرور ہے یعنے استحصال منافع کے واسطے
تو مستاجر کے قبض کا اقرار اوسکی ملک کی دلیل نہیں ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے ہذا الالف ودیعة فلان لا بل ودیعة فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیہ للثانی شیء لانہ لم یقر بایداعہ
یہہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانی کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے
لازم ہونگے بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اسصورت میں مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھہ
واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وہذا ان کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمہ ایضا اور یہہ جب ہوتا
ہے جب کہ دراہم معین ہوں اور اگر غیر معین ہوں تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے لقولہ غصبت فلانا مائة درہم او
مائة دینار وکر حنطة لا بل فلانا لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا اسواسطے کہ اس قول
مقر کے کہ میں نے فلانے سے سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کیئے نہیں بلکہ فلانے سے چھین لیئے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کا

اتیا ذکر ر دو کے برابر لازم ہونگے ولو کان المقرلہ واحدا یلزمہ اکثرہما قدرا و افضلہما وصفا حتی لہ الف درہم لا بل الفان او
الف درہم جیاد لا بل زیوف او عکسہ اور اگر مقرلہ ایک ہی شخص ہو یعنے اما حدالاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا
جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہا اسکے میرے اوپر ہزار درم مین نہین بلکہ دو ہزار مین یا یون
اقرار کیا کہ اوسکے ہزار کہرے درم ہین نہین بلکہ کہوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کہوٹے درمونکا
اقرار کیا پھر کہرون کا ولو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض
للمقر ولکن لو سلم الی المقرلہ بری خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے
وہ فلانے شخص کی ہے تو یہہ اقرار ہے مقرلہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع
مقرلہ کو تسلیم کریگا تو ادای دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہوجائیگا کذا فی الخلاصہ ولکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان
ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطہ علی القبض فان قال اسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان
لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس
قول کے جو کہ یہہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹہیریگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی
قدسی مین کہا ہے اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہے تو اقرار صحیح ہے اور اگر یہہ
نکہو تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہے برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلہ مین فتوی
دینے کے وقت ہم شیخ وہبانیہ مین تحت سے منقول ہے کہ جب یہہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہے اور مقرلہ اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہے
اور حق قبض اول کے واسطے ہے نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دیگا بری الذمہ ہوجائیگا اور راول وکیل کے مانند
ہوجائیگا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہرا مجرد تصادق سے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہے اور اسکو قبض پر
مسلط نکرے تو بہی تصادق ملک مقرلہ کا مثبت ہے اور اگر حاوی کا قول اسپر محمول کیجئے کہ مقرلہ ساکت تہا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو
جو خلاصہ کے موافق ہے تصدیق مقرلہ پر محمول کیجئے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاوے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا افادہ الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدّہ مرّ فی طلاق المریض وسیجئی فی الوصایا یہہ باب ہے اقرار مریض کے احکام مین یعنے
وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہے اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی
نافذ من کل مالہ باثر عمر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہے اوسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ
کے جو عمر فاروق سے مروی ہے اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنے جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اوسپر جائز ہے اوسکے تمام متروکہ
مین اور ایسی صورت مین اثر بجای حدیث ہے کیونکہ وہ مقدرات سے ہے جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر
محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہ فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ
اور اگر عین کا اقرار ہو تو بہی اسیطرح کا حکم ہے یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جب کہ تملیک مریض کی اوسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہہ
معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہے اپنی بیماری مین تو یہہ تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے
بیان کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ہم چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہے لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہے
عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیہ
اقرار ابتدائی سے مراد یہہ ہے کہ اوسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتدای تملیک ہو تاکہ وارثون کو حصہ نہو اور اقرار حکایۃ

باب اقرار المریض ۳

تو حقیقتے اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وأخر الارث عنه اور میراث پیچھے ڈالی جاویگی ادای دین مذکور سے تقدیم اسواسطے کہ قضاء دین مقدم
ہی میراث پر تا اوسپر آخرت کا مواخذہ باقی رہے ودین الصحة مطلقا وما لزمه فی مرضه بسبب معروف ببینة او بمعاینة
قاض قدم علی ما اقر به فی مرضه اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار
ہو یا دین کا اور جو دین کہ اوسکو مرض مین لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اوس دین پر
جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر به ودیعة دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہے اگرچہ مرض کا مقربہ ودیعت ہو قا
(جسکا اقرار کیا ۱۲)
عند الشافعی الکل سواء ۱۲ اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف مالیس بتبرع
کنکاح مشاهد ان بمهر المثل اما الزیادة فباطلة وان جاز النکاح عنایه اور دین کا سبب معروف وہ ہے جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح
جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہے اگرچہ نکاح جائز ہو
کذا فی العنایه هم زیادت مہر مثل سے باطل ہے بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاهد واتلاف کذلك ای مشاهد اور
چنانچہ بیع شاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسیکا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس له ان یقضی دین بعض الغرماء دون بعض
ولو کان ذلك اعطاء مهر وایفاء اجرة اور مریض کو یہہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوای بعض کے اگرچہ یہہ دین مہر کا دینا
اور اجرت کا ادا کرنا ہو هم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ صحیح غیر محجور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہین فلا نسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا مسلم نرہیگا مگر دو مسئلون مین
ادای بعض دین جائز ہے اذا قضی ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم
ذلك ای ثبت کل منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دو مسئلے یہہ ہین جب کہ مریض مستقرض کو ادا کرے جو اوسنے اپنی بیماری مین لیا
یا ادا کرے اوس چیز کا ثمن جو اوسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہے اور حالانکہ سبب معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہو قرض
اور خرید گواہون سے نہ اوسکے اقرار سے بسبب تہمت کے هم تہمت یہہ ہے کہ شاید اوسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف
اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم یؤد حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یده ای ید البائع
فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراء مرض کے جب کہ مریض نے اوسکا ثمن ادا نکیا یہانتک کہ مرگیا تو اوسکا
بائع اور دین والون کے برابر ہے ثمن پانے مین جب کہ شے مبیع بائع کے ہاتھہ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھہ مین ہو تو وہی مقدم ہے هم تو مبیع کو
بیچی جاوے اور اوسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اوسکے دین سے ثمن کچھہ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین ملائی جائے اور اگر ثمن دین سے
ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا وصل
او فصل للاستواء اور جب کہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون مقرلہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونون اقرار کو
اوسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر
ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقرلہ حصہ رسد پاوینگے وبعکسه الودیعة اولی اور اوسکے بالعکس مین ودیعت اولے اور مقدم ہی
یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اوسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقرلہ اوسکا مالک ہو گیا
پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہو گا کذا فی الطحطاوی وابراءه مدیونه وهو مدیون غیر جائز ای لا یصح ان کان اجنبیا
وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا اولا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ
مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہے تو یعنے ابرا جائز نہو گا اگر اوسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقا جائز نہین

برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب وحیلۃ صحتہ ان یقول لاحق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ھذا المطلوب
شی یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاءً لا دیانۃ ویرتفع بہ مطالبۃ الدنیا لا مطالبۃ الاخرۃ حاوی الا المھر فلا یصح علی الصحیح
بزازیۃ ای لظہور انہ علیہ غالبا اسکی صحت ابرا کرنیکا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اوسپر کچھہ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان
کیا ہی اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھہ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے
تو مدیون سے مطلوب دنیا کا مطالبہ مرتفع ہو گا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوا اسکے دین مہر کے کہ اوس کا ابرا حیلہ مذکور سے صحیح ہوگا اور
صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر
تو یہ ابرا صحیح ہو گا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشیء الفلانی ملک ابی او امی لاحق لی فیہ او انہ کان عندی عاریۃ
فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا
ماں کی ملک ہے میرا اوسمین کچھہ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہہ ابرا صحیح ہو گا اور اوسکے زوج کا دعوی اسمین مسموع ہو گا چنانچہ اسکو شرح
بیان کیا ہے اشباہ میں اسطرح کہہ کر کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہہ میری کتاب کی خصوصیات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ و بے محشیوں نے مدتوں تک
اور شیخ صالح وغیرہا نے مسلم نہیں رکھا ہے اسواسطے کہ یہہ اقرار ہی عین کا وارث کے واسطے بعینہ جسطرح اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور
صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ موضع سے ہی یعنی عین مین خلاصہ یہہ ہے کہ ابرا منفرد سے البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے
واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی
ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار
کیا یا دین کا باطل ہے برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ وصیت جائز نہیں وارث کے واسطے دین کا اقرار ہی یہہ
دار قطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہے مگر اوس صورت میں باطل نہیں
جب کہ باقی وارث مریض کی تصدیق کریں فلو لم یکن وارث آخر وادعی لزوجتہ او ھی لہ صحت الوصیۃ وما غیرھما فیرث الکل
فرضا وردا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے
زوج کیواسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہو گی اور وارث نیر زوجین تو کل ترکہ کا وارث ہو گا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے
کی کچھہ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوھبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان
او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا
یعنی بطور حکایت کے اور حال آنکہ اوس کا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہی چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی ازانجا
یا اوسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کر ے مرض مین تو صحیح ہے برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جبکہ کوئی
وارث نہو تو اوس کا وارث بیت المال ہے اور سلطان کو بیت المال پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھیری طرسوسی نے کہا
کہ جب وارث نہو گا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہو گا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہو گی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا
وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ ونحو ذلک ملکیۃ ای علی وارثہ
او عبد وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہوا اور مانند ہکے
اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہے تو صحیح نہو گا کیونکہ عبد اور مکاتب کا اقرار اوسکے مولے کیواسطے واقع
ہو گا یعنی اگر مریض نے یوں اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اوسکو مین نے اوس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب

کی تھی یا اوسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعله ثم برء ثم مات جاز کل ذلك لعدم مرض الموت اختیار
اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر وہ صحیح و سالم ہوگیا بعد اوسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا
فی الاختیار یعنے جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر له ثم المریض
و ورثة المقر له من ورثة المریض جاز اقراره كاقراره للاجنبی جوهرة منیحی عن الظهیریة اگر پہلے مقرلہ مرا پھر مریض مرگیا اور
مقرلہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہے کذا فی البحر اور آگے آوے گا
تیسیر فیہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑکر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے
اوس فرزند کو جو مقرلہ کا باپ ہے چھوڑکر مرگیا تو یہہ اقرار جائز ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار
صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقراره لوارثه ای لوارثه بودیعة مستهلکة فانه جائز وصورته ان یقول کانت عندی ودیعة
لهذا الوارث فاستهلکتها جوهرة بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار
کرے سو وہ جائز ہے اور صورت اوسکی یہہ ہے کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مینے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ ف
الحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورة فی الاشباه منها اقراره بالامانات کلها ومنها النفی
کلا حق لی قبل ابی وامی وهذه الحیلة فی ابراء المریض وارثه ومنه هذا الشیء الفلانی ملك ابی وامی کان عندی
عارية وهذا حيث لا قرينة وتمامه فيها فليحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہہ ہے کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی وارثون کی
اجازت پر موقوف ہے مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہے تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے
اور از انجملہ نفی ہے چنانچہ یون کہا کہ میرا کچھہ حق نہین میرے باپ اور ما کی جانب اور یہی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی
حق مریض یہہ قول ہے کہ یہہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ما کی ملک ہے میرے پاس عاریت تھی اور یہہ وہان ہے جہان قرینہ نہوا اور پورا بیان
اس کا اشباہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ امر ضروری ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے
مخالف ہے چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھہ حاجت نہین رہی اقر فيه اي في مرض موته
لوارثه يؤمر في الحال بتسليمه الى الوارث فاذا مات يرده بزازيه وفي القنية تصرفات المريض نافذة وانما تنقض بعد
الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث
مقربہ کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ مین ہے کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ توموت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین
والعبرة لكونه وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخيه مثلا ثم ولد له ابن صح الاقرار لعدم ارثه اور اعتبار اوسکے وارث
ہونے کا موت کیوقت کا ہے نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بہائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب
نہ وارث ہونے اوسکے بہائی کے یعنے ہرچند اقرار کے وقت بہائی وارث تہا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نرہا
الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جديد كالتزويج وعقد الموالاة فيجوز لما ذكره بقوله مگر جب کہ مقرلہ وارث ہوگیا
موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ
قول مین مذکور کیا فلو اقر لها اي لاجنبية ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخيه المحجوب بكفر او ابن اذا زال حجبه باسلامه
او بموت الابن فلا يصح لان ارثه بسبب قديم لا جديد تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کیا تو اقرار
صحیح ہے بخلاف اوسکے اقرار کے اپنے اوس بہائی کے واسطے جو محجوب ہے بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے سبب سے محجوب ہونے سے جب کہ اوس [illegible]

زایل ہو جاویگی کے اسکو استحقاق میراث یا فرزندی کی موت سے ہو تو اقرار صحیح ہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث قدیم سبب ہونے سے ہے بعد سبب دعلاے
ابنہ لیکان معہ والوصیۃ لھا ثم تزوجھا فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وھی حینئذ وارثۃ اور جو اجنبی
عورت کے ہبہ کرے اپنے مرض الموت میں اور اوسکے واسطے وصیت کرے پھر اوسکے ساتھ نکاح کر لیوے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے
کہ وصیت تملیک ہے بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہے مقر کی اقر فیہ انہ کان لہ علی ابنتہ المیتۃ عشرۃ
دراہم قد استوفیتھا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا اوسکی بیٹی
مردہ پر اوسکے دس درہم تھے سو میں نے وصول لیے اور اوس مقر کا ایک بیٹا ہے جو اوسکا انکار کرتا ہے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اسواسطے کہ میت
وارث نہیں ہے ولو اقر لامرأتہ فی مرض موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترکت منھا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین
صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا
عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہے کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ
ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں برخلاف
محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی مجھول نسبہ ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وھو من اھل التصدیق ثبت نسبہ
مستندا الی وقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لہ لما مر اور اگر اوس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہیں پھر مقر نے اوسکی
فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہے یعنے حال بیان کر سکتا ہے تو اوسکا
نسب ثابت ہوگا اوسکی ابتدای پیدایش سے مستند ہو کر اور جب نسب ثابت ہوا تو اوسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ یعنی جو وارث
ہو موت کے وقت قدیم سبب سے اوسکے واسطے اقرار صحیح نہیں ولم یثبت بان کذبہ او عرف نسبہ صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیہ معزیا للینابیع اور اگر نسب ثابت نہ ہوا اسطرح پر کہ مجہول النسب نے تکذیب کری یا اوسکا نسب معروف ہو دوسرے شخص سے تو اقرار
صحیح ہے بسبب ثابت نہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ینابیع سے ہے ولو اقر لمن طلقھا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ
فلھا الاقل من الارث والدین لتھمۃ ھذا ذلک بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان الترکۃ شرنبلالیہ
اور اگر اوس عورت کے واسطے اقرار کیا جسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر ہو کا میراث اور دین میں وہ اوسکو ملیگا
اور کمتر اوسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے تو وہ شریک نہوگی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ طلاق
بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنای عدت میں مقر مر جاوے اور اگر بعد عدت مر گیا
تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقھا بسؤالھا فاذا مضت العدۃ جاز لعدم التھمۃ
عزمیہ اور یہ حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اوسکو طلاق دی اوسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہے
بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیہ عدم تہمت یہ ہے کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اوسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اوسکو
میراث نہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی جاتی رہی وان طلقھا بلا سؤالھا فلھا المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لھا لانھا
وارثۃ اذ ھو فار واھملہ اکثر المشائخ لظھورہ من کتاب الطلاق اور اگر اوسکو طلاق دی بدون اوسکی طلب تو اوسکو میراث ملیگی
جس مقدار کو کہ وہ پہنچے اور اوسکے واسطے اقرار صحیح نہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اوسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے
بیان مذکور نہیں کیا بسبب اوسکے ظاہر ہونیکے کتاب الطلاق سے والاقرار للغلام مجھول النسب فی مولدہ او فی بلد ھو فیھا وھو
الی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر

عرضیًا واذا ثبت شارک الغلام الورثۃ اور اگر اوس صغیر نابالغ کے واسطے جس کا نسب معلوم نہین او سکے وطن مین یا اوس شہر مین جسمین
وہ وارد ہی اور حالانکہ مقر اور مقرلہ اوس عمر مین واقع ہین کہ ویسی عمر واسطے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی یہہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اوس کا
بیٹا ہی اور لڑکے نے اوسکی تصدیق کی اگر وہ باتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اوسکی تصدیق کی کچھہ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسوقت
مین بیٹے درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اوس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جب کہ اوس کا نسب ثابت ہوا تو لڑکا باقی وارثون کا شریک
ہوگا فان انتفت ھذہ الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی
الشرنبلالیۃ فلیحرر عند الفتوی تو اگر یہہ شروط مذکورہ نپائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونیکا
اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالیہ تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیئے ھم اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقرلہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نپائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ
من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر نہین اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ
مین ہی یعنے جب کہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اوسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اوسکو مال لازم ہوگا اگرچہ
نسب ثابت نہوگا اور شرنبلالیہ مین ینابیع سے یہہ عبارت منقول ہے ولو کذبہ او کان معروف النسب من غیرہ لزمہ ما اقر بہ ولا یثبت النسب
کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت رکیک ہی تو اگر یون کہتا فلو انتفی احد ہذہ الشروط وقد اقر لہ بمال یؤاخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر
ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی پھر جب نسب ثابت نہوا تو مقر بہ لازم ہوگیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی
الطحطاوی مختصرا ۔ والرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال فی البرھان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقول
الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثۃ المتقدمۃ فی الابن اور بیمار مرد کا
اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہے اون تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین فرزند مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی
اگرچہ والدین اوپچے ہون یعنے دادا پردادا اور مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کے کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار
کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس اقرار مین غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح
بالزوجۃ بشرط خلوھا عن زوج وعدتہ وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلا واربع سواھا اور یون اقرار کرنا کہ یہہ عورت میری
زوجہ ہی صحیح ہے بشرط خالی ہونے اوس عورت کے زوج اور اوسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اوس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط
خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اوس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اوسوقت صحیح ہے جب کہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہوا اور
نہ کسی کی عدت مین ہو اور جب کہ اوس عورت کی بہن یا خالہ یا پھوپھی مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جب کہ سوای اوس عورت کے چار عورتین
اوسکے پاس نہون حموی نے کہا یہہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسیہ اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت
رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جھۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاءہ ثابتا من جھۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار
یعنی یون کہنا کہ یہہ شخص میرا مولے ہی آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اوس کا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارھا بالوالدین والزوج
والمولی اور صحیح ہے عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہہ میرے والدین ہین یا یہہ میرا زوج اور مولے ہی الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ
حجۃ لا علی غیرہ قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہو نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار
بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء
السراج لان النسب للاباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن المعتمد صحتہ بجامع الاصالۃ

ك اور اگر مقرلہ مقر کی تکذیب کرے یا وہ معروف النسب ہو غیر مقر سے تو مقر کو وہ لازم ہوگا جس کا اوس نے اقرار کیا اور نسب ثابت نہوگا ۱۲

ك یہ اگر ان شروط میں سے ایک منتفی ہو اور حالانکہ مقر مقرلہ کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو وہ ماخوذ بمال ہوگا ۱۲

فكانت كالاب قال المصنف میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جس پر اکثر علماء ہیں اور
عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور یہی تحفہ و سراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے ماؤں سے اور
ایسی مثل زوجیت کے بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہٰی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت حالت کے یعنی اصل
ہوتے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس ملے یاد رکھنا چاہیے ولکن انما بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة
لتعيين الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور یہ بھی عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی
جنائی ہو تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اوس وقت شرط ہے جب کہ بچہ پیدا
شہادت تا بہ تعیین ولد میں اوسوقت شرط ہے جب کہ ولادت پر قبضہ واقع ہوا اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة
جحدت ولادتها بحجة تامة كما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار بدون حجت
صحیح اور ثابت ہوگا جنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا او صدقها الزوج ان كان لها زوج او كانت معتدة منه یا عورت کا
اقرار ولد صحیح ہو اگر زوج اوسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اوسکی معتدہ ہو ادعی مطلقا ان لم تكن كذلك ای مزوجة
ولا معتدة او كانت مزوجة وادعت انه من غيره فصار كما لو ادعاه منها لم يصدق فی حقها الا بتصديقها
صحیح ہے اقرار ولد مطلقاً اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا اگر شوہر والی ہو اور یہ دعوی
کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں
اوسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت ينبغی لو لم يعرف لها زوج غير لو ادعاه فيحمل میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت
کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہرا وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھیریگا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہو سکتی تو وہ لڑکا عورت ہی کا وارث ہوگا
مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ در صورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث
ہوتا ہے تو یہاں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصديق هؤلاء اور صحت اقرار میں اون اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہے
ہم یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج
اور یہ میرا مولی ہے عتاقت سے تو ان لوگوں کی تصدیق ضرور ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا
اقرار اوسکو لازم نہیں الا فی الولد اذا كان لا يعبر عن نفسه لما مر انه حينئذ كالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جب کہ
لڑکا ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کر سکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جس کے پاس ہوگا
اوسی کا ٹھیریگا ولو كان المقر له عبد الغير اشترط تصديق مولاه لان الحق له اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اوسکے
مولے کی تصدیق شرط ہوگی اسواسطے کہ حق اوسی کا ہے وصح التصديق من المقر له بعد موت المقر لبقاء النسب والعدة بعد الموت
اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مر جانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصديق الزوج بعد موتها مقرة لانقطاع
النكاح بموتها ولهذا ليس له غسلها بخلاف عكسه مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے
زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا زوجہ کا موت کے بعد بر خلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد
موت زوج کے صحیح ہے اور اوسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علاقہ نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر
رجل بنسب فيه تحميل على غيره لم يقبل من غير ولاد كما فی الدرر لعساد لا بالحق والابن كما قال كالاخ والعم

وابن الابن لایصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرھان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اوس نسب کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو چنانچہ یون کہنا
کہ یہہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر ولا کی قید لگائی
چنانچہ درر مین ہے بسبب فاسد ہونے اوس قید کے جدا و ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین لما مرّ فی باب ثبوت النسب فلیحفظ
اور از انجملہ ہی اقرار دو شخصون کا چنانچہ مذکور ہو چکا ثبوت النسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہئے ھ یعنی غیر کے حق مین اقرار النسب صحیح نہین مگر برہان
سی سو اسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا تو باقی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک
شخص ہوگا تو فقط اوسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار مثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہین کذا فی
الطحطاوی وکذا الوصدقہ المقر علیہ او الورثۃ وھم من اھل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اگر
وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہون ھ مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ
قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین یون تفرقہ ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور
دوسری صورت مین اقرار مقر اور علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہہ ہے کہ وارث عاقل بالغ
ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث
اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارھما حجۃ علیھما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہونگے
نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اوس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہی
ھ نفقہ اوسوقت ہی جب کہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق
کے نہین لیکن یہہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہو یعنے اپنے پاس رکھنا جب کہ بنت بالغہ ہو اور اوسکی بحرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی
فان لم یکن لہ ای لھذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاۃ عینی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کے
سوای مقر لہ کے کوئی وارث مطلقا نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولای محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اوس کا وارث
ہوگا ھ یہہ وراثت فقط مقر لہ پر مقصور ہی تو اوسکی اصل اور فرع کے طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی
الطحطاوی والا لا لان نسبہ لم یثبت فلا یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودھما غیر مانع قالہ ابن الکمال
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ مقر کا وارث نہو گا اسواسطے کہ اوس کا نسب ثابت نہین تو وہ مزاحمت نہین کر سکتا
وارث مشہور سے اور اوس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہی وہ وارث ہے جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہو مقر لہ کے
ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر کما فی البدائع لکن
نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی ھ پھر درایت کر کہ مقر کو
اپنے اقرار سے پھر جانا جائز ہی اسواسطے کہ یہہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنے رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ
تصدیق بھی کرے کما فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہی تو رجوع
عن الاقرار فائدہ بخش نہین تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہئے فتوی دینے کے وقت ھ ظاہر زیلعی کا کلام حق ہی چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی
اور اس تعلیل مین اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہین تو تحریر مقام یہہ ہی کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے
تو اوس مین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی غرضکہ یہان کلام ہی دو مقامون مین فتدبر
کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقرر ان اقرار

مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اوس نے اقرار کیا کہ یہہ شخص میرا بہائی ہے تو مقرلہ اوس کا شریک ہوگا یعنی میراث میں تو وہ نصف حصہ مقر کو مستحق ہوگا اور اوس کا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ اوس کا اقرار فقط اوسیکے حق میں مقبول ہے قلت تری کون اقر لابنہ بابن هل یصح قال الشافعیۃ لا لانہ ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار کلا لا ئمتنا صریحا وظاهر کلامهم تعم واللہ اعلم میں کہتا ہوں باقی رہی یہہ صورت کہ اگر بہائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بہائی کہے کہ یہہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علمای شافعیہ نے کہا کہ یہہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جس کا وجود باعث ہوا اوسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک صحت اقرار کی یہہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بہائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بہائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہونے اور یہہ مسئلہ میں نے اپنے اماموں کے کلام میں مصرح نہیں دیکہا اور اونکے ظاہر کلام سے یہہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہے تو اسکی تدقیق چاہئے کتب مذہب میں ہم وجہ صحت یہہ ہے کہ مقتضای کلام حنفیہ یہاں یہہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہو اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الحاوی وان ترک شخص ابنین وله علی آخر مائة فاقر احدهما بقبض ابيه خمسين منها فلا شیئ للمقر لانہ اقرار ینصرف الی نصیبہ وللاخر خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائة قالہ الاکمل قلت وکذ الحکم لو اقر ان اباه قبض کل الدین لکنہ ھنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چہوڑ کر مرگیا اور باپ کے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اوس کا باپ پچاس درم اون میں سے لیچکا ہے تو فرزند مقر تبعض کو کچہہ نملیگا اسواسطے کہ اوس کا اقرار اوسکے حصے کی طرف پہر جائیگا اور دوسرا فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کہانیکے بعد کہ واللہ اوسکو معلوم نہیں کہ اوسکے باپ نے سو درم اسے نصف پائے یہہ قول ہے اکمل کا میں کہتا ہوں اوسیطرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اوسکے باپ نے تمام دین قبض کرلیا لیکن یہان مدیون کے حق کے واسطے قسم لیجائیگی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بہائی کے حق کیواسطے ہے نہ خصم کیواسطے اسواسطے کہ اوسپر اوس سے زیادہ مطالبہ نہیں ہوا اور یہہ واجب الادا ہے اور اگر بہائی قسم کہائے تو مقر پچاس درم میں اوس کا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بہائی قسم نکہائے تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کہانے کہ میرے باپ نے کچہہ نہیں لیا تو اوسکے حصہ دیا جائیگا یعنی پچاس درم کذا فی الطحاوی

فصل فی مسائل شتی

یہہ فصل ہے کتاب الاقرار کے چند مسائل متفرقہ میں اقرت الحرة المکلفة بدین لآخر فکذبها زوجها صح اقرارها فی حقه ایضا عند ابی حنیفة فتحبس المقرة وتلازم وان تضرر الزوج وهذه احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة علی المقر ولا یتعدی الی غیره وهی فی الاشباه مرة آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب کی تو اوس کا اقرار اوسکے زوج کے حق میں بہی صحیح ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائیگی اور اوسکے ساتہہ چہوڑا جائیگا اگرچہ حبس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کے طرف متعدی نہیں ہوتا اور وہ مسائل اشباہ میں ہیں ہم منجملہ مسائل ستہ کا ایک مسئلہ وہی جو متن میں مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اوس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹہکانا نہیں مگر مہرہ سو مہرہ کے ثمن سے تو دائن کو اوسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اوسکی تصدیق کی تو دونون میں نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور مدعی کا ایک بہائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بہائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا الخ

بہائی کی زندگی مین تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اوسکے ولد کو ملیگی نہ بہائی کو ۱۲ ایک چیز بیچ ڈالی پہر اقرار کیا کہ بیع تلجیۂ تہی اور مشتری نے
اوسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اوسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے و ینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاٰخر بدین
فان له حبسه وان تضرر المستاجر وهی واقعة الفتوی ولم نرها صریحة اور لائق یون ہو کہ یہہ مسئلہ بہی قاعدۂ مذکورہ سے خارج ہو
کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پہر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اوس کا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو
ضرر ہو اور یہہ حادثہ فتوے طلب ہوا تہا اور مین نے اوسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکہا وعندهما لا تصدق فی حق الزوج
فلا تحبس ولا تلازم در رقالت وینبغی ان یعول علی قولهما افتاء وقضاء لان الغالب ان الاب یعلمها الاقرار له او لبعض
اقاربها لیتوصل بذلک الی منعها بالحبس عنده عن زوجها کما وقفت علیه مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکره
المصنف اور صاحبین کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوجکے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون
اور لائق یون ہے کہ صاحبین کے قول پر اعتماد کیا جاوے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اوسکو تعلیم کرتا ہی
کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اوسکو روک رکہے اپنے پاس اوسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس
حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جب کہ مین مبتلا بالقضا ہوا تہا ایسا کچہہ ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ
علت خاص ہی اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہہ حیلہ اپنے پاس رکہنے کا
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہی نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمۂ ترجیح سے
کسیکی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجهولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقها المقر له ولها زوج واولاد منه ای الزوج
وکذبها زوجها صح فی حقها خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے
واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی اور اوس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہی اوس شوہر سے اور اوسکے زوج نے اوسکی تکذیب
کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد کہ ولد
مذکور بہی رقیق نہوگا لا فی حقه یرد علیه انتقاص طلاقها لما حققه فی الشرنبلالیة شوہر کے حق مین اوس کا اقرار صحیح نہوگا اس
قول پر انتقاص طلاق مقررہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہی بعض مبسوطین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقین ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین
بالاجماع اسواسطے کہ یہہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسی عورت کا خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض کو گو اسی قول مین نکلتا ہی کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہہ حکم اسیکو خاص ہے اسواسطے کہ طلاقین ہمارے نزدیک عورتونکا
اعتبار رہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر متخلفہ سے ہی کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور اولاد کے
حق مین اوس کا اقرار صحیح ہی وفرع علی حقه بقوله فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقوله والولد حصلت قبل الاقرار وما فی
بطنها وقته احرار لحصولهم قبل اقرارها بالرق اور مصنف نے حق زوج پر متفرع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے
اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے کہ اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اوس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ
سب آزاد ہین بسبب انکے حاصل ہونیکے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجهول النسب حرر عبده ثم اقر بالرق لانسان وصدقه المقر له صح
اقراره فی حقه فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پہر اپنے مملوک ہونیکا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور
مقر لہ نے اوسکے اقرار کی تصدیق کی تو اوس کا اقرار صحیح ہوگا فقط اوسیکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثه
وارثه ان کان له وارث یستغرق الترکة والا فیرث الکل او الباقی کما فی شرنبلالیة المقر له پہر اگر غلام آزاد مر گیا تو اوس کا
وارث اوسکی میراث پاویگا اگر اوس کا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث مین لے سکے اور اگر ایسا نہو یعنی اوسکا کوئی مطلقا وارث نہو یا وارث ہو

کہ کل متروکہ نہ پاسکے چنانچہ اسمیں الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر مرگیا پھر غلام آزاد تو اوسکی میراث معتق کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق تسعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اوسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہیں جسپر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اوسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اوس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اسواسطے کہ اوسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر لقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق حق برلہ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہیں سو اوس نے جواب میں کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا کہ حقا اور نہ اسکے یا الفاظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور نہ اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملاکر بولا چنانچہ البر حق یا الحق حق الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلا ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانہ قال ادعیت الحق الخ اور اگر مخاطب یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہہ پورا کلام ہے بخلاف اون الفاظ جو اول مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدای کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹہرے گویا اوسنے یون کہا کہ تونے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقۃ او قال ھذہ السارقۃ فعلت وباعہا فوجدہا واحدا منہا ای من ھذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چہنال او دیوانی او بہگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اوسکو بیچڈالا پھر اوس لونڈی میں عیب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اوسکی رد نہو گی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہیں ہے جو اقرار سے ثابت ہو ہم تو اوسکو گالی ہے اور یا ندا ہے بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ ابقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد باحدہا لانہ اخبار وہو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے جیسے کہ یہہ چوٹی ہے یا یہہ بہگوڑی ہے یا یہہ زانیہ ہے یا یہہ دیوانی ہے کہ اس صورت میں اوسکی رد ہو گی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہہ قول اخبار ہے اور اخبار وصف کے ثابت کرنیکے واسطے ہے تاکہ ہم یعنی جو شخص بلا علم خبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اوسکو علم ہو تو وہ بیچنے والے کو رد کرسکتا ہے وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقۃ فعلت کذا حیث تطلق امراتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا فیجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاول درر اور بر خلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اوسکی عورت کو طلاق ہو جاویگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعا تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹہر گیا تاکہ وہ سچا ٹہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اوس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہے صحیح ہے ہر حق میں حق تعالے نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکارٰی یعنی نماز کے قریب نجاؤ در حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اونکو مکلف کیا مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہے کہ اسکے تکلیف شرعی کی ساقط نہیں فتدبر فلو اقر بقصاص اقیم علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اوسپر حد قائم ہو گی اوسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اوسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہے سعدی

انہی سے حد شرب کے باب مین الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر کہ مست مذکور کا اقرار صحیح نہین اون چیزون مین جو رجوع
مِن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہے یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ اوس نے شراب پی ہی تو اوسکا اقرار صحیح نہین تو اوسپر
حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مستلا موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ مکرھا لا یعتبر بل ھو
کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہوگیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا تو اوسکا
اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنی بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کی قضا کے ساقط ہونے مین اغما کے مانند نہین اور پورا بیان اس کا اشباہ کی احکامات
مین ہی ہم سے اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اوس سے ساقط ہوا اور مستی قضاء صلوۃ ساقط نہین الا المقر لہ
اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقدم انہ یرتد بالرد مقر لہ جب کہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ
اقرار مردود ہوجاتا ہے رد کرنے سے ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو اوسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ مین
تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی ست علی ما ھنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہے مگر چہ صورتون مین بموجب
اوسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہے الاقرار بالحریۃ والنسب وولاء العتاقۃ والوقف بجملہ مواضع ستہ آزادگی
اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہے ہم اقرار حریت کی یہہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہے اوسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد
ہی تو اوسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اوسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب مین پہلے مذکور ہوچکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار مین
اور تصدیق مولای عتاقت بہی شرط ہی اور یہان اوسکے خلاف ہی مگر یہہ کہ اس پر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کے طرف عود کرے بعد تکذیب کے
تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابہی بیان کرچکے ہین اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ مین ہے کہ ایک
شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اوسکو رد کیا پہر اوس نے اوسکی تصدیق کی تو وہ اوس کا غلام ٹہریگا اور رقیت کا اقرار
رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور
عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہوجاتے ہین انتہی اشباہ مین اسعاف سے منقول ہی کہ جب
مقر لہ وقف کو رد کرے پہر اوسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہے تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تقدیر بمثل تصدیر رق ہوگئی سوای طلاق اور عتاق کے
اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول
ارتد اسعاف مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سو اوس نے وقف کو قبول کیا پہر اوسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد
کرے گا تو پہر جائے گا والطلاق والرق فکلھا لا ترتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو جمیع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقر لہ کے
رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اوس میراث کو جو مورث
سے حاصل ہے رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح ثمانی متفرقات قضاء البحر وتمامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحر الرائق کی قضا
القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اوس کا بیان وہین ہے ہم یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پہر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحر الرائق کی متفرقات
مین یہہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم آرہ الآن انتہے یعنی نکاح کا اقرار مین نے ابتک نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین
توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب نہیا واستثنی مسئلتین من الابراء وھما ابراء الکفیل لا یرتد
وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابرأہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنی کیے ہین اور
وہ دونون یہہ ہین کہ ضامن کا ابراء کرنا مکفول عنہ سے نہین پہرتا اور مدیون کا ابراء کرنا اوسکے یون کہنے کے بعد کہ مجہکو بری الذمہ کردی اور مین نے
سو قرضخواہ نے اوسکو بری الذمہ کردیا نہین پہرتا تو مستثنے دس مسئلے ہوے سو انکو یاد رکہنا چاہیے ہم منجملہ مسائل عشرہ چہ صورتین متن مین مذکور ہین

اور چار صورتیں شارح نے بتائی ہیں لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح میں توقف ہے تو درحقیقت تو صورتیں مستثنیٰ ٹھہریں کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوتی ہیں
وفی وکالۃ الوھبانیۃ ومن یکن فیہا مقرًا لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ میں ہے اور جب کہ اوس نے تصدیق کی وکالت
وغیرہ میں پھر اسکو رد کیا تو اوسکے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا ہم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر ہیں یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت او
وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت
یون کیجیے کہ زید نے عمرو کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل بن معین جنہ زید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہہ رد وکالت
مقبول نہیں لتحہ وھل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونیکے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا نہیں اس پر
مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں والضابط ان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد
والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وھذہ ضابطۃ جیدۃ فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت
یہہ ہے کہ جس عقد میں مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہیں وہ قابل رد نہیں چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا
باطل کرنا رد کو قبول نہیں کرتا اور یہہ قاعدہ جیدہ ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابرأ ابراء عاما او قال
لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیہ من الترکۃ شیء لم یکن وقت
الصلح تحققہ تسمع دعوی حصتہ منہ علی الاصح صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وحققہ
فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اوسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھہ حق باپ کے ترکہ سے وصی کے پاس باقی
نہیں رہا یا یون کہا کہ میں نے اپنا سب حصہ پا لیا یا مانند اسکے کچھہ اور لفظ بولا پھر اوسکے باپ کے وصی کے پاس ترکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح
وقت نہیں لینے اوسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اوس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اوسکے حصے کا دعوی اوس چیز سے مسموع ہے بنا بر
قول صحیح کے کذا فی صلح البزازیہ اور کچہہ تناقض نہیں اوسکے دعا بعد الابرا میں بسبب محمول کرنے اوسکے اس قول کو کہ میرا کچھہ حق باقی نہیں یعنی اوس ترکہ
سے حق باقی نہیں رہا جسکو میں نے قبضے میں کیا علاوہ یہہ ہے کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابراء مخصوص بدیون ہے اس
وقت میں عدم صحت برات کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونیمیں چنانچہ ابن شحنہ نے یہہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب
ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح میں ھم سب حصہ پانے کی یہہ صورت ہے کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو کچھ والد کا ترکہ لوگوں پر تہا اوسکو میں نے
پا لیا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اوسکا مسموع ہے کذا فی المنح عن الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی ہے تو غیر وصی
خارج ہو گیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت الصلح تک پھر یون کہتا او ادعی نے
بید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیا ذکر لو نا سب تر ہوتا اقر رجل بمال فی صک واشہد
علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ تقبل وان کان متناقضا
لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیۃ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر
لمن اقر ناتیہ ان یقال بانہ یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذا ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما
مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے اوس مال کا جو دستاویز میں مرقوم ہے اور اوسپر گواہ کر دیا پہر اوس نے دعوی کیا کہ بعض مال مقربہ قرض ہے
اور بعض بیاج سے مجھہ پر پہر اگر گواہی قائم کریگا اس پر تو مقبول ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنیمیں
مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاوے اسواسطے کہ

مقرلہ مذکور کے واسطے کچھہ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہہ ہی کہ کہا جاوے یعنے اس کا فتوی دیا جاوے کہ مقرلہ سے اسکی قسم لیجائی بموجب قول ابی یوسفؒ جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلہ میں اور اسکے مانند میں مختار ہی میں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے اوسمین جو مذکور ہوچکا تو سوچ لے آقر بعد الدخول من ھنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انہ طلقھا قبل الدخول لزمہ مھر بالدخول ونصف بالاقرار اقرار کیا کہ اوس نے اوسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اوسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے بیان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کی نسخون سے ساقط ہی اقر المشروط لہ الریع او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہی اوس نے اقرار کیا کہ حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہے اور اوس کا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اوس نے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کردیا یا اوسکو ساقط کردیا بلا تعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ھم جعل سے مراد انشا و جعل ہے بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط لہ النظر علی ھذا المامر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وھنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہی اوس کا حکم بھی علی القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہوچکا اور اشباہ مین دونوں یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنے کتاب الاقرار مین اس قاعدہ مین کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کیطرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعھا بما کان فیھا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیھا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کے طرف پیش ہوں تو اونکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اوس مضمون سے جو اون مین مندرج ہی اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین مذکور کرچکے ہین کہ اونکے مضامین مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جب کہ پیش کرنیوالا بلفظ صریح اوس کا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیٔ علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ھی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین یا بجای فی علمی کے فیما علم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اوسپر کچھہ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسفؒ کے اول مین یعنے علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہون گے ہم جواب مین کہتے ہین طرفین کے طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہا یعنی مین معلوم کرچکا کہ اوسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اوسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسفؒ کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب انما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ھو لزمہ عشرہ الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے پھر بولا کہ ہم دس شخص غاصب تھے مثلا اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہی کہ فقط مقر ہی سے ہزار درم غصب کیے ہین تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہون گے شارح نے کہا متن کے نسخون مین ادعی الغاصب ہی اور تو معلوم کرچکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہہ عبارت ساقط ہی اور بجای ادعی الغاصب ادعی الطالب حق ہی چنانچہ مجمع کی تعبیر سے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی وقال زفر علیہ عشرہ اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہی ھم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کے طرف کی ہے تو اوسپر بقدر اوسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاھر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لان کلا لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم مین بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر اسقدر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ غیر کے فعل کی تو اوس کا یہہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر یون کہا کہ ہم سب نے

عه میری دانست میں یا میرے ظن میں ۱۲

عه یعنی مجمع نہیں اور حاصل کلام یہ کہ مجمع والا عبارت ساقط لازم ہے ۱۲

ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہونا بالاتفاق اسواسطے کہ یہہ لفظ جہد مین مستعمل نہین قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لفلان بل لفلان بل لفلان فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیء وقال زفر لکل ثلثہ ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا کہ میرے باپ نے اپنے ثلث مال کی زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہوا اور اوسکے سوای کسیکو کچہہ نہین اور زفر نے کہا کہ تینون شخصون کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچہہ نہیں ملیگا امام زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہہ ہی کہ اسیطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملیگا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل من الجمیع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب مین کہتے ہین کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال مین ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اوس شخص کے واسطے اقرار کرچکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اوسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنیسے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہہ مسائل مجمع سے منقول ہین واللہ اعلم

فروع

مسائل محمد شارح اقر بشیء ثم ادعی الخطا لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پہر خطائے الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہین مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پہر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تہا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا تو خطای مذکور مین اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ و اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہی مگر جب کہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریۃ ہم تجنیس اور بستانی مین ہی کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی دیا جاویگا کہ جورا ور ظلم سے الاقرار بشیء محال وبالدین بعد الابراء منہ باطل شیء محال کا اقرار اور دین کا بعد اوسکے معاف کرنیکے باطل ہی شیء محال کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجہکو زید نے فلسفے مہینے مین قرض دیا اور حالانکہ زید اوس سے پہلے مرچکا اور ازانجملہ یہہ ہی کہ بیع حبہ کا بعد ذکر ثمن اقرار کیا پہر جبکہ منکر ہوگیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ یہہ بلا ثمن باطل ہی علی احد القولین کذا فی الطحاوی ولو بمہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابرا باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج جسکو بنابر قول اشبہ ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پہر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار صحیح نہین اور یہہ اوسکے مخالف نہین جو عبدالبر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور صغریٰ سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے مہر کا مرض الموت مین اقرار کیا اور مرگیا پہر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کرچکی تہی زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسرے بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہی کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پہر شارح مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج جسکو مہر سے ابرا کردے پہر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام قالہ اقر بہ یلزم ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وہی واقعۃ الفتوی فتامل ان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب الگ جہت سے بعد ابرای عام کے اور یہہ دعوے کرے کہ مدیون نے اوسکا اقرار کیا ہے تو اوسکو لازم ہوگا یہہ مصنف نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہی مین کہتا ہون اور مفاد اوسکا یعنی سبب حادث کی تقیید کا یہہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اوس دین کا بہی جسکا ابرا ہوگیا اقرار کرے تو اوسکا حکم مانند اوسکے ہوئیگا یعنے وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجہہ پر دینا ہی اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجہہ پر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی سا حکم ہے یعنی بطلان کذا فی الطحاوی الفعل فی المرض احط رتبۃ من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین

کمتر ہی صحت کے افعال مذکورہ سی اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال ہی نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہی الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تبیہ وتمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سی مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنے اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف نے تفویض نظارت کی اوسکے واسطے شرط کی ہو سو یہہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہی نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اس کا اشباہ مین ہے وفی الوھبانیۃ ﴿ اقر بمھر المثل فی ضعف موتہ + فبینۃ الاتہاب من قبل تھدر + اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہی ھ اس مسئلہ کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند سطر مذکور ہوچکا ﴿ واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن + وفی القبض من ثلث التراث یقدر + بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کرا اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے گا ھ منتقی مین ہی کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی بیع جسکی فلانے سے حالت صحت مین اور اوسکے ثمن پر مینے قبضہ کیا اور مشتری بہی یہی کہتا ہی تو اوسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ﴿ ولیس بلا تشھدا مقرا لعدلہ + ولو قال لا تخبر فخلف یسطر + اور اس قول سے مقر نہوگا کہ گواہی نہ دیجیو ہم اوسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین خلاف مسطور ہے ھ اگر یون بولا کہ اوسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانیکے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہہ نہی ہی وجوب بالزور کی اثبات سببسے یا کہ نہی بمعنے نفی ہی یعنے تم اسکے گواہ نہین ہوا اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانیکی میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا یہہ مذہب ہی کہ یہہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہہ ہی کہ یہہ اقرار ہی قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ﴿ ومن قال ملکی ذا لذا کان منشئا + ومن قال ھذا الملک ذا فھو مظھر + اور جسنے کہا کہ میری یہہ ملک اس شخص کی مملوک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہی یعنے اوسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اوسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین ﴿ ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا + فما یدعی من بعد منہا فمنکر + اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اوسکے بعد جو دعوی کریگا اوسدن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اوس شرع کا انکار ہی یعنی مقبول نہین ھ اور اگر دعوی کسی سببسے حادث ہو گا تو مسموع ہوگا اور اگر بولا کہ مینے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح یہہ کتاب ہی صلح متخاصمین کے احکام مین ھ مصالح علیہ اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہی جس سے صلح ہو مثلا زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھسے سو درہم لے اور حویلی کا دعوی نکر تو یہان سو درم مصالح علیہ اور حویلی مصالح عنہ ہی مناسبتہ ان الانکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہہ ہی کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہی اور جھگڑا مستدعی ہی صلح کا ھو لغۃ اسم من المصالحۃ ﴿ یعنی صلح اسم ہی مصالحہ سے یعنی مصالحہ کا اسم ہی وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع مین صلح عبارت ہی اوس عقد سی جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹاوے وہ صلح ہی ورکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب کا ضرور ہی صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجیء اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے ہی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ھ صلح بلا قبول اوسوقت تمام ہوگی جب کہ خود مطلوب طالب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مینے

اس پر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی مدعی کے جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی المحیط و شرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہو صغیر ماذون کے جانب سے اگر اوسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ھم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہو ایک یہہ کہ محض نفع دوسری یہہ کہ نہ نفع ہو اوس مین نہ ضرر تیسرے سبب کے نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اوس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعوے کے گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوای خصومت اور قسم کہانے کے کچھہ حاصل نہین اور مال ضائع ہو خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہین اسواسطے کہ اپنے حق کا گہٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو نہ نفع اوسکی مثال یہہ ہو کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اوسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اوسکی مثال یہ ہے کہ دین مین تاخیر کرے کہ یہہ جائز ہو اسواسطے کہ یہ اعمال تجارت سے ہی وصح من عبد ماذون ومکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح مین نفع ہو ھم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اوسکو شامل رہتا جس مین نہ نفع ہو نہ ضرر یا جسمین ضرر ہے مگر غیر صریح وشرطہ ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہہ بہی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی ہو معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ھم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہین چنانچہ ایک گہر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور دوسرے مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اوسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مالی ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر ھم حق سے مراد یہہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ فقط اوسکا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہو وہ اوسکا ہی نہ زوج مدعا علیہ سے سو اوسنے اوسکو کچھہ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہین اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوای قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہو جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہرا صلح جائز نہین اور یہہ مسئلہ تحریر طلب ہی کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ھم مجہول ہونیکی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچہہ مال غیر معین کا دعوی کیا پہر مدعا علیہ نے کچہہ دیکر صلح کی تو صحیح ہی لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعۃ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہین اگر مصالح عنہ اوس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہین اور اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ھم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بعوض اوس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی کسی شی پر اس شرط پر کہ پہر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچہہ قیمت نہین تو بمقابلہ اوسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہہ عبارت ہی بعض نسخون کی اسقاط سے اور وہ صحیح ہو اور صلح حد قذف کی یہہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچہہ مال دیکر صلح کی کہ وہ معاف کر دے تو یہہ صلح بہی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اوسمین غالب ہی اور مغلوب ملحق بالمعدوم ہی اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اوسنے کچہہ مال دیکر صلح کی کہ اوسکو حاکم کے پاس نہ لیجاوے اسواسطے کہ یہہ حق اللہ ہی اور اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی نفعاً ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی صلح سے اول اور ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی حد قذف بہی باطل ہو جاتا ہی

صلح ہی اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لا حدٌ زنیً وشربٍ مطلقاً صلح صحیح نہین حد زنا اور شراب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اوسکی نالش کی ہو یا نکی ہو ھم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سی زنا کیا اور اوسکے زوجکو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچہہ مال پر تاکہ وہ معاف کر دی تو یہہ باطل ہی اور عفو کرنا اوس کا باطل ہے اور اگر حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچہہ مال لیکر اور معاف کر دی تو صحیح نہین اور اوس کا مال پہیر دینا چاہئے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہے کذا فی الطحطاوی وطلبُ الصلحِ کافٍ عن القبولِ من المدّعیٰ علیہِ ان کان المدعی بہ مما لا یتعیّن بالتعیینِ کالدراہمِ والدنانیرِ وطلبُ الصلحِ علی ذٰلک لانّہٗ اِسقاطٌ للبعض وہو یتمّ بالمُسقِطِ اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کے جانب سی کافی ہے مدعا علیہ قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اوس قسم سی ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط البعض حق ہے مدعی کے جانب سی اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علے ذلک کچہہ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہے انتہے لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اوس کا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعیّن بالتعیینِ فلابدّ من قبولِ المدّعیٰ علیہِ لانّہٗ کالبیعِ چوا اور اگر مدعا بہ اوس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنیسے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہی اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کی مانند ہی ھم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتہہ بیچ اور بائع کہے کہ مین نے بیچا تو قول مشتری کا فی نہین قبول سے وحکمُہٗ وقوعُ البرائۃِ عن الدعوی ووقوعُ الملکِ فی مُصالَحٍ علیہِ وعنہُ لو مقرًّا اور حکم اوسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ مدعی کی دعوی کا مقر ہو ھم اشتراط مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وہو صحیحٌ مع اقرارٍ وسکوتٍ وانکارٍ اور صلح ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتہہ ھم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالے (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہی کہ ہر صلح جائز ہے فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹہیراوے انتہے اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین جو حرام کو حلال کر دے کذا فی الطحطاوی فالاوّلُ حکمُہٗ کبیعٍ اِن وقعَ عن مالٍ بمالٍ وحینئذٍ فتجری فیہِ احکامُ البیعِ کالشفعۃِ والردّ بعیبٍ وخیارِ رؤیۃٍ وشرطٍ سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہون گے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رؤیت اور خیار شرط ھم اگر صلح واقع ہوئی ایک گہر کی دوسرے گہر سے تو دونون گہر دونون مین شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پہر اوسمین مدعی عیب پاوے تو اوسکو پہیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکہا تو دیکہنے کے بعد پہیر سکتا ہی اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہی ویُفسِدُہٗ جہالۃُ البدلِ المُصالَحِ علیہِ لا جہالۃُ المُصالَحِ عنہُ لانّہٗ یسقطُ اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنے مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہے یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہین وتشترطُ القدرۃُ علی تسلیمِ البدلِ اور شرط ہی قادر ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ھم حلبی نے کہا یہہ جملہ مستانفہ بجای تعلیل واقع ہوا ہی اس کا عطف یسقط صحیح نہین انتہے یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہین وما استُحِقّ من المدّعیٰ ای المصالحِ عنہ یردّ المدّعی حصّتہٗ من العوضِ ای البدلِ ان کلًّا فکلًّا وبعضًا فبعضًا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سی مستحق ملک غیر نکلے بقدر اوسکے حصہ مدعی عوض سے یعنے بدل صلح سے پہیر دی مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پہیر دیوے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پہیر دے وما استُحِقّ من البدلِ یرجعُ المدّعی بحصّتہٖ من المدّعیٰ کما ذکرنا لانہ معاوضۃٌ وہذا حکمُہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ مستحق ملک غیر نکلے بقدر اوسکے مصالح عنہ مدعی پہیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پہیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پہیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمُہٗ کاجارۃٍ اِن وقعَ الصلحُ عن مالٍ بمنفعۃٍ کخدمۃِ عبدٍ وسکنیٰ دارٍ فیُشترطُ التوقیتُ اِن احتیجَ الیہِ

وإلا فصحيح ثم اور صلح کا حکم اجارہ کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت بیان کرنا لازم
ہو گا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں پھر اونکا نتیجے مانند ہم توقیت شرط ہے اجیر خاص مین چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک مین
توقیت کی نہین چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ويبطل بموت احدهما وبهلاك المحل في المدة
اور باطل ہوتی ہے صلح دونون مین سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل مبطل صلح
اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی مین صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وكذا لو وقع
عن منفعة بمال او بمنفعة عن جنس آخر ابن كمال لانه حكم الاجارة اور اسیطرح کا حکم ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے
یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال نے الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا ہم درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہے جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہین اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد
الجنس سے جائز نہین اسیطرح صلح بھی جائز نہین کذا فی الحلبی والاخيران اى الصلح بسكوت وانكار معاوضة في حق المدعي وفداء يمين
وقطع نزاع في حق الآخر یعنی دونو قسمین صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلا ہے مدعی کے حق مین اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہے دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق مین ہم
مدعی کے حق مین معاوضہ ہے اسواسطے ہوا کہ وہ یہ گمان کرتا ہے اپنی حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق مین قسم کا فدیہ اور قطع نزاع کا ہے اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحينئذ فلا
شفعة في صلح عن دار مع احدهما اى مع سكوت او انكار اور اسوقت مین تو شفعہ نہین اوس صلح مین جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت
یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اوسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کرلی
تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہہ ہے کہ مین نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور
یہہ اوسکا گمان نہین کہ مین نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اوسکو لازم نہین کذا فی الدرر لكن للشفيع ان يقوم مقام المدعي فيدلي بحجته فان
كان للمدعي بينة اقامها الشفيع عليه واخذ الدار بالشفعة لان باقامة الحجة تبين ان الصلح كان في معنى البيع وكذا لو لم يكن
له بينة تحلف المدعى عليه فنكل شرنبلالية لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہے کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوی مین تو اپنا
مطلب بوسیلہ حجت مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہون تو گواہون کو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ مقرر صلح بمعنے بیع کے تہی اور اسطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہون اور شفیع مدعا علیہ کو
سو وہ قسم کہائے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب في صلح وقع عليها باحدهما او باقرار لان المدعي ياخذها عن المال فيؤاخذ بزعمه اور شفعہ
واجب ہے اوس صلح مین جو واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اوسسے مواخذہ کرے
بموجب اوسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اس مین شفعہ واجب
ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعى رد المدعي حصته من العوض ورجع بالخصومة فيه فيخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض
اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اوسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تا مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا
تہا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اوسکے ہاتھہ مین باقی رہے بلا خصومت احدی پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹہیرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہہ
بہی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تہی تو وہ بھی عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الى الدعوى في كله او في بعضه
اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کے طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنے اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح
عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے هذا اذا لم يقع الصلح بلفظ البيع فان وقع به رجع بالمدعى نفسه

لا بالدعوى لان اقدامه على المبايعة اقرار بالملكية عيني وغيره یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل اوسوقت ہی جب کہ صلح بلفظ
بیع نہ واقع ہوئی ہو اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو بہیرلے رجوع اسی الدعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ
ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر ملکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے وهلاك البدل كلا او بعضا قبل التسليم له اى
للمدعي كاستحقاقه كذلك في الفصلين اى مع اقرار او مع سكوت وانكار اور ہلاکی بدل کی قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے
اوسی طرح دونون فصلون مین یعنے صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین ہے یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو
مدعی مصالح عنہ کو بہیرلے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوے کے طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بمقدار ہلاکی صلح
باطل ہوگی اور باقی مین باقی رہیگی کذا فی المنح وهذا لو البدل مما يتعين والا لم يبطل بل يرجع بمثله عيني اور یہہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق
کے مانند ہونا اوسوقت ہی جب کہ بدل اوس قسم ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے
مثل کو مدعی بہیرلے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن كذا في نسخ المتن والشرح وصوابه على بعض ما يدعيه اى عين يدعيها لجوازه في الدين
كما سيجيء فلو ادعى عليه دارا فصالحه على بيت معلوم منها فلو من غيرها صح قهستاني لم يصح لان ما قبضه من عين حقه صلح
کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اوس کا حق ہی یعنے بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے
دعوی مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گہر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے صلح کی اوس گہر کے
ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اوس گہر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح کہتا ہی متن اور شرح کے نسخون مین صالح
عن بعض ما يدعيه ہی اور صحیح عبارت یون تہا کہ صالح على بعض ما يدعيه وحيلة صحته ما ذكره بقوله الا بزيادة شيء اخر كثوب ودرهم في البدل فيصير
ذلك عوضا عن حقه فيما بقي اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہی جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی
دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنیسے تو وہ دوسری چیز عوض ہوجایگی مدعی کے باقی حق سے ہے مثلا گہر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اوس
گہر کی ایک کوٹہری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ کوٹہری کے سوا جو مدعی کا حق گہر مین باقی رہا اوسکے عوض مین درم یا کپڑا
ہوگیا او يلحق به الابراء عن دعوى الباقي یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاے باقی کے دعوے سے ہے یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہہ ہے
کہ گہر کے دعوی مین ایک کوٹہری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے ابرا کردے لكن ظاهر الرواية الصحة مطلقا شرنبلالية ومشى
عليه في الاختيار وعزاه في العزمية للبزازية وفي الجلالية لشيخ الاسلام وجعل ما في المتن رواية ابن سماعة لیکن ظاہر الروایۃ
یہہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہی مطلقا خواہ حیلہ مذکورہ کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ
مین بزازیہ کے طرف اور جلالیہ مین شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹہیرایا ہے ظاہر الروایۃ پر یہہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض
عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اوس سے لازم آتی ہے برات باقی عین سے اور فقہا کا قول یہہ ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہہ
اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہوا اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بہی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اس کا جواب شارح نے اپنے آیندہ
قول مین دیا وقولهم الابراء عن الاعيان باطل معناه بطل الابراء عن دعوى الاعيان ولم تصر ملكا للمدعى عليه ولذا لو ظفر
بتلك الاعيان حل له اخذها لكن لا تسمع دعواه في الحكم اور فقہا کا یہہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اوسکا یہہ ہی کہ
دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہین ہوجاتے ہین اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کرچکا ہے
پاجاے تو اوسکو اون کا لینا جائز ہی لیکن اوس کا قاضی کے حکم مین دعوی مسموع نہوگا بہتر یہہ تہا کہ شارح یون کہتا بطل الابراء عن الاعيان اور دعوی
الاعيان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہہ ہی کہ ابرا کر

اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اوسکا لینا حلال ہے اگر پاجاوے اور بطلان مذکور کا یہہ مطلب نہیں ہو کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا
بعد الابراء صحیح ہو کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی ای قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ
قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققناہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر تو صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ
ہوجائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجاوے تو اوسکو لے لیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام
دین میں ہو اور اسکو ہمنے شرح ملتقے میں تحقیق بیان کیا ہے اشباہ کا حاصل مضمون یہہ ہو کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہو اور دو تو
بلاخلاف مطلقا صحیح ہو یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوبہ ہلاک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہو دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو برائت
عن الاعیان کا مطلب یہہ ہے کہ اوسکے تاوان سے برات صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگی کہ اون پر ضمان نہیں الا
تعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں دیانۃً یعنی کہ جب مالک اونکو پاجاوے تو اونکو لے مگر قضاءً برات صحیح ہو تو قاضی اوسکا
دعوی بعد برات کے نسنیگا اور اسیکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقے میں ہے کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ
اور صحیح ہو صلح مال کے دعوے سے مطلقا اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر کی ہو
جب کہ موجر اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہو منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح
بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر
دعوی کیا کہ یہہ میرا غلام ہے اور اوس نے کچھہ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور
صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھیریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار
مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے کذا فی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد
الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ المال باختیارہ نزل بائعا فلیحفظ میں کہتا ہوں اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہوجائیگا
اور یہی حکم ہر جگہہ ہے کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھیرا دیا گیا اسکو یاد رکھنا
چاہیئے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا
دعوی کیا اور اوس عورت نے کچھہ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اوسکا زوج ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا
ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھیریگا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہو کا ہم عدم حلت بدل اس مسئلہ میں مخصوص نہیں
بلکہ ہر مدعی کاذب کی صلح میں یہہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحل لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو تزوج حلال ہوگا بواسطے
عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأۃ نصا لم یصح وقایۃ ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر
البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھہ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ
والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہو عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں ولو قتل العبد الماذون لہ رجلا
عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر
عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا تو اوسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنے اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں اسواسطے کہ
صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو یہہ صلح اوسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائیگا اور بدل صلح کا مواخذہ
اوس سے ہوگا بعد اوسکے آزاد ہونیکے ولو قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ
اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کے طرف سے صلح کرلی اولیای مقتول سے تو جائز ہو اسواسطے کہ وہ اوسکے

تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ استخلاص اوس کا اوسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے
اوسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے
خارج ہے والصلح عن المغصوب الھالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک کا
اکثر پر اوسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونیسے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے ھ مثلا ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے
غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اوسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اوسکے مالک سے صلح کرلی تو یہہ جائز ہے
امام کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اوسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ
اقل مما صالح علیہ جب مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ
سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ
سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک
علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک
سے غلام کی نصف قیمت سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز نہین اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہی شرعا مقدر اور منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی
باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر
القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولے مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ قاضی کا قیمت ٹھیرانا شارع کے
ٹھیرانیکے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجرای احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہے واللہ تعالے اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر
من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو
بسبب عدم ربا کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع اقرار باکثر من
الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد مین مطلقا اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ اکثر دیت اور ارش سے
یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقا صلح درست ہے خواہ عمد نفس مین ہو خواہ ما دون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے
اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہے اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطاء کذلک لا تصح
الزیادۃ لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا
مین اوسیطرح یعنی اگرچہ خطا نفس مین ہو اقرار کے ساتھہ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین اور مقرر ہے تو
اگر مقادیر دیت کی مغائر سے صلح کی تو صحیح ہے جسطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہے اور
ثانی سے مصالح علیہ ھم خطا کی دیت شرعا معین سو اونٹ یا ہزار دینار یا دس ہزار درم مقرر ہے تو اس پر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلا دو سو اونٹ
یا دو ہزار دینار یا بیندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغائر سے صلح ہو
چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اسباب پر تو بشرط اتحاد مجلس جائز ہے وبتعیین القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ
مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کردینے سے اسکی سوا اور مقدار دوسری جنس کے مانند ہوجاتی ہے یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا
پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلا دو سو دینار پر یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ اونٹ مین
بحکم قاضی حق متعین ہوگیا تو دینار اور درم اوسکے مغائر ٹھیرے دوسری جنس کے مانند تو حمل سے المعاوضہ ممکن ہوگیا کذا فی المنح ولو صالح علی
خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیارا اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہے تو اب اوسپر خطا کی دیت

علہ پہر ہوی مترجم دو اول کا کلمہ ہزار کی جگہہ لکھا گیا دونون جگہہ مناسب یہہ تہا کہ دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم لکہتا پس صلح زیادہ پر ہوتی ۱۲ منہ

لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمداً بسبب ہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع کیا ہے کذا فی الاختیار ۔ وکّل زیدٌ عمرًا بالصلح عن دمٍ عمدٍ
او علی بعض دینٍ یدّعیہ علی آخر من مکیلٍ او موزونٍ لم یلزم بدلہ الموکِّل لانہ اسقاطٌ فکان الوکیل سفیرًا ۔ وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد
کی صلح کریگا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہے دوسرے شخص پر من جملہ کیلی اور موزونی کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسلئے کہ
اسقاط ہے یعنے اسقاط قصاص ہے قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہے مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھیرا عاقد یہ اوس صورت میں ہے جب کہ صلح وکیل کی
طرف سے صادر ہوئی ہو ۔ ولی مقتول کے طرف سے کیونکہ وہ جس قدر ہو تو اوسکو یون نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اوسکو دینا لازم ہے اور ہر مسئلہ میں شک
دین میں مدعی کے طرف سے وکیل ظاہر نہیں اسواسطے کہ مدعی موکل ہے تو بدل صلح اوسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا او علی بعض دینٍ یدّعی
علیہ آخر کذا فی الکفایۃ الا ان یضمنہ الوکیل فیؤاخذ بضمانہ کما لو تمّ الصلح من الوکیل عن مالٍ بمالٍ عن اقرارٍ فیلزم الوکیل لانہ حینئذٍ
کالبیع مگر یہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونیکے سبب سے نہ وکیل ہونیسے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کی دعوی مال کے عوض
مال سے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہے یعنے اور بیع میں وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے
ہیں اما اذا کان عن انکارٍ لا یلزم الوکیل مطلقًا کذا فی الدرر ۔ اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقا لازم نہیں کذا فی البحر والدرر مطلقا
وکیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ اوسکے غیر میں کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولیٌّ بلا امرٍ صحّ ان ضمن المال او اضافہ
الی مالہ او قال علیّ ہذا او کذا او سلّم المال صحّ وصار متبرعًا فی الکلّ الّا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ ۔ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کی طرف
سے بدون اوسکے امر کے تو صلح صحیح ہے اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح تلے بدل صلح کو اپنے مال کے طرف نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ
کرکے کہ صلح کرتا ہوں اس پر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہے اور فضولی متبرع ہو جائیگا سب صورتون میں مگر جب
ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہ ہوگا کذا فی عزمی زادہ ہم اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہے کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم
اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہے والّا یسلّم فی الصورۃ الرابعۃ فہو موقوفٌ فان اجازہ المدعا علیہ جاز
ولزمہ البدل والّا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہے سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہے اور اوسکو بدل
صلح لازم ہے اور اگر جائز نرکھے تو صلح باطل ہے والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالصلح اور خلع جمیع مذکورات مین احکام مسئلہ
صلح کی مانند ہے یعنی جب کہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کے طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اوسکو اپنے مال کیطرف
نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہے اور فضولی کو بدل لازم ہے اور وہ متبرع ہے اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہے اور نہیں تو
عورت کی اجازت پر موقوف ہے ادّعی وقفیۃ دارٍ ولا بیّنۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقًا فی
دعواہ وقیل قائلہ صاحب الاجناس لا یطیب لانہ بیعٌ معنیً وبیع الوقف لا یصحّ ۔ ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور
مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر و قدنے قطع خصومت کے واسطے اوس سے صلح کرلی تو جائز ہے اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہے اگر وہ اپنے دعوی
مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہے کہ بدل مذکور حلال نہیں اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہے اور بیع وقف کی صحیح نہیں کلّ صلحٍ
بعد صلحٍ فالثانی باطلٌ جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہے ہم صلح ثانی اوسوقت باطل ہے جب کہ صلح سبیل الاسقاط ہو اور جب کہ
عوض پر صلح ہو پھر دوسرے عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہے اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح
بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء ۔ اسیطرح نکاح بعد نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہے ہم مسئلہ
نکاح خلافی ہے جامع الفصولین میں ہے ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اوسی سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے
کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ میں ہے کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح میں کذا فی

حاشیۃ الاشباہ الحموی مین اور صلح بعد الشراکی یہہ صورت ہو کہ ایک شخص نے گہر دوسرے سے مول لیا پہر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گہر میری ملک ہی سو بائع سے اوس سے صلح کی تو یہہ صلح باطل ہے بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خریدنے پر ملک بائع کی دلیل ہے پہر دعوی اور صلح بعد اوسکے صریح تناقض ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر خریدار نے بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہے اور صلح باطل ہو کذا فی الطحطاوی وَالاَصلُ اَنَّ کُلَّ عقدٍ اُعِیدَ فَالثانی باطلٌ الا فی ثلثٍ مذکورۃٍ فی بیوعِ الاشباہ الکفالۃُ والشراءُ والاجارۃُ فلتُراجَعْ اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہہ ہو کہ جو عقد کہ دوسری بار منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہے مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو اونکے طرف رجعت کرنا چاہیئے ہم تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پہر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شراء بعد الشراء اجب کہ ثمن اول کے مغایر ہو اسطرح کہ اوس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارۃ علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی

اَقامَ المدعیٰ علیہ بَیِّنۃً بعدَ الصلحِ عن انکارٍ اَنَّ المدعیَ قالَ قبلَہ قبلَ الصلحِ لیسَ لِی قِبَلَ فلانٍ حقٌّ فالصلحُ ماضٍ علی الصحۃِ دلیلہ گواہ قائم کیئے بعد اوس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تہا قبل صلح کے کہ میرا کچھہ حق نہین فلانے کے جانب تو صلح جاری اور نافذ ہو صحت پر ہم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ لاحقہ کے کہ اوسمین مدعی کا یہہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہے اپنے دعوی مین ولو قالَ المدعی بعدَہ ماکانَ لی قِبَلَہ قِبَلَ المدعا علیہ حقٌّ بَطَلَ الصلحُ بحر قالَ المصنفُ وہو مقیدٌ بالاطلاقِ العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کے جانب کچھہ حق نہین تو صلح باطل ہوگی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ بحر الرائق کی تردات اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہے ہم عمادیہ کی عبارت یہہ ہے ادعیٰ بکر فصالحہ ثم ظہر بعدہ انْ لا شیءَ علیہ بطلَ الصلحُ انتہی یعنی بکر نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اوس سے مصالحہ کرلیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اوسپر کچھہ حق نہین تو صلح باطل ہے تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین یہہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہے نہ مصالح کے اوس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن دعویٰ البزازیۃ انَّہ لو ادعی المِلکَ بجہۃٍ اُخریٰ لم یبطلْ فلیحرر پہر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین تو اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیئے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہہ ہے کہ بطلان صلح اوس وقت ہی جب کہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پہر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پہر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھہ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہے تو اسمین کچھہ اشکال نرہا وَالصلحُ عن الدعوی الفاسدۃِ یصحُّ وعن الباطلۃِ لا والفاسدۃُ ما یمکنُ تصحیحُہا بحر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ہم دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہے مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ہیگا جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ یا التصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وَفی الاشباہ اَنَّ الصلحَ عن انکارٍ بعدَ دعویٰ فاسدۃٍ فاسدٌ الا فی دعویٰ بمجہولٍ فجائزٌ فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کی ہو کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہو تو ہمکو یاد رکہنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہے کہ علمای خوارزم کا فتوی اسپر ٹہر گیا ہی کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اوسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی وقیلَ اشتراطُ صحۃِ الدعویٰ لصحۃِ الصلحِ غیرُ صحیحٍ مطلقاً فیصحُّ الصلحُ مع بطلانِ الدعویٰ نما اعتمدہ صدرُ الشریعۃِ آخرَ البابِ واقرَّہُ ابنُ الکمالِ وغیرُہ فقرا

الاشتغال كما مر في الجنسه اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقاً خواہ اوسکی تصحیح ممکن ہو یا
تو صلح صحیح ہو بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے جسکو ابن کمال پاشا
نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اوسکے طرف مراجعت کرو طحطاوی نے کہا کہ جسکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعہ نے جو بحث کی ہے
پکڑ دی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گہر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول پر صحیح
ہوا اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کے معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعة
وحق وضع الجذوع على الاصح اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح شرب کہ
اول عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسلئے
کہ حق شفعہ مال نہین جسکا معاوضہ درست ہو اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت
علم بینہ مدعی قسم کہانی پڑے والاصل انه متى توجهت اليمين نحو الشخص في اى حق كان فافتدى اليمين بدراهم جاز حتى في دعوى
التعزير مجتبى بخلاف دعوى حد او نسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کے
جانب کسی حق مین ہو سو اوس نے یمین کے بدلے درم دیئے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد
اور نسب کے کذا فی الدرر اور دعوی تعزیر کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اوس نے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجھکو پلید کہا
اور قسم مدعا علیہ پر عاید ہوئی سو اوس نے قسم کے بدلے درم دیئے تو بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہہ صورت ہے کہ مثلاً عورت نے دعوی
کیا کہ یہہ بیٹا میرا اوس مرد کا میرے پیٹ سے ہے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین الصلح ان كان بمعنى المعاوضة بان
كان دينا بعين ينتقض بنقضهما اى بفسخ المتصالحين اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو اسطرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی
ہے دونون کے توڑ دینے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان كان لا بمعناها اى المعاوضة بل بمعنى استيفاء البعض واسقاط الباقي
فلا ينقض اقالته ولا نقضه لان الساقط لا يعود قنية وصيرفية فليحفظ اور اگر صلح بمعنے معاوضہ نہو بلکہ بمعنے استیفای بعض حق
اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہین اور نہ اوس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہین پھر آتی کذا فی القنیة والصیرفیة سو اسکو یاد
رکہنا چاہیئے ولو صالح عن دعوى دار على سكنى بيت منها ابدا او صالح على دراهم الى الحصاد او صالح مع المودع بغير دعوى
الهلاك لم يصح الصلح في الصور الثلث سراجية اور اگر گہر کے دعوی سے صلح کی اوسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی
درمون کے دینے پر کہیتون کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہین تینون صورتون مین کذا فی
السراجية قيد بعدم دعوى الهلاك لانه لو ادعاه وصالحه قبل اليمين صح به يفتى خانية مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کر لے قبل قسم کہانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیة فا
يصح الصلح بعد حلف المدعا عليه دفعا للنزاع باقامة البينة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کہانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع
ہو جائے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو ادعى المدعى بعده على اصل الدعوى لم تقبل الا في
الوصي عن مال اليتيم على انكار اذا صالح على بعضه ثم وجد البينة فانها تقبل اور اگر گواہ لائے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول
نہین مگر وصی کے دعوی مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جب کہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ
پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبي فاقامها تقبل ولو طلب يمينه لا يحلف اشباه اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اوس نے گواہ قائم کئے تو
بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیا تو قسم نہ لی جائیگی کذا فی الاشباہ ثم طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ

قسم چاہی یا یتیم قسم چاہی بعد بلوغ کے تو قسم لی جاویگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ ۔ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ و بالثانی فی السراجیۃ
وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور دوسرا قول یہہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہین یقین کیا ہی اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین
اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ھم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا
قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہے اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون
اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتاخرون والاول اصح بزازیۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا
دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہین متقدمین کے نزدیک اور علمای متاخرین اونکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیۃ بخلاف
طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ
اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہے تو ثبوت حق لازم نہین بخلاف صلح
عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہی صالح عن عیب او دین وظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح وہی کا احکا
اشباہ ۔ و درر صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوئی
اور اسکو پھیر دے جسکو اوس نے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین

یہہ فصل ہے دعوی دین کے احکام مین الصلح
الواقع علی بعض جنس ماله علیه من دین او غصب اخذ لبعض حقه وحط لباقیه لا معاوضة للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اوس
مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ لینے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہین ہے
بیاج کے سبب سے یعنی اوسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ اور زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہین اور عاقل کا تصرف بقدر امکان
صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدله عن الف حال علی مائة حالة اور اسوقت مین یعنی جب کہ صلح مذکور
اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹہیرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو بلا مدت پر ھم بدل
صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہہ مثال ہے فقط اسقاط بعض
حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر ھم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جیاد علی
مائة زیوف اور صلح صحیح ہے ہزار کہری درہم سے کہوٹے سو درم پر ھم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہے ولا یصح عن
دراهم علی دنانیر مؤجلة لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئة اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہہ
عقد صرف ٹہیرا تو بطریق نسیئہ جائز نہوگا ھم یعنے دینار حق کی جنس نہین ہے کہ اخذ بعض حق ٹہر کے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہہ معاوضہ ہی عقد صرف کا
تو مدت صحیح نہوگی او عن الف مؤجل علی نصفه حالا الا فی صلح المولی مکاتبه فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو
درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی ھم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف حق کا لینا عوض
ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولے کے اسواسطے کہ احسان ہونے کا ظاہر تر ہے معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او
عن الف سود علی نصفه بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منهما فمعاوضة یا صلح صحیح نہین
ہزار سیاہ درہم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ احسان اگر دائن کے طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونو
کے طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی ھم دائن کا احسان یہہ کہ اوسپر صلح کرے جو اوسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت مین
اور دائن اور مدیون کا احسان یہہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی
یا ایک جنس کی صلح ہو دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹہیرا تو معاوضہ کا حکم اسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ

ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا اور نتقی میں ہے قال لغریمہ اد الی خمسمائة غدا من الالف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی
فقبل وادی فیہ بری وان لم یود فہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط اور اگر دائن نے اپنے مدیون سے
کہا کہ تو میرے پاس پانسو کل ادا کر ہزار سے جو تیرے ذمہ ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائیگا نسبت باقی سے سو مدیون نے قبول کیا
اور اوسنے ان پانسو ادا کئے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اوسنے پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اوس کا دین پورا پھر آویگا چنانچہ پہلے شرط کے سبب
فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط معنوی ہے بلفظ علے لیکن گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی
براءت میں تو در صورت عدم ادا شرط ثابت ہوگی وجوہہا خمسہ احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء
مطلق اور اس مسئلہ کی پانچ صورتیں ہیں ایک ان میں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہو چکی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید لگائی
تو عدم ادا سے دین اعادہ نکریگا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہے ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجھکو پانسو دے ہزار سے اس پر
تو بری ہو باقی سے تو اگر مدیون ادا نکریگا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابرای مطلق ہے یہ ابرای مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت
معین نکیا تو ادا سے غرض صحیح نہیں کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت مقید بادا نہیں والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ
علی نصفہ یدفعہ الیہ غدا وھو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کالوجہ الاول لما قال لانہ
صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہے اور اسیطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون
زائد از نصف سے بری ہے اس شرط پر کہ اگر اوسکو کل نہ دی تو تمام اوس پر ثابت ہے تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے
کہ اس قول میں براءت کی صریحا تقیید ہے ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی اور ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا
نکریگا تو سب دین اوسپر قائم ہے بالاجماع کذا فی شرح الوقایة والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ مابقی غدا فھو بری ادی الباقی
فی الغد اولم یود لانہ بدا بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہے سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے دوسرے نصف کو مدیون اسکو
کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق
بصریح الشرط کان ادیت الی کذا فانت بری لا یصح الابراء لما تقرر ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ
اور پانچویں صورت یہ ہے کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر ادا کرے یا جب جسوقت ادا کرے تو ابرا
صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم سیئے اگر یوں کہے کہ اگر تو مجھکو اسقدر دے
تو تو بری الذمہ ہے باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنے ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور
تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحرف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو
چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایة ہو صحیح وان قال المدیون لاخر سرا لا اقر لک بمالک
حتی توخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں
تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجھکو تاخیر نہ دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو
یہ سب صلح ہے اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے
پورا دین نہیں لیسکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال اور اگر اعلان کیا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال
لے اعلان سے مراد یہ ہے کہ وہ درخواست تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا
اسیطرح کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں اور اعلان میں پورا دین اوسوقت فی الحال لیگا جب کہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کر دیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو

صحیح ہوگا بلکہ اعلان ادے ہی خفا سے ولو ادّعی الفاً وجحد فقال اقرلی بہا علی ان احطّ منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ
لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اوس کا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ مین ہزار سے سو کم کر ڈالونگا
تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجھکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہہ رشوت ہے ولو قال ان اقررت
لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صحّ الاقرار لا الحطّ مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرا اوپر سے مجملہ ہزار
کے سو کم کر ڈالون پہر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے نہ کم کر ڈالنا کذا فی المجتبی ھ اسواسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ
کہ اوسمین تعلیق معنوی ہے نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستھلک
مشترک اذا قبض احدھما شیئاً منہ شارکہ الاٰخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے
چنانچہ ثمن اوس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا تہلک مشترک کی قیمت ہو جب کہ ایک شریک دین مشترک
سی کچہہ لیگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچہا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ثمن مبیع مثلاً
ہی اوس صورت کو جب کہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز
علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو
شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتہہ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اوسی مرد کے ہاتہہ اپنا حصہ بہی پانسو کو بیچا
اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکہا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوض مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب مختلف ہے اور مشارکت مین یہہ
ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اس پر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ سوم
ہے اور فلانے کا حصہ پانسو درم سے ہے پہر ایک شخص ادین سے کچہہ قبض کرے تو دوسرے کی اوسمین مشارکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بائعین کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدھما عن نصیبہ علی ثوب ای علی شیء من خلاف جنس الدین اخذ
الشریک الاٰخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک
کپڑے پر یعنی خلاف جنس دین پر تو دوسرا شریک اوس کپڑے کا آدہا لیگا مگر یہہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی
چوتہائی کی ضامنی کر دے تو اب اوس کا حق نرہیگا کپڑے مین ھ مثلاً اصل دین چار درم تہا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک
شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑا لے لیگا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک
کا کپڑے مین حق باقی نرہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ
فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچہہ خرید کیا تو شریک مشتری ہی دوسرے
شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنے بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن مین
یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنے مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اوسکے حق کے مدیون کے ذمے پر
اذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جب کہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے
تو شریک ثانی اوس سے ربع دین کو نہ پہیرلے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا تلفے اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ اتلاف
مین وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدھما دین قبل وجوب دینھما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ
قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون شریکون کے دین کے
مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اوسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ھ اور مشارکت

مقبوض میں ثابت ہوتی ہے تو یہی قرض دین سابق میں بھی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر عادت ہو تو اب مقبوض
شریک قبض کے ہو گا اور اسمین شرکت ثابت ہو گی کذا فی الطحاوی وکذا اذا الشرکات المدین لہا من المحین ثم المدی علی ہذا ... اور اگر ایک
شریک نے مدیون کو بری یا ہبہ کرے بعض دین سے تو باقی دین اوسکے حساب سے تقسیم ہوگا مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درہم ہون
اور ایک شریک نے اپنے حصے سے نصف معاف کر دی تو اوس کا مطالبہ مدیون سے پانچ درہم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درہم کا وکذا
المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہے تو ہم مقاصہ اس طرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درہم دین تھے بیس درہم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درہم
بعد ہو تو اوسکے دین میں تو قسمت دونون شریکون میں [illegible] سے ہرگی سے شریک مدیون پانچ درہم پاویگا اور دوسرا شریک دس درہم
وکذا تاجیل نصیبہ عند ابی یوسف الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور ایک
قول امام [illegible] اجل احد الشریکین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور امام محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول
کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحاوی والقہستانی الا استئجار بنصیبہ [illegible] والقہستانی حیلۃ
حکمی اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ ولیہا الغدر ... اپنے حصے کے قبض سے دین مشترک کا نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے یعنی اگر ایک شریک کسی
چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اوسکے پاس تلف ہو جاوے تو اپنے حصے کا قابض ٹھیریگا تو دوسرا شریک اوسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس [illegible]
اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھیرے گا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ میں یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہیں
کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ در حکم
اموال ہے تو جنایت خطا کی صلح میں قابض ٹھیریگا کذا فی الطحاوی وحیلۃ اختصاصہ بما قبض ان یہبہ الغریم قدر دینہ ثم یبریہ [illegible]
شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اوسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کر دے مثلاً ایک شریک کا دین الیہ
پر چالیس درہم ہے تو اگر مدیون اوس شریک کو چالیس درہم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کر دے تو ان چالیس درہم میں شریک ثانی کی
شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او یبیعہ بہ کفامن تمر مثلاً ثم یبریہ ملتقط وغیرہ وتمامہ فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے
ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اوسکا حصہ اوسکا کھجور کا ثمن ٹھیراوے پھر مدیون کو دین معاف کر دے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں یعنی اگر اوسکا حصہ دین سے دس درہم ہو تو دس درہم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کر دے تو اب جو مدیون اوسکو
ادا کرے وہ کا دہ ثمن بیع ٹھیریگا نہ اوسکے دین کا حصہ کذا فی الطحاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من رأس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد وکان قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور بیع سلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے
حصہ سے صلح کی مسلم الیہ سے اوس مال پر جو اوس نے دیا بعتبار راس المال سے تو اگر دوسرے شریک صلح کو جائز کہے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہو گی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہے قبل اوسکے مقبوض ہونیکے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل
ہے یعنی جب کہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون میں اور راس المال بیس درہم دی اور ہر ایک نے دس دس درہم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے
دس من گیہوں سے اس دس درہم پر صلح کی اور دس درہم جو مسلم الیہ کو دیئے تھے سو اوس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت
شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہو گی اور دس درہم مقبوض دونون میں مشترک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونون میں مشترک
ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو گی اسواسطے کہ دونون کے حصے میں بدون رضامندی شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط صالح
کے حصے میں جائز کہیے تو لازم آتا ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اوسکے حصے کی بلا تمیز نہیں ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور
نہیں کذا فی الدرر [illegible] ولو کانا شریکی مفاوضۃ وعنان جاز مطلقاً بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوضہ ہون تو مطلقاً جائز

کذا فی البحر هم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہی کہ جاز و لو فی البیع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ بیع سلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص بعض صلح نہین بلکہ جیسے
وہ سب مین فسخ کری تو جائز ہے **فصل فی التخارج** یہہ فصل ہے تخارج کے احکام مین ف تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع مین تخارج اس سے
عبارت ہی کہ وارث اسپر اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھہ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدهم عن
الترکۃ وہی عرض او هی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذهب بفضۃ دفعوها لہ او علی العکس او عن نقدین بهما
صح فی الکل صرفا للجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکہ سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہے بعوض
اوس مال کے جو اونہون نے اوسکو دیا یا وارثون نے اوسکو نکالا اوس متروکہ سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اونہون نے اوسکو دی یا بالعکس اسکے
کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کے طرف پھیر کر
هم صرف جنس بخلاف جنس یہہ علت ہی تخارج عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما هو صرف جو مال کہ وارثون
نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر بہر صورت تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اوس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہی یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج
چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوی وفی اخراجہ عن نقدین وغیرهما باحد النقدین لا یصح الا ان
یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے
تخارج صحیح نہین مگر یہہ کہ جو سونا یا چاندی اوس وارث کو دیا گیا ہے وہ زیادہ ہو اوسکے حصے سے اوس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو هم یعنی اگر
متروکہ مین درہم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درہم ہوتے ہون تو عوض اوسکا دس درہم سی زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم
عوض سے اوسکے حصے کے برابر ہو جاوین اور باقی درہم باقی متروکہ مغایر درہم کے مقابلہ مین پڑین اور اگر عوض کے درہم فقط دس ہون یا کم یا کیہ
وارث کا حصہ درہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ
وجلالیۃ اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز
مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع
المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون اوسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو وہ دیتے ہیں بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے
واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر
من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوی اور حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی
وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے هم جب وارث خارج نے دیون کو
باقی وارثون پر چھوڑا تو اوس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اوسکو مالک کرنا باطل ہی
جسپر دین ہی ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین ممن علیہ الدین فیسقط
قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کے حیل اور تدابیر مذکور کین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر وارث شرط کرین
صلح مین ابرا مدیونون کا مصالح کے حصۂ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین مین اوسکو وہ معاف کر دی تو صحیح ہے اسواسطے کہ اس ابرا مین مالک
کرنا ہی دین کا اوسکو جسپر دین ہی اور یہہ صحیح ہے تو بقدر اوسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونون سے هم اس حیلہ مین باقی وارثون کا فائدہ
یہہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہہ نہین کہ اوسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی صدر الشریعۃ او قضوا نصیب
المصالح منہ ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکے
جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلا دے مدیونون سے هم اس حیلہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی

اسی طرح کہ نقد بہتر ہے نسیہ سے کذا فی شرح الہدایۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالوہم بالقرض علی الغرماء
وقبلوا الحوالۃ وھذا احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اوسکے حصہ کے دین سے اور صلح کرلیں مصالح سے دین کے سوا
اور چیزوں کے سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہو اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور بقیہ ورثہ اس حوالہ کو قبول کرلیں
اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلوں سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا
ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فی الطحاوی والاوجہ ان یبیعوا کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن ملک اور زیادہ
حیلہ یعنی آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر چھوہارا یا مانند اسکے بیچیں بقدر اوسکے دین کے پھر مصالح
اپنے حصہ دین کا مدیونوں کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اس وجہ میں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے
وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار
شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکہ کے اعیان معلوم نہیں اور اوسمیں دین نہیں اوس کی صلح کے صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح
صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب معتبر نہونے شبہۃ الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہے ہم یعنی جب ترکہ میں دین نہو اور اعیان اوسکے
معلوم نہوں اور مکیل یا موزون پر صلح کا ارادہ ہو تو اوسکی صحت میں اختلاف ہے فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ظہیر الدین
عدم صحت کا قائل ہے بعلت شبہہ ربوا وجہ صحت یہ ہے کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہہ ہے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ ترکہ میں مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اوسکے
ہونے کے پھر یہ احتمال ہے کہ بدل صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہے اور عدم صحت میں شبہہ سود کا معتبر ہے نہ شبہۃ الشبہہ وقال ابن الکمال
ان فی الترکۃ جنس بدل الصلح لم یجز وکذا اذا لم یدر علی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ میں بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز
نہیں اور اگر ہمجنس نہیں تو صلح جائز ہے اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اوس صورت میں اختلاف ہے ولو الترکۃ مجھولۃ وھی غیر مکیل او موزون
فی ید البقیۃ من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لقیام ما فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز لعدم
علم ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور اگر ترکہ غیر مکیل یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہے قول اصح میں اسواسطے
جہالت اوسکی موجب نزاع نہیں بسبب موجود ہونے ترکہ کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ میں تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہیں جب تک
کہ تمام مقبوضہ اوسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہے تو تسلیم کی حاجت نہیں تو
جہالت موجب نزاع نہیں لہذا صلح صحیح ہے اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہے تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہیں کیونکہ بیان التسلیم کی حاجت
ہے اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہے وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہے صلح ایک وارث سے اوسکے نکالنے
کے لئے اور باطل ہے قسمت ترکہ کے وارثوں میں باوجود محیط ہونے دین کے ترکہ سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہوا تو ورثہ ترکہ کے مالک نہیں ہوا دسمین صلح
یا قسمت جاری کریں اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہے الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع ہم مگر اوس صورت میں صلح اور قسمت باطل نہیں جب کہ
ورثہ دین کے ضامن ہوں بلا رجوع یعنے ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لیں اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول ٹہیریگا کذا فی الطحاوی او یضمن اجنبی
بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ہم تقیید براءت میں شارح مصنف کا تابع ہوگیا ہے اور زیلعی میں تو عدم رجوع
فی الترکۃ پر اشتراط کا مدار ہے کذا فی الطحاوی او یوفی من مال اخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوای ترکہ کے یعنی وارث خواہ اپنے مال
سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہے کذا فی الطحاوی ولا ینبغی ان یصالحوا ولا یقسم قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار
نہیں کہ صلح کریں وارث یا قسمت کیا کریں دین ادا کرنے سے پہلے اوس ترکہ میں جسکو دین محیط نہیں ہم اسواسطے کہ میت کی گلوخلاصی اول
بہتر ہے طحطاوی نے کہا یہ صورت نہ کرے وہ میں صلح اور قسمت کر دے ہے ولو فعلوا الصلح والقسمۃ صح لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو

وقف الكل تنفرد الورثة فيوقف قدر الدين استحسانا وقاية لئلا يحتاجوا الى نقض القسمة بحر اور اگر صلح اور قسمت کیجاے ترکہ مذکور دین
قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہے اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف رہے تو وارثون کا ضرر ہے تو
بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر ہم استحسان متعلق ہی صحت
یعنی صلح اور قسمت صحیح ہے استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہہ ہے کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکہ کا ہر جز مشغول بدین ہے
بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثة فحصته تقسم بين الباقي على
السواء ان كان ما اعطوه من مالهم غير الميراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکالا الا ازراہ صلح کے تو اوسکا حصہ
باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو اونہون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو میراث کے سوا وان كان
المعطى مما ورثوه فعلى قدر ميراثهم يقسم بينهم اور اگر دیا مال اوسمین سے ہو جسکو اونہون نے میراث مین پایا تو بقدر اونکی میراث کے
اونمین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقيده الخصاف بكونه عن انكار فلو عن اقرار فعلى السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید
لگائی ہے یعنی جب کہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھہ مال دیکر صلح کرین تب یہہ تفصیل ہے تو اگر صلح ورثہ کی اقرار
میراث سے ہو تو قسمت برابر ہے مطلقا خواہ ترکہ سے بدل صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے اسواسطے کہ یہہ صلح بیع کے مانند ہے تو گویا وارثون نے اوسکو خرید
کیا اور تساوی ظاہر نہین مگر جب کہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدهم عن بعض الاعيان صحيح اور صلح کرنا ایک وارث کا
بعض اعیان ترکہ سے صحیح یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم يذكر في صك التخارج ان في التركة دينا ام لا فالصك صحيح و
كذا لو لم يذكره في الفتوى فيفتى بالصحة ويحمل على وجود شرائطها مجمع الفتاوى اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہہ مذکور نہو کہ ترکہ مین دین
تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہے اور ایسے ہی اگر یہہ مذکور نہو فتوی مین یعنے استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاوے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت
صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنے مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصى له بمبلغ من التركة كوارث فيما قدمناه من مسئلة
التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکہ سے وصیت کیگئی ہو وہ وارث کے مانند ہے اون احکام مین جنکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین تخارج کے مسئلہ
یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہے اوسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہے صالحوا اى الورثة احدهم وخرج من بينهم لو ظهر
للميت دين او عين لم يعلموها هل يكون ذلك داخلا في الصلح المذكور قولان اشهرهما لا بل بين الكل والقولان حكاهما في الخانية
مقدما لعدم الدخول وقد ذكر في اول فتاواه انه يقدم ما هو الاشهر فكان هو المعتمد كذا في البحر قلت وفي البزازية انه الاصح ولا
يبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم
نہ تھا تو یہہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہے
بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہے اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہے عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے
فتاوی کے اول مین ذکر یہہ کیا ہے کہ جو قول مشہور تر ہے وہی مقدم ہے تو عدم دخول ہی معتمد ٹھیرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ البتہ
وہی صحیح تر قول ہے اور صلح مذکور باطل نہوگی وفي الوهبانية وفي مال طفل بالشهود فلم يجز وما يدعي خصم ولا يتنور اور وہبانیہ
مین ہے اور صلح طفل کے اوس مال مین جو گواہون سے ثابت ہے جائز نہین اور صلح جائز نہین اوسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی
گواہون سے روشن نکرے ھ اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہے اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق
نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہو نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہے کذا فی الطحطاوی ۵ وصح على
الابراء من كل عائب اور صحیح ہے صلح ابرا پر ہر عیب سے یعنے مشتری اگر براءت عیوب مبیع پر کچھہ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہے طحطاوی

کہا اسواسطے کہ ابراء من العیب بلا بدل صحیح ہی تو صلح بھی بدل کے ساتھہ بھی صحیح ہی کیونکہ یہہ اسقاط حق ہے۔ ولو ادعی عیبا فصالحه منه ثم زال

اور اگر عیب بیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہے ہم یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکہہ میں سفیدی دیکہکر صلح کی اور بعد اسکے آنکہہ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی

اور بدل صلح پہیر دیا جاوے اور صلح ہر عیب اول کا حکم ہے کذا فی المحیط وی ہے ومن قال لآخر احلف انه لیس علیک شی فانت بریء اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہو کہ اگر

تو قسم کہاوی تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہیں یعنے پہر مدعا علیہ نے قسم کہائی تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ ابراء کی تعلیق شرط صریح پر جائز نہیں جیسا کہ

مذکور ہوچکا تو اگر مدعی گواہ لاویگا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاویگی اسواسطے

کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہیں اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہیں ہوئی کذا فی المحیط وی ہے وکذلک لو قال ان حلفت فانت بریء اگرچہ مدعی قسم کہاوی تو صلح

باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اسی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں ہم مدعی کی قسم کی یہہ صورت ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کہاوی

اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کہاتے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر

فلانا شخص جو غیر مدعی ہے قسم کہاوی تو مال مجہہ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی المحیط واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الغفور

کتاب المضاربة

یہہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام میں ہی لغة مفاعلة من الضرب فی الارض وهو السیر فیها مضاربت باعتبار لغت عرب

مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین کے چلنے پہرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکہا کہ مضارب زمین پر چلتا پہرتا

ہی نفع حاصل کرنیکے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض بمعنے قطع ہوا اور صاحب مال کچہہ اپنا مال کاٹ کر

مضارب کو دیتا ہے کذا فی البحر وشرعا عقد شرکة فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعاً مضاربت شرکت

فی النفع کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کے جانب سے ہو اور عمل مضارب کے جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دئے

کہ اونسے تجارت کرو اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے

ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب بسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ یہہ مال لیجا بطریق مضاربت

یا مقارضہ یا معاملہ کے یا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدمی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل

ہو اوسمین سے تیرا آدہا حصہ ہی یا یون کہے یہہ مال لے آدہوں آدہ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہہ مضمون ادا ہو کذا فی المحیط وی ہے

الحموی وحکمها انه امین لانه اید انه ابتدا اور حکم مضاربت یعنی اوسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت آثار کہا کہ

شرع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہو باذن مالک نہ بروجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض

بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض بطریق وثیقہ ہے کذا فی الدرر پہر جب مضاربت ایداع ٹہیری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں

ومن حیل الضمان ان یقرضه المال الا درهما ثم یعقد شرکة عنان بالدرهم وبما اقرضه علی ان یعملا والربح بینهما ثم یعمل المستقرض

فقط فان هلک فالقرض علیه اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوای ایکدرم کے پہر شرکت

عنان منعقد کرے اوس باقی درم سے اور اوس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کرین اور نفع دونو

مین برابر ہو پہر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے

خاص کیا کہ اوسمین نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہوجاویگی اور مفصل

اشتراط العمل وامدہ ہو الاطلاق ملحوظ ہی کہا اس حیلہ سے مضاربت باقی نرہی بلکہ راس المال میں شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل لتصرفه بامره اور مضاربت

توکیل ہی عمل کے ساتھہ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پہر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے

کذا فی الدرر وشرکة ان ربح اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اوسمین شریک ہونگے

وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اوسکو جائز بھی رکھے بسبب ہوجانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل لہ اجر مثل عملہ مطلقا ربح اولا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہوجاوے تو اب اسوقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اوسکے واسطے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت میں نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ دی جاوے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرطہ لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شیء لہ فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فصوابہ استثناء من اجر عملہ مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہے مگر اوس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اوسکو کچھہ نہ ملیگی یتیم کے مال سے جب کہ وصی عمل کریگا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت عمل سے ہم یہاں محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ابہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء لہ سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیہا ایضا کصحیحۃ لانہ امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا دفع المال الی اخر مع شرط الربح کلہ للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنے یہہ عقد مضاربت نہیں بلکہ عقد بضاعت ہم تو دوسرا شخص عمل کرنیسے وکیل محسن ہوگا مالک کا احسان یہہ کہ اپنے واسطے نامل سے فائدہ شرط نہیں کیا ومع شرطہ للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونیکے ساتھہ مال دینا قرض ہے بوجہہ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونوں میں یہہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنیوالے کو صاحب مال تو یہہ مضاربت نہیں ہی قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر جب کہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اوسکے بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہی نہ اوسکے عوض میں تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھیرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وشرطہا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں اشرط راس المال کا مثل اثمان کے ہونا ۲ اوسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال کا تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے جیسا کہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اوس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہو اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونیکے وقت تو وہ مال ضرور ہو جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنی دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر سکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وہو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کریں مقدار معین راس المال پر مثلا ہزار یا دو ہزار درم پر وکفت فیہ الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی ہم صورت اشارہ یہہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیئے اور اونکی مقدار معلوم نہیں تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفتہ للمضارب بیمینہ والبینۃ للمالک اور صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہے اوسکی قسم کے ساتھہ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہی واما المضاربۃ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہوا اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعہ وضارب بثمنہ ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام

اور دبار غرمیہ کر ہپر اوسکو بیچا اور اوسکے ثمن سے مضاربت کرے سو اوس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہو گا اسواسطے کہ مضاربت خلام کے طرف مضاف نہیں
ہوئی بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہوئی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کو
جو جائز ہو بلکہ اوسکے ثمن کیطرف مضاف ہو اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الدرر اور یہ حیلہ ہے جواز مضاربت کا وكقوله لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما في يدك مضاربة بالنصف جاز یعنی جیسا کہ
ثمن کے طرف مضاربت کو مضاف کرے کقوله لغاصب ومستودع ومستبضع پر تو جائز ہے کذا فی العینی ہم
یون کہنا غاصب یا مودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اوس مال سے جو تیرے پاس ہے بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی العینی ہم
مستبضع وہ ہے جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحاوی نے کہا مضاربت اوس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب غیر کے پاس اوس قسم کا مال ہو جس میں
مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وكون رأس المال عينا لا دينا لما يبطل في الدرر اور شرط صحت ہے ہونا راس المال کا عین یعنی
مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع اور عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضاربت عین ہی سے صحیح ہوتی ہے اور
ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ ہمکو درر میں واضح بیان کیا ہے اور عین سے عین ہونا شرط ہے نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضاربت فی الحقیقت تو جائز
جس پر دین ہے اوس کا امین ہونا متصور نہیں تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اوس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز
نہیں انتہی طحاوی نے کہا میں سے غرض مراد نہیں بلکہ متعین مراد ہے مسلما الى المضارب ليمكنه التصرف درانحالیکہ رب المال تسلیم کرنیوالا ہو راس المال کو
مضارب کو تا اوسکو تصرف اوسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال نے شرط
کری کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال با مر مضارب اس المال سے مرید فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک
ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہے عمل پر نہ نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال میں مقدمین کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحاوی
خلاف الشركة لان العمل فيها من الجانبين بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اوس میں دونوں جانب سے عمل ہے وكون الربح بينهما شائعا
فلو عين قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہے ہونا منفعت کا مابین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت
شائع ہو مثلا دونوں میں نصفا نصف ہو یا تہائی اسواسطے کہ اسمیں منفعت کی شارکت ثابت ہے نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا
نصف منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ وغیرہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پہر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باطل
نرمی وكون نصيب كل منهما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہے ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا
معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلا مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہے معلوم ہونا اسواسطے شرط ہے کہ عقد مضاربت ہے
نفع کے واسطے تو اوسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطها ان يكون نصيب المضارب من الربح حتى لو شرطه من رأس المال او منه
ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہے ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ
شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحاوی فی الجلالية وكل شرط يوجب جهالة في الربح او يقطع
الشركة فيه يفسدها والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوكالة حلال یہ ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں
شرط مفسد مضاربت ہے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی
ہم جہالت نفع جیسا کہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا اور وسکے سوا اور شرط
فاسد جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاوے یا دونوں پر کذا فی الطحاوی ولو ادعى المضارب فساده
فالقول لرب المال وبعكسه فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے برعکس یعنی
صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے الاصل ان القول لمدعي الصحة في العقود الا اذا قال رب المال شرطت لك
الربح الا عشرة وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فيه فساده لانه منكر زيادة يدعيها المضارب خانیہ اور قاعدہ کہ
یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوای اوس دس درم
کے

اور مضارب کہے کہ ثلث نفع مشروط ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد مضاربت ہو مقبول اسواسطے ہو کہ صاحب مال اوس زیادت کا منکر ہو جس کا مضارب مدعی کرتا ہو کذا فی الخانیہ وَمَا فِی الْاَشْبَاہِ فِیہِ اشْتِبَاہٌ فَافْہَمْ اور جو قول اشباہ مین ہو اوسمین اشتباہ ہو سو اوسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہہ ہو القولُ قولُ مُدّعی الصّحۃِ اِلّا اِذا قالَ رَبُّ المالِ شرطتُ لکَ الثلثَ وزیادۃ عشرۃ وقال المضاربُ الثلثَ فالقولُ للمضاربِ یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہو مگر جب کہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہو انتہٰی الترجمۃ مصنف کے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہو اسواسطے کہ مضارب اس صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہی صاحب اشباہ کو اشتباہ یہہ واقع ہوا کہ اونھون نے یہہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدہ سے خارج ہے اور حالانکہ اسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحاوی وَیَمْلِکُ الْمُضَارِبُ فِی الْمُطْلَقَۃِ الَّتِی لَمْ تَتَقَیَّدْ بِمَکَانٍ اَوْ زَمَانٍ اَوْ نَوْعٍ اَلْبَیْعَ وَلَوْ فَاسِدًا بِنَقْدٍ وَنَسِیْئَۃٍ مُتَعَارَفَۃٍ اور مضارب مالک ہی مضاربت مطلقہ یعنی اوس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین ہوگی اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیچ کر یا مدت متعارفہ کے ساتھ ہم یہہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اوسکے ہاتھہ مین امانت نہ باقی رہے مدت مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو وَالشِّرَاءَ وَالتَّوْکِیْلَ بِھِمَا اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہو اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنیکا مالک ہو وَالسَّفَرَ بَرًّا وَبَحْرًا وَلَوْ دَفَعَ لَہُ الْمَالَ فِی بَلَدِہٖ عَلَی الظَّاہِرِ اور مالک ہو سفر کرنے کا خشکی اور تری مین یعنے زمین اور دریا مین اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنابر قول ظاہر ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہو امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اوسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہہ ہے کہ مضاربت مشتق ہو ضرب فی الارض سے تو بمقتضای لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہو وَالْاِبْضَاعَ اَیْ دَفْعَ الْمَالِ بِضَاعَۃً اور مالک ہو ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کہ جسمین تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہوتا ہے وَلَوْ لِرَبِّ الْمَالِ فَلَا تَفْسُدُ بِہِ الْمُضَارَبَۃُ کَمَا یَجِیْءُ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اوسکو اختیار ہو اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا وَیَمْلِکُ الْاِیْدَاعَ وَالرَّہْنَ وَالْاِرْتِہَانَ وَالْاِجَارَۃَ وَالْاِسْتِئْجَارَ فَلَوِ اسْتَاْجَرَ اَرْضًا بَیْضَاءَ لِیَزْرَعَہَا اَوْ یَغْرِسَہَا جَازَ ظَہِیْرِیَّۃٌ اور مضارب مالک ہو کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنے خالی زمین کا تا اوس مین کہیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ وَالْاِحْتِیَالَ اَیْ قَبُوْلَ الْحَوَالَۃِ بِالثَّمَنِ مُطْلَقًا عَلَی الْاَیْسَرِ وَالْاَعْسَرِ لِاَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ اور مالک ہو احتیال کا یعنے ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقًا کشادہ دست اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگرونکے دستور العمل سے ہی لَا یَمْلِکُ الْمُضَارَبَۃَ وَالشِّرْکَۃَ وَالْخَلْطَ بِمَالِ نَفْسِہٖ اِلَّا بِاِذْنٍ اَوْ اِعْمَلْ بِرَاْیِکَ اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اوس مال کو اپنے مال کے ساتھہ ملا نہین سکتا مگر صاحب مال کی اذن یا اوسکے یون کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہی ہم عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی علت ہو نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اِذِ الشَّیْءُ لَا یَتَضَمَّنُ مِثْلَہٗ وَالْاَعْلٰی مِنْہُ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہی مضاربت سے خلط مال اوس صورت مین جائز نہین جبکہ اوس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الطحاوی وَلَا الْاِقْرَاضَ وَالْاِسْتِدَانَۃَ وَاِنْ قِیْلَ لَہٗ ذٰلِکَ اَیْ اعْمَلْ بِرَاْیِکَ لِاَنَّہُمَا لَیْسَا مِنْ صَنِیْعِ التُّجَّارِ فَلَمْ یَدْخُلَا فِی التَّعْمِیْمِ مَا لَمْ یَنُصَّ الْمَالِکُ عَلَیْہِمَا فَیَمْلِکُہُمَا اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ ادہار لینے کا اگرچہ قول مسند کو اوس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضاربت کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ دونوں لوگ تجارت کے دستور میں سے نہیں ہیں تو دو قسم قول مذکور میں داخل نہو گی
الا انکہ نفل دونوں پر تقسیم کر دی پھر تقسیم کے بعد دونوں مالک ہو گا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہا کہ تجھکو قرض دینا اور دام دادن دونوں میں اختیار ہے
تو یہ قرض اور استدانت کا مالک ہو گا اور نہیں تو نہیں اور نہیں ہے کہ استدانت ممنوع ہے یعنی کہ مال مضاربت سے زیادہ جو شخص پر خریدے گا وہ جائز ہے
فشترا ثوبا وحده وقيمته تنزيده قراشترى بمال المضاربة ثوبا وقصره بالماء او حمل متاع المضاربة بماله وقد قيل له ذلك فهو متطوع
لانه لا يملك الاستدانة بقوله اعمل برأيك اور اگر مضارب اپنے مال سے دھوبیا یعنی مالک کے اذن سے کہ اپنی رائے سے عمل کر تو شرکت دیوہ متحقق ہو گی ایسی صورت میں اگر
مضاربت کے مال سے کپڑا خرید کیا اور اوسکو پانی سے دھو لایا یا اپنے مال سے بابت مضاربت کو لادا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اوس سے وہ قول کہا
کہا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہیں لیسکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادا کر نیکا مالک
نہیں ہوتا ہے یعنی ہی صورت استدانت ہے کہ وہ اوسنے اپنا مال خرید کر بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انہوں خیال کر کے پھر متبرع ہوگا
درم یا دینار سوا مضارب کے پاس مضاربت کا مال سے بالکل یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہو گا تو یہ خرید مضاربت پر ہو گی استدانت نہو گی اور ہدایہ
میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح ملاوہ مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے تہان خرید کیا
پھر اوسکی بار برداری یا دھوبی یا رنگنے کی مزدوری خرچ کی تو ان سب امور میں متبرع ہو گا اسواسطے کہ اوسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں ہے تو
استدانت ہے مضاربت پر ادا کرنا ہے اگر جائز ہوا تو یہ تبرع ہے اگر مضاربت قیمتی میں ہے کہ انی الطحاوی وانما قال بالماء لانه لو قصره بالنشا یکفی
اور صبغ اور سفید کپڑے کے شوب میں فقط پانی کی قید ہے اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب نے تہان کو نشاستہ سے دھو لایا تو اوسکا حکم کو رنگا نیکا مانند ہو گا
ان صبغه احمر فشرکت بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایك كالخلط اور اگر مضارب نے کپڑے کو سرخ رنگ سے رنگا تو صاحب مال کا شریک ہو گا
میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگنے سے اور نشاستہ کی لگانے سے زیادہ ہو گئی اور رنگین کرنا داخل ہو گا صاحب مال کے اس قول کی تقسیم میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق
خلط کی مانند وکان له حصة قيمة صبغه ان بيع وحصة الثوب ابيض في مالها اور ہو گا مضارب کے واسطے اوسکے رنگ کی قیمت کا حصہ اگر فروخت کیا
گیا اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں ہو گا مثلاً سفید تہان خرید ہوا پانچ روپے کو راس المال سے اور اوسکو سرخ رنگ کے ساتھ رنگ کیا
اور رنگین کرنے سے آٹھ روپیہ کو بکا تو مضارب تین روپے لیگا اور صاحب مال پانچ روپیہ اسواسطے کہ سفید تہان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونوں میں نصف
ہو گیا اور ایک روپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم يقل اعمل برايك لم يكن متبرعا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یوں کہا کہ عمل کر جیسا
اپنی صوابدید ہو تو مضارب نے رنگ بدل کر ایک ہو گا بلکہ غاصب ٹھہرے گا یعنی تو مال مضاربت امانت نہ رہا مضارب کے پاس تو اوسپر ضمان لازم ہو گا اور نفع مضارب کا ہو گا
کذا فی الطحاوی وانما قال احمر لان السواد نقص عند الامام فلا يدخل في اعمل برايك بحال اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ
رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہو گا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ یہ قول جس میں اختلاف ہے زمان کا
بعد نہ ہماری زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کی مانند تو داخل ہو گا تقسیم قول میں اور رنگوں کے مانند کذا فی الطحاوی ولا يجاوز
بلدا وسلعة او وقتا او شخصا عينه المالك لان المضاربة تقبل التقييد المفيد ولو بعد العقد ما لم يصر المال عرضا
لانه حينئذ لا يملك عزله فلا يملك تخصيصه کا مینجی اور مضارب کو نہیں تجاوز کرنے شہر کا یا اسباب یا وقت یا آدمی کا جسکو
مالک نے معین کر دیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت کے ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت
نہیں ہو گیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہو گا چنانچہ اسکا بیان آئیگا اور قول
امر مذکور میں اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کی تفویض سے تو تفویض مقید ہو گی جسطرح اوسنے تفویض کی اور تخصیص کا
فائدہ ہے نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور اشیاء اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدر رقيد بالمفيد لان

غیر المفید لا یعتبر اصلا کنھیہ عن بیع الحال قید لگائی ہی یعنی تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہر گز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دیا صاحب مال کو بیع مال سے
بیع مؤجل سے واما المفید فی الجملۃ کسوق من مصر فانہ صرح بالنھی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص سو اگر
نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہی اور نہیں تو صحیح نہیں ھ شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجود تباین اطراف کی
بقعہ واحدہ کے مانند ہی لیکن اگر نہی مصرح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار مین اور نہ تجارت کرنا اوسکے سوا اور بازار مین تو اب تقیید صحیح ہو گی کذا فی
الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کی خلاف امر کیا یعنی شہر معین سے نکل کر دوسرے شہر مین خریداری کی یا
جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل مین تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان
مال لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالف امر مالک فقط مضارب کی ہو گی یعنے تو اوسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اوس نے
غیر کے مال پر بدون اوسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد للوفاق عادت المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت مین تصرف
نکیا یہان تک کہ پھر آیا شہر معین مین تو مضاربت پھر صحیح ہو جاویگی ھ یہہ متعلق ہی تعیین شہر سے یعنے اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اوس شہر سے نکلا تو مضارب
سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اوسی شہر مین پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اوسکے
ہاتھ مین قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال
مضاربت مین عود کیا جزو کو کل کے ساتھ قیاس کر کے ھ یعنی اگر بعض مال کو غیر معین مین صرف کیا اور بعض کو معین مین رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہی ولا یملک
تزویج قن من مالہا اور مضارب مالک نہین نکاح کر دینے اوس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او
یمین اور مضارب مالک نہین اوس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت قریبہ کے ھ قسم کی یہہ صورت ہی کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر مین اوس کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ
کاشتر لی عبدا ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطأھا برخلاف خرید کرنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اوس مملوک کی خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہی جو موکل پر
آزاد ہو جاوی جب کہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے وہ غلام خرید کر کہ جسکو مین بیچون یا اوس سے خدمت لون یا جاریہ
خرید کر جس سے مین قربت کرون ھ تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہی کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہئے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من
یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ھو ھنا ان تکون قیمۃ ھذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور
مضارب اوس غلام کی خرید کرنیکا مالک نہین جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کی بشرطیکہ مال مضاربت مین نفع ہو نفع سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اوس غلام کی
قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے ھ خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ
آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جاویگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہین یا پورا غلام آزاد ہو گا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے
مراد یہہ ہی کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال مین نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب
کی ملک اوس غلام مین ظاہر نہو گی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال ایک ہزار رہا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو
مضارب پر آزاد ہو جاوی اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اوس پر آزاد نہو گا انتھی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منھما
وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اوس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر تو واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کیواسطے ھ اور مضارب
تاوان دیوے دونون صورتون مین پہلی صورت مین جمیع ثمن کا تاوان دیوے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت مین بقدر حصہ مضارب کے اوس
سے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح شراءھما للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہم نے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے
واسطے خرید صحیح ہوگی ھ یہہ متعلق ہے اوس صورت کے ساتھ جب کہ مضارب نے اوسکو خرید کیا ہو جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظھر الربح بزیادۃ

ھ یعنی اگر مضارب بیچکر نقد سودا ... سے کی تو ضمان نہیں بلکہ قول ۱۲

ثم يسعى بعد ذلك في حصته ثم يضمن نصيب المالك لو موسراً لا يضمنه ويسعى العبد في قيمة نصيب رب المال پہر اگر نفع ہو
غلام کی قیمت بڑھ جاوے بعد خرید کے تو بقدر حصۂ مضارب غلام آزاد ہو گا اور مضارب پر ضمان لازم نہو گا مالک کے حصے میں بسبب آزاد ہو جانے غلام کے
بلا صنعت مضارب اور کوشش کر کے آزاد غلام اداے قیمت مین بقدر حصہ رب المال کے ہر غلام اسواسطے آزاد ہو گا کہ مضارب کا قرابت دار کا مالک ہو اور
مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ بعد الملک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہو جانے قیمت کے اختیار مضارب کی بدوں اور
شراء الشريك من يعتق على شريكه او الاب او الوصي من يعتق على الصغير نفذ على العاقد اذ النظر فيه للمعقود له ولو
خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی ایسا غلام کر خرید کرے جو آزاد ہو جاوے صغیر پر تو خرید عاقد پر نافذ ہو گی اسواسطے کہ صغیر
صغیر کی کچہ رعایت نہیں ہے عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے قلیل مشائخ کی راہ ہے اور شریک میں علت وہی ہے جو مضارب میں مذکور ہوئی یعنی
عدم حصول نفع شریک فالمأذون له اذا اشترى من يعتق على المولى صح و عتق عليه ان لم يكن مستغرقا بالدين والا لا خلافا لهما اور
ماذون نے جب کہ ایسے غلام کو خرید کیا جو مولے پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہوا اور وہ غلام مولے پر آزاد ہو گا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہوا ور نہیں تو آزاد
نہو گا بخلاف صاحبین کذا فی الزیلعی ہم نے یہ کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اوسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہو امام کے نزدیک آزاد نہو گا اور
صاحبین کے نزدیک آزاد ہو گا کذا فی المضاربة مضارب معه الف بالنصف اشترى امة تولدت ولدا مساويا له اى للالف فادعاه موسرا
فصارت قيمته اى الولد وحده كما ذكرنا الفا ونصفه اى خمسمائة نفذت دعوته لوجود الملك بظهور الربح المذكور يعني مضارب
جسکے پاس ہزار درم ہین بطور مضاربت نصفا نصف پر اوسنے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی لینے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار
درم کے برابر ہے پہر مضارب نے اوس لڑکے کی فرزندی کا دعویٰ کیا مالداری کی حالت مین پہر قیمت اوسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑہ
ہزار ہو گئی تو مضارب کا دعوی فرزندیکا نافذ ہو گا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو اب ولد مذکور آزاد ہو گا پہر جب ہوا
مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اوسکا فرزند ٹہیریگا اور بقدر حصۂ مضارب آزاد ہو گا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہو گا
اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کی صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہین ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی سعى المعتق
سعى لرب المال في الالف وربعه ان شاء المالك او اعتقه ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتہائی یعنی ہزار
بارہ سو درم مین سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اوسکو آزاد کردے ہم ہزار راس المال کی بابت ہے اور ڈہائی سو نفع کی بابت مالک کے حصے میں ہوئی
ولو قبض المال بعد قبضه الالف من الولد ضمن المدعي ولو معسرا لانه ضمان تملك نصف قيمتها اى الامة لظهور نفوذ دعوته فيها اور
صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہر امکان
یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے مالداری اور مفلسی مین بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی مین ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے یہ اسواسطے شرط ہوا کہ
لونڈی مضارب کی ام ولد ہو جاوے اسلیے کہ لونڈی مشغول براس المال ہے پہر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہو گئی
بالکل منفعت مین داخل ہو گئی تو اب اسمین مضارب کی ملک ظاہر ہو گئی اور دعوت مضارب کی لونڈی مین کہل گئی کذا فی الطحطاوی ويحمل على انها زوجة
لقرابتها كما جاء في المنح اور دعوت مضارب اسپر محمول ہو گی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کر لیا باذن بائع پہر اوسکو خرید کیا جب کہ وہ حاملہ تہی مضارب
ہم پر یہ عمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب نا کارہ نہ ٹہیرے ولو صارت قيمتها الفا ونصفه صارت ام ولد وضمن للمالك الفا وربعه لو موسرا
ولو معسرا فلا سعاية عليها لان ام الولد لا تسعى في تمامه في البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑہ ہزار ہو گئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہو جاوے گی اور مضارب ہزار
دی مالک کو سائے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہے تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور یہ جو بیان ہوا سکو بحر الرائق
مین ہم نے یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اوسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب مین مالداری کی قید بحر الرائق مین واقع ہوئی

ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقاً ضمان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہہ ہے کہ ام ولد پر سعایہ نہیں
پیرجن مال کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہی اور پورا بیان بحر الرائق کا یہہ ہے کہ جب تک کہ راس المال نملے گا تب تک لدریق ہے واللہ تعالے اعلم کذا فی
الحلبی **باب المضارب يضارب** یہہ باب ہے اوس مضارب کے احکام مین جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دیوے بطریق مضاربت کے
لما قدّم المفردة شرع فی المركبة فقال جب کہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب
المضارب اخر بلا اذن المالك لم يضمن بالدفع مالم يعمل الثانی ربح الثانی اولا على الظاهر لان الدفع ايداع وهو يملكه فاذا عمل تبين
انه مضاربة فيضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت پر بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی
عمل تجارت نکرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنابر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہی اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہی پہر جب
ثانی نے تجارت اسمین شروع کی تو کہل گیا کہ ودیعت نتھی مضاربت ہی تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا كانت الثانية فاسدة فلا ضمان
وان ربح بل الثانی اجر مثله على المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب
ثانی کیواسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب اول کو وہ نفع ہی جو اوسمین اور مالک مین مشروط ہے ہم درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی
اجیر ٹہیریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من يده اى يد الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان على احد پہر اگر
مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتہہ سے اوس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہین ہے اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہی
وكذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان على الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چہین لیا گیا اور تاوان
تو فقط غاصب پر ہی ولو استهلكه الثانی او وهبه فالضمان عليه خاصة اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے
خاص کرکے فان عمل حتى ضمنه خير رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول رأس ماله وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح
ولا يضمن ليس له ذلك بحر پہر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہی چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب
ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اوسکو وہ جائز نہین کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹہر گیا اور مالک کا مقصود
جاتے رہنے کے بعد اختیار نہین مگر تضمین بدل مین نہ نفع لینے مین غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالك بالدفع ودفع بالثلث وقد قيل للاول
ما رزق الله فبيننا نصفان فللمالك النصف عملا بشرطه وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پہر اگر مالک نے مال دینے کا اذن
دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تہا کہ جسقدر اللہ تعالے فائدہ دے وہ ہم تم مین نصفا نصف ہی تو
مالک کیواسطے نصف نفع ہی بموجب اوسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے ششم حصہ ہی جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے
ثلث مشروط ہی ولو قيل ما رزقك الله بكاف الخطاب فی المسئلة بحالها فللثانی ثلثه والباقی بين الاول والمالك نصفان باعتبار الكاف
فيكون لكل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کے جو تجکو اللہ تعالے روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اوسیطرح ہی یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا
اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو اللہ تعالے منفعت روزی کرے وہ میرے
تیرے درمیان نصفا نصف ہی تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار
کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملیگا ہم مالک کی شرط مضارب اول سے یہہ تہی کہ جو نفع اوسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہی سو اوسکو
نفع نہین ملا سوای دو تہائیون کے تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملی ومثله ما ربحت من شيء او ما كان لك فيه
من ربح ونحو ذلك اور قول سابق کے مانند ہی یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجکو فائدہ حاصل ہو کسیچیز سے یا جس چیز مین تجکو نفع ہو اور مانند
اسکے ہم چنانچہ یون کہنا کہ جو تجہہ پر خدا فضل کرم کرے یا جو تجہکو بڑہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہی

ولو كان شرط للثاني اكثر من الثلث او اقل فالثاني يأخذ ماله والاول اور اسیطرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کم مقرر
مشروط ہو تو باقی بیچ مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقت بيننا نصفان ودفع بالنصف فللثاني النصف واستويا
فيما بقي لانه لم يشترط الا ما اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہو اور مضارب اول نے
مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب
اول نے سوا نصف باقی کے کچھ مالک نہیں پایا ولو قال ما رزق الله فلي نصفه او ما كان من فضل الله فبيننا نصفان فدفع بالنصف فللمالك
النصف وللثاني كذلك ولا شيء للاول لخلية عن الربح اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تمکو اللہ تعالے روزی دیوے اسکا نصف میرا ہو
اسکا اصل جو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہو سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہو اور اسیطرح مضارب
ثانی کو نصف ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہیں ملیگا کیونکہ اسکے لئے حصے کچھ نہیں رہا واسطے اسکے جو مضارب کا حصہ تہا سو اوسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر
کر دیا ولو شرط الاول للثاني ثلثيه والمسئلة بحالها ضمن الاول للثاني سدس ما التسمية لانه التزم سلامة الثلثين اور اگر مضارب اول نے
مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود رہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دیگا کیونکہ سبب اسکے کہ اوس نے
اسکے واسطے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے ف توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصفا نصف
ہو سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر سدس کے حصہ مشترکہ
ہے وثلث سو سدس حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کا ملنی کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالك ثلثه وشرط
لعبد المالك ثلثه وقوله على ان يعمل معه عادي وليس بقيد وشرط لنفسه ثلثه صح وصار كانه اشترط للمولى ثلثي الربح كذا في
عامة الكتب وفي بعض المتن والشرح هاهنا خلط فتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اور اسکا
شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھہ عمل کرے تہائی کہا اشتراط عمل بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلہ کی لیے اشتراط اور عدم اشتراط
برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مالک کے واسطے دو تہائیاں شرط کیں
طرح یہ مسئلہ صحیح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں غلط واقع ہوا ہے سو اے اصحاب کہ ہم نے ایک نسخہ میں
یوں دیکھا ولو شرط للمالك ثلثه ولعبد المالك ثلثه على ان يعمل معه ولنفسه ثلثه صح اسمے حالانکہ یہ بات ہے کہ چار تہائیاں جمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلہ
مضارب ثانی کا وجود نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے على ان يعمل معه عادي وليس بل لتصحيح الشرط ويكون لسيده وان لم يشترط لا يجوز سو
ہو کہ لا یجوز مقدم کیا جاوے تو نسخہ کا اول مفہوم ہوتا کہ عمل قید نہیں كذا في الطحاوي ولو عقدها المأذون مع حر وشرط المأذون عمل مولاه
لم يصح ان لم يكن على المأذون دين صح لانه اشتراط العمل على المالك اور اگر عبد ماذون نے مضاربت عقد کی کسی اجنبی کے ساتھہ اور ماذون نے اپنے
آقا کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین ہو اسواسطے کہ اس عمل کا شرط کرنا ہی مالک پر والاصح لانه حينئذ لا يملك كسبه واشتراط عمل رب
المال مع المضارب مفسد للعقد لانه يمنع التخلية فيمنع الصحة اور اگر ولیسا ہی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد مشترط العمل ہو کر صحیح ہے اسواسطے
کہ اس وقت میں مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھہ عقد مضاربت کا مفسد ہو اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا
مانع ہو تو مانع ہوگا صحت عقد کا صحیح معاملت مضاربت میں عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھہ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ تابعہ
اور مالیت میں وكذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثاني بخلاف مكاتب شرط عمل مولاه لانه لا
مولاه اور اسی طرح مانع صحت عقد ہے عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھہ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھہ بخلاف مکاتب کے کہ
اوس نے اپنے مولے کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے چنانچہ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولے کے ساتھہ اور وجہ صحت یہ ہے کہ مکاتب اپنی کمائی تمام

اعرار کی مانند ہی پھر اگر عاجز ہو جاوی بدل کتابت سی قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او الحج
او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد لم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کی
واسطے یا حج کیواسطے یا گردنوں کے چھڑانیکے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اوسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہیں اور
نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجۂ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اوس صورت مین غیر صحیح ہی جب کہ انکا
عمل شرط نہو اور اگر اون کا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور مشروط انہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئی عمل شرط کرنیسے
اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعود ہی جس کا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہے اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین
اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاءہ لنفسہ او لرب المال
صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اوس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے
واسطے چاہی تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے یا مالک کے واسطے نچاہی اسطرح پر کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنے اسواسطے کہ اوس کا عمل شرط
نہین کیا ومتی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جب کہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اوس پر اسکا عمل بھی شرط ہوا تو
شرط صحیح ہی اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنے تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القہستانی انہ یصح مطلقا والمشروط
للاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ قتنبہ مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح
ہی مطلقا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اوس کا عمل مشروط ہوا اور اگر اوسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہی اور قہستانی
نے اس قول کو ذخیرہ کے طرف نسبت کیا ہی برخلاف قول برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جب یہہ ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہے
اور نفع اجنبی کے واسطے بشرط اوسکے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام غلام مین ہی نہ اجنبی مین چنانچہ شرح ملتقی سے معلوم ہوتا
ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون المشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ بحر اور اگر
بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور مشروط لہ کو اپنے دین کا ادا کرنا اوس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب
اور مالک پر لازم نکیا جایگا دینا نفع مذکور کا اوسکے دین والون کو کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لانہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہی مضاربت مالک
یا مضارب کی موت سی بسبب ہونے مضاربت کی وکالت یعنی اور وکالت باطل ہوجاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سی وکذا بقتلہ وحجر یطرأ علی احدہما وبجنون
احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کی قتل ہو جانیسی اور ایک کے منع تصرف سی جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے
جنون مطبق ہونے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہی جنون سی یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف مین داخل تہا لیکن شارح نے
پہر بھی اسواسطے ذکر کیا تاکہ اوسمین اطباق کی قید لگاوی وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب
مر گیا اور مال عروض اور قماش ہے یعنے اسباب ہی نقد نہین تو اوسکو مضارب کا وصی بیچ کرے ہم اور قول اصح یہہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو
بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو نقد مالک مختار ہے یا کہ حاکم مضارب کے طرف سی وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھہ بیع مین دخل کرے پھر جب
مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس المال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اوسکے وارث لین کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال والمال نقد بطل
فی حق التصرف ولو عرضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہ بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہی
حق تصرف مین یعنی مضارب اب اس مال سے بیع اور شرا نہین کرسکتا اور اگر مال عرض ہے نہ نقد تو مضاربت باطل ہے حق مسافرت مین یعنے مضارب اس اسباب کو
سفر مین نہین لیجا سکتا ہی اور اسکو وطن مین اسکا بیچنا عرض اور نقد سی جائز ہے ہم اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تہا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پھر صاحب
مال مر گیا اور اسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو مضارب کا خرچ اسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال

تلف ہوگیا ہو تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المحیط والحکم بلحوقہ بدار الحرب مرتداً اور مضاربت باطل ہوتی ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے
یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا اور حاکم نے اوسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دارالحرب موت کے مانند ہے ولہذا
اوسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اوسکی ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد المالک مسلماً فالمضاربۃ علی حالہا
ان کان قبل الحکم بلحاقہ ام لا کذا فی العنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دارالحرب مسلمان ہو کر دارالاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اوسکے لحوق کا حکم کیا گیا
ہو یا نہوا ہو کذا فی العنایہ بخلاف الوکیل لانہ لاحق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں ہوتا نہ مضارب کے
یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دارالاسلام کے لوٹنے سے وکالت عود نہیں
کرتی ولو ارتد المضارب فہی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہمارے امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات
موقوف رہتے ہیں اوسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت کے مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل
او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف قبلہ فہو علی الملک عند الامام پھر اگر مضارب مرگیا یا مقتول ہوا یا دارالحرب میں
جا ملا اور اوسکے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اوسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے نہ موقوف اور اوسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے
نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنی اور دارالحرب میں نہیں جا ملا
تو مضارب کا تصرف موقوف ہے پس اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد ہونا
عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت میں ہے خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب ہو مگر یہ کہ وہ مر جاوے یا دارالحرب میں ملحق ہو جاوے اور اوسکے لحاق کا حکم
ہو اسواسطے کہ اوسکا ارتداد اوسکی املاک میں موثر نہیں تو اسیطرح اوسکے تصرف میں موثر نہیں کذا فی المنح عن الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان
علم بخبر رجلین مطلقاً او فضولی عدل او رسولہ ممیزاً اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ
مضارب معزول کو یہ بات دو مردوں کی خبر سے مطلقاً خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل
اور اگر مضارب نے عزل کو نہ جانا تو معزول نہوگا فان علم بالعزل ولو حکماً کموت المالک ولو حکماً والمال عروض باع منہا ما کان بحالہ حتی
تصیر المال فالدراہم والدنانیر جنسان باعہا ولو نسیئۃ ثم لا یتصرف عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسے
مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو چنانچہ ارتداد مالک مع الحکم بالحاق یا اوسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہی عروض سے مراد یہاں
وہ چیز ہے جو راس المال کی مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقریر میں دو جنسیں ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اور گو مالک نے اوسکو
ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہوا تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہو تو اگر جنس راس المال دراہم ہوں
اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہوں تو اونکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس دراہم ہیں کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا
اسواسطے کہ اوسکا حق ہی نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اوسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی
من جنس راس مالہ پھر اسکے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن میں اور نہ اوس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحساناً
لوجوب ردّ جنسہ ولیظہر الربح اور بدلے گا جو خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے
اور تا کہ نفع ظاہر ہو اور قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہوں تو دنانیر سے نہ بدلے وکذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ
بیان صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی الدرر اور درر کا فائدہ یہ دیا اور یہ بھی ہے
کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من
وجہ ہکذا فی الکافی یہ اور مالک کو اختیار نہیں فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنی جب کہ مال عروض ہو بلکہ اور تخصیص اذن کا اختیار نہیں اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک

راہ سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ وما لہا امتعۃ حیث یصح بخلاف احد شریکین جب کہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نہ نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وقد ربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدا ہو گئے مالک اور مضارب یعنی اور مضاربت کے مال میں دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے ٹہیرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کی مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ای وان لم یربح لا یجبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال مین نفع نہو تو مضارب پر تقاضای دیون مین جبر نہین اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضای دیون پر متعین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کے طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یؤمران بالتوکیل اور اسوقت مین یعنے جبکہ متبرع پر جبر علی الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضای دین مین اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین ہم سمسار بکسر اول وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بہی عامل بالاجرۃ ہے اور یہہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استؤجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستأجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اس پر اجرت ٹہیرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہہ جائز نہین اس سبب سے کہ وہ نہ قادر ہونیکے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونیکا یہہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگاوے اور نوکر رکھلے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اوس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوی کہ خرید فروخت تمام نہین ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جسقدر تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کے طرف پہیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پہر اگر مال تالف زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہوا اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہوا اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنے اور امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل فہو بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پہر سب مال یا بعض مال تلف ہو جاے تو دونون شخص نفع پہیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونون مین شرط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداہا فہلک المال لم یترادا وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پہر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتہہ مین ہے پہر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پہر مال ہلاک ہو گیا تو دونون نفع سابق کو نہ پہیرینگے اور مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور وہ حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنے اگر مضاربت رہے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اوسکی تدبیر یہہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ مین سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی **فصل فی المتفرقات** یہہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین

سله دلال ہندی اور سمسار عربی کہتے ہیں ۱۲

المضاربۃ لانعدامہ سلم کل المال او بعضہ تقیید الہدایۃ بالبعض اتفاقی حکایۃ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ لما تم مضاربت فاسد ہیں
تو مالک کو تمام مال یا بعض مال دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا کہ ہدایہ کی تقیید وقع بعض مال کی اتفاقی ہو کذا
فی النہایہ ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقیہ میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں
ایسا نہیں ہے اور اگر مضارب نے اوسکو بطریق مضاربت کے دیا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ کوئی امر مانع تحقیق
نہیں ہوئی کذا فی الطحاوی وان اخذ المالک المال بغیر امر المضارب باع واشترے بطلت ان کان رأس المال نقدا لانہ عامل بنفسہ
اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کیواسطے عمل
کرنے والا ہوا ہم مبسوط میں لکھا ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اوسکے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اوس تصرف میں مضارب کا
معین شمار ہوگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اوس تصرف میں عامل لنفسہ ہوگا مگر یہ کہ باذن
یا دون مضارب ہو تو ہر وقت میں معین شمار ہوگا کذا فی المحیط وان صار عرضا لان النقض الصریح حیث لا یبطل فہذا اولی عنایہ اور اگر راس المال
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے اسواسطے کہ اس وقت میں مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو یہ نقض غیر صریح بطریق اولے
عمل نکریگا کذا فی النہایہ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما تم پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے
بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء
وکل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جب کہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اوسکا کھانا اور
پینا اور پہناوا اور سواری اگرچہ بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجار کی عادت میں دستور کے موافق مضاربت کے مال میں ہے شارح نے کہا کہ یہ تعمیم اسلئے
ہو کہ جیسے جماعی کہتے ہیں سفر سے یہاں تین دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جب شہر سے باہر نکلے کہ رات کو اپنے گھر میں نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا
الیہا جیسے کپڑون کی دہلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طول السفر میں ایسے کے لیے
شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا سامان اوس سے کمتر ہوگا دستور کی قید ہو اسلئے لگائی کہ اگر فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادتی مضارب پر لازم آویگا مضاربت کے
مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئی کہ اوسنے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اوسکا نفقہ لازم
آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کذا
فی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال میں ہے اگر مضاربت صحیح ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کیا جیسا ہے تو اوسکا
نفقہ نہیں ہے جیسے مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہے ہم کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ میں وجوب مصرح ہے اور
ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اوسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر سواء ولد
فیہا او اتخذہا دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اوس شہر میں مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گھر
بنا کر تو اوسکا خرچ اوسکے مال میں ہے چنانچہ اوسکی دوا علاج کا خرچ اوسکے مال میں ہے بنا بر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں
اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں جسطرح سے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج میں داخل ہے ولو اقام
بالمصر ولم یتخذہا دارا فلہ النفقۃ ان ملک مالو یاخذہا لانہ لم یحتبس لہا اور جب کہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اوسکو وطن
قرار نہ دیا تو اوسکا نفقہ مضاربت کے مال میں ہے کذا ذکرہ ابن ملک جب تک کہ اوسنے مال نہیں لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہیں ہوا
شہر مذکور میں نفقہ اوسوقت تک ہے جبتک اوسکو مال نہ دیا گیا ہو اور اوسنے اوس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط میں ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور
مالک اور مضارب کوفہ میں ہیں اور کوفہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اوسکی اقامت کوفہ میں

مضاربت کے سبب سے نہین تو مستوجب نفقہ نہین جبتک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پہر کوفے مین تجارت کے واسطے آیا تو اوسکو کوفہ
مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اوسکا کوفہ مین رہنا مستعار تہا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بہی دور ہوگیا
انتہی مختصرا اور یہہ جو شارح نے کہا کہ اوسکا نفقہ ہے جبتک اوسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہے کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اوسکو نفقہ نہ ملیگا اور حالانکہ
ایسا نہین ہے اور شاید کہ شارح نے یہہ سمجہا ہے منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالًا بالکوفۃ وہو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرًا فلا نفقۃ لہ انتہی اور مقصود
اس عبارت سے وہی ہے جو ہمنے اوپر نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم
رد ما بقی بعدہ ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملا یا مالک کے اذن سے
یا دو مردونکے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اوسکو پہیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا
دستور سے اوسکا تاوان دے خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو
مین نے بعض حواشی مین دیکہا ہے کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا لہ ذلک ولو ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے
مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہہ اوسکو جائز ہے اور اگر مال مضاربت کا تلف ہوگیا تو اوس صرف کو مالک سے نہین لیسکتا
یأخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من رأس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ
یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اوتنا نفع سے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہے راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال
پورا کرلیا نفع سے لیکر اور کچہہ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹہیرایا
جاتا ہے اور راس المال ہالک نفع کے طرف پہیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر
کچہہ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانے سے اوسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار و
الصباغ ونحوہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اوسکو حساب کرے جو اوسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دہوبی اور رنگریز
کی اجرت کے اور اسکے اور معمار جنکی ملانیکی سوداگرون مین عادت ہے اور بائع یون کہے کہ یہہ چیز مجہکو اتنے مین پڑی ہے یعنی اسقدر کی خرید ہے تاکہ دروغ نہو وکذا یضم الی رأس المال ما
یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما واعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملاوے جاوے راس المال کے طرف وہ چیز جو راس المال
مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اوسکے ملانیکی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتہہ ملانیکا کذا فی
النہایہ ہم زیادت حقیقی کی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کیرایہ لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے
راس المال کے ساتہہ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحہ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت
تجار کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضارب کی ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہ بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری
بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدہما للبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار
درم سے کپڑے کے تہان خرید کئے اور اونکو دوہزار درم سے بیچا اور اونہین دوہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتہہ مین تلف ہوگئے
بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتہائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دوہزار کے تین ربع کا تاوان دے یہہ اسلئے کہ جب کہ
مال ایکہزار سے دوہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایک ہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو مضارب کو اوسمین سے پانسو پہنچے پہر جب دوہزار کو
غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتہائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتہائیان مالک کی ہوئین پہر جب دوہزار تلف ہوگئے قبل
ادای ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اوسکے ثمن کا تو چوتہائی مضارب پر پڑی یعنے پانسو اور تین چوتہائیان مالک پر یعنے
ڈیڑہ ہزار ویصیر ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ

ملہ پس اگر مال کوفہ مین یا مالا کوفہ اہل بصرہ کا ہو اور کوفہ مین مسافر ہو تو اوسکو نفقہ نہین ملیگا ۱۲

لما اور چوتھائی غلام مالک کا مضارب کا تابع ہو جائیگا باعتبار مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اوسپر ہوا اور مضاربت کا مال امانت ہوا نہ تاوان
امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم خلاصہ یہ ہو کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ
کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی کے کذا فی السد ورأس المال جمیع ما دفع المالک وہو الفان
وخمسمائة اور راس المال یعنے وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے ہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ
ہزار دیئے ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایہ ولکن لا یبیع المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ شراہ بہما ولیکن غلام کو یعنی مضارب فقط دو
ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کریگا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خریدا ہے یعنی لیکن یوں نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسوجہ سے کہ خرید دو ہی پہ
واقع ہوئی تو اوسکی ثمن کو تلا دیا پس بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد یتنصفہما باربعۃ الاف فحصۃ
ثلثۃ الاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت کا حصہ تین ہزار سے اسوجہ
کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایک ہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینہما لان راس المال الفان وخمسمائۃ اور منجملہ تین ہزار کے پانسو نفع
مالک اور مضارب میں تقسیم ہوں گے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ہم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع
ہے وہ دونوں میں بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ و
فیہ تہمۃ جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اوسکی بیع بطور مرا
بحہ پانسو پر کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جا
ئز ہونا مالک کی خرید اوسکا مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحہ نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ یہ مالک کی مضاربت
ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ اوسکا وکیل ہے تو ہر چند یہ بیع مذکور جائز ہے لیکن اوسکا شبہ عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیا
نت اور تہمت سے بچنے کا اعتبار کرنا چاہئے کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولو شری بالفہا عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطا فثلثۃ ارباع الفداء
علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکیہما اور اگر مضارب نے ہزار درہم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سواوس غلام نے ایک مرد کو خطا
مار ڈالا تو فدائی غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اوسکی مضارب پر دونوں کی ملک کے بموجب ہم یہ صورتیں جب ہے کہ مالک اور مضارب فدا
قاتل کا دینا اولیائی مقتول کو قبول کریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام کی قیمت دو ہزار کا
نصف نفع مضارب کا ہوا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنا
فی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بسبب نکل جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب بعلت منافات یعنی
اور مضاربت میں تنافی ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بتقسیم فدیہ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتفی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا
فی سد الشریعۃ ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا دیدینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کر
لے تو اوسکو جائز ہے بسبب وہم نفع کے اوس وقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو قیمت دو ہزار ہے تو یہاں نفع
ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفہا عبدا فہلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک للمضارب
الفا اخری ثم وثم ای کلما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اوسکا تلف ہو گیا قبل ادا کرنے بائع کے
تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضامن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایک ہزار اور دیگا اور پھر اور دیگا یعنی جتنی بار ثمن تلف ہو جاویگا
ہزار دیگا ورأس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ہم اگر دوبار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر سہ بار دیئے تو سہ
ہزار ہے تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ ہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لانہ ید ثانیا

مستیفاءٍ لکمانیۃ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہے نہ قبضہ امانت کا حاصل مقام یہہ ہے کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پہر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہیں لیسکتا دوبارہ نہیں لیسکتا مالک سے دوبارہ نہیں لیسکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اوسکو ثمن دیا پہر وہ تلف ہو گیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ مدفوع قبل شرا امانت ہے اوسکے ہاتھہ میں تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہے پہر رجوع نہین تو شارح کا قول مصورۃ یہ محمول جب کہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے میں تو اصلا رجوع نہیں تلف ہونیکے بعد کذا فی الطحاوی عن العنایۃ فان قال المالک دفعت الیک الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکر اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سواوسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجہکو ہزار دیئے اور میں نے نفع میں ایک ہزار حاصل کیئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجہکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اوسکے ساتہہ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتہہ نفع کی بہی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سی یعنی اوسکے معین کر دینے سی نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا ہم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تہا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تہا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما اقام البینۃ تقبل اور مالک اور مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیئے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنے اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہے قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہی بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کی اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہو گا تو مالک کا قول مقبول ہو گا تو اسیواسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سواوسنے کہا کہ وہ میرے پاس بنصف النصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کیئے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک منکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ہم جب اوسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹہیرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹہیریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اوس کا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تجائی مضارب اضبع ہید کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور وا ضع ید دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے اور اگر دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بارہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہے اور قول تو منکر کا قول ہے ولو اقاماہا فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیئے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ اوسمیں زیادہ تر اثبات ہے ہم زیادت اثبات کی وجہ یہہ ہے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص

فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعویٰ کرے اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے تو مضارب کا
قول مقبول ہے بسبب اس کے کہ مضاربت میں اصل عموم و اطلاق ہی ہے صورت یہہ ہو کہ مضارب نے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوص کا دعویٰ کرے اسطرح کہ میں نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں
عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکو مناسب عموم اور اطلاق ہے نہ خصوص ولو ادعى كل نوعا فالقول
للمالك والبينة للمضارب لتقيمها على صحة تصرفه ونفي الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعویٰ کرے تو مالک کا قول مقبول ہوگا اور
گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنی تصرف کی صحت پر اور اپنے اوپر سے تاوان لازم ہونے کی نفی پر یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا
ہو تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی
لایا ہے اور جب اوسکا تصرف صحیح ہوا تو اوسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البينات قضي بالمتأخرة والا فبينة المالك اور اگر بینات نے تعیین وقت
بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا ورنہ تو بینہ مالک پر حکم ہوگا بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہے اور عدم توقیت کی تحت
میں دو صورتیں ہیں ایک یہہ کہ مطلقاً وقت بیان نہو دوسری یہہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے دفع الوصي مال
الصغير الى نفسه مضاربة جاز وقيده الطرسوسي بان لا يجعل الوصي لنفسه من الربح اكثر مما يجعل لامثاله وتمامه في شرح الوهبانية
وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اوس سے زیادہ نفع
نہ ٹھیراوے جو اپنے مثل کیواسطے ٹھیراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وفيها مات المضارب لم يوجد مال المضاربة فيما خلف عاد
دينا في تركته اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھیرے گا اسکے
ترکہ میں اور یہی حکم ہے مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مر جاوے قبل بیان کئے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اوسپر ثابت
ہوگا اوسکے ترکہ میں اسواسطے کہ وہ تجہیل سے یعنی بیان نکرنے سے مستہلک ٹھیرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعویٰ کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم
کر چکا ہے تو انکی تصدیق نہوگی كذا في العمادي اور پورا بیان اسکا کتاب الوديعة میں آویگا وفي الاختيار دفع المضارب شيئا للعاشر ليكف عنه ضمن
لانه ليس من امور التجارة لكن صرح في عمدة الفتاوى بعدم الضمان في زماننا قال وكذا الوصي لانهما يقصدان به الاصلاح وسيجيء
آخر الوديعة اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال بطریق رشوت کے عاشر کو دیا تاکہ وہ اوس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے
کہ عاشر کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن عمدة الفتاوی میں عدم تاوان مصرح ہے ہمارے زمانہ میں صاحب عمدة الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہیں
اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس سے اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب الوديعة کے آخر میں وفيه لو شرى بالمال متاعا فقال
انا امسكه حتى اجد ربحا كثيرا واراد المالك بيعه فان في المال ربح اجبر على بيعه لعمله باجر كالاجير الا ان يقول للمالك اعطيك راس
المال وحصتك من الربح فيجبر المالك على قبول ذلك اور عمدة الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب
بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہانتک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اوسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اوسکی بیع پر
اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم ملتی ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت
دونگا تو مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفي البزازية دفع اليه الفا نصفها هبة ونصفها مضاربة فهلكت يضمن حصة
الهبة لانها هي اور بزازیہ میں ہے کہ مالک نے مضارب کو ہزار درہم دیئے پانسو بطریق ہبہ کے اور پانسو بطریق مضاربت کے تلف ہوگئے ہزار درہم تو مضارب پر
حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ ہم حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور حصہ ہبہ میں اسواسطے لازم
ہے کہ ہبہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہے محتمل القسمة میں تو موہوب لہ اوسکا مالک نہ ٹھیرا تو اوسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتى به انه لا ضمان مطلقا

لا فی المفرز بغیر لانہا امانة ولا فی الہبة لانہا فاسدة وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیٔ فلانہان ذہاوبہ یفرق فی قولہم ولو اودعہ عشرۃ علی ان خمسۃ لہ ہبۃ فاستہلک الخمسۃ ضمن خمسۃ مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہہ ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقا تاوان نہین مشارع مین اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسدہ ہی اور وہ مملوک ہو جاتی ہی قبض کر لینے سے بنابر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آوےگا کتاب الہبۃ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہہ قول اور ودیعت رکہو ایک شخص کے پاس دس درم اسطرح پر کہ پانچ اونمین سے ہبہ ہین سو اوسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے شرنبلالی نے کہا صورت اوسکی یہہ ہی کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا کہ ان پانچ تجھکو ہبہ ہین اور پانچ تیری پاس ودیعت ہین سو قابض نے اونمین سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض سارے ہی کا تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین اور وہ فاسد ہی اور جو پانچ درم اوسنے تلف کر ڈالے اونمین سے نصف ہبہ ہین اور نصف امانت اور یہہ مسئلہ مبنی ہی قول غیر صحیح پر کذا فی الحطاوی مختصرا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہہ کتاب ہی ودیعت رکہنی کے مسائل مین لا خفاء فی اشتراکہ مع ما قبلہ فی الحکم وہو الامانۃ پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونیمین اوسکی ما قبل کی کتاب کے ساتہہ حکم مین یعنی امانت ہونیمین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف ایداع کو لایا ہو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت مین ودع بمعنی ترک سی ہی اور ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنی واحد ہی مثلا زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکہا تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور منتقی مین ہے کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہے اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت داری مالداری کو کہینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کہینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور اندہی ہوگئی یوسف علیہ السلام کے غم مین تو ایکروز راہ مین کہڑی ہو کر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن یوسف علیہ السلام کہڑی ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجای ملک کر دیا اور خیانت نے ملک کو بجای مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچہا کہ یہہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اوس سے نکاح کر لیا وشرعا تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحا او دلالۃ کان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ ہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ بحر اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پہٹ گئی سو دوسری مرد نے اوسکے مالک کی غیبت مین اسکو لیلیا پہر اسکو چہوڑ دیا تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اوسنے اوسکی حفاظت لازم پکڑ لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہہ ہی کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اوسکی حفاظت پر مددگار ہی کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کیا منح الغفار مین ہی محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اوسکے قریب نہ جائیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر مالک موجود رہیگا تو بہی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنی اخذ اور عدم اخذ مین والودیعۃ ما تترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہی جو امین کے پاس چہوڑی جاوی یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکہی جاوی تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ لما حققہ المصنف وغیرہ اور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہی امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے عموم وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہہ ہی کہ امانت اوس کا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اوسکا تاوان لازم نہو تو یہہ شامل ہے اون سب صورتون کو جنمین ضمان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو چند مدت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو بحکم وصیت اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب اور قبول سے حفاظت کیواسطے رکہی جاوی تو دونون مین تغایر ہوا عموم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی یہہ وجہ بہی ہے کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اور مالک کے استحفاظ سی غیر کے پاس قصدا اور امانت گاہی بلا قصد بہی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اوڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہہ ہی کہ اعادہ والی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا برخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وذکرہا الایجاب صریحا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ہذا الثوب مثلا

کہ یہین بعض اوقات وفاق منفرد ہوتا ہی

فقال اعطيتك كان وديعة تحرزاً عن الاعطاء يحتمل الهبة لكن الوديعة ادنى وهو متيقن فصار كناية اور وديعت كا ركن ايجاب ہے خواہ صريحاً
ايجاب ہو چنانچہ يوں کہنا کہ ميرے يہ چيز تو پاس وديعت رکھ خواہ کناية ايجاب ہو چنانچہ ايک شخص کا دوسرے سے يوں کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے يا يہ کپڑا
مثلاً مجھکو دے سو اوس نے کہا کہ ميں نے تجھکو دئيے تو يہ وديعت ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ دينا ہبہ اور وديعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے ليکن وديعت کمتر
چيز ہے اور وہ يقيني ہے تو يہ کناية ٹہرا ايجاب وديعت کا اور کناية سے يہاں يہ مراد نہيں کہ لازم سے انتقال ہو ملزوم کے طرف بلکہ يہاں کناية سے يہ
مراد ہے کہ جو ايک شيء اور غير شيء دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کناية طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلا کما لو وضع ثوبه بين يدی رجل ولم يقل
شيئا فهو ايداع يا ايجاب قولی نہيں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ايک شخص نے اپنا کپڑا ايک شخص کے آگے رکھديا اور کچھ نہ بولا تو يہ فعل وديعت کا سپرد کرنا ہے مثلاً
يہ ہے کہ اپنی کتاب ايک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آويگا در صورت تلف ہو جانيکے اور اگر ايک ايک آدمی
اوٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑيگا کيونکہ وہ حفاظت کے واسطے متعين ہو گيا تو ضمان کيواسطے بھی مخصوص ہو گيا انتہی تو يہ ايجاب اور قبول دونوں
معاً ٹہرے والقبول من المودع صريحاً قبلت اور رکن وديعت قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صريح ہو چنانچہ يوں کہا کہ ميں نے وديعت
قبول کيا او دلالة کما لو سکت عند وضعه فانه قبول دلالة کوضع ثيابه فی حمام بمرأى من الثيابی وکقوله لرب الخان اين اربطها فقال
هناك كالسراج اخا خانيه يا قبول باعتبار دلالت حال کے ہو چنانچہ اگر چپ رہا اوسکے رکھنے کے وقت تو يہ قبول کرنا وديعت کا دلالت حال کی راہ سے
ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام ميں کپڑوں کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانہ کے مالک اور مہتمم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا يا اونٹ باندہوں
سو اوس نے کہا وہاں تو يہ ايداع ہو کذا فی الخانيه هر اس صورت ميں ايجاب اور قبول دونوں دلالة ہيں وهذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق
الامانة فيتم بالايجاب حتى لو قال للغاصب اودعتك المغصوب برئ عن الضمان وان لم يقبل اختيار اور يہ ايجاب اور قبول کا
رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق ميں ہے اور امانت کے حق ميں تو فقط ايجاب پر تمام ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے صاحب مغصوب نے کہا کہ ميں نے مال مغصوب کو تيرے
پاس وديعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گيا اگرچہ غاصب نے اسکو قبول نہ کيا کذا فی الاختيار هر حق امانت سے مراد يہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول سے
سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطها کون المال قابلا لاثبات اليد عليه فلو اودع الابق او الطير فی الهواء لم يضمن
اور وديعت کی شرط يہ ہونا مال کا دست قدرت کے لائق ہو تو اگر غلام گريختہ کو يا پرندہ کو ہوا ميں وديعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا ليئے اسواسطے کہ يہ
ايداع صحيح نہيں اور اسيطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا شرط لوجوب الحفظ عليه فلو اودع صبيا فاستهلکها لم يضمن
ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقه اور مودع کا مکلف يعنی بالغ ہونا يہ شرط ہوا سپر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر وديعت رکھی صغير کے پاس سو اوس نے
وہ چيز تلف کر ڈالی تو اوس پر تاوان نہيں اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس وديعت رکھی تو اوسپر تاوان آويگا اوسکے آزاد ہونيکے بعد يعنی بشرط اسکے
آزاد ہونيکے وهی امانة هذا حکمها مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولها اور وديعت امانت ہے يہ حکم ہے وديعت
کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادای وديعت کے مالک کے مانگنے کيوقت اور يہ مستحب ہوتی قبول وديعت کے اور اداء وديعت عند الطلب
واجب ہے ليکن اگر تلوار وديعت ہو اور مالک نے کسی انسان کے ناحق مارنيکو تو اوس وقت نہ دينا لازم ہے چنانچہ در المنتقی ميں ہے فلا تضمن
بالهلاك الا اذا كانت الوديعة باجر اشباه معزيا للزيلعی جب وديعت امانت ٹہری تو اوسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہيں مگر جب کہ
وديعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ ميں ہے زيلعی سے منقول ہے زيلعی نے ضمان اجير ميں وجہ اسکی يوں بيان کی ہے کہ اجرت پر حفظ وديعت کا العقد
بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنه ام لا هلك معها شیء اولا لحديث الدارقطنی ليس علی المستودع
غير المغل ضمان يعنی ہلاک وديعت سے مطلقا ضمان نہيں خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو يا نہو کوئی چيز وديعت کے ساتھ تلف ہو يا نہو بدليل حديث دارقطنی
کہ وديعت قبول کرنيوالا غير خائن پر تاوان نہيں واشتراط الضمان علی الامين کالحمامی والخانی باطل به يفتی خلاصه وصدر الشريعة

اور تاوان کا شرط کر لینا امانتدار پر جیسا کہ حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظھا
بنفسہ وعیالہ کمالہ اور ودیعت قبول کرنیوالیکو جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنی عیال سے اپنے مال کیطرح وھم من یسکن
معہ حقیقۃ او حکما لامن یمونہ اور وہ یعنی مستودع کی عیال وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جو اسکی عیال ہین جنکو
وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اوسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین
مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفریع کے اگر مستودع ودیعت اوس اجنبی کو دے جو اوسکے ساتھ رہتا ہی تو اوس پر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین
ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پہر جب اپنے گہر مین آیا تو ودیعت کو نپایا تو اوسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتہہ
مین گہر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعھا الی ولدہ الممیز او زوجتہ ولا یسکن معھما ولا ینفق علیھما لم یضمن خلاصہ تو اگر امانتدار نے
اپنی ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتہہ نہین رہتا اور اونکو نفقہ نہین دیتا تو اوسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ھم
یہہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گہر مین رہتے ہون مگر وہ دونون درحکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم
ہی غلام کا لیکن ولد مین یہہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وتقیید الدفع الیہ بالولد وجھا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل
یعتبران معا یعنی اوسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنی زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول
ضعیف ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ
ضمن خلاصہ اور اسکی عیال کا امانتدار ہونا شرط ہی زیلعی وصیت مین تو اگر اوسمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہوا اور پہر اسکو ودیعت
غیر کی سپرد کری تو اوسپر تاوان لازم ہوگا یعنی ہر صورت ہلاکی کذا فی الخلاصۃ ھم دونون صورتون مین تاوان نہین جب کہ امانتدار اوسکے معلوم ہوا اور جب مطلق
اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نھاہ عن الدفع الی بعض
من فی عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر اوسنے مستودع کو اوسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پہر
اوسنے اوسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اوسکو اوسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اوسکی عیال مین سوای اوس شخص کے اور شخص بہی ہو کذا ذکرہ ابن ملک
تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اوسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اوسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظھا بغیرھم ضمن وعن محمد
ان حفظھا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ
المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوای اپنی عیال کے تو اوسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت یہہ ہی کہ اگر حفاظت
کروائی اون لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی جیسا کہ اوسکا وکیل اور غلام ماذون اور اوسکا شریک مفاوضہ اور شریک عنان تو جائز ہی
اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اس پر ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح مین اور اوسکے سوا اور علما نے بہی اسی قول پر اعتماد
کیا ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکہا ہی ھم بحنایہ مین یہہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کے طرف
کی ہی ولھذا التحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اوسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق او الغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمھا الی جارہ او الی فلک غیر عیال کے دینے
مین تاوان ہے مگر جب کہ مستودع آگ کی جلانے سے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہو
سو اوس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان
اوس پر آویگا ھم حموی نے کہا یہہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مین ہو جسکو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو
کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعھا لمن فی عیالہ او القاھا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن یعنی خوف حرق یا غرق مین تاوان

نہیں مگر جب مستودع کو اس حالت میں اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اوس نے ناو پر دوسری کشتی میں پہینک دیا سو وہ پہلے سے دریا میں گر پڑی
یا وہ ہلاک کر گر پڑی تو اوسپر تاوان آویگا کہ اپنے قریب پہینک دیا واسطے کہ اوسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا ہے اذا علم انہ ای المالک لم یجاوز ذ
ذلک اخر صدق فی ذلک علیہ وتوجیہ ای لعدم سببیت ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی میں رکھدینے کو
دعوی کیا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اوسکے گہر کا آگ لگنا معلوم ہوا او اسیطرح وقوع غرق وہ لفت ہو۔ وان لم یعلم وقوع الحریق فی
دارہ لا یصدق الا ببینۃ تحصل بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اوسکے گہر میں وقوع آتش کی علم
نہو تو اوسکے قول کی تصدیق نہو گی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہو گئی یعنی اختلاف زائل ہو گیا اور
خدا ہی کیجانب سے توفیق ہی خیر کی مترجم کہتا ہے کہ خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش اوسکے گہر میں معلوم ہو تو اوسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو
مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اوسکی تصدیق نہو گی مگر شہادت سے پس اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجئے تو دونوں
عبارتوں کا اختلاف رفع ہو جاتا ہے اور تتمہ و تبیین و ذخیرہ میں منقول ہے مستودع ولو منعہ الودیعۃ ظلما بعد طلبہ لرد ودیعتہ فہلکت الیہ
لم یضمن ابن ملک متعلقہ ولو حملا لو کیلہ خلاف رسولہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر فاذا اراد تسلیمہا ہل یبرء والمستودع ذالک کو
ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کی بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی نہیں جیسا کہ اوسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر
قادر ہی تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اوسکا ایلچی آئے سبب منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہ دیگا اور ذکر ابن ملک بخلاف جامع الفصول
یعنی اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اوسکے ندینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کیجانب سے کوئی نشانی لیا ہو بنا بر ظاہر الروایہ کے ولا الا بان کان
عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا یضمن بطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو یا ہو مگر عاجز ہو یا اوسکی
ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکر ابن ملک تو منع سے تاوان نہ ہوگا جیسے طلبگار ہی ظالم بغیر حق کے ندینے میں
تاوان نہیں ہم محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اوس نے کہا کہ میں اسوقت میں اوسپر قادر نہیں ہوں اسواسطے کہ وہ دور کہیں ہے اور وقت
تنگ ہی پہر اوسکے طرف محتاج ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بہی لٹ گئی تو اوسپر تاوان نہیں اور اوسکا قول مقبول ہے انتہی اور ظالم کی صورت یہ ہے
کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنیکے واسطے تو ندینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام
ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگی تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اتی د
صاحبہ ان یاخذ الیضرب بہ رجلا ظلما فللمودع الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جی حر تو اگر ودیعت
تلوار ہو مالک اوسکا چاہتا ہو کہ اوسکو لیکر کسی مرد کو ناحق قتل کرے تو اوسکو تلوار کا ندینا جائز ہے جہان تک کہ اوسکو معلوم ہو جاوے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنی
قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہو گا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بالی ذمتہ
مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج بہ خانیہ چنانچہ عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکہی جسمیں عورت کا اقرار ہے زوج کے واسطے مال یا مہر لینے کا
تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو ندے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ
یضمن نقصہا کذا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق کے یہ مرجانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اوسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جاویگی اوسکے ترکہ
میں ہم جب اوس نے بیان کر دیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک نہیں یا اس تجہیل اور عدم بیان ہی لہذا تاوان اوسپر لازم نہیں الا
اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جب کہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اوس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا
علمتہا وانکر الطالب لم یصدق وفسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور
طالب اوسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کہول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے اور میں اوسکو جانتا تہا اور وہ تلف ہو گئی تو وارث کی تصدیق

ہو گی یعنے مورث پر تاوان نہ آویگا ھذا و مالو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وھی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن المودع
اذا دل ضمن خلاصہ یہہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلہ مین
برابر نہین اور وہ مسئلہ یہہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اوسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتادیگا تو تاوان
دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اوس نے
ودیعت سارق کو بتادی پہر سارق جب لینے آیا تو اوس نے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اوس پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ
کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی
ہین یعنے اون کا تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ھم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر
الا فی عشرۃ علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین موت بلا بیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا
فلا یضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکہا کسی شخص کے پاس پہر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اوسپر تاوان نہین
قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای لثمن الارض المستبدل بہ قلت فلعین الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفۃ
علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بحثا بالفجاءۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان کانہ اتلفہا ظلما
فیضمن ورد ما بحثہ فی النفع الوسائل فتنبہ مصنف نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اوسپر
تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولی اوسپر تاوان ہوگا
چنانچہ دراہم وقفے کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور ثابت رکہا ہے اوسکو مصنف کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ
اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو
تو تجہیل سے تاوان اوسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹہیرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے جو کچہ کہا ہے
جس کی النفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہو ھم مصنف کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے
کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث البحث یہہ تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور
اوس نے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور نہین تو یون کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیندار ہو تو تاوان نہین
شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹہیرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی
کرتا تو بہتر وہی قول ہے جس پر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من
اودعہا ولا بد منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال
الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی
اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اوسنے ودیعت رکہا اور یہہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی نے مال یتامی کا اپنے گہر رکہا اور بلا بیان مرجاے
تو اوسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اس صورت کے کہ اوسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال
یتیم کی ولایت ہے بر قول معتمد کذا فی تنویر البصائر تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا
اور ازانجملہ یہہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکہا پہر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ھم اور ازانجملہ وصی ہے
جب کہ بلا بیان مرجاے اور ازانجملہ باپ ہے جب کہ بلا بیان مال صغیر مرجاے اور ازانجملہ وارث ہے جب کہ بلا بیان مرجاے کہ اوسکے مورث کے پاس کیا ودیعت رکہا
تہا اور ازانجملہ اوس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گہر مین آندہی سے اوڑ کر کوئی چیز گرپڑی اور ازانجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اوسکے مولے نے

اوسکو گھر مین کوئی چیز یہ دن اوسکے اوسکے رکہی اور ازانجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سوا ان مین تاوان نہین امین پر کذا اسنے الحاوی سے عن الاشباہ ۔ ولیس منہا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت وان لم یحشوہا بقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہے مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف نے اپنی شرح مین یہان یعنی کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصے کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکے مخالف قول غلط ہے مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکہا ہے تو مستثنی نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے عمر یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنی کیے تہے جن مین امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بہی تہا پہر جب شریک پر ضمان حق ٹہیرا تو نو مسئلے مستثنی باقی رہگئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ الوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی ووصیۃ من المحجورین لان الحجر یشمل سبعۃ فانہ للصغر والرق والجنون والغفلۃ والدین والسفہ والعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل مذکورہ نو مسئلے اور زیادہ کئے ہین یعنے دادا اور اوسکا وصی اور قاضی کا وصی اور ہر شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین چہہ شخص رہگئے والمعتوہ کصبی لم یبلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ کذا فی الملتقط وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر بالغ ہو پہر بلا بیان مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین مگر جب کہ گواہ یہہ گواہی دین کہ ودیعت اوسکے ہاتہہ مین تہی بعد اوسکے بالغ ہوجانیکے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے یعنے طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تہی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنے اذن فی التجارۃ ہوں کہ اسنے خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پہر دونون مرجائین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو دونون پر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم عاطفا علی بیتی الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنی مسئلے انیس کو پہنچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی یہ شعر ہین ۵ وکل امین مات والعین تحصر + وما وجدت عینا فذا بالتصیر سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم وہو المؤمر + اور وہ چار دو بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تہا اور جو امانت کہ اوسکے پاس تہین اوس شخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہے اوسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پہر سوا شریک مفاوض کے اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع مالک سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہے ۵ وصاحب دار القت الریح مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد جد وقاض ووصیہم + جمیعا ومحجور فوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ جسکے گہر مین ہوانے کچہہ ڈالدیا مانند اوس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گہر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اوس سے خبر نہین اسیطرح والد اور دادا اور قاضی اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پہر بعد اسکے وارث مرقوم ہے ہم محجور الانواع سبعۃ مذکورہ کو شامل ہے تو یہہ سب اٹہارہ امین ہوئے جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف بحیث صنفہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتہہ ہم جنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے چنانچہ گیہون کا ملانا جو کے ساتہہ اور کہرے درمون کا ملانا کہوٹے درمون کے ساتہہ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے مودع کے ملادینے سے ہم امام کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اوس پر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتہہ ہو خواہ

پس ہوجاتا ہم

غلط ملط ہو مازجت کے ہو چنانچہ خلط المائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکہ کا سرکہ سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول
اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور ہر کا حق عین اور
دین سے ساقط ہو گا ابراء سے کذا فی البحر ولو خلطہ بردیٔ ضمنہ لانہ عیبہ وبعکسہ شریک لعدمہ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا
تاوان دے اسواسطے کہ اوسنے اسکو عیبدار کر دیا اور اسکے برعکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہونے
عیب کے کذا فی المجتبی ولو باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کو ساتھ
مالک کی اذن سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت
درم مودع کے درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ٹھیرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط
ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے
باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت
خرچ کر ڈالی سو برابر اوسکی پھیر دی پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہین ہو سکتی اوس خلط کرنیکے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان
اوسپر لازم ہو گا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنیکے سبب سے اور بعض باقی کا خلط
کرنیسے تو وہ متعدی ہوا انفاق سے اور جو اوسنے پھیر دیا وہ اوسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو اتی القیمتین وانفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق
احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت کی تمیز اور جدائی حاصل ہو سکتی ہو یا اوسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اوسمین داخل نہیں
کی یا اوسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اوسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط اوتنا تاوان دیوے جتنا اوسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ
التبعیض اور یہہ ضمان بقدر انفاق اسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نکرتا ہو ہم یہہ مرتبط ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے
رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو فقط اوسی قدر کا ضامن ہو گا جتنا اوسنے صرف کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہیں
لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہین اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جب کہ ودیعت دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو لیکن اور مین نے یہہ
مصرح نہین دیکھا کہ جب اوس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر خرچ اور نقصان باقی کا تو اوسکی تحریر کرنا چاہیے
کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او رکب دابتہا واخذ بعضہا ثم ردہ عینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال ما یؤدی
الی الضمان اور جب کہ اوسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اوسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کے طرف یہان تک کہ تعدی زائل ہو گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کے طرف مودی ہے یعنی متعدی رد کرنے سے دور ہو گئی جو تاوان کی
موجب تھی اذا لم یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شرط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جب کہ اوسکی نیت یہ ہو کہ اوسکو طرف عود کرنے کا
ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شروط نیت کے بیان مین ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اوسکا ارادہ یہہ ہے کہ اوسکو دن مین پھر پہنیگا
پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاہ لم یبرا لعملہما لانفسہما
بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استئجار ومضارب ومستبضع وشریک عنانا او مفاوضۃ ومستعیر لرہن اشباہ
بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے
واسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استئجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اوس شخص کے
جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان سے آگے بڑھ گیا
پھر اوسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہو گا تو تاوان اوسپر لازم ہو گا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی کی یہہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی

پھر گاؤ وکیل ہوا اسکو سیا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اور وکیل نے اختیار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے تاکہ ایک
گھر اسکو کرایہ پر لے دی سو وکیل نے دوکان کے کرایہ میں دراہم دیئے پھر پھیر لیے بیٹھا سو وہ تلف ہو گئے تو تاوان نہیں آئے اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہے
کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تاکہ اسکو گرو رکھ دے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو گشتہ مال پر جو اسکی
قیمت کے برابر ہو گرو رکھا پھر اوس نے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھڑا یہاں تک کہ غلام یا جانور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اس پر ضمان نہیں
اور اس مسئلہ میں یہ شبہ غور طلب ہے کہ متعدی کے بعد رہن میں بھی رکھو تو اگر تعدی کے بعد رہن رکھے گا اور وہ ضائع ہو گا تو اوسپر تاوان لازم ہو گا اور وہ
داخل ہو گا اوس مسئلہ میں جو متن میں مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے مسئلہ مستعیر سے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے
کذا فی الطحاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازاله لا یزول الضمان الا فی هذه العشرة اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانتدار جب کہ
تعدی کرے پھر متعدی دور کرے تو اوسپر تاوان زائل نہیں مگر ان دس مسائل میں تاوان زائل ہو جاتا ہے لان یده کید المالک موضع پر بعد ازالہ تعدی
تاوان ہو اسلئے نہیں کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے طحطاوی نے کہا یہ علت مسئلہ ودیعت کی جو متن میں مذکور ہے انتہی اور ایک
نسخہ میں یوں ہے لان یده کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہیں کہ شخص مشروع کا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضہ کے ہے اور یہی نسخہ مناسب مقام ہے واللہ
اعلم ولو کذبه فی عوده للوفاق فالقول له وقیل للمودع عاده یہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے کہ اوسنے تعدی میں تو اوسکا قول یعنے مالک ہی کا
قول مقبول ہے اور بعضوں نے کہا مودع کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیة وبخلاف اقراره بعد جحوده ای جحودها الایداع اور بخلاف اقرار کرنے
مودع کے انکار ایداع کے بعد یعنی مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک نے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہیں رکھی پھر ودیعت کا
اقرار کیا تو اوسپر تاوان لازم ہو گا لیکن چند شرطوں کے بعد جنکو مصنف آگے بیان کریگا حتی لو ادعی هبة او بیعا لم یضمن خلاصة تو اگر مودع ہبہ
یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اوس پر تاوان نہ آویگا سبب ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقوله بعد طلبه
ردها فلو سأله عن حالها فجحدها فهلكت لم یضمن خو مصنف نے اقرار بعد انکار میں یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے
بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کسطرح ہے سو اوسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہو گئی تو اوسپر
تاوان نہیں کذا فی البحر وقید بقوله ونقلها من مكانها وقت الانكار ای حال الجحود لانه لو لم ینقلها وقته فهلكت لم یضمن خلاصة
اور مصنف نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اوسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت میں اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہاں سے نہ اوٹھا لیجائیگا
پھر وہ تلف ہو گئی تو اوسپر تاوان نہ ہوگا کذا فی الخلاصہ عدم نقل حالت انکار پر صادق ہے کہ مطلقا نقل نہ ہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو
طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہے کہ انکار کے زمانے میں اوسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہیں کہ وقت حقیقی انکار میں نقل
واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید بقوله وكانت الودیعة منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندهما
خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں انکار سے شیخین کے نزدیک
بخلاف محمد کے قول اصح میں کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقوله
ولم یکن هناك من یخاف منه علیها فلو كان لم یضمن لانه من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہاں یعنی انکار کے وقت ایسا شخص نہ ہو جس کا
خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا سو اگر ایسا شخص ہو گا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا
منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقوله ولم یحضرها بعد جحودها لانه لو جحدها ثم احضرها فقال له ربها دعها ودیعة فان
امكنه اخذها لم یضمن لانه ایداع جدید والا ضمنها لانه لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اوسکے انکار
مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اوسکا مالک اوس سے کہے اوسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اوسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ یہہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر
ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پہیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقید بقوله لمالکها لانه لو جحدها لغیره لم یضمن لانه
من الحفظ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اوسپر
تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے حاصل متن یہہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے تاوان
لازم آتا ہے ۱ شرط یہہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہہ کہ زمانہ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہہ کہ ودیعت منقولات
سے ہو ۵ یہہ کہ انکار کیوقت دو شخص نہون جسکے ضائع کرڈالنے کا خوف ہو ۶ یہہ کہ ودیعت کو انکار کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہہ کہ انکار مالک سے کیا
نہ غیر سے فاذا تمت هذه الشروط ظلم بذکرانا قرار الا بعقد جدید ولم یوجد پس جب کہ یہہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے
بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ہے ولو جحدها ثم ادعی ردها بعد ذلك
وبرهن حلفه قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پہر دعوی کیا کہ اوس نے ودیعت کو پہیر دیا بعد اسکے اوسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے
اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برهن انه ردها قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتها قبل برهانه جیسے
اگر گواہ لایا کہ اوس نے ودیعت پہیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار ازراہ غلط کیا یا مین بہول گیا تہا یا مجہکو یہہ گمان تہا کہ مین ودیعت کو
دیچکا ہون تو برہان اوسکی مقبول ہوگی ولو ادعی هلاکها قبل جحودها حلف المالك ما یعلم ذلك فان حلف ضمنه وان نکل بری و
کذا العاریة منها پہر اگر دعوی کیا ودیعت ہلاک ہونیکا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاوے کہ وہ اسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو
اگر مالک یہہ قسم کہاوے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکہاوے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنهاج ہم قاضی اسکو
شوقیت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا
دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی مستعیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن قیمتها یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیه اور انکار کے دن
جو ودیعت کی قیمت ہوگی اوسکا تاوان لیا جائیگا اگر اوس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیة بخلاف
مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیه بخلاف اوس مضارب کے جس نے انکار کیا پہر خرید کیا تو اوسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیه ہم منح الغفار مین خانیہ سے
منقول ہے کہ مضارب سے جب صاحب مال نے کہا کہ تو نے مجکو کچہہ نہین یا پہر بولا کہ ہان دیا ہے مجکو پہر مال سے کچہہ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر
مال ضائع ہوگا اوسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان مین جب کہ اوس نے انکار کیا پہر
اقرار کیا پہر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پہر خرید کریگا پہر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اوسکی ہوگی انتہی تو اگر
شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹہیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وللمودع السفر بها ولو لها حمل ومؤنة عند عدم نهي
المالك وعدم الخوف علیها بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کرنے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے
اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین باربرداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ مین حمل کی تفسیر یہ کی ہے کہ جسکے اوٹہانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہے
فلو نهاه او خاف فان له بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسه ضمن وباهله لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا
یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین
لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتہہ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یدفع
المودع الی احدهما حظه فی غیبة صاحبه اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز ودیعت رکہی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسے کچہہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسے
کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین ہے کہ ان مین سے ایک شخص کا حصہ دے دوسرے شخص کے پیچہے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا

۱۵ بخلاف مضارب کے کہ انکار کیا پہر اقرار کیا پہر خرید کی تو تاوان نہ دیگا ۱۲

تاوان ہی یعنی اونکے نزدیک دوسرے کا حصہ دینا جائز ہی ولو دفع الکل الی صاحبہ ضمن عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ استحسانا لا القابض ہو المختار۔ اور اگر دوسرے
کی غیبت میں ایک کا حصہ دیگا تو اوسپر تاوان آویگا یا نہیں وہ دین سے کہ تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہی کہ استحسان میں اوسپر تاوان نہیں
پھر جب قسم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ہم کہتے ہیں علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے
قول پر ہین ذکرہ او دعہ رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ کدراہم ودنانیر ومکیل وموزون وان دفع الی الآخر ضمن الدافع
شیئا یعنی اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اوسکو بانٹ لین اور ہر مرد اوسکے نصف کی محافظت
کرے مانند درہمون اور دیناروں اور مکیلات اور موزونات کے ... اور جو چیز عیب دار ہوجاوے تقسیم سے وہ ... دونوں برابر کر قسمت
اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہوجاوے تقسیم سے مثل ہزار درم یا غلام کی خرید کہ ... دونون برابر کر قسمت
کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اوسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الخلاصۃ
ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف
ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اوس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اوسمین اوس پر تاوان نہین بسبب جائز ہونے ایک شخص
کی محافظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ ولو قال لا تدفع الی عیالک او احفظ فی ہذا
البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار ان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ و نحوہ لم یضمن اور اگر
مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنی عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت اوس شخص کو اپنی عیال مین سے دیدی جس
سے اوسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اوس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اوس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے مین برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ
مالک کی تجویز کی کوٹھری سے ہو تو اوسپر تاوان نہ آویگا یعنی درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکور مفید نہین لہذا معتبر نہین ہم
عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اوسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح النقایۃ للشمنی کہا
اوس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر وہ نیا
تو تاوان دیگا اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی ہم جیسے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلا اوس زوجہ یا اوس غلام کو سپرد کرے
جسکو دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اسطرح پر کہ اوسکی
پشت راہ کے طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ تقیید مفید ہی کیونکہ بعض عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور مقامات
مین بہت متفاوت ہوتے ہیں بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اوسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے
اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی التاتارخانیہ ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت
بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہین مودع کا مودع مثلا زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کو ہے جو مودع اول
یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونیکے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہہ امام کا قول
ہی اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت
عندی فالقول لہ اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اوس نے مجھکو پھیر دی تھی اور میرے پاس
ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق ہوگی دفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہوجانے میں اوسکی تصدیق
ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنی اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب تاوان
سے مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی تھی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی النہر وفی المجتبی

القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل لغیره فقطعه فکلاهما ضامن ۱ ور مجتبی میں ہے کہ جب دہوبی چوک جاوے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دیدے
پھر دوسرے شخص نے اسکو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنے دہوبی اور قاطع ضامن ہیں ہم یعنی مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دہوبی سے تاوان لے
تو دہوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دہوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسیکو مقتضی ہیں کذا فی الطحطاوی یعنی یہہ تفصیل بحث ہی نہ روایت
مذہب وعن محمد اصاب الودیعة شیئ فامر المودع رجلا یعالجها فعطبت من ذلک فلربها تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج
رجع علی الاول ان لم یعلم انها لغیره والا لم یرجع انتہی ۱ ور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھہ بیماری ہوگئی سو مودع نے
ایک مرد سے کہا کہ اوس کا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اوس کا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع
سے پھر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نکریگا انتہے مافی المجتبی بخلاف مودع الغاصب
فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اوسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع
سے اسواسطے کہ اوس نے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اوسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع علی الغاصب وان علم
علی الظاهر درر خلافا لما نقله القهستانی والباقانی والبرجندی وغیرهم فتنبه ۱ ور جب مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب
سے پھر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے برقول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اوس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہ نے نقل کیا کہ
در صورت علم کے رجوع نہیں تو خبردار رہو اس اختلاف سے معه الف ادعی رجلان کل منهما انه له اودعه ایاه فنکل عن الحلف لهما
فهو لهما وعلیه الف اخری بینهما ۱ ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اور دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اوسکے ہیں اور نے اوس
شخص کے پاس ودیعت رکھے ہیں یعنی دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اوس نے دونوں کے واسطے قسم نکہائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے
مملوک ہوجاوینگے اور اوس شخص پر ایکہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہونگے ہم قسم نکہانا اقرار ہوا دونوں دعوونکا
لہذا ایک ہزار اوسپر زیادہ لازم آئے ولو حلف لاحدهما ونکل للآخر فالالف لمن نکل له ۱ ور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کہائی اور
دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اوس مدعی کو ملینگے جسکے واسطے اوس نے قسم نکہائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعها الیوم الی فلان فلم یدفعها
حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمه ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہہ ہزار درم آجکے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اوس نے
اوسکو نہیں پہنچایا یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اوس سے تاوان نلیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ فعل اوسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال له احمل الی الودیعة فقال
افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وهلکت لم یضمن لان الواجب علیه التخلیة عمادیة چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اوٹہالا
ودیعت کو سو کہا اوس نے کہ میں یہہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اوٹہالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ مودع پر
تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی خلا یکو دینا یا مالک کے طرف ودیعت کا اوٹہالانا اوسپر واجب نہیں ہی جسکے نکرنے سے تاوان اوسپر لازم ہو بلکہ مالک اور
ودیعت میں تخلیہ البتہ اوسپر واجب ہی قال رب الودیعة للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت وکذبه فی الدفع فلان وضاعت
الودیعة صدق المودع مع یمینه لانه امین سراجیة صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخصکو دیدے سو اوس نے کہا میں نے اوسکو دیدی اور فلانے
شخص نے دینے میں اوسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کی قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھہ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع
ابتداء لا ادری کیف ذهبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذهبت ولا ادری کیف ذهبت فالقول قوله مودع نے شروع سے کہا میں نہیں جانتا
ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اوسپر تاوان نہیں برقول صحیح تر جیسا چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہون کہ کیونکر وہ جاتی
رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتها او دفنتها فی داری ام موضع اخر فانه یضمن
بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی اپنے گہر میں یا کسی اور جگہہ

تو اسپر تاوان آویگا ہم کہتے ہیں کہ فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بھولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو تاوان اسپر نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن کر دینا مکان بیان نکیا لیکن اوسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جہمین دفن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے **فروع** مسائل متفرقہ مشائخ نے حکم المودع اذا اکرہ علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یعنی جسکا مال ودیعت رکھا گیا بعض مال کے دینے پر زور سے مجبور کیا ظالم سے تو اپنی جان پر یا اپنے عضو پر ڈرا اور بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس او القید ضمن اور اگر محبوس ہونیسے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور بعض مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ ماکلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ معذور ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کرڈالنے سے مگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اوسپر تاوان آویگا اگر اوسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اسپر تاوان نہیں کہ لو کان الجائر ہو الاخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ یعنی اگر ظالم جابر دہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیۃ مترجم طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکورہ بالا نہیں جیسے خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر الی الحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے کا تو مودع پر واجب ہے حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نکہی یہانتک کہ ودیعت بگڑ جاوے تو تاوان نہیں مترجم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری اگر اوس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر قاض فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنیوالا ہے یعنی مالک سے وہ خرچ نہیں لیسکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ والرہن فہلک تحالۃ القراءۃ لا ضمان لانہ لا ولایۃ ہذا التصرف صیرفیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اوسکو اس تصرف کی لینے پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ مترجم کتاب العاریہ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق سے ضرر نہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسیکی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور احتیاط یہی ہے کہ بدون اجازت مالک نظر کرے آور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص دوسرے کے پاس طشت رکھا سو اوسنے خم یعنی مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا تو اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں ہے اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طشت کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال وکذا الحکم فی ضمن السراج علی المنارۃ سراجیہ کو مصنف نے کہا اسطرح اگر ودیعت کا چراغ مناری پر رکھے تو تاوان نہیں ہے صورت تلف ہو جانیکے مترجم مناری پر اور محل نہو دفعہ اکدع صکا و فیہ اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادای بعض حق معلوم ہوا اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ہوا ادای بعض حق کا تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند کر رکھے مترجم صورت اوسکی یہ ہے کہ شخص زید کا عمرو پر سو درم دین تھے سو عمرو نے زید کو سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر عمرو نے پچیس درم شخص زید کو ادا کئے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اسکا وارث پچیس درم دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک عمرو کو دے گو ندی لحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین عمرو کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ حکم مشہور مذہب پر ہے کہ دعاعلیہ حق کا اقرار کرے تمسک یکہرکرا الاجو خط مثبت حق نہیں تضمنی وفی الاشباہ لا یلزم مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا مدیون بری نہو گا وارث کو دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور مدیون کو حکم ظاہر الامر بالغ ہونے جب کہ دین مستغرق ہو اور وارث ممنوع چنانچہ ودیعت میں بھی شرح وہب مودع مانکر ودیعت ویکرا فی الطحطاوی وعن محمد لیس للمستبل اخذ ودیعۃ العبد یعنی مالک کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو مگر جب یعنی کچھ دو کہ یہ مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عمل جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے وہ اوسکی اجرت نہیں پاتا مگر وصی اور ناظر وقف کہ اسکے اجرت شامل ہے جبکہ وہ دونوں عمل کریں مترجم وصی سے وہ مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت پر کیونکہ اور وصیت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کذا فی الاشباہ قلت فیعلم منہ انہ لا اجر للناظر فی المستغل اذا احیل علیہ المستحقون

فليحفظ مين کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کی اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہین ہے ہوئی مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اوسکے پاٹنے کا حوالہ کردیا
گیا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالی کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملیگی وفي الوهبانية وذا فم لكفٍ مقرضًا ومقارضًا + وذيحم القراض الشرط جاز في
نُعِذ + اور وہبانیہ مین ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کیواسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور یہ کہا کہ نصف قرض ہے اور نصف بطور مضاربت
اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بعینہ بضاعت ٹہیریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنیسے صاحب مال
کیواسطے تو مضاربت منقلب ببضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونیکی یہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کے واسطے
اور ٹوٹا بھی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی ٥ وإن يدّعي والمال قرضًا وخصمه + يقول مضاربٌ او بالعكس + اضاعف المال قد قيل
امجد ذكى + اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بمقبول ہے ہم اور دوسرا قول
یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے ٥ وفي العكس بعد الربح فالقول قوله + كذلك في الابضاع
ما يتغير + اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے خلاف مین حکم متغیر نہین ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ
مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر
گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مینے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب مضاربت کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول
ہے کذا فی الطحطاوی ٥ وان قال قد ضاعت من البيت وحدها + يصح وتستحلف فقد يتصوّر + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گہر سے ضایع
ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنے صادق ہے اور اوس سے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنی سوای ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضایع نہونا متصور ہے اسطرح کہ
سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نسکا یا کہ وہی چیز اوسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی ٥ وتاركها في قوم لامر صحيفة + فراحوا ودا حت
يضمن المتأخر + اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنیوالا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچہلا شخص جانیوالا تاوان دیگا ہم
شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بہی اوسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ ہی اوٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا
كذا في الطحطاوي ٥ وتاركه نشر الصوف صيفًا فعثّ لم + يضمن وفرض الفار بالعكس يوثر + اذا لم يسدّ الثقب من بعد علمه + ولم يعلم
الملاك فيما يقرر + اور گرمی کے موسم مین صوف پہیلانیکا ترک کرنیوالا مودع یعنے مالک کے امر سے پہر صوف کو صوف کا کیڑا لگ گیا تو مودع تارک سے تاوان نلیا
جائیگا اسواسطے کہ اوسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اوسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے موثر ہے
جب کہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کردے بعد اوسکے دریافت ہونیکے یا کہ مالک ودیعت خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنی
جب کہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اوسکو مکان مین رکہی جسمین سوراخ نہین ہے پہر اوسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اوسپر تاوان نہین
اور اگر اوس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اوسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اوسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست
سوراخ بند نکیا تو اوس پر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنیسے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ در صورت اعلام مالک کے مودع
سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اوس مکان مین رکہنے سے باوجود سوراخدار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ واو قوله ولم يعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی
قلت بقي لو سدّ هاثم فتحه الفار واتلف لم يذكر وينبغي تفصيله كما قد ذكرته + مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا
سو چوہے نے اسکو کہولدیا اور ودیعت کو خراب کرڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بہی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہہ ہے بقول
طرسوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اوس سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبد البر وغیرہ نے
پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ مین ہے کہ ودیعت پہیر دینے کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی والله اعلم واستغفر الله الحليم كتاب العارية
یہہ کتاب ہے عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالی نے فرمایا (ويمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین

ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینی کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کا گہوڑا جسکا مندوب نام تہا بطور عاریت کے لیا تہا تو اسمین اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے
كذا ذكره ابو السعود واخرها عن الوديعة لان فيها تمليكا وان اشتركا في الامانة مصنف نے پیچہ لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع
کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہیں ھم یعنی عاریت مین تملیک ہے اور ایداع بہی ہے تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب کی اور
مرکب موخر ہے مفرد سے ومحاسنها النيابة عن الله تعالى في اجابة المضطر لانها لا تكون الا لمحتاج كالقرض اور عاریت دینی کی خوبی یہ ہے کہ حق تعالی
کی نیابت ہے ما مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ھم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے
اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن يجيب المضطر اذا دعاه) اسمین مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حقتعالی کا وہ نائب ہوا فریادرسی مین تو عاریت دینی والا متخلق
ہوا بخلق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ایمومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا كانت الصدقة بعشرة والقرض بثمانية عشر اسواسطے
یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہے تو ثواب اور قرضکا ایکدرم اٹہارہ درم کے برابر ہے ھم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج
اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقہ کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنة بعشر امثالها اور قرضکا ثواب اٹہارہ
کا اسو سطی ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم برابر ہے تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرضکا ایکدرم بیس درم کے برابر ہے لیکن صدقہ مین
صدقہ کرنیوالیکے طرف کچہ عود نہین کرتا اور قرضکا درم مقرض کیطرف عود کرتا ہے تو مقابل اوسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹہارہ باقی رہگئے ولہذا اگر مقرض مستقرض سے
معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا هي لغة مشددة وتخفف اعارة الشيء قاموس عاریت لغت عرب مین عبارت ہے چیز کے عاریت دینی سے اور یاء
یائے تحتانیہ مشدد ہے اور اسکی تخفیف بہی جائز ہے کذا فی القاموس ھم اجارہ عاریت دینا استعارہ عاریت لینا المعیر عاریت دینے والا المستعیر عاریت لینے والا وشرعا
تمليك المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہے منافع کو مالک کردینے سے مفت بلاعوض ھم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گہوڑے کا سوار ہونا
اور کتاب سے پڑہنا اور گہر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکلجای اسلئے کہ اجارہ مین بہی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے
افاد ان التمليك لزم الايجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کے لفظ سے ایجاب و قبول کے لازم ہونیکا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی
ھم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کیجانب سے اور مستعیر کے
طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روی استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہے کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہہ غلام لے اور اس سے اپنی خدمت
کرا تو یہہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی
نہین ہوتا ہان قبول کا ہی فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اوسنے اپنا ہاتہ پہیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ لو فعلا فقط قبول کی طرف
راجع ہے کذا فی الطحاوی وحكمها كونها امانة اور عاریت کا حکم یعنے اثر مترتب ہوتا ہے عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاوے تو مستعیر پر تاوان
نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وشرطها قابلية المستعار للانتفاع وخلوها عن شرط العوض لانها تصير اجارة اور عاریت کی شرط
قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط العوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی
ہے ھم قابلیت انتفاع سے خمر اور خنزیر کا عاریت ہونا اسکے حق مین نکل گیا اور یہہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور
موزونات اور روئی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلابیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ پیسہ کسیچیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دکان
اور تجمل کے واسطے عاریت لے تو یہہ قرض نہین بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سوای وجہ مذکورہ کے اور کسی کا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرح في العمادية بجواز اعارة
المشاع وابداعه وبيعه لان جهالة العين لا تفضي للمنازعة لعدم لزومها اور تصریح کی ہے عمادیہ مین مشاع کو عاریت دینے اور اسکو ودیعت رکہنے اور اسکے
بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابة على المستعير وكذا نفقة العبد اما كسوته

نعل المعیر اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وھذا اذا
کلبٹ لاستعارۃ فلو قال المولیٰ خذہ و استخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولیٰ ایضا لانہ ودیعۃ یعنی ہدایہ غلام کا نفقہ مستعیر
پر ہونا ہوتا ہے جب کہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولے نے کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلاخواہش مستعیر تو اسکا کہانا پینا بہی مولیٰ پر ہے اسواسطے کہ
یہہ ودیعت ہے ٭ عاریت ہم ظاہر اسیہ اباحت انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہئی کہ یہہ ویسی ودیعت ہے جسکے
انتفاع کو مالک نے مباح کردیا و تصح باعرتک لانہ صریح ہے اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنے مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین
صریح اور کہلا ہوا ہے واطعمتک ارضی ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی
یعنی مینے اپنی زمین تجھکو کہانیکو دی یعنے زمین کا غلہ تیری کہانیکو دیا اسواسطے کہ یہہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ
پیدا ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز استعارہ ہے بقرینہ الطعام اسواسطے کہ جب الطعام غیر مطعوم مثلا زمین کیطرف
مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے و منحتک بمعنی اعطیتک ثوبی او جاریتی ھذہ و حملتک علی دابتی ھذہ اذا لم یرد بہ بمنحتک و
حملتک الھبۃ لانہ صریح فیہما العاریۃ بلانیۃ والھبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مینے تجھکو کپڑا اپنی یہہ لونڈی
دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مینے تجھکو چڑہایا اپنے اس جانور پر جب کہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہے
تو عاریت کو مفید ہے بلانیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت
نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا و اخدمتک عبدی و اجرتک داری شہرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ مینے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور
اپنا گہر ایک مہینہ بہر تجھکو مفت اجارہ یا ہم اجارہ بلاعوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بہی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی
عالمگیری مین علم عاریت پر عتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی و داری لک مبتدا الک خبر سکنی تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے عاریت صحیح کہ داری لک
سکنی یعنی میرا گہر تیرا ہے سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمییز ہے ہم سکنے مصدر ہے بمعنی اقامت یا اسم ہے بمعنے مکان صاحب در نے کہا سکنے محکم ہے ارادہ
نفع مین لہذا لام بمعنے ملک مراد نہوا و داری لک عمری مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری سکنی تمییزا یعنی جعلت سکنہا لک مدۃ عمرک
اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنے یعنی مینے اپنے گہر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف
یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمییز ہے ہم اور یہہ بہی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسیکی طرف شارح تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اوس نے ایک احتمال کو
دوسرے احتمال کے ساتہہ ملا دیا زیلعی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنے کا لفظ
ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنے لام بمعنی ملک مراد نہوا و لعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء
اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پہیر لے و لو موقتۃ معیر کو عاریت پہیر لینے مین اختیار ہے اگرچہ عاریت کا
وقت بہی معین کردیا ہو ہم دریافت کرنا چاہئے کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہہ ہے کہ مستعیر کو اس سے
فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مخصوص مذکور ہو اسکا حکم یہہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے
تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہہ کہ مقید در حق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتہی قسم یہہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو دونو کا
حکم یہہ ہے کہ تعیین معین سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل و تبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ
و صار لا یاخذ الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام و تمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پہیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی
چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اسصورت مین عاریت منقلب باجارہ ہوجاویگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے اور لڑکا ایسا
لونڈی سے ہل گیا کہ کسیکی چہاتی موہنہ مین نہین لیتا سوا اس لونڈی کے تو اس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودہ چہوڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے

ف یعنے اس مین گر لام بمعنے ملک ہو ۱۲

وبالشمس الا القليم فيلزم العارية فيما اذا استعار جدار غيره ليضع عليه جذوعه ثم باعه المالك ليس للمشترى رفعها وقيل نعم الا اذا شرطه وقت البيع قلت وبالاول جزم في الخلاصة والبزازية وغيرهما واعتمده محشيها ابن الصائغ ولم يتعقبه ابن المصنف لكنه ادعى انه بالحفظ اشبہ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہو کہ عاریت لازم ہو جاتی ہی اس صورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کو پھر مالک نے دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا رفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس کو رفع کرنا جائز ہی مگر جبکہ بیع میں عدم رفع کی شرط کر لے بیع کے وقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہی خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہی اشباہ کے محشی نے تنویر الابصار میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اوس پر اعتراض نہیں کیا تو گویا اسکو پسند کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالهلاك من غير تعد اور بلا تعدی کے عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اسکا لازم نہیں آتا ہی اسواسطے کہ عاریت امانت ہی اور امانات میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہی اور تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کو ایک شخص کھینچتا وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہو گیا یا سوار ہی کیا اسلئے عاریت رکھا سو اسکو بند کر رکھا یا پانی پلانیکے واسطے اسکو نہایت دور لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ جوتا اسکی خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اوسپر تاوان ہی اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانیکے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہاں اسطرح کے چرانیکی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہی اور اگر جنگل میں سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ میں ہی سو وہ چوری گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہی اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہی غیر سفر کا اور سفر میں سو جانے سے تاوان مطلقا نہیں جب کہ مستعار چیز اوسکے سر کے نیچے رکھی ہو یا اس پاس ہو اسلئے کہ عادت میں اوس کی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان باطل کشرطه على المودع في الرهن خلافا للجوهرة ع اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے ودیعت میں تاوان کی شرط باطل ہی برخلاف روایت جوہرہ کے جو ہیرہ میں ہی کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہو جاتا ہی ولا تؤجر ولا ترهن لان الشئ لا يتضمن ما فوقه اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں ہے اسلئے کہ شی متضمن نہیں ہوتی اپنی مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہی بخلاف عاریت کے كالوديعة فانها لا تؤجر ولا ترهن بل لا تودع ولا تعار بخلاف العارية على المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہی بخلاف عاریت کے بقول مختار کے یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر ان صورتوں میں جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی العمادی واما المستأجر فيؤجر ويودع ويعار ولا يرهن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اسکا اجارہ کرنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہی اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرهن فكالوديعة اور مرہون تو ودیعت کی مانند ہی یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور اعارہ جائز نہیں وفي الوهبانية نظم خمس مسائل لا يملك فيها تمليكا لغيره بدون اذن سوى قبض اولا اور وہبانیہ میں پانچ مسائل نظم کئے ہیں اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک کے صحیح نہیں خواہ اوس نے قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو فقال ومالك امر لا يملك بدونه ان وكيل مستعير ومستاجر ذكره بالتبانيه ومضارب ومرتهن ايضا وقاضين بتائب سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک بدون امر مالک اپنے وکیل ہی اور مستعیر اور مستاجر بفتح جیم یعنی مستاجر کسر جیم سوار ہونے اور پہننے مثلاً ہی کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن ہی اور قاضی اور مالک کا جسقدر ہی وکیل کا کی صفت ہی اور وکیل وغیرہ کی خبر ہی وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر اوسکے درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو بہ اعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا اسیطرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اوس پر سوار کرنا یا دوسرے کو وہی قمیص پہنانا جائز نہیں اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی العمادی ومستبضع ومزارع + انما البكر من عند البذر يبدله اور مستبضع بفتح دال اور اسیطرح مستبضع دوسرے کو بضاعت دینیکا اختیار نہیں بعقد مزارعت لی جب کہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیجا تا ہو تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہو کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دیدے کذا فی العمادی قلت والعاشر ومالك المساقي ان

یساقی غیرہ * وان اذن المولی له لیس بمنکر * مین کہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہی اور جائز نہین عقد مساقات الکیو
کہ غیر کو زمین بطور مساقات دی اور اگر مولے یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجر المستعار او رهن فهلکت ضمنه المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت
کو اجارہ مین دے یا اسکو رہن کو سپرد وہ تلف ہوجاوے تو معیر اس سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے ولا رجوع له للمستعیر علی احد لانه بالضمان ظهر انه آجر ملك
نفسه ویتصدق بالاجرة خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہین اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اوسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ
دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف کے اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہی اجرت کا
اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا معیر تاوان مستاجر سے سکت عن
المرتهن وفی شرح الوهبانیة الخامسة لا یملك المرتهن ان یرهن فیضمن للمالك الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے
اور وہبانیہ کی شرحین ہی اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اوسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے
چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھیر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانه عاریة فی یده دفعا
لضرر المغرور اور جب پھیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال پھیر لے جب کہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر
عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب وله ان یعیر ما اختلف استعماله او لا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہی عاریت کا دینا خواہ
اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نکر دیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور الکو
دوسرے کا مالک کرنا جائز ہی جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا
کذا فی صدر الشریعة ویعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وجزاه فی زواهر الجواهر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا
ہو تو مستعیر اوس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار
کیکر نسبت کیا ہی ومثله ای کالمعار المؤجر وهذا عند عدم النهی فلو قال لا تدفع لغیرك فدفع فهلك ضمن مطلقا خلاصة اور عاریت کی چیز کی مثل
ہی اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہی خواہ اسکا استعمال مختلف ہوتا ہو اور درصورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہین اور یہ تفصیل کو
درصورت عدم نہی کے ہی تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر کے دی پھر عاریت تلف ہوگئی تو ہر طرح سے تاوان اوسپر آویگا کذا فی الخلاصة یعنی خواہ
وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابة او استاجرها مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیره له للحمل ویرکب ما شاء بالاطلاق سو جو شخص
کہ عاریت لے جانور کو یا جانور کو بطریق کرایہ لے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اوسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور آپ اوسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنیکو وایا
فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونے مین اسواسطے کہ مطلق ہر تصرف انکو شامل ہی اور تعیین تھا عین مستعیر اور مستاجر کو
اختیار ہی تو اگر اول سوار کی تو اب اوسپر بوجھ لادا نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نہ رہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیره
ان عطبت حتی لو البس او اركب غیره لم یرکب بنفسه بعده هو الصحیح كافی اور تاوان دے اسکے غیر مین اگر جانور ہلاک ہوجاوے تو اگر عاریت کا کپڑا
غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی وان اطلق المعیر والمؤجر الانتفاع فی الوقت والنوع
انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر اور موجر نے انتفاعکو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جسوقت چاہے بدلیل گذشتہ
یعنی بنابر عمل بالاطلاق وان قیده بوقت او نوع او بهما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاعکو وقت یا نوع یا دونو کی قید لگائی تو
تاوان دے بتر خلاف کرنے مین نہ مانند یا بہتر خلاف مین ہم خلاف بتر کی مثال یہ ہی کہ جانور عاریت لیا مثلا دو من گیہون لادنیکے واسطے پھر اوسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ پھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہون سے اور خلاف مثل کی مثال یہ ہے کہ معین گیہون کے عوض اور گیہون اسیقدر لادے یا اپنے گیہون کی عوض غیر کے گیہون اوسقدر
لادے اور بہتر خلاف کی یہ صورت ہی کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اوسپر گیہون لادے وكذا التقیید فی الاجارة بنوع او قدر مثل العاریة اور اسیطرح کا حکم اجارہ میں

له لفظ اجرة ان کہ غیر کو دیوے کافی نظر نہین ۱۲

نوع آخر باستهلاکی تو گویا عاریۃ کے انہ عارية الثمن والمكيل والموزون والمعدود والمتقارب الاطلاق قرض مع ابقاء استعمال الاعيان
اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود و متقارب کی عاریت بلا قید کے وقت قرض ہے بغیر ورق استہلاک عین اشیاء مذکورہ هم یعنی عاریت عاریت انتفاع
اشیاء مذکورہ میں بدون استہلاک نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین کے تو ایسا عاریت قرض ٹھیری معدود و متقارب جیسا انڈا و اخروٹ اور اسیطرح صوف اور
اور روئی اور مشک اور کافور لہذا باقی طرح کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعير بهلاكها قبل الانتفاع لانه قرض حتى لو استعارها ليعاير
الميزان ويزين الدكان كان عارية تو تاوان نہ آویگا عاریت ہیولا اشیاء مذکورہ کے تلف ہونے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپئے اسلئے
عاریت لیا تاکہ ان سے تول کرے ترازو کی درستی جانچے یا دکان کو رکھے کہ وہ دکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض لینے اسواسطے کہ اس میں استہلاک میں
دلیل ہے لا قیمة زید نقرض دلو بیتهما مباسطة ولا کاحة اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر میزبان نے استیسری گنتہ خوشی اور اپنی
ہی تو یہ اباحت ہوم ثرید وہ کہانا ہے جو شوربے میں روٹی ترکرکے مرتب ہوا ہو جب قرض ہوا تو مستقل اوسکی قیمت دینا لازم ہوا اور اباحت میں تاوان نہیں تعتمد
عارية التمهيد ولا يضمن بالهلاك الرحمی مچھلی الهلاك صيدنية اور تیر کی عاریت صحیح ہوا اور تلف ہوسکے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا تو عام
بلاکی ہے ہو کذا فی الصغرى یعنی یہ استہلاک بالتعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا امین تاوان نہیں ولو عار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعة اور اگر
زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے ولہ ان یرجع متی شاء لما بینا انها غیر لازمة اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت
سے پھرے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ويكلفه قلعهما الا اذا كان فيه مضرة بالارض فيتركان بالقيمة مقلوعين
لئلا یتلف ارضه اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودی عمارت اور کھودے درختوں
کی قیمت دیکر دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اوسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دیدے ولو وقت العارية فرجع قبله كلفه قلعهما وضمن
المعير للمستعير ما نقص البناء والغرس بالقلع بان يقوم قائما الى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد اور اگر عاریت کی مدت بیان کی
ہو پھر عاریت پھیرلی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کہدوا ڈالے اور مستعیر کو تاوان دیگا عمارت اور درخت کا نقصان یعنی کہودنے سے اسطرح جو کہ مدت معین تک عمارت
اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت اوسکی مقرر کیجاوے اور پھیرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی الرحم مثلا درخت کی قیمت کہودنے کے وقت ایک روپیہ اور اگر مدت معینہ تک
قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دیگا واذا استعارها ليزرعها لم تؤخذ منه حتى يحصد الزرع وقت او لم يوقت
لان له نهاية معلومة وفي الترك مراعاة الحقين اور جب کہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنیکے واسطے عاریت دی تو اوس سے کھیتی کٹنے سے پہلے زمین لیجاوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو تو زمین
مستعیر کے پاس اجرت مثل چھوڑی جائیگی دونوں حق کی رعایت کرنیکے واسطے ولو قال المعير اعيرك البناء وكفلتك فكان لم يبيت ايضا لان بعد الزرع يدل
سانه يا عمل وعدم ابه فيه كلام اشار اليه الحواشي المعنى فانه سے سر آسید کہا مستعیر کو میں تجکو یہ اور تیری مشقت کا خرچ دیتا ہوں تو کھیت بونا موقوف جائز ہے
اسواسطے کہ کھیت کی بیج قبل اوسکے ہجے کے باطل ہے اور بعد اسکے جو کچھ آمین گنگو ہے معنی میں اسکی جائز ہو جیسا کہ استعارہ کیا ہو کذا فی الصحاح هم تو اسمیں بھی جائز ہے
کذا فی الخلاصة والنهاية ومؤنة الرد على المستعير اور عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اوسنے اپنی غرض کو واسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا
اوسپر واجب ہے فلو كانت موقتة فامسكها بعده فهلك ضمن لان مؤنة الرد عليه هداية تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ
چھوڑی بعد اوس وقت کے پھر عاریت ضائع ہوگئی تو مستعیر ضامن ہوگا تاوان دے اسواسطے کہ پھیرنے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا في النهاية یعنی تو تعدی ہے سو وہ متعدی ہے اور امام
مستعیر دونوں ہیں اور ان قیاس کا مختار ہے اور عدم ضمان کا فتوی اور محققین مکہ ہی کذا فی العمادی الا اذا استعارها لیرهنها فيلزم الاجارة رهن
الحامية عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جب کہ مستعیر نے رہن کرنیکے واسطے عاریت لی تو عاریت اجارہ کے حکم میں ہے کذا فی بہار اسا یعنی تو خرچ معیر پر ہو جیسی
مرہونہ ہوتا ہے کذا فی البحر وكذا الموصى بخدمته مؤنة الرد عليه اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت غلام کی وصیت ہوئی تو پھیرنے کا خرچ اسپر ہے
اكله المؤجر والغاصب والمرتهن مؤنة الرد عليهم لحصول المنفعة لهم اور اسیطرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر پھیرنے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے

سنت کی اور نہیں کیونکہ یہ ہو ھذا الی الاخراج باذن رب المال والانفقۃ ردّ مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیہ یعنی موہر خرچ
لازم ہوتا ہے وقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موہر اخراج کیا تو اجارہ والی اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے جس نے
اسکو اخراج کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیہ بخلاف شرکۃ ومضاربۃ وھبۃ تقضی بالرجوع یعنی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے
کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی الہبۃ یعنی شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی النہر وان ردّ المستعیر الدابۃ
مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا مُیاومۃ او مع عبد ربّہا یقوم علیہا او لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا
بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے
غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور
ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا اور یومیہ دار کو ہو اسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا
بخلاف نفیس کجوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر نے غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بھیجی اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا وبخلاف
الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے
کے یعنی اسطرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب تعدی کے کہ مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے
والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ھذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں
انقضائی مدت کی قید نہ لگائی بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہوں تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمیں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا
فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنی اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسصورت پر ہے جب کہ بعد انقضائی مدت دیا ہو مطلقا
وبخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پھیر دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب تک
مالک کو نہ پہنچیگا تب تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیختص لئلا یعم البناء
ونحوہا اور جب کہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھدے اسطرح پر کہ تو نے اپنی زمین سبز کھانیکو دی تا میں اسمیں زراعت کروں تو
زراعت کی اسواسطے تخصیص کر دی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہو عم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا
انکار نکرے والعبد المأذون لا یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک نہیں ہے اسواسطے کہ عاریت دینا سلوک ہے کذا فی النہر وفی المجتبی واذا استعار
واستہلکہا یضمن بعد العتق غلام مجور نے جبکہ عاریت لی اور اسکو تلف کر ڈالی تو تاوان آزاد ہونے کے بعد دیگا ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ اخذ من الثانی فی الحال الخ
غلام مجور اپنے مانند دوسرے غلام مجور کو عاریت دی سو اسنے اسکو تلف کر ڈالا تو دوسرے یعنی مستعیر فی الحال تاوان دیگا ولو استعار ذھبا فقلدہ صبیا فسرق الذھب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ
ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارۃ والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈال دیا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کر سکے جو کچھ اسکے
بدن پر لباس وغیرہ ہے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے اسلئے
اسواسطے کہ اسنے پرایا مال ضائع کیا تاوان کو دیکر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا
عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو تاوان مستعیر پر نہیں اگر بیٹھے سو گیا ہو اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنیوالا نہیں گنا جاتا
وضمن لو نام مضطجعا لترکہ الحفظ اور تاوان دیگا اگر لیٹ کر سو گیا ہو بسبب نگہبانی چھوڑ دینے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی
والوصی باپ کو جائز نہیں اپنے لڑکے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں عم یہ قول فتاوی عالمگیری کے
مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں طحاوی سے منقول ہے کہ ان کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الحاشیۃ طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا
فلما کان الغد ذھب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ خانیہ عن ابراہیم بن یوسف کذا فی المجتبی وغیرہ

التتارخانیہ

انہ یعنی ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اوس نے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون اوسکے اذن کے اور اوس سے
کام لیا پھر بیل مرگیا تو اوسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبے وغیرہ میں ہے کہ وہ تاوان دیگا ھ تو امین قال ثابت ہوئی جھیز
ابنتہ ما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ
انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول
لہ اتفاقا باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جھیز دیا کہ ویسا جھیز ویسی عورتکو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو یہ اسباب عاریت دیا تھا ملک نہ کیا تھا پس اگر لوگوں میں یہ دستور ہو کہ باپ
اس جھیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اوسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اوسکی تکذیب کرتا ہے
اور اگر یہ طریقہ رواج نہو یا کبھی بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جھیز زیادہ ترہو
اوس جھیز سے جو ویسی عورتکو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول باتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے
مانند ہے حکم مذکور میں یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کو کوئی جھیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو وہی اعتبار ہوگا اور یہی حکم ماں اور ولی میں اوس بیان کی
بحث ہو کذا فی البحر وفیما یدعیہ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جس میں اجنبی دعوی کرے
بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ میں نے اوسکو فلانی چیز عاریت دی تھی تو اوسکا قول مقبول نہیں ہے مگر شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیہ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہوچکا
وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی
الصرف الی الموقوف علیہم یعنی الاولاد والفقراء ونحوہم اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کو پہنچا دینے کا اوسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اوسکا
قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے چنانچہ مودع جب کہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے تو
علیہم سے مراد واقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علما اور اشراف کذا فی البحر واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا
یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ
قلت وقد مر فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنہ المصنف وکتبنا ثمہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے روزینہ
داروں کے وظائف میں صرف کیا تو اوسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر اوس کا تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر اوسکو دوبارہ دیگا
وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہوچکا مفتی ابو سعود سے اور مصنف نے اوسکو پسند کیا ہے اور
اوسکے فرزند نے اوسکو ثابت رکہا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین
اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ دعوی ایصال امین کا امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اوسکی موت کے
مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اوسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو اوسکی زندگی میں دیا تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے
ساتھہ بخلاف الوکیل بقبض العین کالودیعۃ اذا قال قبضتہا فی حیاتہ وہلکت او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان
عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کے جیسے ودیعت مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثوں نے اسکا انکار کیا
یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دیدی تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو
دفع کرتا ہے اور یہ اوسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا
یصدق فی وکالۃ الوالوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اوسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ
تاوان بھی مقبوض کے برابر ہے تو اوسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الوالوالجیہ ھ ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضا ہی دیون امثال
سے ہوتا ہے تو دعوی ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلہ ہوجاتا ہے اوس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی

الطحطاوی مختصرا قلت وظاہرہ انہ لا یصدق لا فی حق نفسہ ولا فی حق الموکل وقد افتی بعضھم انہ یصدق فی حق نفسہ لا فی حق الموکل
وحمل علیہ کلام الولوالجیۃ فلیتأمل عند الفتوی میں کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہوگی اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے
حق مین اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہی کہ وکیل کی تصدیق اوسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل
کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت م ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کے فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اوسکی عبارت سے یہہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق
نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی البیت تو افتای بعض فقہا متین ہوگیا اور تامل کی کچھہ حاجت نرہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ
الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستیر موصی لہ سے م یہہ صورت مین ہی جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستیر نے عاریت قبول کی
موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کی مانند فسخ
ہوجاتی ہی معیر یا مستیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اوسپر دین ہے اور اوسکے پاس ودیعت ہے
غیر معین تو میت کا ترکہ صاحب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر اونکے حصون کے م ودیعت غیر معین کی یہہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے
تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادای کل دیون مین کفایت نکرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذھاب
وفی العاریۃ علی الذھاب والمجیء لان ردھا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے
دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنی اور پہونچانا بدون آنیکے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کہ اوسکے آنیکا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار
دابۃ للذھاب فامسکھا فی بیتہ فھلکت ضمن لانہ اعارھا للذھاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانیکے واسطے پھر اوسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف
ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اوسکو جانیکے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کیواسطے استقرض ثورا فاخذ علیہ الا تراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا
بیل قرض لیا سو اوسپر ترکہ نے مثلا کاشتکاری کی تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہی عرف مین یعنی اور بلا تعدی مستیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ویسکن
واذا اخرج فالبناء للمالک فللمالک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی ونسدت
بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اوسکی سکونت کے
اور عمارت تو مستیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے
م عوض وہ عمارت ہی جو مستیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت
بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کیوقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر لجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھیرے گی اگر
زمین کا خراج مستیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے م خراج تھا معیر پر پھر جب مستیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہی اجارہ کی اسواسطے کہ عقود
مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحیلۃ ان یوجرہ الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء
الخراج منہ اور مستیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہہ ہے کہ مستیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستیر سے اداء خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار
کتابا فوجد فیہ خطأ اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت ولا یأثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت
لی سو اوسمین غلطی پائی تو اوسکی اصلاح کردی اگر مالک کی رضامندی جانی مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ
گنہ گار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب قرآن م اصلاح مین رضای مالک ہو اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی ابن وہبان نے کہا اگر مستیر کا خط
مناسب بخط کتاب ہو اور اوسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضای صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہین تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان
کردے تا مالک اوسکا مطلع ہوکر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ وسفر رأی اصلاحہ مستعیرہ
یجوز اذا مولاہ لا یتأثر اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک کتاب مین مستیر کو اصلاح کرنا معلوم ہوا تو جائز ہی اصلاح جب کہ اوسکا مالک آزردہ نہو وفی منایا کہا اور

دبباغہ کی صناعت میں اوکی بابت ہم بیان کر چکے اور کلام ہو چکے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور چیستان اور پہیلی وآتی کم تدلیس بہالتی اخذ مال اغاکو
وفی عبارة الرجال التفہوک اور وہ کون شے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہیں اور برتن کے سوائے اس مسئلہ منصور ہو ہم سنتے اسکی یہ کہ زمین
عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک میں کر اوسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں وھل داعت لاپ یجوز رجوعہ اور اپنی فرزند کا ایسا کوئی ہے
کہ اوسکو ہبہ لینا جائز ہو ہم سنتے اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہو تو اسکو ہبہ لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے
مالک کے لیے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو ہبہ لینا جائز ٹھہرا وھل مودع ضمن ما اودعہ المالک بحضرتہ اور ایسا کوئی مودع ہے جس نے مال ضائع نہیں کیا اوسکا
تاوان بھرتا ہو ہم سنتے اسکی یہ ہے کہ وصیت کر گیا فی ایک شخص کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درہم میرے فلانی وارث کو دینا سو مودع نے بعد
اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اوس سے تاوان لینگے کذا فی الاشباہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہہ المناسبۃ ظاہرۃ وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم ہوسکتا کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے بلاعوض ہی ھی لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت میں عبارت ہو فضیلت مال
کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو وشرعا تملیک العین مجانا ای بلاعوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے
مالک کر دینے سے مفت یعنی بدون عوض کے تو ہبہ کے حد میں شرط نہیں ہم تملیک عین سے اباحت اور عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل
گئی لیکن تعریف مذکور وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلاشرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو
مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہو آہین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے لوٹ جاوے واما تملیک
الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اوسکو
دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہیے
کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اسکا جواب شارح یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اوس نے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو
تملیک عین متحقق ہو گئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے
واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسا کہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ اخروی ہو جیسا کہ ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم
ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے
ہر ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھاوے جس طرح اوس پر یہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان بتاوے ہم ہوسکتا کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی
النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے
نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض ہے کذا فی الطحاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا
اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست ہو جاؤ ہم اور کاہے ہبہ
عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا فی الواہب العقل
والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنیوالے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا
ہبہ صحیح نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موہوب
یعنی بخشی چیز میں ہونا اوسکا مقبوض غیر مشاع تمیز غیر مشغول چیز موہوب جیسا کہ آگے واضح ہوگا ہم زیلعی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کے واسطے ہوسکتا کہ جواز ثابت ہے
قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شروط ہبہ کی
فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہیں کہ موہوب موجود ہو ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو اس سال پھلینگے تو جائز نہیں اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہیں آہ ازاں جملہ

یہہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سؤر اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور از انجملہ یہہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وَرُکنُہا ھُوَ الایجابُ والقبولُ کما سیجیءُ اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمُہا ثبوتُ الملکِ للموھوبِ لہٗ غیرَ لازمٍ فلہ الرجوعُ والفسخُ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہی یعنی سوا ان صورتون کے جو مذکور ہونگی وعدمُ صحّۃِ شرطِ الخیارِ فیہا فلو شرطہ صحّت ان اختارہا قبل تفرّقہما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے ھم بہتر سمجہتے ہین کہ مصنف یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط بقرینہ تفریع کے والا حاصل اوس کا یہہ ہی کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور شرط باطل ہے وکذا لو ابرأہ صحّ الابراءُ وبطل الشرطُ خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہی اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ ھم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی والا تشبیہ غیر صحیح ہی وحکمُہا انّہا لا تبطلُ بالشروطِ الفاسدۃِ فہبۃُ عبدٍ علی ان یُعتِقَہ تصحُّ وتبطلُ الشرطُ اور ایک حکم ہبہ کا یہہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ آزاد کردے صحیح ہی اور شرط باطل ہی وتصحُّ بایجابٍ کوھبتُ ونحلتُ اور ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مینے بخشا اپنی دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتُک ھذا الطعامَ ولو ذلک علی وجہِ المزاحِ اور مینے یہہ کہانا تیرے کہانیکو دیا اگرچہ یہہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو ھم خلاصہ مین ہے کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے سو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنیوالا نہ تہا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کرلیا بقبول صحیح انتہے اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف اپنے متن کی دلیل سمجہا ہی اور حالانکہ اوس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب بطور مزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف اطعمتُک ارضی فانّہ عاریۃٌ لرقبتِہا واطعامٌ لغلّتِہا بحر برخلاف اس قول کے کہ مینے اپنی زمین تیرے کہانیکو دی اسواسطے کہ یہہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور طعام ہے اوسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنے وہ غلہ جسکو مستعیر بودے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا او الاضافۃ الی ما یُعبّر بہ عن الکلِّ کوھبتُ لک فرجَہا وجعلتُہ لک لانّ اللامَ للتملیکِ یا ایجاب مین اضافت ہو جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مینے تجھکو اوس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مینے تیرے لیے مقرر کردیا ٹہرادیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہی ھم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تہا وکذا بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتُہ باسمِک فانّہ لیسَ بھبۃٍ برخلاف اس قول کے کہ اسکو مینے تیرے نام کے ساتہہ ٹہرادیا یا مقرر کردیا ہو اسواسطے کہ یہہ قول ہبہ نہین ہے ھم یہہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیریہ مین غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی اسکو مینے اپنے بیٹے کے نام کے ساتہہ ٹہرادیا تو یہہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین کذا فی الطحطاوی وکذا ھی لک حلالٌ الّا ان یکون قبلہ کلامٌ یُفید الھبۃَ خلاصۃ اور اسیطرح یہہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر ہو تو ہبہ ہے جب کہ اس کے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ھم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت فرج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اسطرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تو مجھکو یہہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا دل رغبت ہے اسکے لینے پر یا کہ تونے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھپر یہہ حلال ہے تو البتہ اب یہہ قول ہبہ ٹہریگا واعمرتُک ھذا الشیءَ اور مینے یہہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بہر کو دی ھم عمری یہہ ہی کہ سنے الحال مالک کردے اور بعد موت موہوب لہ کے پہیرلے سو تملیک صحیح ہے اور پہیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ کی مملوک ہی اور اسکے وارثون کی ہے بعد اوسکے کذا فی الزیلعی وحملتُک علی ھذہ الدابّۃِ ناویًا بالحملِ الھبۃَ کہا ہو اور مینے تجھکو اس جانور پر سوار کردیا حمل سے ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہوچکا ھم حمل گاہی بمعنے ہبہ اور گاہی بمعنے عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتُک ھذا الثوبَ اور مینے تجھکو یہہ کپڑا پہنایا ھم پہنانے سے تملیکا عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانیکو کپڑا پہنایا جب کہ اسکو کپڑیکا مالک کردیا اور عاریت مین اسطرح نہین بولتے ودادی لک ھبۃً اور میرا گہر تیرا ہی موہوب ھم لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونیسے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر او عمری تسکنُہا لانّ قولہ تسکنُہا مشورۃٌ لا تفسیرٌ لانّ الفعلَ لا یصلحُ تفسیرًا

الاسم فقد اشار عليه ان يملكه بان يسكن فان شاء قبل مشورته وان شاء لم يقبل یا واہب یوں بولا کہ میرا گھر تیرے لیے بطور عمری کے تو رہ
سکونت کر تو یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہے واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر بننے کی لیاقت نہیں رکھتا تو واہب نے
موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک میں صلاح کہ اسمیں سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورہ کو قبول کرے اور چاہے تو قبول نکرے لا لو قال
هبة تسكنها او سكنى هبة بل تكون عارية اخذا بالمتيقن یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر یوں واہب کہے کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب کی سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے ہبہ
ہے کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر یقینی کو لیکر یعنی لفظ ہبہ میں احتمال ہے اور اسکے تمیز عاریت ہونیکی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنی کے محکم ہے تملیک منفعت میں تو یہ قول
عاریت ہے خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الکافی من البحر وحاصله ان اللفظ ان انبأ عن تمليك الرقبة فهبة او المنافع فعارية او احتمل
اعتبر النية نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک عین پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور
عاریت دونوں کا احتمال ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل و فی البحر آخره انه باسم اشبه الاقرب الصحة اور بحرالرائق میں ہے کہ اگر شخص نے کہا کہ میں نے
کو حنا امرن ابنو... نام میرا یہ قول اقرب صحت ہے یہ تم صاحب بحر نے قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری میں فتاوی قاضیخان سے بعینہ بجز اسم مذکور ہے کہ یہ قول
ہبہ میں ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی العلائی و تصح بقبوله ای فی حق الموهوب له اما فی حق الواهب فتصح بالايجاب وحده لانه متبرع
حتی لو حلف ان يهب عبده لفلان فوهب ولم يقبل بر وبعكسه حنث بخلاف البيع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق
اور واہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اوس نے اسکو ہبہ کیا اور اوس شخص نے
ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ میں فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اوس نے ہبہ کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث
ہوگا برخلاف بیع کے یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اوس نے بیع کا ایجاب کیا اور اوس نے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے
تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جائیگا بیع ثابت نہوگی کذا فی العینی و تصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانه هنا کالقبول
فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کو قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد میں اسواسطے کہ قبض یہاں یعنی ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہے لہذا یہ
مجلس عقد سے خاص ہے قبض بجای قبول کے ہو اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرنا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہیں بغیر
قبض کے تخصص بقید مجلس ایجاب کا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی و
بعده به ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضای مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے و فی المحيط لو كان امره بالقبض حين وهبه لا يتقيد
بالمجلس ويجوز القبض بعده اور محیط میں ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنیکا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا
بعد اسکے بھی والتمكن من القبض كالقبض فلو وهب لرجل ثيابا في صندوق مقفل ودفع اليه الصندوق لم يكن قبضا لعدم
تمكنه من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر کسی کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اوسکے طرف بلند کیا یعنی سامنے
کیا تو یہ قبض نہوگا بسبب اسکے قادر نہونے کے قبض پر وان مفتوحا كان قبضا لتمكنه منه فانه كالتخلية في البيع اختيار اور اگر صندوق کھلا ہو
تو قبض ثابت ہوگا بسبب ممکن کرنے کے بوسیلہ قادر کرنے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع میں و فی الدرر والمختار صحته بالتخلية
فی صحيح الهبة لا فاسدها اور درر میں ہے اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہے تخلیہ سے ہبہ صحیح میں نہ ہبہ فاسد میں تو اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ میں تخلیہ کر دیا
تو قبض صحیح ہوگیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو و فی النتف ثلاثة عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف میں ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے عقود مذکورہ

یہ ہیں ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد و امام ابی یوسف کی روایت پر ۵ عمری ۶ نحلہ ۷ عطائے جنین ۸ منح ۹ راس المال سلم میں
۱۰ بدل سلم میں جب کہ بعض بدل کو چھوڑنا ہو تو اگر کچھ تھوڑی دیر میں کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اوسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جب کہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو یعنی
جنس مختلف ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے تو اسمیں تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ ۱۳ جب کہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف جنس تو اسمیں بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیئہ

كذا في الطحطاوي عن الحلبي عن المنح ولو نهاه عن القبض لم يصح قبضه مطلقاً ولو في المجلس لان الصريح اقوى من الدلالة ۔ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع

کر دیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو

قبض صحیح ہے مجلس مین اور بعد مجلس کے ایسا اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین مجلس مین بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت یعنی صحت قبض تہی ایجاب باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور

حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہے بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہوا اور موہوب لہ نے جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہو تو صحیح ہوا ورنہین تو نہین وتتم

الهبة بالقبض الكامل اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ۔ قبض کامل منقول مین وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی

کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمة مین قبض کامل تسمت کرنیسے ہوتا ہے تا موہوب پر قبض بالاصالة واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمة مین قبض کامل تبعیت

کل ہوتا ہے کذا في الدرر ۔ ولو الموهوب شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به ہبہ قبض کامل سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ہو ملک واہب کا نہ مشغول ہو ملک واہب کا

الاصل ان الموهوب ان مشغولاً بملك الواهب منع تمامها وان شاغلاً لا ۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول ہو ملک واہب سے ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام ہونیکا

ہونیکا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل ہو ملک واہب کا تو ہبہ تمام ہونیکا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت

شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا في الدرر ۔ فلو وهب جراباً فيه طعام الواهب او داراً فيها متاعه او دابة عليها سرجه وسلمها

كذلك لا تصح ۔ تو اگر ہبہ کیا تہیلا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمین واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا

تو ہبہ صحیح نہوگا ۔ اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا في الدرر ۔ وتعکسه

تصح في الطعام والمتاع والسرج فقط لان كلاً منها شاغل لملك الواهب لا مشغول به ۔ اور اسکے بالعکس مین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین مین فقط

اسواسطے کہ ہر چند اشیاء ثلثہ سے ملک واہب شاغل ہے نہ مشغول ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ

اول مشغول ہے اور ثانی شاغل لان شغله بغير ملك واهبه لا يمنع تمامها ۔ عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول

ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہے منجملہ اسکی صورتون کی ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر مین ہے

اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تہا حقیقةً تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی

پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہین کذا في الطحطاوي كرهن وصدقة لان القبض شرط تمامها

وتمامها في الماديه ۔ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کی مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونیکی اور پورا بیان اسکا

عمادیہ مین ہے یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مفسد ہے اور

دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع تن سے ہے کذا في الطحطاوي وفي الاشباه هبة المشغول لا تجوز الا اذا وهب الاب لطفله ۔ اور اشباہ مین ہے

کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جب کہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہے قلت وكذا الدار المعارة ۔ مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا گھر ہے ۔ صورت اسکی یہ

ہے کہ ایک گھر عاریت میں یا انسان کو پہر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر مین رکھا پہر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہے اسواسطے

کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہے کذا في الطحطاوي والتي وهبتها لزوجها على المذهب لان المرأة ومتاعها في يد الزوج فصح التسليم

اور ہبہ مشغول اس گھر مین جائز ہے جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہے تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی

صورت اسکی یہ ہے کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین ہے اور اسکا اسباب اسمین ہے اور زوج بھی اسکے ساتھ اسی گھر مین رہتا ہے تو ہبہ صحیح ہے

اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے ساتھ زوج کے ہاتھ مین ہے اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہے کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا في الطحطاوي وقد غيرت بيت الوهبانية

فقلت ومن وهبت للزوج داراً لها بها ۔ متاع وهم فيها تصح المحرر ۔ اور مقرر مینے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مینے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو

اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہے اور زوج اور زوجہ اسمین ہیں تو ہبہ صحیح ہے یہی قول محرر معتمد علیہ ہے وہبانیہ کی اصل بیت یون تہی ومن

و تمنع لفرع دار لہا بمتاع الواہب و تتم فیہا لولا ... یعنی ہبہ ... جیسے گھر ہبہ کیا جس میں واہب کا اسباب ہے اور زرع اور زمین ہبہ کی جس میں کھیتی ہے
تو یہ قول انہیں مرقوم میں ہے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت میں تصرف کردیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ
المشغول ان یودع الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ اھ اور جوہرہ میں ہے کہ ہبہ مشغول کا حیلہ
یہ ہے کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کردے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کے متاع کے ساتھ جو موہوب لہ کے
قبضہ میں ہے جب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبضہ میں آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اوسکے پاس آیا تو دونوں پر قبضہ کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا
فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہے قبضہ کامل سے موہوب مفرغ میں ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پھل سے جو
درخت پر اور میوہ کی بیج سے جو ... پر اور کھیتی کے ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور متاع باقی رہا و مشاع لا یبقی منتفعا
بہ بعد ان یقسم کبیت وحمام صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے اس مشاع یعنی غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنیکے
بعد جیسے چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ہم مشاع اسی قسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے کہ بعد قسمت کے جو منتفع بہ نہیں رہتا جیسا کہ عبد و جمل
اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا بلکہ انتفاع جو قبل قسمت کے تھا جیسے بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب متغیر ہوجاتا ہے اور لا تتم بالقبض فیما یقسم
مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنیسے اس مشاع میں جو قسمت پذیر ہو ہم قسمت پذیر جیسے زمین اور ثوب غیر ... اور ...
اسکو کذا فی الدرر قہستانی نے کہا جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور جس میں نہیں تو قسمت پذیر ہے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ حد
فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہے کہ جو چیز دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نہ چاہے تو اگر قاضی
مانع قسمت پر جبر کرسکتا ہو شرعی باتسے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہے جیسے گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کرسکے تو وہ محتمل للقسمۃ نہیں جیسے عبد اور
حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل
قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بسبب عدم تصور قبض کامل جیسا کہ اکثر کتب فقہ میں ہے تو یہی یعنی شریک کو
بھی ہبہ مشاع کا ناجائز ہونا مذہب ہے اھ اور یہ مذکور ہوچکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفی الصیرفیۃ عن العتابی و
قیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ میں عتابی سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ شریک کو جائز ہے اور وہ مختار قول ہے ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز مستفید ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کیطرف منسوب کیا ہے بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی النہر والدر فتنبہ
فان قسمہ وسلمہ جاز لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کرڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کردیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع یعنی مانع قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت
اور تسلیم سے زائل ہوگئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت
تسلیم کردیا اسطرح پر کہ کل کو تسلیم کردیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اوسکا تصرف اسمیں نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا
یعنی در صورت تصرف اور واہب کا تصرف اسمیں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصولین الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی
ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام
المشاع لیکن درر میں ہے فصولین سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوجاتا ہے قبض کرنیسے اور اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو
صحیح کہا ہے عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت
سائل ... ہے کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ شلبی میں اتقانی سے مذکور ہے اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے مثلا مشاع
کی جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہے شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور عاریۃ
اسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کردی تو اجارہ ... نافذ ہے والا جائز نہیں اور رہن اسکا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک

اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی نہ محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمة مین اور غیر محتمل القسمة مین بالاتفاق جائز ہی
اور ایداع مشاع شریک سو جائز ہو اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وهل للقريب الرجوع فی الهبة الفاسدة قال فی الدرر
نعم وتعقبه فی الشرنبلالية بانه غير ظاهر على المفتی به من افادتها الملك بالقبض فليحفظ اور کیا جائز ہو قرابتدار کو رجوع کرنا ہبہ فاسد مین
درر مین کہا کہ ہان جائز ہی اور شرنبلالیہ مین اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنابر قول مفتی بہ کے اسلئے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرلی
سی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شيوع مقارن للعقد لا طارئ كان يرجع فی بعضها شائعا فانه لا يفسدها اتفاقا اور مانع
قبض سی وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنے وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے
کیونکہ شیوع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق هم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گہر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہہ صورت کہ تمام گہر ہبہ کرے پہر
نصف یا ثلث شائع مین ہبہ کو باطل کردے والاستحقاق شيوع مقارن لا طارئ فيفسد الكل حتى لو وهب ارضا وزرعا وسلمهما فاستحق
الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فيما يحتمل القسمة اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل
موہوب کا تو اگر زمین اور کہیتی ہبہ کی اور دونوکو تسلیم کردیا پہر کہیتی مستحق مالک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کی محتمل القسمة مین هم زراعت
کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتہہ بحکم اتصال شئ واحد کے مانند ہی پہر جب احدہما مستحق ٹہیرا تو یون ہوگیا کہ گویا
بعض شائع مستحق ٹہیرا محتمل القسمة مین تو ہبہ باطل ہوگا انتہی اور اس تعلیل پر شارح کا قول آیندہ یعنی لانه كمشاع بہی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی والاستحقاق
اذا ظهر بالبينة كان مستندا الى ما قبل الهبة فيكون مقارنا لها لا طارئا كما زعمه صدر الشريعة وان تبعه ابن الكمال قهستانی اور استحقاق
جب کہ گواہون سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعة نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعة کا
اتباع کیا ہی اس قول مین سو آگاہ رہو هم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید کہ اسمین
دو روایتین ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعة اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح هبة لبن فی ضرع وصوف على غنم ونخل
فی ارض وتمر فی نخل لانه كمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودہ کا تہن مین اور روئین کا ہبہ بہیڑ پر اور کہجور کے درخت کا زمین مین اور کہجور کا ہبہ کہجور کے درخت مین اسواسطے
کہ یہہ ہبہ مشاع کا مانند ہی ولو فصله وسلمه جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کردے یعنی مثلا دودہ کو تہن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کردے تو جائز
ہی بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے وهل يكفی فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے
اذن سے درر کا ظاہر یہہ ہے کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقيق فی بر ودهن فی سمسم وسمن فی لبن حيث لا يصح اصلا لانه معدوم فلا يملك الا
بعقد جديد برخلاف آٹے کی جو گیہون مین بالقوة ہی اور اس تیل کے جو تلون مین ہی اور اس گہی کے جو دودہ مین ہے کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین اسواسطے کہ وہ بالفعل
معدوم ہے تو مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے هم عدم جواز کا سبب یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہوکر آٹا ہوجاتے ہین اسیطرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتی ہین کذا
فی الدرر وملك بالقبول بلا قبض جديد لو الموهوب فی يد الموهوب له ولو بغصب او امانة لانه حينئذ عامل لنفسه اور موہوب مملوک
ہوجاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتہہ مین ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جب
موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنیوالا ہی بسبب قابض ہونیکے اپنی مال پر والاصل ان القبضين اذا تجانسا
ناب احدهما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبضکا نائب ہوجاتا ہی هم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تہی پہر
مالک نے وہ بطور عاریت کی دیدی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کی ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض جدید واذا
تغايرا ناب الاعلى عن الادنى لا عكسه اور جب کہ دونون قبض ہمجنس نہون متغائر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنی کے اور ادنی اعلی کا نائب
نہین ہوتا هم نیابت اعلی کی مثال یہہ ہے کہ غصب سے قبض کیا پہر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنی کی مثال یہہ کہ ایک

ہو ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی ہو گیا تو اسکے لئے ہبہ تمام ہو گیا وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة وهو كل من يعوله فدخل الاخ والعم
عند عدم الاب لو في عيالهم اور ہبہ اس شخص کا جسکی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا
ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونیکے وقت بشرطیکہ صغیر اونکی عیال میں ہو مع ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف کر سکتا ہو اور باپ سے
مراد یہ ہے جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموهوب معلوما وكان في يده
او يد مودعه لان قبض الولي ينوب عنه ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد ہی سے یعنی فقط ایجاب و قبول اور بلا قبض کے اگر ہبہ معلوم ہو اور ہبہ
ولی کے ہاتھ میں ہو یا اوسکے مودع کے ہاتھ میں ہو واسطے ہبہ کے کیونکہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان كل عقد يتولاه
الواحد يكتفى فيه بالايجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اوسمیں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے وان وهب
له اجنبي يتم بقبض وليه وهو احد اربعة الاب ثم وصيه ثم الجد ثم وصيه وان لم يكن في حجرهم وعند عدمهم تتم بقبض من يعوله
كعمه اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہے اوسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اوسکا وصی
پھر دادا پھر اوسکا وصی اگرچہ صغیر انکی گود یعنی انکی پرورش اور حمایت میں نہو اور انکے نہونیکے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اوس شخص کے قبض سے جسکی عیال اور پرورش میں
صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامه واجنبي ولو ملتقطا لو في حجرهما والا لا لفوات الولاية اور ہبہ اسیطرح صغیر کو تمام ہوتا ہے اوسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے
اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں ہے بسبب عدم ولایت اگرچہ صغیر کا
ذا ابتدا محرم ہو کذا فی المنح وبقبضه لو مميزا يعقل التحصيل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ تمیز والا ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو
ولو مع وجود ابيه مجتبى لانه في النافع المحض كالبالغ حتى لو وهب له اعمى لا نفع له وتلحقه مؤنته لم يصح قبوله اشباه ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر کے
قبض سے اگرچہ باپ اوسکا موجود ہو کذا فی المجتبیٰ اسواسطے کہ صغیر نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور اوسکا
مذکور کا خرچ اسپر لازم ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لكن في البرجندي اختلف فيما لو قبض من يعوله والاب حاضر فقيل لا يجوز
والصحيح هو الجواز انتهى میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اگر اوس شخص نے قبض کیا جو صغیر کی پرورش کرتا ہے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو بعضوں نے
کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ہم کہتے ہیں یہ استدراک ہے مصنف کے قول پر وظاهر القهستاني ترجيحه وعزاه للفخر
الاسلام وغيره على خلاف ما اعتمده المصنف في شرحه وعزاه للخلاصة قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف
منسوب کیا ہے برخلاف اوس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ہم قہستانی نے جواز قبض
مربی الطفل باوجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری میں خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری
سے نقل کیا ہے کہ یہی قول ماخوذ بہ ہے کذا فی الطحطاوی لكن مشى في المجتبى على ... ولو بامه والاجنبي ايضا فتأمل لیکن مصنف کا متن ... کہنا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے
ولو مع وجود ابيه کو امه والاجنبی کے ساتھ بھی سو اسمیں تامل کرو یعنی جسطرح مصنف کا قول ولو مع وجود ابیه موصول ہے اوس قول سے وبقبضه ولو مميزا اسیطرح
اگر اسکو امه والاجنبی سے بھی وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہو کذا فی الطحطاوی وصح
رده لها كقبوله منح اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اوسکا صحیح ہو کذا فی السراجية وفيها حسنات الصبي له ولأبويه اجر التعليم ونحوه
ہیں جو صغیر کی نیکیاں اوسکے واسطے ہیں یعنی اوسکو ثواب ہوگا اور اوسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بعضوں کے نزدیک صغیر کی نیکیوں کا ثواب
اوسکے والدین کو ہو اور قول معتمد یہ ہے کہ صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہیں کہ حسنات اوسکا کفارہ ہوں لہذا اوسکی حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی
الطحطاوی ويباح لوالديه ان يأكلا من مأكول وهب له وقيل لا انتهى فافاد ان غير المأكول لا يباح لهما الا لحاجة اور صغیر کے والدین کو جو چیز کھانے کی
کھانا مباح ہے جو صغیر کو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہیں انتہی ما في السراجية تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہیں مگر بضرورت

چنانچہ انسان و الدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی فما یصلح لہ کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب ومعارفہ فللاب او من معارف الام فللام قال ہذا للصبی او لا لڑکوں کے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو چنانچہ لڑکوں کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہو اور اگر ایسا نہیں چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانیوالا باپ کے قرابتداروں یا اوسکے دوستوں کو ہو تو تحفہ باپ کے واسطے ہو یا ماں کے اقارب اور دوستوں سے ہو تو تحفہ اوسکی ماں کے واسطے ہو تحفہ لانیوالے نے یہہ کہا ہو کہ یہہ تحفہ صغیر کے واسطے ہو یا کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانیوالا کہے کہ میں نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصہ اور یہی حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفوں کا کذا فی الخلاصہ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہہ اسکو جائز نہیں جب تک کپڑے بنانیکے وقت یوں بیان نکرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق میں اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق میں بلا تسلیم ہبہ ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر یہہ اسکے حق میں اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ میں ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہہ ہے کہ بنانیکے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہیں تا غیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہی ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہیں ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور مبتغی میں ہے کہ بدن کے کپڑوں کا لڑکا مالک ہوتا ہے اونکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا انعقاد تملیک میراث نہونگے اور یہہ مسئلہ مشہور میں مفروض ہے جب کہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہوں اور مسئلہ اتخاذ ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونوں میں فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا بأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں بعض اولاد کے زیادہ چاہنے میں اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اسمیں اختیار نہیں اور اسیطرح بعض اولاد کے زیادہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو انمیں برابری کرے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم عطایا میں کمی زیادتی مکروہ ہے جب اولاد درجے میں برابر ہوں اور اگر برابر نہوں چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم میں مشغول ہو نہ کسب میں تو اگر اسکو زیادہ دے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ ندے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہہ بہتر ہے اوسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمد کا قول مختار یہہ ہے کہ عطایا میں بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا ہم یعنی اپنے لڑکے کو دے اور باقیکو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن ایسا کرنا باعث گناہ ہے تو نکرنا چاہیے اور بعضے مذاہب میں ہبہ مذکور منقوض ہوگا اوسکی موت کے بعد اور سب وارث اسمیں سے میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث نامورث قول ضعیف ہے واللہ اعلم وفیہا لا یجوز ان یہب شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپکو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتداء میں احسان ہے یعنی اگرچہ آخر کار بیع ہے وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتی لا یرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ کیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیر لے ولو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لہا بعد الزفاف ما وہب لہا صح قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج زفاف کے بعد وہ مال قبض کرلے جو صغیرہ کو ہبہ ہوا تو قبض اوسکا صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں بسبب نائب ہونے زوج اوسکے باپ کے طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولے صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بالقبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہو تو اوسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپکا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف لا یصح لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے سوہوب پر صحیح نہیں بسبب ولایت کے نہونے کے وصح ہبۃ اثنین دارا لواحد لعدم الشیوع وبعکسہ دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونوں

مسئلہ اولاد کو عطا دینے میں کسی کو زیادہ دینا

مشترک تام کو تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت ہوا کذا فی الدرر والنہر وبعکسہ لکبیرین لا عند الشیوع فیما یحتمل القسمة
اور اس کے عکس ہے یعنی ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے محتمل القسمة میں م ۱۲ اور اگر ہر شخص کو نصف نصف کہا
ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع ہوا الیما محتمل القسمة میں اور وہ ہبہ کا مانع ہے اما ما لا یحتملها کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل
القسمة نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے وقیدنا بالکبیرین لانه لو وهب لکبیر وصغیرین فی عیال
کبیر او لابنیه صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہم نے دو بالغوں کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے ایک بالغ کو اور ایک صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہے
یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق م بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یوں ہے لو وهب لکبیر وصغیر وللصغیر فی عیاله اور دونوں کتابوں
میں مبسوط سے خلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب نے جس وقت حصہ صغیر کا قابض ہوگیا تو منفعت آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیال کی صغیر ہونا
شرط رابع ہے برخلاف ما شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالهبة لجواز الرهن والاجارة من اثنین اتفاقا اور ہم نے
میں قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارہ کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے واذا تصدق
بعشرة دراهم او وهبها لفقیرین صح لان الهبة للفقیر صدقة والصدقة یراد بها وجه الله تعالی وهو واحد فلا شیوع اور جب دس درم دو فقیروں کو
خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ ہے اور صدقے سے مقصود رضامندی ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع
ثابت نہوا م زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خدا تعالی کا لا لغنیین لان الصدقة علی الغنی هبة فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمها وسلمها
صح صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالدار شخصوں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرکے
اور دونوں کو تسلیم کر دے تو ملک صحیح ہوگی م نے صحت سے نفی ملک مراد لی ہے فروع مسائل متفرقہ شارح کو وهب لرجلین درهما ان صحیحا صح ایک شخص نے
دو مرد کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے کذا فی المنح وان مغشوشا لا لانه مما
یقسم لکونه فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمة ہے اسواسطے کہ وہ حکم اسباب کے
میں ہے درهمان فقال لرجل وهبت لک احدهما او نصفهما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہیں سو اس نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے ان دونوں
میں سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا یا ان کا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں م اسواسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہوئے تو
ہبہ مشاع کا ہوا محتمل القسمة میں کیونکہ ایسی چیز جو قسمت قبول کرے جائز ہے کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانه مشاع لا یقسم ولذا لو وهبهما لهما جاز مطلقا
اور اگر دونوں درم مختلف ہوں اسطرح پر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی الهندیة تو ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسی واسطے
اگر دونوں درم دو شخص کو ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونوں مستوی ہوں یا متفاوت کذا فی الطحطاوی هبة حائط بینه وبین جاره لجاره لا هبة البیت
من الدار فهذا یدل علی کون سقف الواهب علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحة الهبة مجتبی جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس
دیوار کا جو واہب کے گھر اور اس کے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہے اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو گھر میں سے کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے واہب کی چھت کی
دیوار پر اور خلط بیت گھر کی دیوار میں سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبی م طحطاوی نے لکھا دیوار پر چھت کی ہونیکی دلالت طلاق کی جہت البیت ہے ولا اسکی
کلام میں نفی ہے عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین نہ کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہے اسطرح اگر
بیت کا مع جمیع حدود و حقوق منقسم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ ہو لیکن بیت کا مر مشترک ہے اسمیں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الهبة

یہ باب ہے رجوع فی الهبة میں یعنی دیکر پھیر لینا ہے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان میں ہوتا ہے اقوال میں کذا فی الطحطاوی
صح الرجوع فیها بعد القبض اما قبله فلم تتم الهبة ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض سے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا م یعنی اگر قبل قبض
موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو نہ دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الهبة نہیں کہتے مع انتفاء مانعه الآتی وان کره الرجوع تحریما لا

باب الرجوع فی الهبة

قبل تمیزہا نقایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہی ساتھہ ہونے مانع رجوع کی جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف ہے کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی النہایہ ہم حدیث مین وارد ہی اوسکی مثل جو دیتا ہو پھر پھیر لیتا ہی اوس کتے کی سی مثل ہے جو کہا تاہی پھر جب آسودہ ہوتا ہی تو قے کرتا ہی پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہی اور دوسری حدیث میں ہی کہ جو ہبہ کرے وہ اوسکا زیادہ تر حقدار ہی جبتک اوسکا عوض نملے انتہی تو رجوع فی الہبہ صحیح اور مکروہ تحریمی ہی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہوگیا وہذا التمام کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کی اسقاط کی ساتھہ ہو تو رجوع ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کرنیسے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضاً عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہے کہ صحیح نہین ابراء کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الاتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کی منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبعہ آئندہ مراد ہین ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کی واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ مین جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہہ کہ آنسو نے ہکو زخمی کر ڈالا غرق بمعنی ملبوس ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھہ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب مین یعنی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانیکی موجب ہے ہم زیادت کی قید اوسلئے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہی چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول فاحش ولو زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیہ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کی چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈہا ہوگیا لیکن خانیہ مین اسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اوسپر قہستانی نے تو اوس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور نہے اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول ہین محیط مین ہے کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈہا ہوگیا اور قیمت اوسکی گہٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گہٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوجئے تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسیطرح فتاوی عالمگیری مین ہے اور یہہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہہ از قبیل زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی وکبناء وغرس ان عدا زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین بشرطیکہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت شمار ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اوسی قطعہ مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارہ پر کہجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہہ عمارت بنانا اور کہجور جمانا زمین کی زیادت ٹہیری تو واہب کو یہہ پھیر لینا جائز نہین نہ کل مین نہ بعض مین اور اگر یہہ زیادت نہین ٹہرتی تو ہوا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دوکان نہایت صغیر بنادی تو یہہ اصلا زیادت نہ ٹہریگی تو اوسکا کچہہ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہو گی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹہریگی تو واہب کو اوس قطعہ کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواتہ وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن وکتابۃ او قراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا و مثل ہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درزی اور رنگنا اور کپڑے کو دہونے کے اور جوان ہونا صغیر اور سننا بہرے اور دیکہنے اندہی کے اور مسلمان ہونا غلام کے اور اوسکے معالجہ کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑہانے بعض قرآن کے یا لکہنی اعراب مصحف کے اور مانند لا دلیجانے کہجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلا اور مانند امثلہ مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اوسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگی جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت

ہو جنایت برا ہو یعنی قصاص سے معاف ہوئی ہو یعنی اوس نے کسی کا مہمان خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اسکو معاف کر دیا ہو جب کہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے
دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اوسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا دفی البزازیۃ والحمل من زادخیرا منع الرجوع وان نقص کان ولہ ان یرد
میں ہو اور حمل لونڈی کا اگر بہتر ہی یادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعض موقع حاملہ
ہو جانے سے لونڈی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض بد اور بد صورت ہو جاتی ہے پس صورت اولی میں زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ
فی المتولدۃ فالقول قول الواھب فی غیر ذلک وخاصۃ عند صنیع الموھوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط الا انہ استثنی لو کان لا یبنی
فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے بارے میں اور ہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہو اور زیادت
اور بنا اور عمارت کو موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور یہ مسئلہ اوسکے محیط میں لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنے کیا ہے جو بن
نہیں سکتی ہے مدت میں مترجم کہتا ہے توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب
کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ
فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ لا زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دیت اور مہر عقر کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع
کرے نہ زیادتی میں مترجم کہتا ہے مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اوسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اوسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے
موہوب سے جدا اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ
انہ لو طلب الموھوب فلیس لہ لیکن ماں کو واہب پہلے جب تک اوسکا بچہ اس سے مستغنی ہو پہر نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ اگر
حمل ہے تو امام کا قول یہ ہے کہ انتظار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواھب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہو گئی
اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوھرۃ مریض مدیون
مستغرق وھب امۃ فماتت وقد وطئت ردھا مع عقرھا ہو المختار اور جوہرہ میں ہے کہ مریض ایسا ہو جس پر دین ہو سراپا مستغرق ہو اور اوس نے لونڈی ہبہ کی
پھر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوءہ ہو گئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اوسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پہیرے اوسکی عقر کے ساتھ یہی قول مختار ہے
والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبضہ کے تو اگر قبضہ سے پہلے
کوئی مرگیا تو عقد باطل ہو ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دونوں شخصوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہو تو وارث
ہی کا قول مقبول ہے مترجم کہتا ہے کہ توضیح اختلاف کی یہ ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اوسکی وفات کے بعد
قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اوسکی حیات میں میں نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے
وفی نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال سہ کفارۃ دیۃ خراج ورابع + ضمان لعتق ھکذا النفقات + کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا + بموت
الا ان بالتسلیم یبدلہا اور النہر میں مصنف نے نظم کیا ہے ان حقوق کو جو ساقط ہو جاتے ہیں موت سے تو یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعوض عتق اسی
طرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے موت سے الا یہ کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں مترجم کہتا ہے سقوط کفارہ در صورت عدم وصیت ہے ضمان
عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور شریک کا تاوان لازم آیا بسبب آزادی کے پھر آزاد کرنے والا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر
لفظا یعلم الواھب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ او سکو تمام
ہبہ کا عوض ہے مترجم کہتا ہے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب لہ نے کہا تو یہ لے او مثلہ فان قال خذہ عوض ھبتک او بدلہا او فی مقابلہا
ونحو ذلک فقبضہ الواھب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابلہ لے اور مانند
اس کلام کے کہے اور لفظ بولا پہر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حقیقت ہبہ ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع

کل ھبۃ اور اگر موہوب لہ یون ذکر کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیرے ولذا یشترط فیہ شرائط الھبۃ کقبض وافراز وعلم شیوع
ولو العوض مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الھبۃ العقد وھو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہے اسواسطے عوض مین
ہبہ کی شرطین شرط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو اگرچہ تھوڑا ہو اور متن کے
بعضے نسخون مین بجای بدل الھبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبون کی ھ مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین ہے اسواسطے
کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو
اوسنے اسواسطے دیا تاکہ واہب کا حق رجوع ساقط ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للاب ان یعوض عما وھب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین
کہ عوض دیوے اوسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے ھ تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دیوے تو جائز ہے ولو وھب العبد التاجر ثم عوض فلکل منھما
الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر ھ وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع
سے نہین ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بنای تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا
تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ھبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکھما من المسلم بحر اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور
عوض دینا نصرانی کی ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر ھ یعنی اگر نصرانی نے کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے
شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہین تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا وشرط ان لا یکون العوض بعض الموھوب فلو عوض البعض عن
الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض مین دے تو صحیح نہین تو واہب کو باقی موہوب مین
رجوع درست ہے ولو الموھوب شیئین فعوضہ احدھما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر
موہوب دو چیزین ہون سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض مین دے اگر دونون چیزین دو عقد مین موہوب ہوئی ہون تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد مین
موہوب ہون تو درست نہین اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراھم تتعین فی ھبۃ ورجوع مجتبی اور درہم متعین ہو جاتے ہین ہبہ اور رجوع ہبہ
مین کذا فی المجتبی ھ تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نرہا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم
موہوبہ بعینہا قائم اور موجود رہینگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنھا لحدوثہ
بالطحن اور گیہون کا آٹا گیہون کے عوض ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ھ تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہین ہے کہ اسکو تعویض اوسکی
صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسیطرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی مین
گھول لیے پھر اسکو عوض مین دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ھ ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسیطرح موہوب
ستو مین سے موہوب لہ نے پانی سے گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب مین زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا
دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موھوبتین وجد ذلک الولد بعد الھبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیون مین سے ایک لونڈی کا
وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواھب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع
اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جب واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کی مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دیوے تو صحیح
ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموھوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال
عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہین یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہین لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ
کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض میری طرف سے دے باین شرط کہ مین ضامن ہون ھ عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونیکے سبب سے ہے بخلاف ادای دین کے ھ
وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہین بخلاف ادای دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے

ہوا اوسکا ادا کرنا یعنی ادا کیا جب ہی اوسنے دین اوسکا کہ گویا اجنبی نے تبرعًا دین دین ادا کر دیا ولا اصل ان کل ما یطالب بہ الانسان
بالحبس والملازمۃ یکون الامر باداۂ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ
رجوع او عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاوے حبس اور ملازمت سے تو اوسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا ثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں ہے
اوسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اوسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اوسوقت جب کہ امر کرنیوالا اپنے اوپر ضمان ہونیکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور
ملازمت کی قید سے ادا نذر اور کفارہ وغیرہ کا امر خارج ہو گیا کہ اگرچہ آدمی پر اوسکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی العطایا وحینئذ فلو امر
المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اوسوقت میں یعنی جب قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد
سے اپنے قرض کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھیر لیگا اگرچہ وہ دین کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یعرج عن الاصل ما لو قال
انفق علی بنائی داری او قال الاجنبی اشتر لی فانہ یرجع فیہما بلا اشتراط رجوع کفالۃ الخانیۃ مع انہ لا یطالب بہما لا بحبس و
لا بملازمۃ فتأمل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ مسئلہ خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے
سے کہا کہ مجھکو خرید کرلے یعنی اگر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ باوجودیکہ
آدمی پر مطالبہ نہیں بنا ومار اور استخلاص کا نہ حبس سے نہ ملازمت سے سو اسمیں تامل کرو شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اوسکا ضمان لازم ہوا ہی اور شارح
لفظ فتأمل سے اشارہ کیا کہ وجہ اوسکا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض اور اگر نصف ہبہ مستحق ہوکر نکلا
تو موہوب لہ نصف عوض ہبہ پھیر لیگا ہم جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض اوسوقت ہے جب کہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق
باقی میں ہبہ باطل ہو گا تو تمام عوض پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی وعکسہ لا مالم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر للتسلیم
العوض اور بالعکس اوسکے یعنی جب کہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جبتک کہ باقی عوض کو نہ پھیرے اسواسطے کہ باقی عوض ہونیکی صلاحیت
رکھتا ہے ابتداءً تو بعض میں بھی اسیطرح اوسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا عوض مسئلہ میں ہم طحطاوی نے کہا ہے بہتر ہے کہ شارح یوں لکھتا کہ تجیر بعدم سلامۃ
العوض یعنی وہ بسبب استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب سلامت نہونے کے ومرادہ العوض الغیر المشروط کما فی الشرنبلالیۃ
کما یجئ فی نوع العوض علی المتبادل نہایہ اور مصنف کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہو عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت
وہ بیع ہی چنانچہ آگے مذکور ہو گا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہو گی مبدل پر کذا فی النہایۃ کالو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کان
قائمۃ لان کانت ہالکۃ چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جب کہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسکو کہ ہلاک ہبہ مانع
رجوع ہے کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہو گئی ہو تو رجوع نکرے کذا فی
الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما ومثلہ ان المستہلکا وہی مثلی
وبقیمتہ ان قیمیا غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض ہلاک ہو بشرطیکہ عوض مثلی
یعنی وزنی یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طارئ اور اگر نصف
ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضر نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے تنبیہ
یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر نقل فی المحتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا
ولم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما ترے تنبیہ مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر ہبہ کے بعد
عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہے اور میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس نے اس شرط کی تصریح کی ہو سوای صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے لا قید کہ
کہا ہی چنانچہ مذکور ہو چکا سو غور کرنیسے ہم یہ مسائل مذکورہ ملا کر دیکھو کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا اسی ہیں تا گیہوں کے اسکے

از انجملہ وہ موہوب لونڈیوں سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے موہوب مانع رجوع ہوتا ہی کذا فی البحر والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له اور خا سے مراد ہبہ کا خروج ہی موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا ولو بهبة الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سوآء کان بقضاء او رضی لما سیجیٔ ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بها الثالث علی الثانی او باعها منه لم یرجع الاول خروج من الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جب کہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے ہو اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتہ بیچ ڈالے تو واہب اول رجوع نکریگا ولو باع نصفه رجع فی الباقی لعدم المانع اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقیمیں رجوع کرے اسواسطے کہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہی نہ نصف باقی میں وقید الخروج بقوله بالكلية بان يكون خرج عن ملكه من كل وجه ثم فرع علیه بقوله اور مصنف نے خروج میں بالکلیة کی قید لگائی یعنے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اس پر تفریع کی بقول آیندہ فلو ضحی الموهوب له بالشاة الموهوبة او نذر التصدق بها وصارت لحما لا يمنع الرجوع تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنیکی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنیسے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہم اسواسطے کہ قربانی کا گوشت ملک میں اصل رہتا ہی تو خروج عن الملک ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکور اور متعہ کا ہوجاتا ہی محمد کے نزدیک اور ابویوسف کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام کا قول محمد کے قول کے مانند ہی ومثله المتعة والقران والنذر مجتبی اور قربانی کی مانند متعہ اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی ہم ملطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنهاج ولو وهب له ثوبا فجعله صدقة لله تعالی فله الرجوع خلافا للثانی اور منهاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابویوسف ہم جتنا نقصیر نہیں اوتی تب رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی اما لو ذبحها من غير تضحية فله الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کرنیکے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابویوسف کے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد عليه دين او جناية فوهبه مولاه لغريمه او لولی الجناية سقط الدين والجناية ثم لو رجع صح استحسانا ولا يعود الدين والجناية عند محمد ورواية عن الامام كما لو وهبها للذی رجعها رحم خانیه ایک غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پہر اوسکے مالک نے اوسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگی پہر اگر واہب رجوع فی الهبة کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد کے نزدیک عود نکریگی اور امام کی ایک روایت میں جیسے نکاح کو عود نکرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پہر اوس نے ہبہ پہیر لیا کذا فی الخانیه والزاء الزوجية وقت الهبة اور زا سے مقصود زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وهب لامراة ثم نكحها رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پہر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نتھی ولو وهب لامراته لا كعكسه انتهی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے برعکس اسکے اتہی یعنی اگر واہب عورت ہوا ور اجنبی کو ہبہ کرے پہر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لا تصح هبة المولى لام ولده ولو فی مرضه ولا تنقلب وصية اذ لا يتحقق تمليك اماله وصی لها بعد موته تصح لعتقها بموته فتسلم لها كما فی صحيح سنين ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اوسکے مرض الموت میں ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جائیگا اسواسطے کہ مجور کو کچہ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کرجاے اپنی موت کی بعد یعنی یوں کہے کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دیا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہو جانیکے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کرادیا جاویگا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرائط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکہتی بسبب مجور التصرف ہونیکے والقاف القرابة فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبا ولو ذميا او مستامنا لا يرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابتدار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی ہم محرم وہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیة ہی نہ فقط قرابت اور فقط محرمیت

ولو وهب لمحرم بلا رحم كأخيه رضاعا ولو ابن عمه ولمحرم بالمصاهرة كامهات النساء والربائب واخيه وهو عبد لاجنبي او لعبد اخيه رجع
اور اگر واہب نے ہبہ کیا ایسے محرم کو جس سے قرابت نہیں جیسے رضاعی بھائی کو اگرچہ اوسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو جیسے خوشدامن اور ربیبہ
اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ابن سماعہ نے مبسوط میں کہا کہ یہ صحیح ہے
اسواسطے کہ ابن عم قرابتدار ہے تو اوسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام
ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحاوی ولو کانا ای العبد ومولاه ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فیهما اتفاقا علی الاصح لان الهبة لاحدهما
وقعت تمنع الرجوع ہے اور اگر دونوں یعنی غلام اور اوسکا مالک واہب کے محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے
کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع رجوع ہے کذا فی البحر غلام اور مولے کی قرابت مع المحرمیت کی یہ
صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اوسکے اوری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ متعلقہ شائع کا وهب لاخیه واجنبي ما لا یقسم
فقبضاه له الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع درر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہیں جیسے بیل یا چکی سو دونوں نے
اوسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہ ہونے مانع کے کذا فی الدرر والهاء هلاک العین الموهوبة اور ہا سے مراد
عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہو جانا عین کا یا اوسکے حالت شائع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقای ملک تو یہ گمان کرنا چاہئے کہ خروج
عن الملک بمعنی ہلاکت ہے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اوسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاة مذبوحہ کذا فی
الطحاوی عن المکی ولو ادعاه ای الهلاک صدق بلا حلف لانه ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہو جانے کا دعویٰ کرے تو اوسکی تصدیق
ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے پھیر دینے کا وان قال الواهب هی هذه العین حلف المنکر انها لیست هذه حلافیه اور اگر واہب
کہے کہ وہ یہی ہبہ کی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ یہ ہبہ کی چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواهب ان الموهوب له لیس اخیه اذا ادعی
الاخ ذلک لانه یدعی سبب النسب لا النسب خانیه جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اوسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعوی کرے بھائی ہونیکا
اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے بسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ یعنی جب واہب رجوع فی الهبة کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں
تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آوے گی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب پر آئی نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب کا
ہوتا تو اوسمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیهما او بحکم الحاکم للاختلاف فیه اور
صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب خلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الهبة جائز
نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضای طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لیگا بلا رضای موہوب لہ یا حکم حاکم
تو غاصب ہوگا تو اگر اوسکے پاس موہوب تلف ہوگا تو واہب اوسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ
بعد حکم حاکم موہوب کو نہ دے تو تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم کرے سپرد دار کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب پر
ثابت ہے تو اوسکا تصرف اوسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اوسکے پاس تلف
ہو جاوے تو اوسپر تاوان نہیں کیونکہ اوسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا
بسبب اوسکی تعدی کے کذا فی النہر واذا رجع احدهما بقضاء او رضی کان فسخا للعقد الهبة من الاصل واعادة لملکه القدیم لا هبة
للواهب اور جب کہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی
ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جبکہ
قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحاوی عن البدائع فلهذا لا یشترط

فیہ قبض الواھب فی حال رجوعہ فی الشائع ولو کان ھبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اما دونکہ واہب سے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہین جو پھر
قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم وللواھب الرد علی بائعہ
مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہی پھیر دینا موہوب کا اوسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر وہی چیز
دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اسکو بیچی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہہ فسخ ہی عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی
سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فاذا
رد بالعیب فقط رضا بلا قضا ہی اسواسطے جائز ہوا کہ مشتری کا حق سلامتی بیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری
سلامتی بیع مین ہے لہذا اگر بیع کا عیب زائل ہو جاوے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامتی بیع مشتری پھیر لیگا اور اسی سے فسخ بیع ضرورۃ
لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخکا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہی تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکیطرف عائد ہوگی نہ ہبہ جدا گانہ تو فرق
بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا کذا فی المنح ملخصا تو مرادھم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلا والا لعاد
المنفصل الی ملک الواھب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل مین نہ مترتب ہو نہ
باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل یعنے زمان ماضی مین بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی مین تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے
کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس پیدا ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے
زوائد مذکورہ کا لینا نہین پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ بالکل بطلان اثر مراد نہین اتفقا الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع
السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابتہ جاز ھذا الاتفاق منھما جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا ایسے موضع مین جسمین رجوع صحیح نہین منجملہ
موانع سبعہ سابقہ کے جیسا کہ ہبہ واہب کی قرابت مین تو ان دونوکا اتفاق جائز ہی کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم
الا بالقبض لانھا ھبۃ اور مجتبی مین ہے کہ جائز نہین اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ مین بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخہ الحاکم
اذا اختصما الیہ فھذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جب کہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو اوسکا یہی حکم ہی ہم یعنی
در صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہی اسمین اقالہ کرنا نافع نہین بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وھب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض
اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کری تو جائز نہین اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے در وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر مین ہے حاکم نے
حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کی پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض مین تو عود نہین ہو سکتا
مگر خروج عن الملک مین ہو سکتا ہی جب کہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوی کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموھوبۃ واستحقھا مستحق وضمن المستحق
الموھوب لہ لم یرجع علی الواھب بما ضمن لانھا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے
موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمین سلامتی موہوب مستحق نہین ہم ہبہ کی قید اسواسطے
لگائی کہ معاوضہ کے عقود مین تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارہ مین
جب کہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے پھر اسکا دوسرا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی
والاعارۃ کالھبۃ ھنا لان قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد تمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہی اس مقام مین اسواسطے
کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہی اور یہان غرور نہین بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہین یعنی عقد معاوضہ مین والاعارت

ایسا ہبہ بین فقد ضرورت قائم مقام بیع کے ہے کہ اگر عاریت تلف ہو جائے اور اسکا کری اور مالک کو جو اسی ہوسکے اور مالک مستعیر سے تاوان لے تو مستعیر ہبہ
تاوان کو ہبہ سے نہیں لیسکتا واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداء فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتہاء فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ ویؤخذ بالشفعۃ ھذا اذا قال وھبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال
وھبتک بکذا فھو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض
شرط ہوگا اور محتمل القسمہ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور یہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو بسبب عیب اور خیار الرؤیۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے
لیا جائیگا یہ سب صورتیں جب ہیں کہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجکو ہبہ کیا مقابلہ اسکے تو وہ
بیع ہی باعتبار ابتدا کے ہے اور باعتبار انتہا کے بھی ہے تو واجب ہے عوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہوگا
اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنی حق میں ثابت ہوگی اور بیتاع تسلیم جائز نہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفسد نہوگا
کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون ھبۃ ابتداء وانتہاء اور عوض میں معین کی شرط
ہونیکی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونوں اعتبار سے ہبہ متصور ہو
ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلۃ تقع کثیرا وھب لواقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز ولو شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال کا بشرط عوض ہبہ کیا تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر
کیا ہے در فی الجم وأجاز محمد ھبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولھما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر
اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہے موہوب کے اور شیخین نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں کہ
تو شیخین کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنیکی حاجت ہوگی ام یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک
جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہئے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے
استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرطوں میں بخلاف ہبہ مال ابن صغیر کے اسواسطے کہ ہبہ تو
باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقا

فصل فی مسائل متفرقۃ

یہہ فصل ہے بیچ مسائل متفرقہ
میں وھبت امۃ الا حملھا او علی ان یردھا علیہ او یعتقھا او یستولدھا او وھب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منھا او یعوضہ
کثلث الدار او ربعھا او علی ان یعوض فی الھبۃ والصدقۃ شیئا عنھا صحت الھبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی
وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجہول والھبۃ لا تبطل بالشرط لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر
کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کردے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
جیسا کہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثنای حمل باطل ہے اور باقی صورتوں
میں شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرط لگانے سے مجہول ہونا پہلی دو صورتوں میں ظاہر ہے اور صورت ثانیہ
اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہہ شروط مقتضای عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے
ولا ینتقض ما مر من اشتراط معلومیۃ العوض اور یہہ مضمون کہ معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ہم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے
نہیں ہوا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حمل امۃ
ووھبھا صح ولو دبرہ ثم وھبھا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی
تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا بخلاف اول شرط ہبہ ہے کہ

موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی درصورت عتق حمل کے واہب کی ملک پر جبکہ باقی نرہا تو موہوب مشغول بملک واہب نرہا فقہا لا یصح
تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد او ان مت بفتح التاء فانت بری من الدین او ان مت من مرضی
او ان مت من مرضی هذا فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق ہیہ صحیح نہین تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب
دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے شوہر سے اگر تو مر جاے اپنے اس مرض سے یا مین
مر جاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میری مہر سے پاک ہے ماخوذ نہین تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ ہے اور تعلیق سے ہم بھی عقود مین مخاطرہ نہین مگر جب مجیٔ غد کو
بقا دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذا فی الظہیریہ الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابراتک عنہ صح تعلیق
ابراء کی بشرط محض صحیح نہین مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ
کر دیا صحیح ہے وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیہ اور اسیطرح یہ تعلیق کہ اگر مین مر جاؤن تو تو
اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہین اور یہ قبول وصیت ہو گا کذا فی الخانیہ ہم مرض مخصوص مشار الیہ سے مرنا یقینی نہین لہذا شارح نے اسکو
وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہے لہذا اسکو یہان وصیت کہا جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لا لبطلان الشرط ہبہ
بطریق عمریٰ جائز ہے اور موہوب اسکا مملوک ہے جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اسکے اسکی وارث کا مملوک کر دیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ہم عمریٰ
بضم اول ہبہ ہے کہ ایک شخص مثلا اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب لہ مر جاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے
دینے سے موہوب لہ اور اسکے ورثہ مالک ہو جاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے لا تجوز الرقبی لانہا تعلیق بالخطر رقبی جائز نہین کیونکہ تعلیق ہے خطر پر ہم رقبی بالضم یہ کہ میرا گھر
بطریق رقبی تیرا ہے یعنی اگر مین مر جاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہے اور اگر تو مر جاے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہے امام اور محمد کا یہ قول ہے کہ یہ ہبہ جائز نہین بسبب تعلیق
بالخطر کے اور ابو یوسف کا یہ قول ہے کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہے کیونکہ فی الحال تملیک ہے اور شرط باطل ہے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن المضمرات
واذا لم تصح تکون عاریۃ تمسی لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی للمعمر فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا من ارقب شیئا فہو سبیل المیراث
اور جب کہ رقبی صحیح نہوا تو اسطرح کا دینا عاریت ہو گا کذا فی التمنی ہم جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ جو شخص ہبہ کرے
بطریق عمریٰ تو اسکا مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہے جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبی نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبی دے تو اسکا حکم کا طریقہ میراث کا
طریقہ ہے یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہے بعثت الی امرأتہ متاعا هدایا الیہا وبعثت لہ ایضا هدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض او لا ثم
افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج انہ عاریۃ لا هبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت هی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما
ما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اس نے عوض کی تصریح کی یا نکی
پھر دونون مین جدائی ہو گئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت
نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین تو بدلہ بھی نہین یعنے اس نے ہبہ کی جہت سے جو عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا
تو عوض بھی باطل ہو گیا ولو استہلک احدہما بعثہ الاخر ضمنہ لانہ من استہلاک العاریۃ ضمنہا خانیہ اور اگر زوج یا زوجہ نے اسباب
تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اسکا ضامن ہے وکذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسلئے لگائی
کہ اگر اسباب خود تلف ہو جائیگی تو تاوان لازم نہو گا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ
عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو جسپر دین ہے اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہو جاتا ہے بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے
فسخ ہو جانیکا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابراء معنے اسقاط ہے اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابراء عقد سلم یا عقد صرف کے
فسخ کا موجب ہو چنانچہ رب السلم ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہو گا بسبب فوت ہونے اس قبض کے جو

ستی ہوتی ہے اور ایک مانند کرنے فسخ میں اختیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لمافیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایہ
ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی لا قبول لیکن رد ہو جاتا ہے مجلس یا بعد مجلس میں رد کر دینے سے ہو اسواسطے کہ اسمین معنی اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بمجلس ہے
کذا فی العنایہ م سینے اسقاط تمیم کی تبدیل سے یعنی رد غیر مجلس سو بھی صحیح ہو کہ اسمین معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بمجلس ہے لکن فی
الصیرفیہ لولم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور رد کرے
یہانتک کہ اس کے اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہوگا م صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی اور
اسمین یہ اشارہ ہی جو عنوان ہی اسکا یون جواب دیا کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہو لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دو قول صحیح ہیں کذا فی البنایہ ولکن فی المجتبی
الاصوب انہ تملیک وللابرا اسقاط لیکن مجتبی میں ہی صحیح تر یہہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہی اور ابرا اسقاط ہی م یہ استدراک ہی نفیا کی اس قول پر کہ
ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہی اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل
الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ یعنی دین کا مالک کر دینا ایسے شخص کو
جسپر دین نہیں ہی باطل ہے مگر تین صورتون میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جب کہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبضہ دین پر مسلط کر دے تو اب
تملیک صحیح ہوگی م جب اوسنے قبضہ پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھیرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہی کہ محتال علیہ
محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلاوے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال
کی وصیت کی اور ترکہ میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنے مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ووہبۃ مال وہبت
من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون کے یہہ صورت ہی کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے
تو معتمد صحت ہے بسبب مسلط کرنیکے م یعنی تسلیط بنا بر عادت مراد ہے اور ظاہر کلام سے یہ ہے کہ تسلیط فرزند کا بفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضیخان میں ہے
کہ صحیح قول یہ ہے کہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبضہ پر مسلط کرے تو اب جائز ہو اور فرزند کی ملک بعد قبضہ کے ثابت ہوگی
اور اسیطرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ذلک ولو کان وکیلا بالبیع فصولین
اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہی یہ حکم متفرع ہوتا ہی کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنیوالے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا
کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں
ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ
قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہہ صورت نہیں جب دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہی اور میرا نام
یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت ہی کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہی بسبب اسکے اخبار ہونیکے نہ تملیک ہونیکے تو مقر لہ کو دین کا قبضہ کرنا جائز ہے کذا فی
البزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں دین کے احکام سے ہے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اسیطرح مقر کو دیگا کذا فی النہر وکذا لو قال الدین
الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ
باطل فتاملہ اسیطرح اقرار صحیح ہو اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہی وہ فلانے شخص کا ہو کذا فی البزازیہ وغیرہ میں کہتا ہون اور یہہ تو مشکل ہی اسواسطے
کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنیسے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کرے م جواب اشکال کا یون ممکن ہے
کہ مراد یہہ ہو کہ جو میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہی وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہو تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ نصہا لا یلزم
تعزر الصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں شروع اسکے قاعدہ میں بزازیہ کی
کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصون نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونون شخصون میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطای سلطانی اوسی شخص کے واسطے

ہوئی جسکا نام دفتر مین لکھا گیا الی آخرہ ھ مضمون عبارت بزازیہ یون ہے جس شخص کی عطا دفتر مین آئی وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونون نے اسپر اتفاق کیا
کہ ایک کا نام دفتر مین لکھا جاوی اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا مین کچھہ نہین اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھہ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح
ادا عطا اوسیکو ایجاوی جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی ہو واسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہو رضای غیر کو اسمین دخل نہین کذا فے
الطحاوی والصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہی بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطای غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ بھی اور دونون
احکام مین یکسان ہین وحینئذ لاتصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت مین یعنے جب صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح
یعنی تمام نہین اور مشاع محتمل القسمۃ مین صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پہیر لینا جائز نہین اگرچہ
المدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقے مین مقصود ثواب ہی نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال
صدقۃ فالقول للواہب خانیہ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پہیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے
کہا صدقہ ہی یعنی پہیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فے الخانیہ **فائدہ جلیلہ** سید حموی نے کہا کہ جان کہ تملیک بیع ہبہ
ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہی اور جب تک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اوسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک
جائز نہین بقیاس علے الہبہ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شے ہین باعتبار نام کے
بہی اور باعتبار حکم کے بہی نام کی مغایرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پہلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار
کرے تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگونکا عمل ہے اور مشتری کی موت قبل
تسلیم کے ہی بالاتفاق چنانچہ منتاح مین ہے انتہی کذا فی الطحاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر
السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السؤال بالقصۃ
مقام حضورہ لا ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اسسے تملیک ارض محدودہ کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اوسکے منشی نے لکھدیا
کہ اوس زمین کا مین نے اسکو مالک کر دیا کہ اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہہ ہی کہ ہان قیاس یہ ہے کہ قبول فے المجلس کی حاجت ہی لیکن ہر ایک
یہہ پہنچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونیکے قائم مقام کر دیا گیا ھ وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی پہر بیان کر کے نامہ
مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہنا کذا فے الطحاوی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت وہبتہ
او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اوسکے سوال
پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف مین پہر اوس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اوسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے
پہیر لینا جائز نہین اور اگر اوسنے دیا ہو تاکہ زوج اوسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورتکو زوج کے قرضخواہ سے پہیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع
لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے
اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اوسمین تصرف کرے سو اوس نے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پہر باپ مر گیا اگر باپ نے اوسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال
فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنی وہ مال سب وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہے بعث الیہ ہدیۃ فی اناء ہل یباح
اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء اخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے
دوسرے کو کہانا تحفہ بہیجا برتن مین کیا اسکا کہانا اوسی برتن مین مباح ہی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر کہانا ثرید ہو یعنی روٹی شوربے مین بہیگی ہو یا مانند اسکے اسی قسم کا
کہانا کہ اگر اسکو دوسرے برتن مین کیجئے تو لذت اوسکی جاتی رہے تو اسمین کہا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین
بے تکلفی ہو تو بہی اسمین کہانا مباح ہی اور نہین تو مباح نہین ھ فتاوی عالمگیریہ مین ہی کہ جب تحفہ بہیجا برتن مین اور پہیر نا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ

بیالی اور تپیلی وغیر ذلک تو وہ شخص اسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پہلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہوگا پھیر دینا نہیں ہے
تحفہ نہ پھیریگا تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام وقسمہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان اخر ولا اعطاء سائل
وھرۃ لعبد رب المنزل ولا کلب لو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ای کسی نے
کھانے کی دعوت کی اور لوگونکو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والیکو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز نہیں اور نہ سائل
اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت ہے
اور جوہرہ میں ... ہم نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اسکا دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم
ہیں چنانچہ عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست
نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمیں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھو تو مکتوب الیہ کو
خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحاوی
فی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ میں ہے کہ صلات مین جبر نہیں ہے صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادای مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے جیسے
زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحاوی من المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجۃ وعین موصی بہا وملک وقف صلون پر زبردستی نہیں مگر
چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اوس چیز میں جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال میں ... تو مشتری پر تسلیم عقار شفیع
شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے و لہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک ... لیکن دوسری راہ سے عوض
کیونکہ وہ احتباس کا بدلہ ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے
چھٹی صورت ادای دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحاوی وقد حررت ابیات الوھبانیۃ علی وفق ما شرحہ
الشرنبلالی فقلت وواھب دین لیس یرجع مطلقا + وابراء ذی نصف یصح المقرر اور البتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے
موافق تو میں نے یون کہا اور دین کا ہبہ کرنیوالا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والیکا ابراء کرنا صحیح ہے اور یہی قول
محقق ہے ہم ابرای نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نے معاف کر دی تو اگر دائن نے کہا کہ میں نے اپنا حصہ
معاف کر دیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کر دیا تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ پہلی صورت کیطرح اسکا تمام حصہ معاف ہو
اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحاوی علی حجہا او ترک ظلمہ لہا + اذا وھبت مہرا لہا ثم ...
عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم کرنے پر زوجہ پر اور زوج نے شرط مذکور پوری کی تو زوجہ کو نقصان ہوگا ہم صورت
ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کی یا ترک ظلم کے عورت نے مہر لینا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر اسکو حج کے واسطے لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو
سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی بشرط مذکور سو جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہو گئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج نے ...
مارجگا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ لہ البرسہ معلق تطلیق بابرائہا مہرہا + ونکاح اخری
فیطلق طلاق کا معلق کرنیوالا عورت کی ابرا مہر اور دوسری عورت کو نکاح کرنے پر اگر ابرا کو مقدم کرے تو ظفر یاب ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی
ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کر دے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا اور
ابرا قبول کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے وفی قبض الانسان کل مبیعہ + فابرا ثمن منہ کان
اظہر + اور اگر آدمی نے اپنی مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کر دیا تو ثمن مذکور اوسکے پھیر لیا جائیگا اسمیں یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابرا
یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا

بائع سے پہیر لیگا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیونکو دین معاف کر دے تو مدیون اوسکی دین پہیر لیگا ددین ددن آرض فی البناء صحیحۃ + وعندی فیہ
وقفۃ فیقد؛ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی لو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجہ توقف
تصریحھم فی کتاب الرھن بان رھن البناء دون الارض دعکسہ لایصح لانہ کالشائع فتاملہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ
مین تصریح کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلہ کا کہ رہن کہنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن کہنا بدون عمارت کے صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ شائع کے
مانند ہی تو اسمین تامل کرو مہل توقف علامہ عبدالبر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلاارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور
دلیل مسئلہ کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مینے زمین مول لی ہی اور بائع نے مجکو عمارت اوسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تونے زمین اور عمارت
دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پہر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ بیان کی صحت تقدم ملک ارض سے
حاصل ہوئی ہی اور لائق یہہ ہے کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہو اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن
عمارت بلاارض دبالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہے انتہی اور کافی مین ہے کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پہل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گہر مین
اور مین بھر ناج ڈہیر سے اور موہوب لہ کو کہیت کاٹنے اور پہل توڑنے اور زیور اوکہیڑنے اور عمارت ڈہانے اور ناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے
امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اوسنے علیحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان
اوسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹہیرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنی صحت ہبہ عمارت بلاارض مشہورہ مین ہی جبکہ
واہب نے عمارت ڈہانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اوسپر عمل کیا کذا فی الطحاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ
انہ لایرجع واختارہ بعض المشائخ؛ اور اشارہ کیا نے بلفظ اظہر جو تہی بیت مین اوس قول ضعیف کے طرف جو عمادیہ مین ہے خواہرزادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری بائع
سے ثمن نہ پہیر لے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وینظر ای بنکاح ضرتھا لانہ بردہ للابراء ابطلہ فلا یحنث فلیحفظ اور بلفظ لیظفر اشارہ
کیا تیسری بیت مین یعنی زوجہ کی سوت کے ساتھہ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابراکو رد کرنیسے اوسنے تعلیق طلاق کو باطل کر دیا تو مترجم
توفیق سوٹ کو یاد رکہنا چاہیئے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا کپڑا یا اوس قسم سے ہو کہ فی
الحال ماکول نہو جیسا گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتہیون کو مناسب ہے کہ کچہہ ندے اور اگر فی الحال کہانیکے لائق ہو تو صحبت والون کو
اسمین سے کچہہ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکہے سراج وہاج مین ہے ایک مرد مرگیا سو دوسرے شخص نے اوسکے فرزند کو کپڑا بہیجا اوسکے کفن کے
واسطے تو اوس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن ٹہکا کرے اور وہ کپڑا اپنے واسطے رکہہ چہوڑے یا مالک نہین جواب یہہ ہے کہ اگر میت بزرگ
شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور رہو بسبب اوسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پہیر دینا اوسپر واجب ہوگا
اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی والسبحانہ اعلم استغفر اللہ الحلیم الکریم وصلی اللہ علی سیدنا وشفیعنا
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین +

خاتمۃ الطبع الحمدللہ والمنہ کہ جلد تیسری کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار کی اوائل ماہ صفر
المظفر مین تصحیح اور تحشیہ اور تکمیل بندہ ضعیف محمد احسن صدیقی سے مطبع منشی بخش بریلی مین حلیہ طبع سے آراستہ ہوئی اللہ تعالے
سے امید ہی کہ دونون جلدین باقی بھی اپنے فضل وکرم سے کمال تک پہنچاکر مطبوع خلائق کرے وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ربنا تقبل منا
انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علی منبع الرسالۃ واصل الشریعۃ سیدنا ومولنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اشتہار

حقوق اس کتاب کے حسب قانون بستم سنہ ۱۸۶۷ء محفوظ کر لیئے گئے ہیں کوئی صاحب بدون اجازت مہری احقر کے قصد طبع نہ فرمائیں

التماس

حسن جلد کے ملاحظے پر ناظرین مہر طغرائی احقر پایئں پشت سرورق ملاحظہ کر کے قصد خریداری فرمائیں

تنبیہ

واسطے اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع صدیقی کی ہے سطر اول عنوان لوح کی مصرع دوم تاریخ لکھی گئی ۱۲

